روحانی خزائن

تصنیفات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام



روحانی خزائن

مجموعہ کتب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

Ruhani Khazain

Collection of The Books of Hazrat Mirza Ghulam Ahmad Qadiani,
The Promised Mesiah and Mahdi (1835-1908) Peace be on him.

Computerized Edition
Published in 2008

Published by:
Nazarat Ishaat Rabwah, Pakistan

Printed by:
Zia-ul-Islam Press, Rabwah

ISBN: 81 7912 175 5



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم
وعلیٰ عبدہِ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالنّاصر

لندن
10-8-2008

پیغام

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

اللہ تعالیٰ نے وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کے مصداق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانے کے امام اور مہدی کے طور پر مبعوث فرمایا کہ تا اس کی توحید کا دنیا میں بول بالا ہو اور ہمارے پیارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور قرآن کریم کی صداقت دنیا پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

قرآن کریم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہی وہ زمانہ تھا کہ جب اسلام کی اشاعت اور تبلیغ ساری دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے سامان اس خدائے قادر مطلق نے پہلے سے مقرر کر رکھے تھے۔ اسی لئے اس زمانے میں سائنسی ایجادات اتنی تیزی اور کثرت سے ہوئی ہیں کہ انسانی عقل وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَھَا کے مصداق حیران ہو جاتی ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ جس کے بارے میں وَاِذَاالصُّحُفُ نُشِرَتْ کی پیشگوئی فرما کر یہ بتلا دیا کہ اس زمانے میں ایسی ایسی ایجادات ہوں گی کہ کتابوں اور رسالوں کی نشر و اشاعت عام ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اور نشر صحف سے اس کے وسائل یعنی پریس وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ نے ایسی قوم کو پیدا کیا جس نے آلات طبع ایجاد کئے۔ دیکھو کس قدر

پریس ہیں جو ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تا وہ ہمارے کام میں ہماری مدد کرے اور ہمارے دین اور ہماری کتابوں کو پھیلائے اور ہمارے معارف کو ہر قوم تک پہنچائے تا وہ ان کی طرف کان دھریں اور ہدایت پائیں''۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۴۷۳)

ایک اور کتاب میں آپؑ فرماتے ہیں:

''کامل اشاعت اس پر موقوف تھی کہ تمام ممالک مختلفہ یعنی ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور آبادیٔ دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی تبلیغ قرآن ہو جاتی اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا بلکہ اس وقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتا بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے...... ایسا ہی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے اور اس آیت میں جو مِنْھُمْ کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا تھا کہ **ایک شخص اس زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کے لئے موزوں ہے مبعوث ہو گا جو آنحضرت** صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہو گا...... اس لئے خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جس میں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے اور برّی اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھ کر سہولت سواری کی ممکن نہیں۔ اور کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے۔ سو اس وقت حسب منطوق آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ اور حسب منطوق آیت قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور

مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہو گئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لائیے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔ مگر میں ملک ہند میں آؤں گا۔ کیونکہ جوش مذاہب و اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل و نحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے''۔

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۶۰-۲۶۳)

سو اس زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ساری دنیا تک پہنچانے اور اسلام کی سچائی کو ساری دنیا پر ثابت کرنے اور خدائے واحد و یگانہ کی توحید کا پرچار کرنے کے لئے اسلام کا یہ بطل جلیل، جری اللہ، سیف کا کام قلم سے لیتے ہوئے قلمی اسلحہ پہن کر سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اترا اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا ایسا کرشمہ دکھایا کہ ہر مخالف کے پرخچے اڑا دیے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا پرچم پھر سے ایسا بلند کیا کہ آج بھی اس کے پھریرے آسمان کی رفعتوں پر بلند سے بلند تر ہو رہے ہیں اور ساری دنیا پر اسلام کا یہ پیغام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے ذریعہ پھیل رہا ہے اور پھیلتا رہے گا۔ مسیح محمدی کی زندگی بخش تحریرات کی ہی یہ برکت ہے کہ ایک جہان روحانی اور جسمانی احیاء کی نوید سے مستفیض ہو رہا ہے اور صدیوں کے مردے ایک دفعہ پھر زندہ ہو رہے ہیں اور ایسا کیوں

نہ ہوتا کہ اسلام کی گزشتہ تیرہ صدیوں میں صرف آپ کا ہی کلام ایسا تھا جسے کبھی خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے ''مضمون بالا رہا'' کی سند نصیب ہوئی تو کبھی الہاماً یہ نوید عطا ہوئی کہ:

''در کلامِ تو چیزے است کہ شعراء را دراں دخلے نیست۔ کَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَّبٍّ کَرِیْمٍ''۔ (کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۲۔ تذکرہ صفحہ ۵۰۸)

ترجمہ: ''تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں ہے۔ تیرا کلام خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۶)

چنانچہ ایسی ہی عظیم الٰہی تائیدات سے طاقت پا کر آپ فرماتے ہیں:

''میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے''۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)

ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں:

''میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے''۔ (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۴)

پس یہ آپ کی دلی خواہش تھی کہ وہ آبِ حیات جو آپ کے مبارک قلم سے آپ کی کتابوں کی شکل میں دنیا کی روحانی اور علمی پیاس بجھانے کے لئے نکلا ہے اس سے سارا عالم فیضیاب ہو۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہر گز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں۔ اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا‘‘۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۰۴)

عزیزو! یہی وہ چشمۂ رواں ہے کہ جو اس سے پیئے گا وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا اور ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی **یفیض المال حتی لا یقبلہ احد** (ابن ماجہ) کے مطابق یہی وہ مہدی ہے جس نے حقائق و معارف کے ایسے خزانے لٹائے ہیں کہ انہیں پانے والا کبھی ناداری اور بے کسی کا منہ نہ دیکھے گا۔ یہی وہ روحانی خزائن ہیں جن کی بدولت خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ ہر قسم کی علمی اور اخلاقی، روحانی اور جسمانی شفا اور ترقی کا زینہ آپ کی یہی تحریرات ہیں۔ اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین و دنیا، دونوں جہانوں سے محروم اٹھنے والا قرار پاتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں متکبر شمار کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا۔ اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے‘‘۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ ۳۶۵)

اسی طرح آپؑ نے فرمایا کہ:

’’وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے

نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ''۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۳)

پھر آپ نے ایک جگہ یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

''سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے''۔

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۶۱)

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امام مہدی اور مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تا کہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کافور ہو جائیں گی۔ اللہ کرے کہ ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں اور اپنے دلوں اور اپنے گھروں اور اپنے معاشرہ میں امن و سلامتی کے دیئے جلانے والے بن سکیں اور خدا اور اس کے رسول کی محبت اس طرح ہمارے دلوں میں موجزن ہو کہ اس کے طفیل ہم کل عالم میں بنی نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کی شمعیں فروزاں کرتے چلے جائیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی ہدایات اور راہنمائی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ تصانیف کا سیٹ ''روحانی خزائن'' پہلی بار کمپیوٹرائزڈ شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔اس سیٹ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل میں ہر کتاب فسٹ ایڈیشن کے عین مطابق رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک سے زائد ایڈیشن چھپے ہیں تو آخری ایڈیشن کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۲۔پورے سیٹ میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ صفحہ کی سائیڈ پر ایڈیشن اوّل کا صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔

۳۔ایڈیشن اوّل میں اگر سہو کتابت واقع ہوا ہے تو متن میں اس لفظ کو اسی طرح کمپوز کیا گیا ہے۔البتہ حاشیہ میں یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ متن میں سہو کتابت معلوم ہوتا ہے اور غالباً صحیح لفظ یوں ہے۔

۴۔یہ ایڈیشن روحانی خزائن کے سابقہ ایڈیشن کے صفحات کے عین مطابق ہے تا کہ جماعتی لٹریچر میں گزشتہ نصف صدی سے آنے والے حوالہ جات کی تلاش میں سہولت رہے۔

۵۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے اس سیٹ میں مندرجہ ذیل اضافے کئے گئے ہیں۔

(ا) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مضمون جو آپ نے منشی گردیال صاحب مدرس مڈل اسکول چنیوٹ کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا تھا اور روحانی خزائن میں شامل نہیں ہو سکا تھا۔ اسے روحانی خزائن کے نئے ایڈیشن میں جلد نمبر۲ میں شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔

(ب) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اہم مضمون **''ایک عیسائی کے تین سوال اوران کے جوابات''** جو پہلے ''تصدیق النبی'' کے نام سے سلسلہ کے لٹریچر میں موجود ہے اسے روحانی خزائن جلد نمبر۴ کے آخر میں شامل اشاعت کر لیا گیا ہے۔

(ج) روحانی خزائن جلد۴ میں الحق مباحثہ دہلی کے عنوان سے ایک کتاب شامل ہے۔اس کے صفحہ ۲۲۱ پر مراسلت نمبر۱ مابین مولوی محمد بشیر صاحب اور مولوی سید محمد احسن صاحب ہے۔اس کے بعد مراسلت نمبر۲ مابین منشی بوبہ صاحب و منشی محمد اسحاق و مولوی سید محمد احسن صاحب کسی وجہ سے روحانی خزائن میں شامل

ہونے سے رہ گئی ہے۔اسے روحانی خزائن جلد نمبر ۴ کے نئے ایڈیشن میں شامل کرلیا گیا ہے۔

(د) روحانی خزائن جلد نمبر ۵ آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں "التبلیغ" کے نام سے جو عربی خط شامل ہے اس کے آخر میں عربی قصیدہ درج ہے۔ایڈیشن اوّل میں اس قصیدہ کے بعد ایک عربی نظم شائع شدہ ہے جو کسی وجہ سے روحانی خزائن جلد ۵ میں شامل نہیں ہوسکی تھی۔نئے ایڈیشن میں یہ نظم شامل کردی گئی ہے۔

(ہ) جلسہ اعظم مذاہب ۱۸۹۶ء کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحریر فرمودہ بے مثال مضمون جو ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے نام سے اردو اور دوسری زبانوں میں چھپ چکا ہے اس کے اصل مسودہ کے کچھ صفحات کسی وجہ سے شامل اشاعت نہیں ہو سکے تھے انہیں اصل مسودہ سے جو خلافت لائبریری میں موجود ہے نقل کر کے جلد نمبر ۱۰ میں شامل کیا گیا ہے۔

(و) ریویو آف ریلیجنز اردو کا پہلا شمارہ ۹؍جنوری ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔اس میں صفحہ ۹ تا ۳۰ پر مشتمل ''گناہ سے نجات کیونکر مل سکتی ہے'' کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بصیرت افروز مضمون شائع ہوا تھا۔اس مضمون کو روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ کے آخر میں کتاب نزول المسیح کے بعد شامل کیا جا رہا ہے۔

(ز) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک سے لکھا ہوا ''عصمت انبیاء'' کے عنوان سے ایک اور مضمون بھی ریویو آف ریلیجنز اردو مئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۷۵ تا ۲۰۹ میں شائع ہوا تھا۔یہ مضمون اب تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوا۔اسے بھی روحانی خزائن جلد ۱۸ کے آخر میں شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

اس جلد کی تیاری میں عزیزم محترم حبیب الرحمٰن صاحب زیروی نائب ناظر اشاعت کے ساتھ مکرم محمد یوسف صاحب شاہد، مکرم عمر علی صاحب طاہر، مکرم رشید احمد صاحب طیب، مکرم ظہور احمد صاحب مقبول، مکرم کلیم احمد طاہر صاحب، مکرم ظفر علی صاحب، مکرم عطاء البصیر محمود صاحب اور مکرم سلطان احمد شاہد صاحب مربیان سلسلہ نے کام کیا۔احباب ان سب واقفین زندگی کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام

سید عبدالحی

ناظر اشاعت

اکتوبر ۲۰۰۸ء

ترتیب

روحانی خزائن جلد ۱۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تعارف

(از حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس)

روحانی خزائن کی یہ تیرھویں جلد ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کتاب البریہ، البلاغ یا فریاد درد اور ضرورۃ الامام پر مشتمل ہے۔

کتاب البریّہ

یہ کتاب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقدمہ اقدامِ قتل کے فیصلہ کے بعد جو ڈاکٹر پادری ہنری مارٹن کلارک نے دیگر پادریوں کی سازش سے آپ کے خلاف دائر کیا تھا، تصنیف فرمائی۔ اور ۲۴؍ جنوری ۱۸۹۸ء کو شائع ہوئی۔

یہ کتاب ایک نہایت عظیم الشان نشان الٰہی کی حامل ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منجانب اللہ ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ اِس میں آپ نے علاوہ روئیدادِ مقدمہ مذکورہ کے عیسائی عقائد کی نہایت لطیف انداز میں ایسی تردید کی ہے جس کا جواب ممکن نہیں اور اس الزام کا بھی تفصیلی جواب دیا ہے جو پادریوں کی طرف سے دورانِ مقدمہ میں آپ پر لگایا گیا تھا لیکن آپ کو اِس الزام کے جواب دینے کا کوئی موقع نہ تھا۔ وہ الزام یہ تھا کہ آپ نے حضرت عیسیٰؑ کے حق میں اپنی کتابوں میں سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور عیسائیوں کے خلاف اشتعال انگیز اور نفرت آمیز سخت کلامی پر مشتمل تحریریں لکھی ہیں۔ اس الزام کی تردید کرتے ہوئے آپؑ نے بطور نمونہ پادریوں کی اُن بے ادبیوں اور گالیوں اور توہین آمیز کلمات کا بھی ذکر

کیا ہے جوانہوں نے اپنی تالیفات میں سید الکائنات حضرت خاتم النّبیّین سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں استعمال کئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ اِن پادریوں کی بدزبانی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور اِن سے سیکھ کر آریوں نے بھی بدزبانی کا طریق اختیار کیا ہے۔ اور وہ ہماری تحریر کو خواہ وہ کیسی ہی نرم کیوں نہ ہو سختی پر حمل کر کے بطور شکایت حکام تک پہنچاتے ہیں حالانکہ ہزار ہا درجہ بڑھ کر اِن کی طرف سے سختی ہوتی ہے۔

پھر آپؑ نے اِس کتاب میں اپنے خاندانی اور ذاتی سوانح بیان کرنے کے علاوہ مختلف مذاہب میں مصالحانہ فضا پیدا کرنے کے لئے گورنمنٹ کی خدمت میں چند تجاویز لکھی ہیں جو اس جلد کے صفحہ ۳۴۶ پر درج ہیں۔

ایک عظیم الشان نشان

گیارھویں جلد کے پیش لفظ میں ہم اُن الہامات کا ذکر کر چکے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آتھم سے متعلق یہ اطلاع دی تھی کہ اُس نے پیشگوئی کی شرط ’’بشرطیکہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کرے‘‘ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اِسی لئے وہ مکمل ہاویہ یعنی موت سے بچ گیا۔ اور پھر اخفائے حق کی پاداش میں بہت جلد پکڑا گیا اور ۲۷؍جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور مر گیا۔ اور اس طرح آتھم کے رجوع الی الحق اور مطابق سُنّت اللہ کامل عذاب کے التواء سے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو اطلاع بذریعہ وحی دی تھی اُس کی صداقت روز روشن کی طرح ظاہر ہوگئی اور اُس وحی الٰہی کا یہ حصّہ

’’وبعزّتی وجلالی انک انت الاعلیٰ و نمزّق الاعداء کلّ ممزّق و مکر اولٰئک ھو یبور. انا نکشف السرّ عن ساقه یومئذ یفرح المؤمنون.‘‘

جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

’’مجھے میری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ تو ہی غالب ہے (یہ اس عاجز کو خطاب ہے) اور پھر فرمایا کہ ہم دشمنوں کو پارہ پارہ کر دیں گے یعنی ان کو ذلت پہنچے گی اور ان کا مکر ہلاک ہو جائے گا۔ اس میں یہ تفہیم ہوئی کہ تم ہی فتح یاب ہو نہ دشمن اور خدا تعالیٰ بس نہیں کرے گا اور نہ باز آئے گا جب تک دشمنوں کے تمام مکروں کی پردہ دری نہ کرے اور ان کے مکر کو ہلاک نہ کر دے یعنی جو مکر بنایا گیا

اور مجسم کیا گیا اس کو توڑ ڈالے گا اور اس کو مردہ کر کے پھینک دے گا اور اس کی لاش لوگوں کو دکھا دے گا اور پھر فرمایا کہ ہم اصل بھید کو اس کی پنڈلیوں میں سے ننگا کر کے دکھا دیں گے یعنی حقیقت کو کھول دیں گے اور فتح کے دلائل بیّنہ ظاہر کریں گے اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔''

(انوار الاسلام۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲، ۳)

اِس حصہ وحی کے متعلق ہم نے لکھا تھا کہ یہ حصہ عجیب انداز اور ایمان افروز رنگ میں پورا ہوا اُس کی تفصیل ہم رُوحانی خزائن جلد ۱۳ میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ سو اب ہم حسب وعدہ اس کی تفصیل لکھتے ہیں۔

عیسائیوں کو شکست فاش

وہ جنگ مقدس جو مئی ۱۸۹۳ء میں بصورت مباحثہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نمائندہ مسلمانان اور ڈپٹی پادری عبد اللہ آتھم نمائندہ عیسائیان کے مابین ہوئی تھی۔ اس میں عیسائی گروہ کو جو شکست ہوئی وہ عبد اللہ آتھم کے ۲۷؍ جولائی ۱۸۹۶ء کو مر جانے سے آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو گئی تھی اور اب کسی منصف مزاج کے لئے اسلام کی فتح اور عیسائیت کی شکست میں شک کی گنجائش نہ رہی تھی اور نہ ہی پادریوں کے پاس اپنی شکست چھپانے کے لئے کوئی عذر باقی رہا تھا۔ مگر یہ دجّالی گروہ اپنی ندامت اور خفّت کو مٹانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف منصوبے سوچ رہا تھا اور گورنمنٹ کے پاس خفیہ طور پر آپ کے خلاف شکایات پہنچا رہا تھا۔ انہی حالات میں پنڈت لیکھرام ۶؍ مارچ ۱۸۹۷ء کو آپ کی پیشگوئی کے مطابق قتل ہو گیا جس پر آریہ سماج نے آپؑ کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعہ ایک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا۔ اور پنڈت لیکھرام کے قتل کو آپؑ کی سازش اور منصوبہ قرار دے کر گورنمنٹ کو آپ کے خلاف اُکسانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ابھی لیکھرام کے قتل کا فتنہ فرو نہ ہوا تھا کہ ایک نوجوان عبد الحمید جہلمی جو سلطان محمود ایک غیر احمدی مولوی کا بیٹا اور حضرت مولوی بُرہان الدین صاحبؓ احمدی جہلمی کا بھتیجا تھا آوارہ مزاج اور بقول پادری ایچ۔ جی گرے نکمّا اور مفتری تھا۔ اور اپنی گذران کے لئے سرگردان پھرتا تھا اور قادیان میں بھی چند دن رہ چکا تھا اور حضرت مولوی بُرہان الدین صاحبؓ نے جو ایک مخلص احمدی تھے حضرت مولوی

حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو اُس کی آوارگی اور بدچلنی اور اُس کی ناشائستہ حرکات سے اطلاع دے دی تھی اور بوجہ نکمّا پن کے اُسے بحکم حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان سے نکال دیا گیا تھا وہ ۶؍جولائی ۱۸۹۷ء کو امرتسر پہنچ گیا۔ پہلے وہ پادری نوردین سے ملا جس نے اُسے چٹھی دے کر امریکن مشن کے ایک پادری ایچ۔جی گرے کے پاس بھیج دیا۔ مؤخر الذکر نے اُسے نکمّا اور غیر متلاشیٔ حق پا کر بمشورہ پادری نوردین پادری ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے پاس بھیج دیا۔ ڈاکٹر کلارک اور اُس کے زیر اثر پادریوں نے یہ دیکھ کر کہ وہ قادیان سے آیا ہے بکمال ہشیاری حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ایک نہایت خوفناک منصوبہ تیار کیا۔ پادریوں نے اُسے کس طرح بہکایا اور اُسے ڈرایا اور اُس سے یہ تحریری جھوٹا بیان لیا کہ وہ مرزا صاحب کی طرف سے ڈاکٹر کلارک کے قتل کے لئے آیا ہے۔ اس کے لئے دیکھئے صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰ جلد ھذا۔

پادری وارث دین، پادری عبدالرحیم اور بھگت پریم داس وغیرہ پادریوں کی سازش سے یہ خوفناک منصوبہ تیار ہوا اور یکم اگست ۱۸۹۷ء کو ڈاکٹر کلارک نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ایک درخواست اسی مضمون کی اے۔ای مارٹینو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کی خدمت میں پیش کی اور عبدالحمید کا تحریری بیان بھی پیش کر دیا۔ عبدالحمید اور ڈاکٹر کلارک کے بیانوں پر مسٹر اے۔ای مارٹینو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر نے زیر دفعہ ۱۱۴ ضابطہ فوجداری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری کر دیا اور لکھا کہ ”زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری آپ سے حفظِ امن کے لئے ایک سال کے واسطے بیس ہزار کا مچلکہ اور بیس ہزار روپے کی دو الگ الگ ضمانتیں کیوں نہ لی جائیں۔ (کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۶۵۔ ملخصاً)

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں یہ غیبی فعل ظاہر ہوا کہ یہ جاری شدہ وارنٹ سات اگست تک گورداسپور نہ پہنچ سکا اور کچھ پتہ نہ چلا کہ کہاں چلا گیا۔ اِسی اثنا میں مجسٹریٹ ضلع امرتسر کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ غیر ضلع کے ملزم پر وارنٹ جاری کرنے کے قانوناً مجاز نہیں تو انہوں نے مجسٹریٹ ضلع گورداسپور کو بذریعہ تار وارنٹ روکنے کے لئے حکم بھیجا۔ اور وہ وارنٹ نہ ملنے کی وجہ سے حیران ہوئے۔ اور جب مِسل منتقل ہو کر گورداسپور آئی تو صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے باوجود ڈاکٹر کلارک اور اُس کے وکیل کے سخت اصرار کے بجائے ”وارنٹ جاری کرنے کے سمن جاری کر دیا اور دس اگست کو بمقام بٹالہ اصالتاً یا بذریعہ مختار حاضر ہونے کا حکم دیا۔“ (کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۶۸۔ ملخصاً)

اِس مقدمہ کو کامیاب بنانے کے لئے آریوں نے بھی عیسائیوں کی پوری پوری مدد کی تا لیکھرام کے

قتل کا بدلہ لیں۔ چنانچہ پنڈت رام بھجدت آریہ وکیل بغیر فیس لئے مقدمہ کی پیروی کرتا رہا۔اور ڈاکٹر کلارک نے اپنے بیان میں تسلیم کیا کہ ہم لوگ ایک شخص کے بارے میں جو سب کا دشمن ہے مل کر کارروائی کرتے ہیں۔ (کتاب البریہ۔روحانی خزائن جلد۱۳صفحہ۲۷۲)

اور مسلمانوں میں سے مولوی محمد حسین بٹالوی نے عیسائیوں کی تائید میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالف شہادت دی اور سخت ذلّت اٹھائی۔تفصیل کے لئے دیکھیں صفحہ ۳۳ تا ۳۷ جلد ھٰذا۔

صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کیپٹن ایم۔ڈبلیو۔ڈگلس نے ۱۰/اگست ۱۸۹۷ء کو تحقیقات شروع کی جو ۱۳/اگست تک جاری رہی۔عبدالحمید اس وقت تک بالکل عیسائیوں کی نگرانی میں رہا۔اُس کی شہادت نے عموماً ڈاکٹر کلارک کے بیان کی تائید کی لیکن اس کے بیان پر بعض وجوہ کی بنا پر جن کا ذکر صفحہ ۲۹۰ پر موجود ہے۔ کیپٹن ڈگلس نے مسٹر لیمار چنڈ ڈی۔ایس۔پی سے کہا کہ وہ اِس کو اپنی ذمہ داری میں لے کر آزادانہ طور سے اس سے پوچھیں۔چنانچہ ۱۴/اگست کو ڈی۔ایس۔پی نے محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ اور انسپکٹر جلال الدین صاحب کے جو احمدی نہیں تھے سپرد کیا اور مؤخر الذکر نے کچھ دیر کے بعد ڈی۔ایس۔پی کو اطلاع دی کہ وہ لڑکا اپنے سابقہ بیان پر قائم ہے اور مقدمہ کی بابت کچھ اصلیت ظاہر نہیں کرتا۔اگر فرصت نہیں ہے تو عبدالحمید کو واپس انارکلی بھیج دیا جاوے۔تب لیمار چنڈ نے کہا کہ اس کو میرے روبرو حاضر کرو۔جب وہ آیا تو اُس نے پہلی کہانی بیان کی۔جو پہلے مرزا صاحب کے اس کو امرتسر برائے قتل ڈاکٹر کلارک بھیجنے کی نسبت بیان کی تھی۔لیمار چنڈ اپنے بیان میں کہتے ہیں:۔

> ’’ہم نے دو صفحے لکھے اور اُس کو کہا کہ ہم اصلیت صرف دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ ناحق وقت کیوں ضائع کرتے ہو۔اِس بات کے کہنے پر عبدالحمید ہمارے پاؤں پر گر پڑا اور زار زار رونے لگا۔ بڑا پشیمان معلوم ہوتا تھا اور کہا کہ میں اب سچ سچ بیان کرتا ہوں جو اصل واقعہ ہے اور تب اُس نے وہ بیان ہمارے روبروئے کہا جو ہم نے حرف بحرف اس کی زبان سے لکھا اور عدالت میں پیش ہے۔
> دیکھئے کتاب البریہ۔روحانی خزائن جلد۱۳صفحہ ۲۷۳، ۲۷۴۔نیز ۲۹۰، ۲۹۱۔
> عبدالحمید نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا:۔

’’پہلا بیان مارے خوف اور ترغیب کے لکھایا تھا۔‘‘ (کتاب البریہ۔روحانی خزائن جلد۱۳صفحہ ۲۶۵)

اوراس نے اقرار کیا کہ

''شیخ وارث دین، بھگت پریم داس اور ایک اَور عیسائی بوڑھا عبدالرحیم مجھے سکھلاتے رہے۔

(کتاب البریہ۔روحانی خزائن جلد۱۳صفحہ۲۷۰)

چنانچہ حاکم نے بھی اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ

''عبدالرحیم و پریم داس اور وارث الدین بعدازاں مفصل جھوٹی شہادت تیار کرتے رہے جو مجبوراً اُن کے کہنے سے اُسے عدالت میں دینی پڑی۔''

(کتاب البریہ۔روحانی خزائن جلد۱۳صفحہ۲۹۳)

ڈاکٹر کلارک کے زیر اثر پادریوں نے اُسے ایسی ترغیب وترہیب کی تھی کہ کوئی خیال بھی نہیں کرسکتا تھا کہ وہ اُن کا سکھایا ہوا اپنا تحریری وزبانی دیا ہوا بیان بدل دے گا۔اُس کے فوٹو لئے گئے تھے اور پھر اُسے یہ کہا گیا کہ

''ڈاکٹر صاحب تم کو بچالیں گے'' اور دھمکی بھی دی گئی تھی ''کہ تمہاری تصویر ہمارے پاس ہے جہاں جاؤ گے پکڑے جاؤ گے۔''

(کتاب البریہ۔روحانی خزائن جلد۱۳صفحہ۲۶۸)

اور پادری عبدالغنی نے جیسا کہ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اپنے بیان میں ظاہر کیا ہے اُس سے یہ کہا تھا کہ

''پہلے بیان کے مطابق بیان لکھوانا ورنہ قید ہو جاؤ گے۔''

(کتاب البریہ۔روحانی خزائن جلد۱۳صفحہ۲۷۴)

لیکن باوجود اس ترغیب وترہیب اور تمام احتیاطوں کے جو پادری صاحبوں نے عبدالحمید کو اپنے پہلے جھوٹے بیان پر قائم رکھنے کے لئے اختیار کیں اس کا اصل حقیقت کے اظہار پر قائم رہنا اور تبدیلی بیان کے نتیجہ میں قید وغیرہ کی سزا سے نہ ڈرنا یہ محض خدائی تصرّف کے ماتحت تھا اور اِس طرح پادریوں کا مکر ایسا طشت از بام ہوا گویا اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے عریاں کرکے دکھادیا۔

اور پادری گرے نے چٹھی کے ذریعہ یہ بیان دیا کہ عبدالحمید پہلے میرے پاس عیسائی ہونے کے لئے آیا تھا۔لیکن چونکہ وہ نکمّا اور مفتری ہے اور سچّا متلاشی معلوم نہ ہوا اس لئے مَیں نے اُسے پادری نوردین

کے پاس واپس بھیج دیا۔ جس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ درحقیقت ڈاکٹر کلارک کے قتل کے لئے نہیں بھیجا گیا تھا ورنہ وہ سیدھا اُس کے پاس جاتا۔

ڈاکٹر کلارک مستغیث نے اپنے اس بیان کو کہ عبدالحمید اُس کے قتل کے لئے بھیجا گیا تھا سچّا ثابت کرنے کے لئے لیکھرام کے قتل کے واقعہ کو بطور تائید پیش کیا تھا کہ

''اس کے بعد اس (مرزا صاحب ۔ ناقل) نے ان تمام کے موت کی پیشگوئی کی جنہوں نے اس مباحثہ میں حصہ لیا تھا۔ اور میرا حصّہ بہت ہی بھاری تھا۔ اس وقت سے اس کا سلوک میرے ساتھ بہت ہی مخالفانہ رہا ہے ۔ اس مباحثہ کے بعد خاص دلچسپی کا مرکز مسٹر آتھم رہا۔ چار الگ کوششیں اُس کی جان لینے کے لئے کی گئیں ......اور یہ کوششیں عام طور پر مرزا صاحب سے منسوب کی گئی ہیں ۔ اُس کی موت کے بعد مَیں ہی پیش نظر رہا ہوں ۔ اور کئی ایک مبہم طریقوں سے یہ پیشگوئی مرزا صاحب کی تصنیفات میں مجھے یاد دلائی گئی ہے ۔ جس کے لئے سب سے بڑی وہ کوشش تھی جس کو عبدالحمید نے بیان کیا۔ لاہور میں لیکھرام کی موت کے بعد جس کو تمام لوگ مرزا صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں میرے پاس اِس بات کے یقین کرنے کے لئے خاص وجہ تھی کہ میری جان لینے کی کوئی نہ کوئی کوشش کی جائے گی ۔''

(کتاب البریہ ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴)

اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و فریب کا بھانڈا ایسے رنگ میں پھوڑا اور اس کی حقیقت ایسے طریق سے آشکارا کی کہ کسی کو اِس جھوٹ کی حمایت میں کھڑے رہنے کی تاب نہ رہ سکی بلکہ مکر کرنے والوں کو خود شرمندہ ہونا پڑا۔ اور خود مستغیث ڈاکٹر کلارک کو بھی اپنی خیر اسی میں نظر آئی کہ وہ استغاثہ کو واپس لے لیں ۔ چنانچہ اُس کی درخواست پر حاکم کو یہ لکھنا پڑا۔

Dr. Clark states he wishes to resign the post of prosecutor.

ڈاکٹر کلارک بیان کرتا ہے کہ وہ مستغیث ہونے سے دست بردار ہوتا ہے۔

(کتاب البریہ ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۲۸۲)

اور آخر کار حاکم نے ۲۳ ؍اگست کو یہ فیصلہ سنایا کہ

''ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے کہ غلام احمد سے حفظِ امن کے لئے ضمانت لی جائے یا یہ کہ مقدمہ پولیس کے سپرد کیا جائے۔ لہٰذا وہ **بَری کئے جاتے ہیں۔**''

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳۰۱)

اِس طرح وہ پیشگوئی جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں بڑی آب وتاب سے پوری ہوئی کہ عیسائی گروہ کا مکر ہلاک ہو جائے گا اور خدا تعالیٰ بس نہیں کرے گا اور باز نہیں آئے گا جب تک دشمن کے تمام مکروں کی پردہ دری نہ کرے۔ اور اُن کے مکر کو ہلاک نہ کرے۔ اور ہم حقیقت کو ننگا کر کے رکھ دیں گے اُس دن مومن خوش ہوں گے۔

اِس پیشگوئی کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے مقدمہ سے تین دن پہلے یعنی ۲۹؍جولائی ۱۸۹۷ء کو جبکہ پادری اپنا خوفناک منصوبہ تیار کرنے میں مصروف تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس ابتلاء کے متعلّق خبر دی۔ حضرت اقدس علیہ السلام اپنی کتاب تریاق القلوب صفحہ ۹۱ میں اِس نشان کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''۲۹؍جولائی ۱۸۹۷ء کو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاعقہ مغرب کی طرف سے میرے مکان کی طرف چلی آتی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی آواز ہے اور نہ اُس نے کچھ نقصان کیا ہے بلکہ وہ ایک ستارہ روشن کی طرح آہستہ حرکت سے میرے مکان کی طرف متوجہ ہوئی ہے اور مَیں اُس کو دُور سے دیکھ رہا ہوں۔ اور جبکہ وہ قریب پہنچی تو میرے دل میں تو یہی ہے کہ یہ صاعقہ ہے مگر میری آنکھوں نے صرف ایک چھوٹا سا ستارہ دیکھا جس کو میرا دل صاعقہ سمجھتا ہے۔ پھر بعد اس کے میرا دل اس کشف سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے الہام ہوا کہ **ما ھٰذا الا تھدید الحکّام**۔ یعنی یہ جو دیکھا اِس کا بجز اس کے کچھ اثر نہیں کہ حکّام کی طرف سے کچھ ڈرانے کی کارروائی ہوگی اِس سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔ پھر بعد اس کے الہام ہوا **قد ابتلی المؤمنون**۔ ترجمہ:۔ مومنوں پر ایک ابتلاء آیا یعنی بوجہ اس مقدمہ کے تمہاری جماعت ایک امتحان میں پڑے گی۔''

اِس سے متعلق دوسرے الہامات کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

''پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا کہ مخالفوں میں پھوٹ اور ایک شخص متنافس کی ذلّت اور اہانت اور ملامتِ خلق (اور پھر اخیر حکم ابراء) یعنی بے قصور ٹھہرانا۔ پھر بعد اِس کے الہام ہوا۔ و فیــہ شیء یعنی بریّت تو ہوگی مگر اُس میں کچھ چیز ہوگی (یہ اُس نوٹس کی طرف اشارہ تھا جو بری کرنے کے بعد لکھا گیا تھا کہ طرز مباحثہ نرم چاہئے) پھر ساتھ اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ بلجت اٰیاتی کہ میرے نشان روشن ہوں گے۔ اور اُن کے ثبوت زیادہ سے زیادہ ظاہر ہو جائیں گے۔''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۳۴۱، ۳۴۲)

راجہ غلام حیدر ریڈر ڈی۔سی کا بیان

اس جگہ راجہ غلام حیدر صاحب ریٹائرڈ تحصیل دار مرحوم ساکن راولپنڈی کا وہ بیان درج کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے ڈاکٹر سید بشارت احمد صاحب مرحوم کو اپنی مرض الموت میں خود لکھوا کر بھجوایا تھا۔ اور ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنی کتاب مجدّدِ اعظم کے حاشیہ صفحہ ۵۴۱۔۵۴۴ میں درج کیا ہے۔ راجہ صاحب کا یہ بیان اس لئے بھی قابلِ توجہ ہے کہ وہ احمدی نہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''مَیں ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک والے مقدمہ کے زمانہ میں ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کا ریڈر (مسل خوان) تھا۔ مَیں پانچ چھ روز کی رخصت پر اپنے گھر راولپنڈی گیا ہوا تھا۔ رخصت سے واپسی پر جب میں امرتسر پہنچا اور سیکنڈ کلاس کے ڈبّہ میں بہ اُمید روانگی بیٹھا ہوا تھا جو دوؔ یوروپین صاحبان جن میں سے ایک تو ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک خود تھا اور دوسرا کلارک جو وکیل تھا اُسی ڈبّہ میں تشریف لائے۔ اتنے میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب بھی آ گئے۔ اور وہ اُسی سیٹ پر جہاں میں بیٹھا تھا بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک میرے زمانہ ایام ملازمت ضلع سیالکوٹ کے واقف تھے اور مولوی محمد حسین صاحب سے بھی اچھی واقفیت تھی اس واسطے ایک دوسرے سے باتیں چیتیں شروع ہو گئیں۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ مولوی محمد حسین

صاحب بٹالوی بھی ڈاکٹر صاحب موصوف کے ہم سفر ہیں بلکہ اُن کا ٹکٹ بھی ڈاکٹر صاحب نے خریدا ہے پھر ڈاکٹر صاحب موصوف نے بوجہ دیرینہ ملاقات کے مجھ سے دریافت فرمایا کہ آپ تو ضلع سیالکوٹ میں سررشتہ دار تھے اب کہاں ہیں۔ میں نے اُن کو جواب دیا کہ میں ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کا ریڈر ہوں۔ تب انہوں نے فرمایا کہ

''اوہو تب تو شیطان کا سر کچلنے کے لئے آپ بہت کارآمد ہوں گے۔'' چونکہ میں تینوں صاحبان سے واقف تھا اس لئے فوراً سمجھ گیا کہ ڈاکٹر صاحب کا اشارہ کس طرف ہے۔ میں نے سرسری طور پر جواب دیا کہ ''واقعی ہر ایک انسان کا کام ہے کہ وہ شیطان کا سر کچلے۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ آپ کا یہ کہنے سے مطلب کیا ہے؟'' تب ڈاکٹر صاحب موصوف نے مرزا صاحب کا نام لے کر کہا کہ وہ ''بڑا بھاری شیطان ہے جس کا سر کچلنے کے لئے ہم اور یہ مولوی صاحب درپے ہیں۔ آپ اقرار کریں کہ آپ ہمیں مدد دیں گے۔''

چونکہ مَیں اس گفتگو کو طول دینا پسند نہیں کرتا تھا مَیں نے صرف اتنا کہہ دیا کہ ''مجھے معلوم ہے کہ آپ کا اور مرزا صاحب قادیانی کا مقابلہ ہے اور مقدمہ عدالت میں دائر ہے اِس لئے میں اس بات سے معافی چاہتا ہوں کہ اِس معاملہ میں زیادہ گفتگو کروں جو شیطان ہے اُس کا سر خود بخود کچلا جائے گا۔''

یاد نہیں پڑتا کہ اِس کے بعد اور کوئی گفتگو ہوئی یا نہیں۔ مَیں بٹالہ اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو گیا کیونکہ ڈپٹی کمشنر صاحب وہیں مقیم تھے دوسرے دن جب صبح سیر کے لئے نکلے مرزا صاحب کے بہت سے متعلقین سے انارکلی (جو بٹالہ میں عیسائیوں کے گرجے اور مشن کے مکان کا نام ہے۔ مؤلف) کی سڑک پر مجھ سے ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر کلارک صاحب جس کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے وہ سامنے تھی۔ ہم نے دیکھا کہ مولوی محمد حسین صاحب دروازہ کے سامنے ڈاکٹر کلارک کے پاس ایک میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مولوی فضل دین صاحب وکیل مرزا صاحب نے تعجب کے لہجہ میں کہا کہ

’’دیکھو آج مقدمہ میں مولوی محمد حسین صاحب کی شہادت ہے اور آج بھی یہ شخص ڈاکٹر کلارک کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔‘‘

’’اِس کے علاوہ احاطہ بنگلہ میں عبدالحمید جس کی بابت بیان کیا گیا تھا کہ مارٹن کلارک کے قتل کرنے کے لئے مرزا صاحب نے اُسے تعینات کیا تھا ایک چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ رام بھجدت وکیل آریہ اور پولیس کے چند آدمی اس کے گرد بیٹھے تھے۔ اور یہ بھی دیکھا گیا کہ عبدالحمید کے ہاتھوں پر کچھ نشان کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ وکیل مرزا صاحب نے ان ہر دو واقعات کو نوٹ کرلیا۔ اور جب مقدمہ پیش ہوا تو اوّل عبدالحمید سے وکیل حضرت مرزا صاحب نے سوال کیا کہ کیا وہ احاطہ کوٹھی مارٹن کلارک میں بیٹھا ہوا تھا اور رام بھجدت وکیل اور پولیس والے اُس کے پاس تھے اور کیا اس کو مرزا صاحب کے برخلاف جو بیان دینا تھا اُس کے لئے کچھ باتیں تلقین کر رہے تھے اور کچھ نشان اس کے ہاتھوں پر کر رہے تھے۔ اُس وقت عبدالحمید سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اُس نے رام بھجدت وغیرہ کی موجودگی کو تسلیم کیا اور جب اس کے ہاتھ دیکھے گئے تو بہت سے نشانات نیلے اور سُرخ پنسل کے پائے گئے جو خدا جانے کن کن امور کے لئے اس کے ہاتھ پر بطور یادداشت بنائے گئے تھے۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت سے قبل مولانا نور الدینؓ صاحب کی شہادت ہوئی۔ اُن کی سادہ ہیئت یعنی ڈھیلی ڈھالی سی بندھی ہوئی پگڑی اور کُرتے کا گریبان کھلا ہوا اور شہادت ادا کرنے کا طریق نہایت صاف اور سیدھا سادھا ایسا مؤثر تھا کہ خود صاحب ڈپٹی کمشنر بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ

’’خدا کی قسم اگر یہ شخص کہے کہ مَیں مسیح موعود ہوں تو میں پہلا شخص ہوں گا جو اس پر پورا پورا غور کرنے کے لئے تیار ہوں گا۔‘‘

مولوی نور الدینؓ صاحب نے عدالت سے دریافت کیا کہ ’’مجھے باہر جانے کی اجازت ہے یا اسی جگہ کمرہ کے اندر رہوں۔‘‘ ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ

’’مولوی صاحب آپ کو اجازت ہے جہاں آپ کا جی چاہے جائیں‘‘

اِن کے بعد شیخ رحمت اللہ صاحب کی شہادت ہوئی ...... اور اُن کے بعد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی شہادت کے لئے کمرۂ عدالت میں داخل ہوئے اور دائیں بائیں دیکھا تو کوئی کرسی فالتو پڑی ہوئی نظر نہ آئی۔ مولوی صاحب کے منہ سے پہلا لفظ جو نکلا وہ یہ تھا کہ ''حضور کرسی'' ڈپٹی کمشنر صاحب نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ ''کیا مولوی صاحب کو حکّام کے سامنے کرسی ملتی ہے؟''مَیں نے کُرسی نشینوں کی فہرست صاحب کے سامنے پیش کر دی اور کہا کہ اِس میں مولوی محمد حسین صاحب یا اُن کے والد بزرگوار کا نام تو درج نہیں لیکن جب کبھی حکّام سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے تو بوجہ عالم دین یا ایک جماعت کے لیڈر ہونے کے وہ انہیں کرسی دے دیا کرتے ہیں۔ اس پر صاحب ڈپٹی کمشنر نے مولوی صاحب کو کہا کہ

''آپ کوئی سرکاری طور پر کرسی نشین نہیں ہیں۔ آپ سیدھے کھڑے ہو جائیں اور شہادت دیں۔''

تب مولوی صاحب نے کہا کہ ''میں جب کبھی لاٹ صاحب کے حضور میں جاتا ہوں تو مجھے کُرسی پر بٹھایا جاتا ہے۔ میں اہل حدیث کا سرغنہ ہوں۔'' تب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے گرم الفاظ میں ڈانٹا اور کہا ''بَج کے طور پر اگر لاٹ صاحب نے تم کو کرسی پر بٹھایا تو اِس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ عدالت میں بھی تمہیں کرسی دی جائے۔'' خیر شہادت شروع ہوئی تو مولوی صاحب نے جس قدر الزامات کسی شخص کی نسبت لگائے جا سکتے ہیں مرزا صاحب پر لگائے۔ لیکن جب مولوی فضل الدین صاحب وکیل حضرت مرزا صاحب نے جرح میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے معافی مانگ کر اس قسم کا سوال کیا جس سے اُن کی شرافت یا کیریکٹر پر دھبّہ لگتا تھا تو سب حاضرین نے متعجبانہ طور پر دیکھا کہ مرزا صاحب اپنی کرسی سے اٹھے اور مولوی فضل الدین صاحب کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ ''میری طرف سے اس قسم کا سوال کرنے کی نہ تو ہدایت ہے اور نہ اجازت ہے۔ آپ اپنی ذمہ داری پر بہ اجازت عدالت اگر پوچھنا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے۔'' قدرتی طور پر صاحب

ڈپٹی کمشنر بہادر کو دلچسپی ہوئی اور انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا اس سوال کی بابت تم کو کچھ حال معلوم ہے۔ مَیں نے جواب نفی میں دیا۔ مگر کہا کہ اگر آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو جب آپ لنچ کے لئے اُٹھیں گے تو میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ جب نماز ظہر کا وقت ہوا۔ تو صاحب ڈپٹی کمشنر لنچ کے لئے اُٹھ گئے تو میں نے شیخ رحمت اللہ صاحب کی معرفت حضرت مرزا صاحب سے دریافت کروایا کہ ماجرا کیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے نہایت افسوس کے ساتھ شیخ رحمت اللہ صاحب کو بتایا کہ مولوی محمد حسین صاحب کے والد کا ایک خط ہمارے قبضہ میں ہے جس میں کچھ نکاح کے حالات اور مولوی محمد حسین صاحب کی بدسلوکیوں کے قصے ہیں جو نہایت قابل اعتراض ہیں۔ مگر ساتھ ہی حضرت مرزا صاحب نے فرمایا۔ کہ ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ اس قصّہ کا ذکر مِسل پر لایا جاوے۔ یا ڈپٹی کمشنر صاحب اس سے متاثر ہو کر کوئی رائے قائم کریں۔ میں نے شیخ رحمت اللہ صاحب سے سُن کر لنچ والے کمرہ میں جا کر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے روبرو جو ڈپٹی کمشنر کے ساتھ لنچ میں شامل تھے ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کو یہ ماجرا سنا دیا۔ اِس پر خود ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک بہت ہنسے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ یہ امر تو ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم اس ماجرے کو قلمبند نہ کریں مگر یہ بات ہمارے اختیار سے باہر ہے کہ ہمارے دل پر اثر نہ ہو۔ لنچ کے بعد جب مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب دوبارہ جرح کے لئے عدالت میں پیش ہوئے تو مولوی فضل الدین صاحب وکیل نے اُن سے سوال کیا کہ آپ آج ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب کی کوٹھی پر اُن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے؟ تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ جس پر بے ساختہ مَیں چونک پڑا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے مجھ سے اِس چونکنے کی وجہ پوچھی تو مَیں نے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب کی طرف اشارہ کیا۔ صاحب بہادر نے ڈاکٹر کلارک سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے صاف اقرار کیا کہ ''ہاں میرے پاس بیٹھے ہوئے اس مقدمہ کی گفتگو کر رہے تھے۔'' پھر مولوی فضل الدین صاحب وکیل نے پوچھا کہ ''آپ اِن دنوں امرتسر سے بٹالہ تک

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے ہم سفر تھے؟ اور آپ کا ٹکٹ بھی ڈاکٹر صاحب نے خرید کیا تھا؟ تو مولوی محمد حسین صاحب صاف منکر ہو گئے۔ بعض وقت انسان اپنے خیالات کا اظہار بلند آواز سے کر گزرتا ہے۔ یہی حال اس وقت میرا بھی ہوا۔ میرے مُنہ سے بے ساختہ نکلا کہ ''یہ تو بالکل جھوٹ ہے'' تب ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب سے ڈپٹی کمشنر صاحب نے پھر پوچھا تو انہوں نے اقرار کیا کہ ''مولوی صاحب میرے ہم سفر تھے اور ان کا ٹکٹ بھی مَیں نے ہی خریدا تھا۔''[1] اِس پر ڈپٹی کمشنر حیران ہو گئے۔ آخر انہوں نے یہ نوٹ مولوی محمد حسین صاحب کی شہادت کے آخر پر لکھا کہ ''گواہ کو مرزا صاحب سے عداوت ہے جس کی وجہ سے اُس نے مرزا صاحب کے خلاف بیان دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس لئے مزید شہادت لینے کی ضرورت نہیں۔''

---

[1] مولوی محمد حسین بٹالوی کی صریح کذب بیانیوں کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صدق شعاری ملاحظہ ہو۔ آپ کے وکیل مولوی فضل الدین صاحب نے جو غیر احمدی تھے بیان کیا کہ بڑے بڑے نیک نفس آدمی جن کے متعلق کبھی وہم بھی نہیں آ سکتا کہ وہ کسی قسم کی نمائش یا ریاکاری سے کام لیں گے انہوں نے مقدمات کے سلسلہ میں اگر قانونی مشورہ کے ماتحت اپنے بیان کو تبدیل کرنے کی ضرورت سمجھی تو بلا تامل بدل دیا۔ لیکن میں نے اپنی عمر میں مرزا صاحب کو ہی دیکھا ہے جنہوں نے سچ کے مقام سے قدم نہیں ہٹایا۔ میں ان کے ایک مقدمہ میں وکیل تھا۔ اس مقدمہ میں میں نے ان کے لئے ایک قانونی بیان تجویز کیا اور ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے اسے پڑھ کر کہا کہ اس میں تو جھوٹ ہے۔ میں نے کہا کہ ''ملزم کا بیان حلفی نہیں ہوتا اور قانوناً اسے اجازت ہے کہ جو چاہے بیان کرے'' اس پر آپ نے فرمایا ''قانون نے تو اسے اجازت دے دی ہے کہ جو چاہے بیان کرے مگر خدا تعالیٰ نے تو اجازت نہیں دی کہ وہ جھوٹ بھی بولے اور نہ قانون ہی کا یہ منشاء ہے۔ پس میں کبھی ایسے بیان کے لئے آمادہ نہیں ہوں جس میں واقعات کا خلاف ہو۔ میں صحیح صحیح امر پیش کروں گا۔'' مولوی صاحب کہتے تھے کہ میں نے کہا ''آپ جان بوجھ کر اپنے آپ کو بلا میں ڈالتے ہیں'' انہوں نے فرمایا ''جان بوجھ کر بلا میں ڈالنا یہ ہے کہ میں قانونی بیان دے کر ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے خدا کو ناراض کر لوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا خواہ کچھ بھی ہو'' مولوی فضل الدین صاحب کہتے تھے کہ یہ باتیں مرزا صاحب نے ایسے جوش سے بیان کیں کہ ان کے چہرہ پر ایک خاص قسم کا

مولوی محمد حسین صاحب شہادت کے بعد کمرۂ عدالت سے باہر نکلے تو برآمدہ میں ایک آرام کرسی پڑی تھی ۔ اُس پر بیٹھ گئے ۔ کنسٹبل نے وہاں سے انہیں اُٹھا دیا کہ ’’ کپتان صاحب پولیس کا حکم نہیں ہے‘‘ پھر مولوی صاحب موصوف ایک بچھے ہوئے کپڑے پر جا بیٹھے ۔ جن کا کپڑا تھا انہوں نے یہ کہہ کر کپڑا کھینچ لیا کہ مسلمان ہو کر سرغنہ کہلا کر اور پھر اس طرح صریح جھوٹ بولنا ۔ بس ہمارے کپڑے کو ناپاک نہ کیجئے ۔‘‘ تب مولوی نورالدینؓ صاحب نے اُٹھ کر مولوی محمد حسین صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ آپ یہاں ہمارے پاس بیٹھ جائیں ۔ ہر ایک چیز کی حد ہونی چاہئے ۔‘‘

الغرض اس مقدمہ سے اللہ تعالیٰ کے نشانات آفتاب نیمروز کی مانند چمکے۔ اس سے ایک تو حسب پیشگوئی پادریوں کے مکر اور سازش کو اللہ تعالیٰ نے بے نقاب کر دیا۔

دوسرے آتھم سے مطالبہ حلف بوعدہ چار ہزار روپیہ انعام کے جواب میں پادریوں اور آتھم کی طرف سے جو یہ عذر پیش کیا گیا تھا کہ اُن کے مذہب میں قسم کھانا حرام ہے اور بقول ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ مسلمانوں کے نزدیک سؤر کا گوشت کھانا حرام ہے۔ باطل ثابت ہو گیا۔ اور ان

جلال اور جوش تھا۔ میں نے یہ سن کر کہا کہ پھر میری وکالت سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر انہوں نے کہا۔ ’’میں نے کبھی وہم بھی نہیں کیا کہ آپ کی وکالت سے فائدہ ہوگا یا کسی اور شخص کی کوشش سے فائدہ ہوگا۔ اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ کسی کی مخالفت مجھے تباہ کر سکتی ہے۔ میرا بھروسہ تو خدا پر ہے جو میرے دل کو دیکھتا ہے۔ آپ کو وکیل اس لئے کیا ہے کہ رعایت اسباب ادب کا طریق ہے اور میں چونکہ جانتا ہوں کہ آپ اپنے کام میں دیانتدار ہیں اس لئے آپ کو مقرر کیا ہے۔‘‘ مولوی فضل الدین صاحب کہتے تھے کہ میں نے پھر کہا کہ میں تو یہی بیان تجویز کرتا ہوں۔ مرزا صاحب نے کہا کہ ’’نہیں جو بیان میں خود لکھتا ہوں نتیجہ اور انجام سے بے پروا ہو کر وہی داخل کرو۔ اس میں ایک لفظ بھی تبدیل نہ کیا جاوے۔ اور میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ آپ کے قانونی بیان سے وہ زیادہ موثر ہوگا۔ اور جس نتیجہ کا آپ کو خوف ہے وہ ظاہر نہیں ہوگا بلکہ انجام انشاء اللہ بخیر ہوگا۔ اور اگر فرض کر لیا جاوے کہ دنیا کی نظر میں انجام اچھا نہ ہو یعنی مجھے سزا ہو جاوے تو مجھے اس کی پروا نہیں کیونکہ میں اس وقت اس لئے خوش ہوں گا کہ میں نے اپنے رب کی نافرمانی نہیں کی۔‘‘

(الحکم ۱۴؍ نومبر ۱۹۳۴ء)

پادریوں نے خود اپنی طرف سے عدالت میں مقدمہ لے جا کر قسمیں کھا کر بیانات دیئے۔ جس سے ظاہر ہو گیا کہ آتھم کا مطالبۂ حلف کے جواب میں اس بناء پر قسم کھانے سے انکار کرنا کہ اُن کے مذہب میں قسم کھانا جائز نہیں اخفاءِ حق کے لئے محض ایک بہانہ تھا۔

تیسرے پادریوں نے عمداً قدم قدم پر اس مقدمہ میں جھوٹ بولا۔ اور عبدالحمید کو ورغلا کر اور ڈرا دھمکا کر اُس سے جھوٹے بیانات دلوائے جس سے ثابت ہو گیا کہ واقعی پادریوں کا گروہ ہی وہ دجّالی گروہ ہے جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔

چوتھے اس مقدمہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کئی وجوہ سے مماثلت ثابت ہو کر آپ کی صداقت ظاہر ہوئی۔ اِن مماثلتوں میں سے سات کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کتاب کے صفحہ ۴۵، ۴۶ میں کیا ہے۔ اور بعض کا ذکر آپ نے اپنی کتاب کشتی نوح میں بیان فرمایا ہے۔

پانچویں اس مقدمہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی کی ذلّت سے متعلق اللہ تعالیٰ کا الہام انّی مھین من اراد اھانتک کہ میں اُسے ذلیل کروں گا جو تیری ذلّت کا خواہاں ہے نہایت صفائی سے پورا ہوا۔ دیکھئے کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳۶۔ ۳۷۔

پیلاطوس ثانی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیپٹن ڈگلس (جو بعد میں کرنل ہو گئے تھے) کے عدل وانصاف کا اپنی متعدد تصانیف میں تعریفی رنگ میں ذکر فرمایا ہے اور انہیں پیلاطوس کا خطاب دے کر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے عہد کے پیلاطوس سے زیادہ بہادر اور نڈر اور زیادہ عدل وانصاف کو قائم کرنے والا قرار دیا ہے۔

۱۹۳۹ء میں میں نے یوم تبلیغ کی تقریب پر کرنل ڈگلس کو دارالتبلیغ لنڈن میں اجلاس کی صدارت کے لئے مدعو کیا تھا۔ اور میں نے اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ تحریریں سنائی تھیں۔ اور انہوں نے مقدمہ کے واقعات سُنائے تھے۔ چالیس سال سے زائد عرصہ گذرنے کے باوجود آپ کو واقعاتِ مقدمہ یاد تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شکل کی یاد اُن کے دماغ میں تازہ رہتی تھی۔ آپ نے بتایا کہ مَیں نے ایک دفعہ مرزا صاحب کی تصویر کاغذ پر کھینچی اور پھر اس کے بعد مجھے آپ کی فوٹو دیکھنے کا اتفاق ہوا تو بالکل اپنی کھچی ہوئی تصویر کے مطابق پائی۔ مزید آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر کلارک کی شکل میرے ذہن سے بالکل اتر



تصویر ۱۹۳۹ء
مولانا جلال الدین شمس امام مسجد لنڈن کرنل ڈگلس (ولیم مانٹیگو) مسجدلنڈن کے احاطہ میں گفتگو کررہے ہیں۔



کرنل ڈگلس (ولیم مانٹیگو) مسجد فضل لنڈن میں
مولانا جلال الدین شمس امام مسجد لنڈن کے ساتھ

گئی ہے اور اس میٹنگ کی صدارتی تقریر میں انہوں نے جماعت احمدیہ سے متعلق فرمایا:۔

’’مجھ سے بار بار سوال کیا گیا ہے کہ احمدیت کا سب سے بڑا مقصد کیا ہے میں اس سوال کا یہی جواب دیتا ہوں کہ اسلام میں روحانیت کی رُوح پھونکنا اور اسلام کو موجودہ زمانہ کی زندگی کے مطابق پیش کرنا ہے۔مَیں نے جب ۱۸۹۷ء میں بانیٔ جماعت احمدیہ کے خلاف مقدمہ کی سماعت کی تھی اس وقت جماعت کی تعداد چند سو سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن آج دس لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ پچاس سال کے عرصہ میں یہ نہایت شاندار کامیابی ہے۔اور مجھے یقین ہے کہ موجودہ نسل کے نوجوان اس کی طرف زیادہ توجہ دیں گے۔اور آئندہ پچاس سال کے عرصہ میں جماعت کی تعداد بہت بڑھ جائے گی۔‘‘ (ریویو آف ریلیجنز اردو بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۹ء)

کرنل ڈگلس کا ذکر ہماری جماعت میں قیامت تک باقی رہے گا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کی منصف مزاجی اور بیدار مغزی اور حق پسندی کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

’’جب تک دنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جماعت لاکھوں کروڑوں افراد تک پہنچے گی ویسی ویسی تعریف کے ساتھ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ رہے گا اور یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ خداتعالیٰ نے اس کام کے لئے اِسی کو چنا۔‘‘

(کشتیٔ نوح۔روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۵۶)

کرنل ڈگلس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک عظیم الشان ریفارمر یعنی مصلح سمجھتے تھے۔

بیس۲۰ ہزار روپے کا انعام

کتاب البریّہ میں آپؑ نے حضرات علماء کو مخاطب کر کے متحدیانہ طریق سے تحریر فرمایا:۔

’’کہ کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا۔اور نزول کا لفظ محاورات عرب میں مسافر کے لئے آتا ہے اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں ....

اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ

آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو **بیس ہزار روپیہ** تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔‘‘

(دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶ جلد ھٰذا)

آج تک کسی عالم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی اور کوئی ایسی حدیث مرفوع متصل نہیں پیش کر سکا جس میں مسیح علیہ السلام کے بجسمہ العنصری آسمان پر جانے اور پھر آسمان سے نازل ہونے کا ذکر ہو۔

البلاغ یا فریادِ درد

۱۸۹۷ء میں ایک عیسائی احمد شاہ نے ایک نہایت ہی گندی اور دلآزار کتاب ’’امہات المومنین‘‘ شائع کی۔ اور اس کا ایک ہزار نسخہ بذریعہ ڈاک ہندوستان کے علماء اور معززین اسلام کو مفت بھیجا گیا تا ان میں سے کوئی اس کا جواب لکھے۔ چونکہ اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی ازواجِ مطہرات کی شان میں مؤلف نے سخت توہین آمیز کلمات استعمال کئے تھے اس لئے اس کتاب کی اشاعت سے مسلمانوں میں عیسائیوں کے خلاف سخت اشتعال پیدا ہوا۔ اور مسلم انجمنوں نے اس کا جواب دینے کی بجائے گورنمنٹ کی خدمت میں میموریل پر میموریل بھیجنے شروع کر دیئے تا کہ اس کتاب کو ضبط کیا جائے اور اس کی اشاعت بند کی جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موقعہ پر یہ رسالہ لکھا جس میں مسلمانوں کے طریق کو غیر مفید قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ مناسب یہی ہے کہ ان سب اعتراضات کا جو اس کتاب اور دیگر کتابوں میں پادریوں نے لکھے ہیں تسلّی بخش جواب دیا جائے کیونکہ جب ایک کتاب ملک میں شائع ہو کر اپنے بد اثرات پڑھنے والوں کے قلوب میں داخل کر چکی ہے تو اب اس کی ضبطی سے کیا فائدہ؟ اب تو اس کا نہایت ہی نرمی اور تہذیب سے مدلّل اور مسکت جواب ہونا چاہئے۔ اور آپ نے گورنمنٹ سے اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ مناسب ہوگا اگر گورنمنٹ آئندہ کے لئے مذہبی مناظرات میں دلآزار اور ناپاک کلمات کے استعمال کو حکماً روک دے۔ نیز آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ پادریوں کے اعتراضات کا جواب دینا بھی ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ بلکہ وہی شخص اس کام کو سرانجام دے سکتا ہے جس میں دس شرائط پائی جاتی ہوں۔ (ملاحظہ ہو مفہوماً صفحہ ۳۷۰۔۳۷۵)

یہ کتاب آپؑ نے مئی ۱۸۹۸ء میں تالیف فرمائی۔اس کے دو حصّے ہیں۔ایک حصہ اردو میں ہے اور ایک حصہ عربی میں۔لیکن اس کی عام اشاعت پہلی بار باجازت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۱۹۲۲ء میں ہوئی۔☆

ضرورۃ الامام

یہ رسالہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ماہ ستمبر ۱۸۹۷ء میں تالیف فرمایا۔اور صرف ڈیڑھ دن میں لکھا۔اس رسالہ کے لکھنے کی وجہ ایک دوست کی اجتہادی غلطی تھی جس پر اِطلاع پانے سے آپؑ نے ایک نہایت دردناک دل کے ساتھ یہ رسالہ لکھا۔اُس دوست نے اپنے الہامات اور خوابیں سُنائیں اور ایک خواب ایسا سُنایا جس سے یہ ظاہر ہوا کہ وہ آپ کو مسیح موعود نہیں مانتے اور نیز یہ کہ وہ مسئلہ امامتِ حقہ سے بے خبر ہیں۔لہٰذا آپؑ کی ہمدردی نے یہ تقاضا کیا کہ امامتِ حقہ سے متعلق یہ رسالہ لکھیں اور بیعت کی حقیقت تحریر کریں۔(مفہوماً صفحہ ۴۹۸)

اِس رسالہ میں آپؑ نے یہ بتایا ہے کہ امام الزمان کون ہوتا ہے؟ اور اُس کی علامات کیا ہیں اور اس کو دوسرے ملہموں اور خواب بینوں اور اہلِ کشف پر کیا فوقیت حاصل ہوتی ہے؟

اِس رسالہ کے آخر میں مقدمہ انکم ٹیکس کی روئیداد بھی درج کی گئی ہے۔

خاکسار

جلال الدین شمس

☆ **نوٹ:** البلاغ یا فریادِ درد مع عربی حصہ و فارسی ترجمہ اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت ثانیہ میں ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا لیکن اس کا عربی حصہ مع فارسی ترجمہ ترغیب المومنین کے نام سے ۱۳۱۶ء مطابق ۱۸۹۸ء میں ہی شائع ہو گیا تھا۔اسی طرح انگریزی زبان میں اس کی تلخیص

THE MESSAGE OR A CRY OF PAIN

کے نام سے ۱۸۹۸ء میں ہی شائع ہوگئی تھی۔(سید عبدالحی)



ٹائیٹل بار اول

الہام ۔ الیس اللّٰہ بکاف عبدہ ۔ فبراہ اللّٰہ مما قالوا وکان عند اللّٰہ وجیہا ۔ واللّٰہ موہن کید الکافرین ۔ ولنجعلہ آیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرا مقضیا
ابتلی المومنون ۔ ماھذا الا تہدید الحکام ۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد ۔ انی مع الافواج
ہوں ۔ میں مخالفوں میں پھوٹ ڈالوں گا (اس میں یہ اشارہ ہے کہ آخر عبدالحمید اور پادری گرے اور نور دین
وعدہ اس مقدمہ سے اٹھارہ برس پہلے دیا گیا تھا وہی وعدہ دوبارہ اس الہام میں لفظاً ابرا کیا تھا
کر سکتا ہے کہ ایک جماعت بڑے بڑے معززوں کی جن میں تعلیم یافتہ ایم ۔ اے

شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ

بماہ
جنوری ۱۸۹۸ء

کِتَابُ الۡبَرِیَّۃ

مع

آیاتِ رَبِّ الۡبَرِیَّۃ

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپی

تعداد جلد ۷۰۰

✤ اصل لفظ الہام کے بٹالوی کی نسبت بہت سخت تھے ہم نے نرم الفاظ میں اُن کا ترجمہ کیا ہے پس کوئی شخص ہماری جماعت میں سے یہ خیال نہ کرے

☆ انڈر لائن الفاظ روحانی خزائن کے ایڈیشن کے مطابق ہیں (ناشر)

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡآن

بماہ

جنوری ۱۸۹۸ء

الہام۔ الیس اللّٰہ بکاف عبدہ. فبراہ اللّٰہ ممّا قالوا و کان عند اللّٰہ وجیھا. واللّٰہ موھن کید الکافرین. ولنجعلہ آیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرًا مقضیا. صفحہ ۵۱۶ براہین احمدیہ۔ کیا یہ ثابت نہیں ہوا کہ اپنے بندے کو خدا کافی ہے؟ خدا نے اس کو اس الزام سے بری کیا جو اس پر لگایا گیا تھا اور خدا نے یہی کرنا تھا کہ وہ کافروں کے منصوبہ کو سست اور بے اثر کر دیتا۔ اور ہم اس کارروائی کو بعض لوگوں کے لئے نشان رحمت بناویں گے کہ اس سے ان کا ایمان قوی ہوگا اور یہ امر ابتدا سے مقدر تھا دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۶۔ یہ پیشگوئی براہین احمدیہ میں اس مقدمہ سے اٹھارہ برس پہلے شائع ہوئی تھی اور پھر مقدمہ سے تین ماہ پہلے مندرجہ ذیل الہام اس ابتلاء کے بارے میں ہوئے۔ قد ابتلی المومنون. ما ھذا الا تھدید الحکام. انّ الذی فرض علیک القرآن لرآدّک الی معاد. انی مع الافواج آتیک☆ بغتۃ. یاتیک نصرتی انی انا الرحمن ذو المجد و العلٰی مخالفوں میں پھوٹ ...... اور ایک شخص متنافس کی ذلت اور اہانت اور ملامت خلق*(اور اخیر حکم) ابراء بے قصور ٹھہرانا۔ بلجت آیاتی یعنی تجھ پر اور تیرے ساتھ کے مومنوں پر مواخذہ حکام کا ابتلا آئے گا وہ ابتلا صرف تہدید ہوگا۔ اس سے زیادہ نہیں۔ وہ خدا جس نے خدمتِ قرآن تجھے سپرد کی ہے پھر تجھے قادیاں میں لائے گا۔ میں اپنے فرشتوں کے ساتھ ناگہانی طور پر تیری مدد کروں گا۔ میری مدد تجھے پہنچے گی۔ میں ذوالجلال بلند نشان[1] والا رحمٰن ہوں۔ میں مخالفوں میں پھوٹ ڈالوں گا (اس میں یہ اشارہ ہے کہ آخر عبدالحمید اور پادری گرے اور نوردین عیسائی مخالفانہ بیان کر[2] دیں گے) اور یہ فقرہ کہ متنافس کی ذلت اور اہانت اور ملامت خلق یہ محمد حسین کی طرف اشارہ ہے کہ کرسی کے معاملہ میں اور پھر پادریوں کے خلاف واقعہ شہادت پر طرح طرح کی ذلت اور ملامت خلق اس کو پیش آئی اور انجام کار یہ ہوگا کہ تمہیں بری اور بے قصور ٹھہرایا جائے گا۔ اور میرا نشان ظاہر ہوگا'' یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پیشگوئی ہے جس سے قبل از وقت قریباً دو سو معزز دوستوں کو اطلاع دی گئی تھی اور جیسا کہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۶ میں بری کرنے کا وعدہ اس مقدمہ سے اٹھارہ برس پہلے دیا گیا تھا وہی وعدہ دوبارہ اس الہام میں لفظ ابراء کے ساتھ دیا گیا۔ جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہوں دیکھے کہ یہ کیسا نشان ہے اور تحقیق کرے کہ کیا یہ سچ ہے کہ نہیں کہ کئی مہینے پہلے ایک جماعت کثیر کو اس کی خبر دی گئی اور مندرجہ بالا الہامات سنائے گئے تھے اور اٹھارہ برس پہلے براہین احمدیہ میں اس کا ذکر ہو چکا تھا کہ یہ قبل از وقت خبر اس جماعت کے لئے بطور نشان ٹھہرے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ہماری جماعت نے جو قبل از وقت یہ سب الہام سنے تو ان کی قوت اور زیادت ایمان کا موجب ہوا۔ کیا کوئی نیک دل قبول کر سکتا ہے کہ ایک جماعت بڑے بڑے معززوں کی جن میں تعلیم یافتہ ایم۔ اے اور بی اے اور ایل ایل بی اور تحصیلدار اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور رئیس اور تاجر اور علماء و وکیل داخل ہیں وہ میرے لئے جھوٹ بولیں۔ سو چونکہ خدا تعالیٰ نے اس مقدمہ میں احزاب کو شکست دی اور ان میں پھوٹ ڈالی اور میری اہانت چاہنے والے بٹالوی کو رسوا کیا اور قبل از وقت سب حال بتلا دیا۔ اس لئے اس نشان عظیم کے لحاظ سے اس کتاب مبارک کا نام یہ رکھا گیا

کِتَابُ الۡبَرِیَّۃ مع آیات رَبّ الۡبَرِیَّۃ

مطبع ضیاء الاسلام قادیاں میں چھپی۔

﴿تعداد جلد ۷۰۰﴾

☆ ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ سے قریباً دو مہینے پہلے مجھے ایک خواب میں دکھائی دیا کہ ایک بجلی میرے مکان کی طرف آئی ہے مگر قبل اس کے کہ گرے واپس چلی گئی اور پھر الہام ہوا کہ کچھ نہیں صرف ایک تہدید حکّام ہے اور پھر الہام ہوا کہ صادق آں باشد کہ ایّام بلا مے گذارد با محبت باوفا۔ اس سے میں نے سمجھا کہ کسی قدر حکام کی طرف سے بلا آئے گی اور اس موزوں الہام کے تصور سے معاً میرے دل اور روح سے یہ شعر نکلا کہ گویا دوسرا بیت اُس کا ہے۔+

گر قضا را عاشقے گردد اسیر — بعد از اں زنجیر را گر آشنا

* اصل لفظ الہام کے بٹالوی کی نسبت بہت سخت تھے ہم نے نرم الفاظ میں ان کا ترجمہ کر دیا ہے پس کوئی شخص ہماری جماعت میں سے یہ خیال نہ کرے کہ وہ اصل الہامی الفاظ کیوں نہیں لکھے گئے۔ منہ

[1] سہو کتابت ہے۔ اصل میں ''بلند شان والا'' ہونا چاہئے۔ [2] سہو کتابت ہے۔ اصل میں ''بیان دیں گے'' ہونا چاہئے۔

+ انڈر لائن الفاظ روحانی خزائن کے ایڈیشن کے مطابق ہیں (ناشر)

﴿۱﴾

چونکہ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر اضلاع میں میرے مرید ہیں اور ہو رہے ہیں اس لئے حکام کی واقفیت کے لئے یہ اشتہار ہر ایک ضلع میں بھیجا جائے گا

امید ہے کہ ہمارے معزز حکام اس کو غور سے پڑھیں گے

اشتہار واجب الاظہار

جو خاص اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ قیصرہ ہند توجہ سے اس کو ملاحظہ فرماوے۔ اور نیز اپنے مریدوں کی آگاہی اور ہدایت کے لئے شائع کیا گیا ہے

میں اپنے دوستوں اور عام لوگوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ جو میرے پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ گویا میں نے ایک شخص عبدالحمید نام کو ڈاکٹر کلارک کے قتل کرنے کیلئے بھیجا تھا وہ مقدمہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بے اصل متصور ہو کر ۲۳ / اگست ۱۸۹۷ء کو عدالت کپتان ایم ، ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپورہ سے خارج کیا گیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس مقدمہ کی اصلیت ظاہر کرنی منظور تھی اس لئے اس نے ایک ایسے حاکم بیدار مغز اور محنت کش اور منصف مزاج حق پسند خدا ترس یعنی جناب کپتان **ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر** ضلع گورداسپورہ کے ہاتھ میں یہ مقدمہ دیا جس کا پاک کانشنس اس بات پر مطمئن نہ ہو سکا کہ جو اظہار یعنی پہلا بیان عبدالحمید نے امرتسر کے مجسٹریٹ کے

سامنے اور نیز اس عدالت میں دیا تھا وہ صحیح ہے۔ سو صاحب موصوف نے مزید تفتیش کے لئے جناب **کپتان لیمار چنڈ ڈسٹرکٹ سوپرانٹنڈنٹ پولس** کو حکم دیا کہ بطور خود عبدالحمید سے اصلیت مقدمہ دریافت کریں۔ پھر بعد اس کے جس احتیاط اور نیک نیتی اور فراست اور غور اور طریق عدل اور انصاف سے جناب کپتان لیمار چند صاحب نے اس مقدمہ کی تفتیش میں کام لیا وہ بھی بجز خاص منصف مزاج اور نیک نیت اور بیدار مغز حکام کے ہر ایک کا کام نہیں۔ سوان حکّام کا نیک مزاج اور نیک نیت اور انصاف پسند ہونا اور قدیم سے عدالت اور انصاف پسندی کا عادی ہونا اور پوری تحقیق اور تفتیش سے کام لینا یہی وہ اسباب تھے جو خدا نے میری بریّت کے لئے پیدا کئے اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور صاحب ڈسٹرکٹ سپرانٹنڈنٹ پولس کی نیک نیّتی اور انصاف پسندی اور بھی زیادہ کھلتی ہے جبکہ اس بات پر غور کی جائے کہ یہ مقدمہ درحقیقت ایک عیسائی جماعت کی طرف سے تھا اور گو بظاہر ان میں سے ایک ہی شخص پیروکار تھا۔ مگر مشورہ اور امداد میں کئی دیسی کرسچنوں کو دخل تھا۔ درحقیقت پبلک کے دلوں میں اس عدالت اور انصاف نے صاحبان موصوف کی بہت ہی خوبی اور عدل قابل تعریف جمادی ہے کہ ایسا مقدمہ جو مذہبی رنگ میں پیش کیا گیا تھا اس میں کچھ بھی اپنی قوم اور مذہب کی رعایت نہیں کی گئی۔ اور نہایت منصفانہ روش سے وہ طریق اختیار کیا گیا جس کو عدالت چاہتی تھی میرے خیال میں یہ ایک ایسا عمدہ نمونہ ہے کہ جو صفحہ تاریخ میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گا۔

﴾۲﴿

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی نیک نیتی اور حق پسندی پر ایک اور بھی بڑی بھاری دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ باوجودیکہ انہوں نے عبدالحمید مخبر کا پہلا بیان تمام و کمال قلمبند کر لیا تھا اور اس کی تائید میں پانچ گواہ بھی گذر چکے تھے اور صاحب بہادر ہر طرح پر اختیار رکھتے تھے کہ ان بیانات پر اعتبار کر لیتے مگر محض انصاف اور عدالت کی کشش نے ان کے دل کو پوری تسلی سے روک دیا اور ان کا حق پسند کانشنس بول اٹھا کہ ان بیانات میں سچائی کا نور

نہیں ہے لہٰذا انہوں نے کپتان صاحب پولیس کو مزید تحقیقات کے لئے اشارہ فرمایا۔ ایسا ہی جب صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کو پولیس کے افسروں نے خبر دی کہ عبدالحمید مخبر اپنے پہلے بیان پر اصرار کررہا ہے اس کو رخصت کیا جائے تو صاحب موصوف کے کانشنس نے یہی تقاضا کیا کہ وہ بذات خود بھی اس سے دریافت کریں۔ اگر حکّام کی اس درجہ تک نیک نیتی اور توجہ اور محنت کشی نہ ہوتی تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ اس مقدمہ کی اصلیّت کھلتی۔ ہم تہ دل سے **دعا** کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایسے حکّام کو جو ہر ایک جگہ انصاف اور عدل کو مدنظر رکھتے ہیں اور پوری تحقیق سے کام لیتے ہیں اور احکام کے صادر کرنے میں جلدی نہیں کرتے ہمیشہ خوش رکھے اور ہر ایک بلا سے ان کو محفوظ رکھ کر اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔ ﴿۳﴾

یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک صاحب نے محض ظلم اور جھوٹ کی راہ سے اپنے بیان میں کئی جگہ میرے چال چلن پر نہایت شرمناک حملہ کیا تھا۔ اگر ایسے منصف مزاج مجسٹریٹ کی عدالت میں ان تمام حملوں کے بارے میں میرا جواب لیا جاتا تو ڈاکٹر صاحب کے منصوبوں کی حقیقت کھل جاتی مگر چونکہ حاکم انصاف پسند کے دل پر اس مقدمہ کی مصنوعی بنیاد کی تمام حقیقت کھل گئی تھی جس کی تائید میں یہ تمام الزامات پیش کئے گئے تھے لہٰذا عدالت نے مقدمہ کو طول دینے کی ضرورت نہیں سمجھی اگرچہ ڈاکٹر صاحب کے اکثر کلمات جو نہایت دل آزار اور سراسر جھوٹ اور افترا اور کم سے کم ازالہ حیثیت عُرفی کی حد تک پہنچ گئے تھے مجھے یہ حق دیتے تھے کہ ان بے جا اور باطل الزاموں کا عدالت کے ذریعہ سے تدارک کروں۔ مگر میں باوجود مظلوم ہونے کے کسی کو آزار دینا نہیں چاہتا اور ان تمام باتوں کو حوالہ بخدا کرتا ہوں۔

یہ بھی ذکر کے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک صاحب نے اپنے بیان میں کہیں اشارۃً اور کہیں صراحتًا میری نسبت بیان کیا ہے کہ گویا میرا وجود گورنمنٹ کے لئے خطرناک ہے۔ مگر میں اس اشتہار کے ذریعہ سے حکّام کو **اطلاع** دیتا ہوں کہ ایسا خیال میری نسبت

ایک **ظلم عظیم** ہے۔ میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکّا خیر خواہ ہے۔ میرا والد **میرزا غلام مُرتضٰی** گورنمنٹ کی نظر میں ایک **وفادار** اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور **۱۸۵۷ء** میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی یعنی **پچاس** سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ **غدر** کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیاتِ خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہوگئیں مگر تین چٹھیات جو مدت سے چھپ چکی ہیں ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں☆۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات

﴿۴﴾

نقل مراسلہ

(ولسن صاحب)

نمبر۳۵۳

تہور پناہ شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضٰی رئیس قادیان حفظہ

عریضہ شما مشعر بریاد دہانی خدمات و حقوق خود و خاندان خود بملاحظہ حضور اینجانب درآمد ماخوب میدانیم کہ بلاشک شما وخاندان شما از ابتدائے دخل وحکومت سرکار انگریزی جان نثار و وفا کیش ثابت قدم ماندہ اید۔ وحقوق شما دراصل قابل قدر اند۔ بہر نہج تسلی و تشفی دارید۔ سرکار انگریزی حقوق و

Translation of Certificate of J. M. Wilson

To,

Mirza Ghulam Murtaza Khan Chief of Qadian

I have persued your application reminding me of your and your family's past services and rights I am well aware that since the introduction of the British Govt. you and your family have certainly remained devoted faithful and steady subjects and that your rights are really worthy of regard. In every respect you may rest assured and satisfied that the

کے بعد میرا بڑا بھائی میرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا۔ اور جب تمّوں کے گذر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی

﴿۵﴾

خدمات خاندان شما را ہرگز فراموش نہ خواہد کرد بموقعہ مناسب بر حقوق و خدمات شما غور و توجہ کردہ خواہد شد۔ باید کہ ہمیشہ ہوا خواہ و جان نثار سرکار انگریزی بمانند کہ دریں امر خوشنودی سرکار و بہبودی شما متصور است۔ فقط

المرقوم ۱۱؍جون ۱۸۴۹ء مقام لاہور انارکلی

British Govt. will never forget your family's rights and services which will receive due consideration when a favourable oppurtunity offers itself.

You must continue to be faithful and devoted objects as in it lies the satisfaction of the Govt. and your welfare.

11.6.1849 Lahore.

﴿۵﴾

﴿۶﴾ میں شریک تھا۔ پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں۔ اس سترہ[۱۷]

نقل مراسلہ

(رابرٹ کسٹ صاحب بہادر کمشنر لاہور)

تہور وشجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضٰی رئیس قادیان بعافیت باشند۔

ازآنجا کہ ہنگام مفسدہ ہندوستان موقوعہ ۱۸۵۷ء ازجانب آپ کے رفاقت و خیرخواہی و مدد دہی سرکار دولتمدار انگلشیہ در باب نگاہداشت سواران وبہم رسانی اسپان بخوبی بمنصہ ظہور پہنچی اور شروع مفسدہ سے آج تک آپ بدل ہواخواہ سرکار رہے اور باعث خوشنودی سرکار ہوا لہٰذا بجلدوی اس خیرخواہی اور خیرسگالی کے خلعت مبلغ دوصد روپیہ کا سرکار سے آپ کو عطا ہوتا ہے اور حسب منشاء چٹھی صاحب چیف کمشنر بہادر نمبری ۵۷۶ مورخہ ۱۰؍ اگست ۱۸۵۸ء پروانہ ہذا باظہار خوشنودی سرکار و نیکنامی و وفاداری بنام آپ کے لکھا جاتا ہے۔

مرقومہ تاریخ ۲۰؍ستمبر ۱۸۵۸ء

Translation of
Mr. Robert Cast's Certificate

To,
Mirza Ghulam Murtaza Khan,
Chief of Qadian.

As you rendered great help in enlisting sowars and supplying horses to Govt. in the mutiny of 1857 and maintained loyalty since its beginning upto date and thereby gained the favour of Govt. a *Khilat* worth Rs. 200/- is presented to you in recognition of good services, and as a reward for your loyalty.

﴿۶﴾ Moreover in accordance with the wishes of Chief Commissioner as conveyed in his no. 576 dt. 10th August 58. This parwana is addressed to you as a token of satisfaction of Govt. for your fidelity and repute.

برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں۔ اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزار ہا روپیہ

نقل مراسلہ

فنانشل کمشنر پنجاب

مشفق مہربان دوستان مرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظہ۔

آپ کا خط ۲۔ ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ حضور اینجانب میں گذرا مرزا غلام مرتضٰی صاحب آپ کے والد کی وفات سے ہم کو بہت افسوس ہوا مرزا غلام مرتضٰی سرکار انگریزی کا اچھا خیر خواہ اور وفادار رئیس تھا۔

ہم آپ کی خاندانی لحاظ سے اسی طرح پر عزت کریں گے جس طرح تمہارے باپ وفاداری کی کی جاتی تھی ہم کو کسی اچھے موقعہ کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور پابجائی کا خیال رہیگا۔

المرقوم ۲۹ جون ۱۸۷۶ء الراقم سر رابرٹ ایجرٹن صاحب بہادر فنانشل کمشنر پنجاب

Translation of Sir Robert Egerton Financial Commr's;

Murasala dt. 29 June 1876

My dear friend Ghulam Qadir

I have persued your letter of the 2nd instant and deeply regret the death of your father Mirza Ghulam Murtza who was a great well wisher and faithful Chief of Govt.

In consideration of your family services I will esteem you with the same respect as that bestowed on your loyal father. I will keep in mind the restoration and wellfare of your family when a favourable opportunity occurs.

خرچ ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔ کیا اس قدر بڑی کارروائی اور اس قدر دور دراز مدت تک ایسے انسان سے ممکن ہے جو دل میں بغاوت کا ارادہ رکھتا ہو؟ پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لئے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام لیا۔ کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں کوئی نظیر ہے؟ اگر میں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم وغیرہ بلاد اسلامیہ میں شائع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی؟ یہ سلسلہ ایک دو دن کا نہیں بلکہ برابر سترہ سال کا ہے اور اپنی کتابوں اور رسالوں کے جن مقامات میں مَیں نے یہ تحریریں لکھیں ہیں ان کتابوں کے نام معہ ان کے نمبر صفحوں کے یہ ہیں۔ جن میں سرکار انگریزی کی خیر خواہی اور اطاعت کا ذکر ہے۔

نمبر	نام کتاب	تاریخ طبع	نمبر صفحہ
۱	براہین احمدیہ حصّہ سوم	۱۸۸۲ء	الف سے ب تک (شروع کتاب)
۲	براہین احمدیہ حصہ چہارم	۱۸۸۴ء	الف سے د تک ایضاً
۳	آریہ دھرم (نوٹس) در بارہ توسیع دفعہ ۲۹۸	۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء	۵۷ سے ۶۴ تک آخر کتاب
۴	التماس شامل آریہ دھرم ایضاً	۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء	۱ سے ۴ تک آخر کتاب
۵	درخواست شامل آریہ دھرم ایضاً	۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء	۶۹ سے ۷۲ تک آخر کتاب
۶	خط در بارہ توسیع دفعہ ۲۹۸	۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء	۱ سے ۸ تک
۷	آئینہ کمالات اسلام	فروری ۱۸۹۳ء	۱۷ سے ۲۰ تک اور ۵۱۱ سے ۵۲۸ تک
۸	نور الحق حصہ اوّل (اعلان)	۱۳۱۱ھ	۲۳ سے ۵۴ تک

﴿۸﴾

۹	شہادۃ القرآن (گورنمنٹ کی توجہ کے لائق)	۲۲؍ستمبر ۱۸۹۳ء	الف سے ع تک آخر کتاب
۱۰	نور الحق حصّہ دوم	۱۳۱۱ھ	۴۹ سے ۵۰ تک
۱۱	سر الخلافه	۱۳۱۲ھ	۱۷ سے ۳۷ تک
۱۲	اتمام الحجه	۱۳۱۱ھ	۲۵ سے ۲۷ تک
۱۳	حمامة البشریٰ	۱۳۱۱ھ	۳۹ سے ۴۲ تک
۱۴	تحفہ قیصریہ	۲۵؍مئی ۱۸۹۷ء	تمام کتاب
۱۵	ست بچن	نومبر؍ ۱۸۸۹ء	۱۵۳ سے ۱۵۴ تک اور ٹائٹل پیج
۱۶	انجام آتھم	جنوری؍ ۱۸۹۷ء	۲۸۳ سے ۲۸۴ تک آخر کتاب
۱۷	سراج منیر	مئی؍ ۱۸۹۷ء	صفحہ ۷۴
۱۸	تکمیل تبلیغ معہ شرائط بیعت	۱۲؍جنوری ۱۸۸۹ء	صفحہ ۴ حاشیہ اور صفحہ ۶ شرط چہارم
۱۹	اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور عام اطلاع کیلئے	۲۷؍فروری ۱۸۹۵ء	تمام اشتہار یک طرفہ
۲۰	اشتہار در بارہ سفیر سلطان روم	۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء	۱ سے ۳ تک
۲۱	اشتہار جلسہ احباب بر جشن جوبلی بمقام قادیان	۲۳؍جون ۱۸۹۷ء	۱ سے ۴ تک
۲۲	اشتہار جلسہ شکریہ جشن جوبلی حضرت قیصرہ دام ظلہا	۷؍جون ۱۸۹۷ء	تمام اشتہار یک ورق
۲۳	اشتہار متعلق بزرگ	۲۵؍جون ۱۸۹۷ء	صفحہ ۱۰
۲۴	اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ معہ ترجمہ انگریزی	۱۰؍دسمبر ۱۸۹۴ء	تمام اشتہار ۱ سے ۷ تک

اور حال میں جب حسین کامی سفیر روم قادیان میں میری ملاقات کے لئے آیا اور اس نے مجھے اپنی گورنمنٹ کے اغراض سے مخالف پا کر ایک سخت مخالفت ظاہر کی وہ تمام حال بھی میں نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کر دیا ہے وہی اشتہار تھا جس کی وجہ سے بعض مسلمان اڈیٹروں نے بڑی مخالفت ظاہر کی اور بڑے جوش میں آکر مجھ کو

﴿۹﴾

گالیاں دیں کہ یہ شخص سلطنت انگریزی کو سلطان روم پر ترجیح دیتا ہے اور رومی سلطنت کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص پر خود قوم اس کی ایسے ایسے خیالات رکھتی ہے اور نہ صرف اختلاف اعتقاد کی وجہ سے بلکہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے سبب سے بھی ملامتوں کا نشانہ بن رہا ہے کیا اس کی نسبت یہ ظن ہو سکتا ہے کہ وہ سرکار انگریزی کا بدخواہ ہے؟ یہ بات ایک ایسی واضح تھی کہ ایک بڑے سے بڑے دشمن کو بھی جو محمد حسین بٹالوی ہے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور میں اسی مقدمہ ڈاکٹر ہنری کلارک میں اپنی شہادت کے وقت میری نسبت بیان کرنا پڑا کہ یہ سرکار انگریزی کا خیر خواہ اور سلطنت روم کے مخالف ہے۔ اب اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ میں نے اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کئے ہیں صاف ظاہر ہے کہ میں سرکار انگریزی کا بدل و جان خیر خواہ ہوں۔ اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔ چنانچہ پرچہ شرائط بیعت جو ہمیشہ مریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اس کی دفعہ چہارم میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے بعض اشخاص کی موت وغیرہ کی نسبت پیش گوئی کی ہے لیکن نہ اپنی طرف سے بلکہ اس وقت اور اس حالت میں کہ جب کہ ان لوگوں نے اپنی رضا و رغبت سے ایسی پیشگوئی کے لئے مجھے تحریری اجازت دی چنانچہ ان کے ہاتھ کی تحریریں اب تک میرے پاس موجود ہیں جن میں سے بعض ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں شامل مِثل کی گئی ہیں۔ مگر چونکہ باوجود اجازت دینے کے پھر بھی ڈاکٹر کلارک صاحب نے ان پیشگوئیوں کا ذکر کیا اور اصل واقعات کو چھپایا اس لئے **آئندہ**☆

☆ بعض ہمارے مخالف جن کو افترا اور جھوٹ بولنے کی عادت ہے لوگوں کے پاس کہتے ہیں کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے آئندہ پیشگوئیاں کرنے سے منع کر دیا ہے خاص کر ڈرانے والی پیشگوئیوں اور عذاب کی پیشگوئیوں سے سخت ممانعت کی ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ باتیں سراسر جھوٹی ہیں ہم کو کوئی ممانعت نہیں ہوئی اور عذابی پیشگوئیوں میں جس طریق کو ہم نے اختیار کیا ہے یعنی رضامندی لینے کے بعد پیشگوئی کرنا اس طریق پر عدالت اور قانون کا کوئی اعتراض نہیں۔ **منہ**

میں پسند نہیں کرتا کہ ایسی درخواستوں پر کوئی انذاری پیشگوئی کی جائے بلکہ آئندہ ہماری طرف سے یہ اصول رہے گا کہ اگر کوئی ایسی انذاری پیشگوئیوں کے لئے درخواست کرے تو اس کی طرف ہرگز توجہ نہیں کی جائے گی جب تک وہ ایک تحریری حکم اجازت صاحب مجسٹریٹ ضلع کی طرف سے پیش نہ کرے۔ یہ ایک ایسا طریق ہے جس میں کسی مکر کی گنجائش نہیں رہے گی۔

﴿۱۰﴾ ۳ یہ بات بھی میں تسلیم کرتا ہوں کہ مخالفوں کے مقابل پر تحریری مباحثات میں کسی قدر میرے الفاظ میں سختی استعمال میں آئی تھی۔ لیکن وہ ابتدائی طور پر سختی نہیں ہے بلکہ وہ تمام تحریریں نہایت سخت حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ مخالفوں کے الفاظ ایسے سخت اور دشنام دہی کے رنگ میں تھے جن کے مقابل پر کسی قدر سختی مصلحت تھی۔ اس کا ثبوت اس مقابلہ سے ہوتا ہے جو میں نے اپنی کتابوں اور مخالفوں کی کتابوں کے سخت الفاظ اکٹھے کر کے کتاب مثل مقدمہ مطبوعہ کے ساتھ شامل کئے ہیں جس کا نام میں نے **کتاب البریت** رکھا ہے اور باایں ہمہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ میرے سخت الفاظ **جوابی** طور پر ہیں **ابتدا** سختی کی مخالفوں کی طرف سے ہے۔

اور میں مخالفوں کے سخت الفاظ پر بھی صبر کر سکتا تھا لیکن دو مصلحت کے سبب سے میں نے جواب دینا مناسب سمجھا تھا۔ **اوّل** یہ کہ تا مخالف لوگ اپنے سخت الفاظ کا سختی میں جواب پا کر اپنی روش بدلا لیں اور آئندہ تہذیب سے گفتگو کریں۔ **دوم** یہ کہ تا مخالفوں کی نہایت ہتک آمیز اور غصہ دلانے والی تحریروں سے عام مسلمان جوش میں نہ آویں اور سخت الفاظ کا جواب بھی کسی قدر سخت پا کر اپنی پُر جوش طبیعتوں کو اس طرح سمجھا لیں کہ اگر اس طرف سے سخت الفاظ استعمال ہوئے تو ہماری طرف سے بھی کسی قدر سختی کے ساتھ ان کو جواب مل گیا اور اس طرح وہ وحشیانہ انتقاموں سے دستکش رہیں میں خوب جانتا ہوں کہ ایسی مذہبی تحریروں سے جیسا کہ **لیکھرام** اور **اندرمن**

اور دیانند اور پادری عماد الدین کی کتابیں اور پرچہ نور افشاں لودیانہ کے اکثر مضمون ہیں فتنہ اور اشتعال کا سخت احتمال تھا مگر چونکہ ان کتابوں کے مقابل پر کتابیں تالیف ہوئیں اور سخت باتوں کا جواب کسی قدر سخت باتوں کے ساتھ ہو گیا اس لئے مسلمانوں کے عوام کا جوش اندر ہی اندر دب گیا۔

یہ بات بالکل سچ ہے کہ اگر سخت الفاظ کے مقابل پر دوسری قوم کی طرف سے کچھ سخت الفاظ استعمال نہ ہوں تو ممکن ہے کہ اس قوم کے جاہلوں کا غیظ و غضب کوئی اور راہ اختیار کرے۔ مظلوموں کے بخارات نکلنے کے لئے یہ ایک حکمت عملی ہے کہ وہ بھی مباحثات میں سخت حملوں کا سخت جواب دیں۔ لیکن یہ طرز پھر بھی کچھ بہت قابل تعریف نہیں بلکہ اس سے تحریرات کا روحانی اثر گھٹ جاتا ہے اور کم سے کم نقصان یہ ہے کہ اس سے ملک میں بداخلاقی پھیلتی ہے۔ یہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ عام طور پر ایک سخت قانون جاری کر کے ہر ایک مذہبی گروہ کو سخت الفاظ کے استعمال سے ممانعت کر دے تا کہ کسی قوم کے پیشوا اور کتاب کی توہین نہ ہو۔ اور جب تک کسی قوم کی معتبر اور مسلم کتابوں سے واقعات صحیحہ معلوم نہ ہوں جن سے اعتراض پیدا ہو سکتا ہو کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔ ایسے قانون سے ملک میں بہت امن پھیل جائے گا اور مفسد طبع فتنہ انگیز لوگوں کے منہ بند ہو جائیں گے اور تمام مذہبی بحثیں علمی رنگ میں آ جائیں گی۔ اسی غرض سے میں نے ایک درخواست گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے طیار کی ہے اس کے ساتھ کئی ہزار مسلمانوں کے دستخط بھی ہیں مگر چونکہ اب تک کافی دستخط نہیں ہوئے اس لئے ابھی تک توقف ہے۔ مگر در حقیقت یہ ایسا کام ہے کہ ضرور اس طرف گورنمنٹ کی توجہ چاہیے۔ حفظ امن کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں کہ ہتک آمیز اور فتنہ انگیز الفاظ سے ہر ایک قوم پرہیز کرے۔ اور کسی مذہب پر وہ الزام نہ لگائے جس کو اس مذہب کے حامی قبول نہیں کرتے اور نہ ان کی مسلّم اور معتبر کتابوں میں اس کا کوئی اصل صحیح پایا جاتا ہے۔ اور نہ ایسا الزام

﴿۱۱﴾

لگائے جو اُس کی مسلّم کتابوں یا نبیوں پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اور جو شخص اس ہدایت کی خلاف ورزی کرے اس کے لئے کوئی سزا مقرر ہو۔ بے شک بغیر اس تدبیر کے مذہبی فتنوں کا زہریلا بیج بکلّی دور نہیں ہوسکتا۔

میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ ڈاکٹر کلارک نے میری بعض مذہبی تحریریں پیش کر کے عدالت میں یہ خلاف واقعہ بیان کیا ہے کہ یہ سخت لفظ خودبخود ان کی نسبت کہے گئے ہیں۔ میں حکام کو یقین دلاتا ہوں کہ ہرگز یہ میری عادت میں داخل نہیں کہ خودبخود کسی کو آزار دوں اور نہ ایسی عادت کو میں پسند کرتا ہوں۔ بلکہ جو کچھ سخت الفاظ میں لکھا گیا وہ سخت الفاظ کا جواب تھا۔ مگر مخالفوں کی سختی سے نہایت کم۔ تاہم یہ طریق بھی میری طبیعت اور عادت سے مخالف ہے۔ اور جیسا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مقدمہ کے فیصلہ پر ﴿۱۲﴾ مجھے یہ ہدایت کی ہے کہ آئندہ اشتعال کو روکنے کے لئے مباحثات میں نرم اور مناسب الفاظ کو استعمال کیا جائے میں اسی پر کاربند رہنا چاہتا ہوں اور اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنے **تمام مریدوں** کو جو پنجاب اور ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت رکھتے ہوں **نہایت تاکید سے سمجھاتا ہوں** کہ وہ بھی اپنے مباحثات میں اس طرز کے کاربند رہیں۔ اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ سے پرہیز کریں۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے اس سے شرائط بیعت کی **دفعہ چہارم** میں سمجھایا ہے سرکار انگریزی کی سچی خیر خواہی اور بنی نوع کی سچی ہمدردی کریں اور اشتعال دینے والے طریقوں سے اجتناب رکھیں اور پرہیزگار اور صالح اور بے شر انسان بن کر پاک زندگی کا نمونہ دکھلائیں۔ اور اگر کوئی ان میں سے ان وصیتوں پر کاربند نہ ہو یا بے جا جوش اور وحشیانہ حرکت اور بدزبانی سے کام لے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ان صورتوں میں ہماری جماعت کے سلسلہ سے **باہر متصور ہوگا اور مجھ سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا**۔ دیکھو! آج میں کھلے کھلے لفظوں سے آپ

لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ لوگ ہر ایک مفسدہ اور فتنہ کے طریق سے مجتنب رہیں اور صبر اور برداشت کی عادت کو اور بھی ترقی دیں اور بدی کی تمام راہوں سے اپنے تئیں دور رکھیں اور ایسا نمونہ دکھلائیں جس سے آپ لوگوں کی ہر ایک نیک خلق میں زیادت ثابت ہو۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ جو اہل علم اور فاضل اور تربیت یافتہ اور نیک مزاج ہیں ایسا ہی کریں گے۔ مگر یاد رہے اور خوب یاد رہے کہ جو شخص ان وصیتوں پر کاربند نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے☆۔

ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں **اوّل** یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کر کے اس کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا۔ اس کی عظمت کو دل میں بٹھانا اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور اس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا اور اس کو واحد لاشریک جاننا اور اس کے لئے پاک زندگی رکھنا اور کسی انسان یا دوسری مخلوق کو اس کا مرتبہ نہ دینا۔ اور درحقیقت اس کو تمام روحوں اور جسموں کا پیدا کرنے والا اور مالک یقین کرنا۔ **دوم** یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی کے ساتھ پیش آنا۔ اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا اور کم سے کم یہ کہ بھلائی کا ارادہ رکھنا۔ **سوم** یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہم کو کر دیا ہے یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو ہماری آبرو اور جان اور مال کی محافظ ہے اس کی سچی خیر خواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور سے دور رہنا جو اس کو تشویش میں ڈالیں۔ یہ اصول ثلاثہ ہیں جن کی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہیے اور جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھلانے چاہئیں۔

﴿۱۳﴾

اور یاد رہے کہ یہ اشتہار مخالفین کے لئے بھی بطور **نوٹس** ہے۔ چونکہ ہم نے

☆ میری جماعت میں بڑے بڑے معزز اہل اسلام داخل ہیں۔ جن میں بعض تحصیلدار اور بعض اکسٹرا اسسٹنٹ اور ڈپٹی کلکٹر اور بعض وکلاء اور بعض تاجر اور بعض رئیس اور جاگیردار اور نواب اور بعض بڑے بڑے فاضل اور ڈاکٹر اور بی اے اور ایم اے اور بعض سجادہ نشین ہیں۔ **منہ**

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے یہ عہد کرلیا ہے کہ آئندہ ہم سخت الفاظ سے کام نہ لیں گے اس لئے حفظ امن کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے تمام مخالف بھی اس عہد کے کاربند ہوں۔ اور یہی وجہ تھی کہ ہم نے عدالت کے سامنے اس بحث کو طول دینا نہیں چاہا حالانکہ ہمارے تمام سخت الفاظ جوابی تھے اور نیز ان کے مقابل پر نہایت کم۔ سو ہم نے **جوابی طور کے سخت الفاظ کو بھی چھوڑنا چاہا**۔ کیونکہ ہمارا مدت سے یہ ارادہ تھا کہ تمام قومیں مباحثات میں الفاظ کی سختی کو استعمال نہ کریں۔ اسی ارادہ کی وجہ سے ہم نے اس درخواست پر دستخط مسلمانوں کے کرائے ہیں جس کو عنقریب بحضور جناب نواب گورنر جنرل بہادر بھیجنے کا ارادہ ہے۔ سو مخالفین مذہب کو بذریعہ اس نوٹس کے عام **اطلاع** دی جاتی ہے کہ اس فیصلہ کے بعد وہ بھی مباحثات میں اپنی روشیں بدلالیں۔ اور آئندہ سخت اور جوش پیدا کرنے والے الفاظ اور ہتک آمیز الفاظ اپنے اخباروں اور رسالوں میں ہرگز استعمال نہ کریں۔ **اور اگر اب بھی** اس نوٹس کے شائع ہونے کے بعد انہوں نے اپنے سابق طریق کو نہ چھوڑا تو انہیں **یاد رہے** کہ ہمیں یا ہم میں سے کسی کو حق حاصل ہوگا کہ **بذریعہ عدالت** چارہ جوئی کریں۔ حفظ امن کے لئے ہر ایک قوم کا فرض ہے کہ فتنہ انگیز تحریروں سے اپنے تئیں بچائے پس جو شخص اس نوٹس کے شائع ہونے کے بعد بھی اپنے تئیں سخت الفاظ اور بدزبانی اور توہین سے روک نہ سکے ایسا شخص درحقیقت گورنمنٹ کے مقاصد کا دشمن اور فتنہ پسند آدمی ہے۔ اور عدالت کا فرض ہوگا کہ امن کو قائم رکھنے کے لئے اس کی گوشمالی کرے۔ ﴿۱۴﴾

بحث کرنے والوں کے لئے یہ بہتر طریق ہوگا کہ کسی مذہب پر بے ہودہ طور پر اعتراض نہ کریں بلکہ ان کی مسلّم اور معتبر کتابوں کی رو سے ادب کے ساتھ اپنے شبہات پیش کریں اور ٹھٹھے اور ہنسی اور توہین سے اپنے تئیں بچاویں اور مباحثات میں حکیمانہ طرز اختیار کریں اور ایسے

اعتراض بھی نہ کریں جو ان کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک مسلمان عیسائی عقیدہ پر اعتراض کرے تو اس کو چاہیے کہ اعتراض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اور عظمت کا پاس رکھے اور ان کی وجاہت اور مرتبہ کو نہ بھلاوے۔ ہاں وہ نہایت نرمی اور ادب سے اس طرح اعتراض کر سکتا ہے کہ خدا نے جو بیٹے کو دنیا میں بھیجا تو کیا یہ کام اس نے اپنی قدیم عادت کے موافق کیا یا خلاف عادت؟ اگر عادت کے موافق کیا تو پہلے بھی کئی بیٹے اس کے دنیا میں آئے ہوں گے اور مصلوب بھی ہوئے ہوں گے یا ایک ہی بیٹا بار بار آیا ہوگا۔ اور اگر یہ کام خلاف عادت ہے تو خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا اپنی ازلی ابدی عادتوں کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ یا مثلاً یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے گناہوں کے سبب سے خدا کی نظر میں لعنتی ٹھہر گئے تھے کیونکہ لعنت کے معنے لغت کے رو سے یہ ہیں کہ خدا اس شخص سے جس پر لعنت کی گئی ہے بیزار ہو جائے اور وہ شخص خدا سے بیزار ہو جائے اور دونوں میں باہم دشمنی واقع ہو جائے۔ اور شخص ملعون خدا کے قرب سے دور جا پڑے۔ اور یہ ذلیل حالت ایسے شخص کی کبھی نہیں ہو سکتی جو درحقیقت خدا کا پیارا ہے۔ اور جب کہ لعنت جائز نہ ہوئی تو کفّارہ باطل ہوا۔ غرض ایسے اعتراض جن میں معقول تقریر کے ساتھ کسی فرقہ کے عقائد کی غلطی کا اظہار ہو، ہر ایک محقق کا حق ہے جو نرمی اور ادب کے ساتھ پیش کرے اور حتی الوسع یہ کوشش ہو کہ وہ تمام اعتراضات علمی رنگ میں ہوں تا لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچ سکے اور کوئی مفسدہ اور اشتعال پیدا نہ ہو۔

اور یہ خدا تعالیٰ کا شکر کرنے کا مقام ہے کہ ہم لوگ جو مسلمان ہیں ہمارے اصول میں یہ داخل ہے کہ گذشتہ نبیوں میں سے جن کے فرقے اور قومیں اور اُمّتیں بکثرت دنیا میں پھیل گئی ہیں کسی نبی کی تکذیب نہ کریں کیونکہ ہمارے اسلامی اصول کے موافق خدا تعالیٰ مفتری کو ہرگز یہ عزت نہیں بخشتا کہ وہ ایک سچے نبی کی طرح مقبول خلائق ہو کر ہزارہا فرقے اور قومیں اس کو مان لیں اور اس کا دین زمین پر جم جاوے اور عمر پائے لہٰذا ہمارا یہ فرض ہونا چاہیے کہ ہم تمام قوموں

﴿۱۵﴾

کے نبیوں کو جنہوں نے خدا کے الہام کا دعویٰ کیا اور مقبول خلائق ہو گئے اور ان کا دین زمین پر جم گیا خواہ وہ ہندی تھے یا فارسی۔ چینی تھے یا عبرانی خواہ کسی اور قوم میں سے تھے درحقیقت سچے رسول مان لیں۔ اور اگر ان کی امتوں میں کوئی خلاف حق باتیں پھیل گئی ہوں تو ان باتوں کو ایسی غلطیاں قرار دیں جو بعد میں داخل ہو گئیں۔ یہ اصول ایک ایسا دلکش اور پیارا ہے جس کی برکت سے انسان ہر ایک قسم کی بدزبانی اور بدتہذیبی سے بچ جاتا ہے اور درحقیقت واقعی امر یہی ہے کہ جھوٹے نبی کو خدا تعالیٰ اپنے کروڑہا بندوں میں ہرگز قبولیت نہیں بخشتا اور **اُس کو وہ عزت نہیں دیتا جو سچوں کو دی جاتی ہے** اور صدیوں اور زمانوں میں اس کی قبولیت ہرگز قائم نہیں رہ سکتی بلکہ بہت جلد اس کی جماعت متفرق ہو جاتی اور اس کا سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔

سو اے دوستو اس اصول کو محکم پکڑو۔ ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بُردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کے رو سے چارہ جوئی کرے۔ مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ سختی کے مقابل پر سختی کر کے کسی مَفْسَدَہ کو پیدا کریں۔ یہ تو وہ **وصیّت** ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کر دی۔ اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرے۔

﴿۱۶﴾ **مگر ہم اپنی عادل گورنمنٹ سے یہ بھی امید رکھتے ہیں** کہ جو لوگ آئندہ مخالفانہ حملے توہین اور بدزبانی کے ساتھ ہم پر کریں یا ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یا قرآن شریف پر یا اسلام پر تو ان کی بدزبانی کا تدارک بھی واجب طور پر کیا جائے۔ اور ہم لکھ چکے ہیں اور پھر دوبارہ لکھتے ہیں کہ ہماری یہ جماعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہ ہے اور ہمیشہ خیر خواہ رہے گی۔ اور میری تمام جماعت کے لوگ درحقیقت غریب مزاج اور

امن پسند اور اول درجہ کے خیر خواہ سرکار انگریزی ہیں۔ اور بااین ہمہ معزز اور شریف ہیں۔

اور بعض نادانوں کا یہ خیال کہ گویا میں نے افترا کے طور پر الہام کا دعویٰ کیا ہے غلط ہے بلکہ درحقیقت یہ کام اس قادر خدا کا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور اس جہان کو بنایا ہے۔ جس زمانہ میں لوگوں کا ایمان خدا پر کم ہو جاتا ہے اس وقت میرے جیسا ایک انسان پیدا کیا جاتا ہے اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ سے اپنے عجائب کام دکھلاتا ہے۔ یہاں تک کہ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ خدا ہے۔ میں عام اطلاع دیتا ہوں کہ کوئی انسان خواہ ایشیائی ہو خواہ یوروپین اگر میری صحبت میں رہے تو وہ ضرور کچھ عرصہ کے بعد میری ان باتوں کی سچائی معلوم کر لے گا۔

یاد رہے کہ یہ باتیں حفظ امن کے مخالف نہیں۔ ہم دنیا میں فروتنی کے ساتھ زندگی بسر کرنے آئے ہیں اور بنی نوع کی ہمدردی اور اس گورنمنٹ کی خیر خواہی جس کے ہم ماتحت ہیں یعنی گورنمنٹ برطانیہ ہمارا اصول ہے۔ ہم ہرگز کسی مَفْسَدَہ اور نقض امن کو پسند نہیں کرتے اور اپنی گورنمنٹ انگریزی کی ہر ایک وقت میں مدد کرنے کے لئے طیّار ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں جس نے ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمیں رکھا ہے۔ فقط الرقوم ۲۰ ؍ستمبر ۱۸۹۷ء

المشتہر

میرزا غلام احمد از قادیان

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

مقدمہ

یہ کتاب جس کا نام **کتابُ البریّت** ہے اس غرض سے چھاپی جاتی ہے کہ تا اس مقدمہ میں غور کر کے ہر ایک شخص سوچے اور سمجھے کہ کیونکر خدا تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس پر توکل کرتے ہیں دشمنوں کے بہتانوں اور افتراؤں سے بچالیتا ہے اور کیونکر وہ اپنے مخلص بندوں کے لئے ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن سے ان تمام بہتانوں اور بناوٹوں کی حقیقت کھل جاتی ہے جو ان کے ہلاک کرنے کے لئے بنائی جاتی ہیں۔

درحقیقت وہ خدا بڑا زبردست اور قوی ہے جس کی طرف محبت اور وفا کے ساتھ جھکنے والے ہرگز ضائع نہیں کئے جاتے۔ دشمن کہتا ہے کہ میں اپنے منصوبوں سے ان کو ہلاک کردوں اور بداندیش ارادہ کرتا ہے کہ میں ان کو کچل ڈالوں۔ مگر خدا کہتا ہے کہ اے نادان کیا تو میرے ساتھ لڑے گا؟ اور میرے عزیز کو ذلیل کر سکے گا؟ درحقیقت زمین پر کچھ نہیں ہوسکتا مگر وہی جو آسمان پر پہلے ہو چکا۔ اور کوئی زمین کا ہاتھ اس قدر سے زیادہ لمبا نہیں ہوسکتا جس قدر کہ وہ آسمان پر لمبا کیا گیا ہے۔ پس ظلم کے منصوبے باندھنے والے سخت نادان ہیں جو اپنے مکروہ اور قابل شرم منصوبوں کے وقت اس برتر ہستی کو یاد

نہیں رکھتے جس کے ارادہ کے بغیر ایک پتہ بھی گر نہیں سکتا۔لہٰذا وہ اپنے ارادوں میں ہمیشہ ناکام اور شرمندہ رہتے ہیں اور ان کی بدی سے راستبازوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا بلکہ خدا کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور خلق اللہ کی معرفت بڑھتی ہے وہ قوی اور قادر خدا اگرچہ ان آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا مگر اپنے عجیب نشانوں سے اپنے تئیں ظاہر کر دیتا ہے۔اور بداندیشوں کے حملے راستبازوں پر قدیم سے ہوتے چلے آئے ہیں۔ مجھ سے پہلے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بھی یہی ارادہ کیا کہ ناحق مجرم ٹھہرا کر سولی دلا دیں مگر خدا کی قدرت دیکھو کہ کس طرح اس نے اپنے اس مقبول کو بچالیا۔ اس نے پیلاطوس کے دل میں ڈال دیا کہ یہ شخص بے گناہ ہے اور فرشتہ نے خواب میں اس کی بیوی کو ایک رُعب ناک نظارہ میں ڈرایا کہ اس شخص کے مصلوب ہونے میں تمہاری تباہی ہے۔ پس وہ ڈر گئے اور اس نے اپنے خاوند کو اس بات پر مستعد کیا کہ کسی حیلہ سے مسیح کو یہودیوں کے بدارادہ سے بچالے۔پس اگرچہ وہ بظاہر یہودیوں کے آنسو پونچھنے کے لئے صلیب پر چڑھایا گیا لیکن وہ قدیم رسم کے موافق نہ تین دن صلیب پر رکھا گیا جو کسی کے مارنے کے لئے ضروری تھا اور نہ ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ یہ کہہ کر بچالیا گیا کہ ’’اس کی تو جان نکل گئی‘‘۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا تا خدا کا مقبول اور راستباز نبی جرائم پیشہ کی موت سے مر کر یعنی صلیب کے ذریعہ سے جان دے کر اس لعنت کا حصہ نہ لیوے جو روز ازل سے ان شریروں کے لئے مقرر ہے جن کے تمام علاقے خدا سے ٹوٹ جاتے ہیں اور درحقیقت جیسا کہ لعنت کا مفہوم ہے وہ خدا کے دشمن اور خدا ان کا دشمن ہو جاتا ہے۔پس کیونکر وہ لعنت جس کا یہ ناپاک مفہوم ہے ایک برگزیدہ پر وارد ہوسکتی ہے؟ سو اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی موت سے بچائے گئے۔اور جیسا کہ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے وہ کشمیر میں آکر فوت ہوئے اور اب تک نبی شہزادہ کے نام پر کشمیر میں ان کی قبر موجود ہے۔اور لوگ بہت تعظیم سے

﴿۲﴾

اس کی زیارت کرتے ہیں اور عام خیال ہے کہ وہ ایک شہزادہ نبی تھا جو اسلامی ملکوں کی طرف سے اسلام سے پہلے کشمیر میں آیا تھا اور اس شہزادہ کا نام غلطی سے بجائے یسوع کے کشمیر میں یوز آسف کر کے مشہور ہے جس کے معنے ہیں کہ یسوع غم ناک۔ اور جب پلاطوس کی بیوی کو فرشتہ نظر آیا اور اس نے اس کو دھمکایا کہ اگر یسوع مارا گیا تو تمہاری تباہی ہوگی یہی اشارہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بچانے کے لئے تھا۔ ایسا دنیا میں کبھی نہیں ہوا کہ اس طرح پر کسی راستباز کی حمایت کے لئے فرشتہ ظاہر ہوا ہو اور پھر رؤیا میں فرشتہ کا ظاہر ہونا عبث اور لا حاصل گیا ہو اور جس کی سفارش کے لئے آیا ہو وہ ہلاک ہو گیا ہو۔ غرض یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس وقت کے یہودی اپنے ارادہ میں نامراد رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس کوٹھے میں رکھے گئے تھے جو قبر کے نام سے مشہور تھا اور دراصل ایک بڑا وسیع کوٹھا تھا وہ اس سے تیسرے دن بخیر و عافیت باہر آ گئے اور شاگردوں کو ملے اور ان کو مبارک باد دی کہ میں خدا کے فضل سے دنیوی زندگی کے ساتھ بدستور اب تک زندہ ہوں اور پھر ان کے ہاتھ سے لے کر روٹی اور کباب کھائے اور اپنے زخم ان کو دکھلائے اور چالیس دن تک ان کے ان زخموں کا اس مرہم کے ساتھ علاج ہوتا رہا جس کو قرابادینوں میں **مرہم عیسیٰ** یا **مرہم رُسُل** یا **مرہم حواریّین** کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ مرہم چوٹ وغیرہ کے زخموں کے لئے بہت مفید ہے اور قریباً طب کی ہزار کتاب میں اس مرہم کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے اس کو بنایا گیا تھا۔ وہ پرانی طب کی کتابیں عیسائیوں کی جو آج سے چودہ سو برس پہلے رومی زبان میں تصنیف ہو چکی تھیں ان میں اس مرہم کا ذکر ہے اور یہودیوں اور مجوسیوں کی طبابت کی کتابوں میں بھی یہ نسخہ مرہم عیسیٰ کا لکھا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرہم الہامی ہے اور اس وقت جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر کسی قدر زخم پہنچے تھے انہیں دنوں میں خدا تعالیٰ نے بطور الہام یہ دوائیں ان پر ظاہر کی تھیں۔

﴿۳﴾

یہ مرہم پوشیدہ راز کا نہایت یقینی طور پر پتہ لگاتی ہے اور قطعی طور پر ظاہر کرتی ہے کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی موت سے بچائے گئے تھے کیونکہ اس مرہم کا تذکرہ صرف اہل اسلام کی ہی کتابوں میں نہیں کیا گیا بلکہ قدیم سے عیسائی یہودی مجوسی اور اطبّاء اسلام اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کرتے آئے ہیں۔ اور نیز یہ بھی لکھتے آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے یہ مرہم طیّار کی گئی تھی۔ حسن اتفاق سے یہ سب کتابیں موجود ہیں اور اکثر چھپ چکی ہیں اگر کسی کو سچائی کا پتہ لگانا اور راستی کا سراغ چلانا منظور ہو تو ضرور ان کتابوں کا ملاحظہ کرے شاید آسمانی روشنی اس کے دل پر پڑ کر ایک بھاری بلا سے نجات پا جائے اور حقیقت کھل جائے۔ اس مرہم کو ادنیٰ ادنیٰ طبابت کا مذاق رکھنے والے بھی جانتے ہیں یہاں تک کہ قرابادین قادری میں بھی جو ایک فارسی کی کتاب ہے تمام مرہموں کے ذکر کے باب میں اس مرہم کا نسخہ بھی لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہی مرہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بنائی گئی تھی۔ پس اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ دنیا کے تمام طبیبوں کے اتفاق سے جو ایک گروہ خواص ہے جن کو سب سے زیادہ تحقیق کرنے کی عادت ہوتی ہے اور مذہبی تعصّبات سے پاک ہوتے ہیں یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے طیّار کی تھی۔ ﴿۴﴾

ایک عجیب فائدہ اس مرہم کے واقعہ کا یہ ہے کہ اس سے حضرت عیسیٰ کے آسمان پر چڑھنے کی بھی ساری حقیقت کھل گئی اور ثابت ہو گیا کہ یہ تمام باتیں بے اصل اور بے ہودہ تصورات ہیں۔ اور نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ رفع جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے☆ حقیقت میں وفات کے بعد

☆ **نوٹ**۔ ہم پہلی کتابوں میں ذکر کر چکے ہیں کہ امام بخاری اور امام ابن حزم اور امام مالک رضی اللہ عنہم اور دوسرے ائمہ کبار کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں۔ اب واضح رہے کہ **شیخ محی الدین ابن العربی** کا بھی یہی مذہب ہے۔ چنانچہ وہ نزول کی حقیقت اپنی تفسیر کے

﴿۵﴾

تھا اور اسی رفع مسیح سے خدا تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اس جھگڑے کا فیصلہ کیا جو صدہا برس سے ان کے درمیان چلا آتا تھا یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ مردودوں اور ملعونوں سے نہیں ہیں اور نہ کُفّار میں سے جن کا رفع نہیں ہوتا بلکہ وہ سچے نبی ہیں اور درحقیقت ان کا رفع روحانی ہوا ہے جیسا کہ دوسرے نبیوں کا ہوا۔ یہی جھگڑا تھا اور رفع جسمانی کی نسبت کوئی جھگڑا نہ تھا بلکہ وہ غیر متعلق بات تھی جس پر کذب اور صدق کا مدار نہ تھا۔ بات یہ ہے کہ یہود یہ چاہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کا الزام دے کر ملعون ٹھہراویں یعنی ایسا شخص جس کا مرنے کے بعد خدا کی طرف روحانی رفع نہیں ہوتا اور نجات سے جو قرب الٰہی پر موقوف ہے بے نصیب رہتا ہے۔ سو خدا نے اس جھگڑے کو یوں فیصلہ کیا کہ یہ گواہی دی کہ وہ صلیبی موت جو روحانی رفع سے مانع ہے حضرت مسیح پر ہرگز وارد نہیں ہوئی اور ان کا وفات کے بعد رفع الی اللہ ہو گیا ہے۔ اور وہ قرب الٰہی پا کر کامل نجات کو پہنچ گیا۔ کیونکہ جس کیفیت کا نام نجات ہے اسی کا دوسرے لفظوں میں نام رفع ہے اسی کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے کہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ [1] بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ [2] افسوس کہ ہمارے کج فہم علماء پر کہاں تک غباوت اور بلادت وارد ہو گئی ہے کہ وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ قرآن نے اگر اس آیت میں کہ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ۔ [3] رفع جسمانی

حاشیہ

صفحہ ۲۶۲ میں یہ لکھتے ہیں ”وجب نزوله فی آخر الزمان بتعلقه ببدنٍ آخر“ یعنی عیسیٰ نازل تو ہوگا مگر ان معنوں سے کہ دوسرے بدن کے ساتھ اس کا تعلق ہوگا یعنی بطور بروز اس کا نزول ہوگا جیسا کہ صوفیاء کرام کا مذہب ہے۔ پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ”رفع عیسٰی علیه السّلام باتّصال روحه عند المفارقة عن العالم السفلی بالعالم العلوی“۔ یعنی عیسیٰ کے رفع کے یہ معنی ہیں کہ جب عالم سفلی سے اس کی روح جُدا ہوئی تو عالم بالا سے اس کا اتّصال ہوگیا۔ پھر صفحہ ۱۷۸ میں لکھتے ہیں کہ رفع کے یہ معنی ہیں کہ عیسیٰ کی روح اس کے قبض کرنے کے بعد روحوں کے آسمان میں پہنچائی گئی۔ فتدبّر. منه

[1] النسآء:۱۵۸ [2] النسآء:۱۵۹ [3] اٰل عمران:۵۶

کا ذکر کیا ہے تو اس ذکر کا کیا موقعہ تھا اور کونسا جھگڑا اس بارے میں یہود اور نصاریٰ کا تھا۔ تمام جھگڑا تو یہی تھا کہ صلیب کی وجہ سے یہود کو بہانہ ہاتھ آ گیا تھا کہ نعوذ باللہ یہ شخص یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملعون ہے۔ یعنی اس کا خدا کی طرف رفع نہیں ہوا۔ اور جب رفع نہ ہوا تو لعنتی ہونا لازم آیا کیونکہ رفع الی اللہ کی ضد لعنت ہے۔ اور یہ ایک ایسا انکار تھا جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نبوت کے دعوے میں جھوٹے ٹھہرتے تھے کیونکہ توریت نے فیصلہ کر دیا ہے کہ جو شخص مصلوب ہو اس کا رفع الی اللہ نہیں ہوتا یعنی مرنے کے بعد راستبازوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف اس کی روح اٹھائی نہیں جاتی یعنی ایسا شخص ہرگز نجات نہیں پاتا۔ پس خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے سچے نبی کے دامن کو اس تہمت سے پاک کرے اس لئے اس نے قرآن میں یہ ذکر کیا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ[1]۔ اور یہ فرمایا یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ[2]۔ تا معلوم ہو کہ یہودی جھوٹے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور سچے نبیوں کی طرح رفع الی اللہ ہو گیا اور یہی وجہ ہے جو اس آیت میں یہ لفظ نہیں فرمائے گئے کہ **رافعک الی السّماء** بلکہ یہ فرمایا گیا کہ **رافعک الیّ** تا صریح طور پر ہر ایک کو معلوم ہو کہ یہ رفع روحانی ہے نہ جسمانی کیونکہ خدا کی جناب جس کی طرف راستبازوں کا رفع ہوتا ہے روحانی ہے نہ جسمانی۔ اور خدا کی طرف روح چڑھتے ہیں نہ کہ جسم۔ ﴿۶﴾

اور خدا تعالیٰ نے جو اس آیت میں توفّی کو پہلے رکھا اور رفع کو بعد تو اسی واسطے یہ ترتیب اختیار کی کہ تا ہر ایک کو معلوم ہو کہ یہ وہ رفع ہے کہ جو راستبازوں کے لئے موت کے بعد ہوا کرتا ہے۔ ہمیں نہیں چاہیے کہ یہودیوں کی طرح تحریف کر کے یہ کہیں کہ دراصل **توفّی** کا لفظ بعد میں ہے اور رفع کا لفظ پہلے کیونکہ بغیر کسی محکم اور قطعی دلیل کے محض ظنون اور اوہام کی بنا پر قرآن کو اُلٹ پُلٹ دینا ان لوگوں کا کام ہے جن کی روحیں یہودیوں کی روحوں سے مشابہت رکھتی ہیں۔ پھر جس حالت میں آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ[3]۔ میں صاف

[1] النسآء:۱۵۸ [2] اٰل عمران:۵۶ [3] المآئدۃ:۱۱۸

طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ عیسائیوں کا تمام بگاڑ اور گمراہی حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد ہوئی ہے تو اب سوچنا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ کو اب تک زندہ ماننے میں یہ اقرار بھی کرنا پڑتا ہے کہ اب تک عیسائی بھی گمراہ نہیں ہوئے۔اور یہ ایک ایسا خیال ہے جس سے ایمان جانے کا نہایت خطرہ ہے۔

میں اس وقت محض قوم کی ہمدردی سے اصل بات سے دور جا پڑا اور اصل تذکرہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے شرِّ اعدا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچا لیا تھا چنانچہ خود حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ میری مثال یونس نبی کی طرح ہے اور یونس کی طرح میں بھی تین دن قبر میں رہوں گا۔اب ظاہر ہے کہ مسیح جو نبی تھا اس کا قول جھوٹا نہیں ہوسکتا اس نے اپنے قصہ کو یونس کے قصہ سے مشابہ قرار دیا ہے اور چونکہ یونس مچھلی کے پیٹ میں نہیں مرا بلکہ زندہ رہا اور زندہ ہی داخل ہوا تھا اس لئے مشابہت کے تقاضا سے ضروری طور پر ماننا پڑتا ہے کہ مسیح بھی قبر میں نہیں مرا اور نہ مردہ داخل ہوا۔ورنہ مردہ کو زندہ سے کیا مشابہت؟ غرض اس طرح پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دشمنوں کے شر سے بچا لیا۔ایسا ہی موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس نے فرعون کے بد ارادہ سے بچایا۔ ﴿۷﴾ ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکّہ کے دشمنوں کے ہاتھ سے بچایا۔مکّہ والوں نے اتفاق کر کے باہم عہد کر لیا تھا کہ اس شخص کو جو ہر وقت خدا خدا کرتا اور ہمارے بتوں کی اہانت کرتا ہے گرفتار کر کے برے عذاب کے ساتھ اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔مگر خدا نے اپنی خدائی کا کرشمہ ایسا دکھلایا کہ اول اپنی وحی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے دی کہ اس وقت اس شہر سے نکل جانا چاہیے کہ دشمن قتل کرنے پر متفق اللفظ ہو گئے ہیں۔پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک وفادار رفیق کے ساتھ جو صدیق اکبر تھا شہر سے باہر جا کر ایک غار میں چھپ گئے جس کا نام **ثور** تھا جس کے معنے ہیں ثوران فتنہ {یہ نام پہلے سے پیشگوئی کے طور پر چلا آتا تھا تا اس واقعہ کی طرف اشارہ ہو} غرض جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

جا کر غار ثور میں چھپ گئے تب دشمنوں نے تعاقب کیا اور غار ثور تک سراغ پہنچا دیا۔ اور سراغ چلانے والے نے اس بات پر زور دیا کہ یقیناً وہ اسی غار کے اندر ہیں یا یوں کہو کہ اس سے آگے آسمان پر چلے گئے کیونکہ سراغ آگے نہیں چلتا۔ مگر چند مکہ کے رئیسوں نے کہا کہ اس بڈھے کی عقل ماری گئی ہے غار پر تو کبوتری کا آشیانہ ہے اور ایک درخت ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے لہٰذا کسی طرح ممکن نہیں کہ کوئی غار کے اندر جا سکے اور آشیانہ سلامت رہے اور درخت کاٹا نہ جائے اور ان میں سے کوئی شخص درخت اور آشیانہ کو ہٹا کر اندر نہ جا سکا کیونکہ لوگوں نے بارہا دیکھا تھا کہ کئی دفعہ بہت سے سانپ غار کے اندر سے نکلتے اور اندر جاتے ہیں اس لئے وہ سانپوں کی غار مشہور تھی سو موت کے غم نے سب کو پکڑا اور کوئی جرأت نہ کر سکا کہ اندر جائے۔ یہ خدا کا فعل ہے کہ سانپ جو انسان کا دشمن ہے اپنے حبیب کی حفاظت کے لئے اس سے کام لے لیا اور جنگلی کبوتری کے آشیانہ سے لوگوں کو تسلی دی۔ یہ کبوتری نوح کی کبوتری سے مشابہ تھی جس نے آسمانی سلطنت کے مقدس خلیفہ اور تمام برکتوں کے سرچشمہ کی حمایت کی۔ پس یہ تمام باتیں غور کے لائق ہیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے رسولوں کو دشمنوں کے بد ارادوں سے بچا لیا۔ اس کی حکمتوں اور قدرتوں پر قربان ہونا چاہیے کہ شریر انسان اس کے راستباز بندوں کے ہلاک کرنے کے لئے کیا کچھ سوچتا ہے اور در پردہ کیسے کیسے منصوبے باندھے جاتے ہیں اور پھر انجام کار خدا تعالیٰ کچھ ایسا کرشمۂ قدرت دکھلاتا ہے کہ مکر کرنے والوں کا مکر انہی پر اٹھا کر مارتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ایک راستباز بھی شریروں کے بد ارادہ سے بچ نہ سکتا۔ درحقیقت راستباز کا اس وقت نشان ظاہر ہوتا ہے جبکہ اس پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ اور اس کا مؤید ہونا اس وقت لوگوں پر کھلتا ہے کہ جب کہ اس کی آبرو یا جان لینے کے لئے منصوبے باندھے جاتے ہیں۔ راستباز پر خدا تعالیٰ اس لئے مصیبت نہیں بھیجتا کہ تا اس کو ہلاک کرے بلکہ اس لئے بھیجتا ہے کہ تا اپنی قدرتیں اس کی تائید

﴿۸﴾

میں لوگوں کو دکھلاوے اور وہ غیبی تائیدیں ظاہر کرے کہ جو راستبازوں کے شامل حال ہوتی ہیں۔ نادان کہتا ہے کہ یہ سب بے ہودہ باتیں ہیں کیونکہ احمق نہیں جانتا کہ خدا کن قوتوں کا مالک ہے اور نادان اس سے بے خبر ہے کہ اس اعلیٰ طاقت میں کیا کیا عجیب قدرتیں ہیں اور اسباب پیدا کرنے کی کیا کیا عمیق راہیں ہیں۔ افسوس ان لوگوں پر جو نشانوں کے بعد بھی اس کو نہیں پہچانتے۔

یہ مقدمہ جو میرے پر بنایا گیا تھا اس میں **محمد حسین** بٹالوی بڑا حریص تھا کہ کسی طرح عیسائیوں کو کامیابی ہو۔ وہ خیال کرتا تھا کہ مجھے شکار مارنے کے لئے ایک موقعہ ملا ہے۔ اور اس کو یقین تھا کہ یہ وار اس کا ہرگز خالی نہ جائے گا۔ اسی وجہ سے وہ **کلارک** کا گواہ بن کر آیا تھا اور اس غلط خبر سے وہ بہت ہی خوش تھا کہ اس عاجز پر وارنٹ گرفتاری جاری ہو گیا ہے۔ مگر دراصل بات یہ تھی کہ امرتسر کے مجسٹریٹ نے درحقیقت یکم اگست ۱۸۹۷ء کو میری گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری کر دیا تھا لیکن خدا تعالیٰ کا اس مقدمہ میں اوّل کرشمۂ **قدرت** یہی ہے کہ باوجود کئی دن گذر چکنے کے وہ وارنٹ گورداسپورہ میں پہنچ نہ سکا معلوم نہیں کہ کہاں غائب ہو گیا۔ بقول وارث دین جو اس مقدمہ کی سازش میں شریک ہے عیسائی اس بات کے ہر روز منتظر تھے کہ کب یہ شخص گرفتار ہو کر امرتسر میں آتا ہے اور بعض مخالف مولوی اور ان کی جماعت کے لوگ ہر روز اسٹیشن امرتسر پر جاتے تھے کہ تا مجھے اس حالت میں دیکھیں کہ ہتھکڑی ہاتھ میں اور پولیس کی حراست میں ریل سے اترا ہوں۔ آخر جب وارنٹ کی تعمیل میں دیر لگی تو یہ لوگ نہایت تعجب میں پڑے کہ یہ کیا بھید ہے کہ باوجود وارنٹ جاری ہو جانے کے اور کئی دن اس پر گذرنے کے یہ شخص اب تک گرفتار ہو کر امرتسر میں نہیں آیا اور درحقیقت تعجب کی جگہ تھی کہ باوجودیکہ وارنٹ کا حکم یکم اگست کو جاری ہو گیا تھا پھر بھی ۷؍اگست تک اس کی تعمیل کا عوام کو کچھ پتہ نہ لگا۔ یہ ایسا امر ہے کہ سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ غرض بعد اس کے صاحب ڈپٹی کمشنر

﴿۹﴾

ضلع امرتسر کو معلوم ہوا کہ انہوں نے غیر ضلع میں وارنٹ روانہ کرنے میں غلطی کی اور وہ اس بات کے مجاز نہ تھے کہ ملزم کی گرفتاری کے لئے غیر ضلع میں وارنٹ جاری کیا جائے۔ اس لئے انہوں نے ضلع گورداسپورہ میں تار دی کہ وارنٹ کی تعمیل روک دی جائے۔ اور اس جگہ خدا کا کام یہ کہ ضلع گورداسپورہ کے افسر خود تعجب میں تھے کہ کب وارنٹ آیا کہ تا اس کی تعمیل روک دی جائے۔ آخر وہ تار داخل دفتر کی گئی۔ اور پھر بعد اس کے مثل مقدمہ منتقل ہو کر صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپورہ کے پاس آ گئی۔ پھر بعد اس کے مجھے اس بات پر اطلاع نہیں کہ کیونکر بجائے وارنٹ کے صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ کی عدالت سے سمن جاری ہوا۔ ہاں میں نے سنا ہے کہ کلارک نے معہ اپنے وکیل کے اس پر بحث کی تھی کہ ضرور وارنٹ جاری ہو جیسا کہ امرتسر سے جاری ہوا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے جو دلوں کا مالک ہے اس نے مثل کے پہنچتے ہی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپورہ کے دل پر یہ بات جما دی کہ مقدمہ مشتبہ ہے اور وارنٹ کے لائق نہیں اس لئے انہوں نے میرے نام سمن جاری کیا۔ مگر شیخ محمد حسین صاحب کو ان باتوں کی کچھ بھی خبر نہ تھی۔ وہ اس خیال پر کہ عنقریب یہ عاجز صاحب ضلع کی کچہری میں گرفتار ہو کر آئے گا بڑے ناز سے کچہری میں تشریف لائے اور صیّاد کی طرح اِدھر اُدھر دیکھتے تھے کہ تا میری گرفتاری اور ہتھکڑی کا نظارہ دیکھیں اور اپنے یاروں کو دکھائیں اتنے میں مَیں قریب نو بجے کے بٹالہ میں جہاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہ تقریب دورہ فروکش تھے پہنچ گیا۔ اور جب میں صاحب ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں گیا تو پہلے سے میرے لئے کرسی بچھائی گئی تھی۔ جب میں حاضر ہوا تو صاحب ضلع نے بڑے لُطف اور مہربانی سے اشارہ کیا کہ تا میں کرسی پر بیٹھ جاؤں۔ تب محمد حسین بٹالوی اور کئی سو آدمی جو میری گرفتاری اور ذلت کے دیکھنے کے لئے آئے تھے ایک حیرت کی حالت میں رہ گئے کہ یہ دن تو اس شخص کی ذلت اور بے عزتی کا سمجھا گیا تھا مگر یہ تو بڑی شفقت اور مہربانی کے ساتھ کرسی پر بٹھایا گیا۔ میں اس وقت خیال

﴿۱۰﴾

کرتا تھا کہ میرے مخالفوں کو یہ عذاب کچھ تھوڑا نہیں کہ وہ اپنی امیدوں کے مخالف عدالت میں میری عزت دیکھ رہے ہیں۔لیکن خداتعالیٰ کا ارادہ تھا کہ اس سے بھی زیادہ ان کو رسوا کرے۔سو ایسا اتفاق ہوا کہ سرگروہ مخالفوں کا محمد حسین بٹالوی جس نے آج تک میری جان اور آبرو پر حملے کئے ہیں ڈاکٹر کلارک کی گواہی کے لئے آیا تا عدالت کو یقین دلائے کہ یہ شخص ضرور ایسا ہی ہے جس سے امید ہوسکتی ہے کہ کلارک کے قتل کے لئے عبدالحمید کو بھیجا ہو۔اور قبل اس کے کہ وہ شہادت دینے کے لئے عدالت کے سامنے آوے ڈاکٹر کلارک نے بخدمت صاحب ڈپٹی کمشنر اس کے لئے بہت سفارش کی کہ یہ غیر مقلد مولویوں میں ایک نامی شخص☆ ہے اس کو کرسی ملنی چاہیے۔مگر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے اس سفارش کو منظور نہ کیا۔غالباً محمد حسین کو اس امر کی خبر نہ تھی کہ اس کی کرسی کے لئے پہلے تذکرہ ہوچکا ہے اور کرسی کی درخواست نامنظور ہوچکی ہے اس لئے جب وہ گواہی کے لئے اندر بلایا گیا تو جیسا کہ خشک مُلّا جاہ طلب اور خودنما ہوتے ہیں آتے ہی بڑی شوخی سے اس نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے کرسی طلب کی۔صاحب موصوف نے فرمایا کہ تجھے عدالت میں کرسی نہیں ملتی اس لئے ہم کرسی نہیں دے سکتے۔پھر اس نے دوبارہ کرسی کی لالچ میں بے خود ہوکر عرض کی کہ مجھے کرسی ملتی ہے اور میرے باپ رحیم بخش کو بھی کرسی ملتی تھی۔صاحب بہادر نے فرمایا کہ تو جھوٹا ہے نہ تجھے کرسی ملتی ہے نہ تیرے باپ رحیم بخش کو ملتی تھی ہمارے پاس تمہاری کرسی کے لئے کوئی تحریر نہیں۔تب محمد حسین نے کہا کہ میرے پاس چٹھیات ہیں لاٹ صاحب مجھے کرسی دیتے ہیں۔یہ جھوٹی بات سن کر صاحب بہادر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ’’بک بک مت کر پیچھے ہٹ اور سیدھا کھڑا ہوجا‘‘ اس وقت مجھے بھی محمد حسین پر رحم آیا کیونکہ اس کی موت کی سی حالت ہوگئی تھی۔اگر بدن کاٹو تو شاید ایک قطرہ لہو ﴿۱۱﴾

☆ یہ بات بالکل درست نہیں کہ غیر مقلد سب محمد حسین کے مقلّد ہیں بلکہ بہت سے لوگ اس کے مخالف ہیں اور اس کے طریقوں سے بیزار۔ منه

کا نہ ہو۔ اور وہ ذلت پہنچی کہ مجھے تمام عمر میں اس کی نظیر یاد نہیں۔ پس بے چارہ غریب اور خاموش اور ترساں اور لرزاں ہو کر پیچھے ہٹ گیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا اور پہلے میز کی طرف جھکا ہوا تھا۔ تب فی الفور مجھے خدا تعالیٰ کا یہ الہام یاد آیا کہ **اِنِّیْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ** یعنی میں اس کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلت چاہتا ہے۔ یہ خدا کے منہ کی باتیں ہیں۔ مبارک وہ جو ان پر غور کرتے ہیں۔

خیال کرنا چاہیے کہ محمد حسین اس وقت اس خوشی سے بھرا ہوا کچہری میں آیا تھا کہ میں اس شخص کو گرفتار اور ہاتھ میں ہتھکڑی اور ذلیل جگہ جوتوں میں بیٹھا ہوا دیکھوں گا۔ تب میرا جی خوش ہوگا اور اپنے نفس کو کہوں گا کہ اے نفس تجھے مبارک ہو کہ تو نے آج اپنے مخالف کو ایسی حالت میں دیکھا۔ لیکن اس بدقسمت کے ایسے طالع کہاں تھے کہ یہ خوشی کا دن دیکھے سو آخر اس بدنصیب نے دیکھا تو یہ دیکھا کہ کچہری کے اندر قدم ڈالتے ہی مجھے صاحب ڈپٹی کمشنر کے پاس عزت کے ساتھ کرسی پر بیٹھا ہوا پایا۔ ایسے دل آزار مشاہدہ نے اس کے نفس کو بے بس کر دیا اور اپنے حریف کو ایسی عزت کی حالت میں دیکھ کر اس کا نفس امّارہ حاسدانہ جوش میں آیا اور جاہ طلبی کا جوش بھڑکا اور بے اختیار ہو کر بول اٹھا کہ مجھے کرسی ملنی چاہیے۔ تب جو حالت اس کی ہوئی سو ہوئی۔ یہ تمام سزا اس بداندیشی کی تھی جو اس نے میری نسبت کی۔

گندم از گندم بروید جو ز جو از مکافات عمل غافل مشو

نادان نے یہ خیال نہ کیا کہ اگر میں مظلوم ہو کر اس کی خواہش کے موافق بذریعہ وارنٹ گرفتار کیا جاتا اور ہتھکڑی ڈالی جاتی اور ذلیل جگہ میں بٹھایا جاتا اور جیسا کہ اس کی تمنا تھی پھانسی دیا جاتا یا حبس دوام کی سزا پاتا تو میرا اس میں کیا حرج تھا۔ خدا کی راہ میں ہر ایک ذلت اور موت فخر کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس دنیا کے جاہ وجلال کو نہیں چاہتا۔ لیکن اس نے دشمنوں کے ارادوں اور خواہشوں پر نظر ڈال کر مجھے اس ذلت اور ذلت کی موت سے بچالیا۔ یہ اس کا کام ہے اس نے جو کچھ کیا اپنی مرضی سے کیا۔ محمد حسین کو اگر بصیرت

﴿۱۲﴾

کی آنکھ دی جاتی تو اس سے وہ بڑا دینی فائدہ حاصل کرسکتا تھا بھلا ہم محمد حسین اور اس کے ہم خیال لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ یہ تمام غیبی افعال جو میری تائید میں اور میری عزت کی حفاظت کے لئے اور میرے اعداء کو شرمندہ کرنے کے لئے ظہور میں آئے یہ کس کے افعال تھے؟ آیا خدا کے یا انسان کے؟ اور تشریح اس کی یہ ہے کہ پہلے یہ غیبی فعل ظہور میں آیا کہ میری گرفتاری میں توقف ڈال دی گئی اور امرتسر کا وہ وارنٹ جس کے ساتھ چالیس[۴۰۰۰۰] ہزار روپیہ کی ضمانت کا حکم اور بیس[۲۰۰۰۰] ہزار کا مچلکہ تھا ایک حیرت افزا طریق سے روک دیا گیا۔ یہ وارنٹ امرتسر کے مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت سے یکم اگست ۱۸۹۷ء کو جاری ہوا تھا مگر ۷؍اگست ۱۸۹۷ء تک گورداسپورہ میں پہنچ نہ سکا اور کچھ پتہ نہ لگا کہ کہاں گیا اور آخر حکم امتناعی پہنچا کہ وارنٹ کی تعمیل روک دی جائے کیونکہ مجسٹریٹ کو معلوم ہوا کہ وہ غیر ضلع کے ملزم پر وارنٹ جاری کرنے کا قانوناً مجاز نہیں ہے۔ یہ تو پہلا غیبی فعل تھا جو میری تائید کے لئے ظہور میں آیا۔

پھر **دوسرا** غیبی فعل یہ تھا کہ جب مثل منتقل ہوکر گورداسپورہ میں آئی تو باوجودیکہ امرتسر کے مجسٹریٹ نے وارنٹ جاری کیا تھا مگر صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ نے باوجود ڈاکٹر کلارک اور اُس کے وکیل کے بہت اصرار اور ہاتھ پیر مارنے کے بجائے وارنٹ سمن جاری کردیا اور وارنٹ سے انکار کیا۔

اور پھر **تیسرا** غیبی فعل یہ تھا کہ محمد حسین وغیرہ مخالفوں نے چاہا تھا کہ میری ذلت کی حالت دیکھیں مگر ان کو میری عزت کی حالت دکھائی گئی۔ میں نے اپنی جماعت کے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ ایک شریر مخالف کچہری کے وقت ایک شخص سے میرا نام لے کر باتیں کرتا تھا کہ آج وہ شخص پولیس کی حراست میں ہے اور ہتھکڑی ہاتھ میں پڑی ہوئی ہے اس نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا اس لئے یہ سزا ملی۔ تب دوسرے شخص نے جس سے وہ باتیں کرتا تھا اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اس موقعہ پر کھڑا کیا جہاں صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ عدالت کی

﴿۱۳﴾ کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آ رہے تھے اور اس کو کہا کہ ذرہ نظر غور کر کے دیکھ کہ صاحب ڈپٹی کمشنر کے قریب دوسرا شخص کرسی پر بیٹھا ہوا کون ہے تب وہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا اور کہا یہ تو وہی ہیں جن کی نسبت لوگوں نے اڑایا ہے کہ وہ گرفتار اور حراست میں ہے۔

اور پھر **چوتھا** غیبی فعل یہ ہے کہ میری حاضری کا دن محمد حسین بٹالوی کے لئے گویا عید کا دن تھا اور وہ اپنے دل میں اس روز میری ذلت اور بے عزتی کے بہت سے تصورات باندھے ہوئے تھا اور گویا اس وقت میری ذلت مشہور کرنے کے بارے میں اپنے دل میں اشاعۃ السنہ کے کئی ورق لکھ رہا تھا کہ خدا نے وہ ذلت اٹھا کر اسی کے سر پر ماری اور میرے روبرو اور میرے دوستوں کے روبرو کرسی مانگنے پر صاحب ڈپٹی کمشنر نے ایسی سخت تین جھڑکیاں اس کو دیں کہ اس کو مار گئیں۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ میری ذلت دیکھنے آیا تھا اور اپنی ذلت اس کو پیش آئی۔ اور پھر اندر سے جھڑکیاں کھا کر باہر آیا جہاں اردلی کھڑے ہوتے ہیں اور اندر کے معاملہ کی پردہ پوشی کے لئے ایک کرسی پر جو باہر کے کمرہ میں تھی بیٹھ گیا اور اردلیوں کو معلوم تھا کہ اس شخص کو کرسی نہیں ملی بلکہ کرسی کی درخواست پر اس نے جھڑکیاں کھائیں اس لئے انہوں نے کرسی پر سے اس کو جھڑک کر اٹھا دیا پھر اس طرف سے پولیس کے کمرہ کی طرف آیا اور اتفاقاً ایک اور کرسی باہر کے کمرہ میں بچھی ہوئی تھی اس پر بیٹھ گیا۔ تب کپتان صاحب کی اس پر نظر جا پڑی اور اسی وقت کنسٹبل کی معرفت جھڑکی کے ساتھ کرسی پر سے اٹھایا گیا۔ اس وقت غالباً ہزار آدمی کے قریب یا اس سے زیادہ اس کی اس ذلت کو دیکھتے ہوں گے۔ لوگوں نے یقین کر لیا کہ جھوٹے مقدمہ میں اس نے پادری کی گواہی دی اس لئے یہ سزا ملی۔

پانچواں غیبی فعل یہ ہے کہ باوجودیکہ یہ مقدمہ حسب اقرار ڈاکٹر کلارک کے تین قوموں کے اتفاق سے قائم کیا گیا تھا اور اس مقدمہ کی پیروی میں پادریوں نے پورا زور دیا تھا اور سرکاری مقدمہ سمجھا گیا تھا تب بھی خدا نے کپتان ڈگلس صاحب کے ہاتھ سے

اس کو خارج کرایا اور **مجھے بَری کیا۔**

﴿۱۴﴾

اب یہ پانچ فعل جو ظہور میں آئے یہ دانشمندوں کے لئے سوچنے کے لائق ہیں کہ یہ کس کا کام ہے؟ عقلمند لوگ سوچ لیں کہ جب کہ یہ مقدمہ میرے پر سرکار کی طرف سے دائر ہوا تھا اور ایک خطرناک مقدمہ تھا اور میری ذلت کے لئے ہر طرف سے لوگ زور دے رہے تھے تو ایسی حالت میں کس طاقت عظمیٰ نے مجھے عزت دی اور محمد حسین کو سخت ذلیل کیا اور کلارک کو بھی نہایت سُبکی اور ندامت پہنچائی کہ عدالت نے قوی شبہ کیا کہ یہ مقدمہ عبدالرحیم عیسائی و وارث دین وغیرہ عیسائیوں اور ان کے متعلقین کی بناوٹ ہے۔ کیا یہ فعل خدا کا ہے یا انسان کا؟ کیا خدا کی تائید کے بجز اس کے کوئی اور بھی معنے ہیں کہ خدا نے مخالفوں میں پھوٹ ڈال دی اور حق کو ظاہر کر دیا اور جو میرے ذلیل کرنے کے درپئے تھا اس کو حاکم اور خلق اللہ کے ذریعہ سے ذلت پہنچائی۔ حاکم کے ذریعہ سے جو ذلت ہوئی اس کی حقیقت آپ لوگ سن چکے ہیں کہ اس نے کرسی مانگنے پر محمد حسین کو سخت جھڑکیاں دیں اور یہ جھڑکیاں نہایت مناسب اور عین محل پر تھیں کیونکہ محمد حسین نے حلفی شہادت کے مقام پر کھڑا ہو کر دو جھوٹ بولے۔ **اوّل** یہ کہ اس کو عدالت میں کرسی ملتی ہے اور **دوسرے** یہ کہ اس کے باپ رحیم بخش کو بھی کرسی ملتی تھی اور یہ دونوں جھوٹ نہایت مکروہ اور قابل شرم تھے کیونکہ محمد حسین ایک خشک ملّا بلکہ نیم ملّا ہے جو چند حدیثیں نذیر حسین سے پڑھ کر مولوی کہلاتا ہے جس کے ہم جنس ہزاروں ملّا مسجدوں کے حُجروں میں مسلمانوں کی روٹیوں پر گذارہ کرتے ہیں اس کو کس دن عدالت میں کرسی ملی اور کن رئیسوں میں شمار کیا گیا۔ اور ایسا ہی رحیم بخش اس کا باپ تھا جو بٹالہ کے بعض رئیسوں کی نوکریاں کر کے گذارہ کرتا تھا۔ ہاں بٹالہ کے رئیس میاں صاحب نے ایک مرتبہ اس کو نوکر رکھا تھا۔ معلوم نہیں کہ تنخواہ پر یا صرف روٹی پر۔ پھر سنا ہے کہ بٹالہ کے بعض ہندو مہاجنوں کے پاس بھی نوکر رہا اور اس طرح پر گذارہ کرتا رہا۔ ایک دفعہ ہمارے پاس بھی نوکر رہنے کے لئے آیا تھا

لیکن بعض وجوہ کے رو سے اس کو نوکر نہیں رکھا گیا تھا اور یوں تو ہمیشہ نہایت اعتقاد اور ارادت کے ساتھ آتا تھا۔ محمد حسین پر سخت ناراض تھا اور وہ کلمات کہتا تھا جن کا ذکر کرنا اس جگہ مناسب نہیں۔ بعض خطوط بھی اس کے محمد حسین کے ناگفتنی حالات کی نسبت میرے پاس اب تک موجود ہوں گے جن کو وہ عدالت تک پہنچانا چاہتا تھا اور میں نے اس کو بار بار منع کیا تھا اور کئی دفعہ محمد حسین کو اس کے قدموں پر گرایا تھا تا اس طرح پر رحیم بخش اس کی پردہ دری سے باز رہے اور اس بات کا میں ہی سبب تھا کہ وہ ان خیالات سے کسی قدر باز رہا ورنہ میں نے سنا ہے کہ مولوی غلام علی امرتسری وغیرہ حاسد طبع ملّا اس کو محمد حسین کے خوار کرنے کے لئے برانگیختہ کرتے تھے۔ غرض نہ محمد حسین کبھی کرسی نشین رئیسوں میں داخل ہوا اور نہ اس کا باپ اور نہ اس کا دادا۔ اور اگر یہ لوگ کرسی نشین تھے تو سر لیپل گریفن صاحب نے بڑی ہی غلطی کی کہ جب پنجاب کے کرسی نشین رئیسوں کے حالات لکھنے میں ایک کتاب طیّار کی تو اس کتاب میں ان دونوں بیچاروں کا کچھ بھی ذکر نہیں کیا اور نیز اس صورت میں حکّام ضلع کی بڑی غفلت ہے کہ باوجودیکہ یہ دونوں باپ بیٹے قدیم سے کرسی نشین تھے مگر پھر بھی حکّام نے اپنے ضلع کی فہرست میں اس باپ بیٹے کا اب تک کرسی نشینوں میں نام نہ لکھا۔ ﴿۱۵﴾

افسوس کہ ایسے مولویوں کے ہی جھوٹوں نے جو گواہی کے موقعہ پر بھی جھوٹ کو شیر مادر سمجھتے ہیں مخالفوں کو مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا موقعہ دیا ہے۔ جب یہ لوگ مولوی کہلا کر ایسے گندے جھوٹ بولیں اور عدالت کے سامنے گواہی کے موقعہ پر خلاف واقعہ بیان کریں تو ان کے چیلوں کا کیا حال ہوگا۔ افسوس کہ اس بٹالہ کے مُلّا کو کرسی لینے کا شوق کیوں پیدا ہوا۔ اس کے خاندان میں کون کرسی نشین تھا۔ بہتر تھا کہ چپکے پادریوں کی گواہی دے کر چلا جاتا تا پردہ بنا رہتا۔ کسی کو معلوم ہی نہ تھا کہ آپ کو کرسی نہیں ملتی۔ اختیار تھا کہ آپ دوستوں میں لاف مارتے کہ مجھے کرسی ملی تھی۔ مگر کرسی مانگ کر اپنے خاندان کا سارا پردہ پھاڑ دیا۔ اور

پھر یہ بے وقوفی ہوئی کہ حضرت شیخ صاحب عدالت کے سامنے یہ تمام سُبکی اٹھا کر پھر باہر آ کر کرسی پر بیٹھ گئے۔ اور جب ایک طرف سے اٹھایا گیا تو دوسری طرف جا کر کرسی پر بیٹھ گئے پھر جب وہاں سے بھی بڑی ذلت کے ساتھ اٹھائے گئے تو آپ ایک شخص کی چادر لے کر زمین پر بچھا کر بیٹھے مگر اس شخص نے آپ کو مورد قہر الٰہی سمجھ کر نیچے سے چادر کھینچ لی اور کہا کیا تو ایک مذہبی مقدمہ میں جو بناوٹی ہے پادریوں کی گواہی دیتا ہے اور میری چادر پر بیٹھتا ہے۔ میں اپنی چادر پلید کرانی نہیں چاہتا۔ ﴿۱۶﴾

پھر بعد اس کے جو صاحب ضلع نے جھڑکی دے کر اور کرسی سے محروم کر کے محمد حسین کو سیدھا کھڑا کیا اور عدالت کے چپراسیوں نے بھی بار بار اس کو کرسی سے اٹھایا ایک اور ذلت محمد حسین کی یہ ہوئی کہ لوگ اس کی اس حرکت سے ناراض ہوئے کہ پادریوں کے ایک جھوٹے مقدمہ میں وہ گواہ بن کر آیا اور بہت زور لگایا کہ اس جھوٹ کو سچ کرے ہزاروں نیک طینت انسان اس کے ان حالات پر نفرین کرتے تھے کہ اس نے مولوی کہلا کر ایک جھوٹے مقدمہ میں عیسائیوں کی گواہی دی اور بار بار کہتے تھے کہ اس گواہی کا باعث صرف نفسانی کینہ اور بغض ہے۔ ایک پیر مرد نے اس روز اس کے حالات دیکھ کر آہ کھینچ کر کہا کہ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولوی لوگ مشکل سے ایمان سلامت لے جائیں گے۔ پس افسوس اس شخص کی زندگی پر کہ اس نے ایسی ناپاک حرکتوں سے تمام مولویوں کو بدنام کیا۔

اب اس شخص کا میری نسبت بغض انتہا تک پہنچ گیا ہے۔ اس شخص سے خدا کا مقابلہ نہیں ہو سکتا ورنہ یہ شخص میری جان اور آبرو کا سخت دشمن ہے۔ اور اب بغض کے جوش میں وہ باتیں اس کے منہ سے نکلتی ہیں جو ایک صالح اور متقی کے منہ سے ہرگز نہیں نکل سکتیں۔ اس کو یہ خیال نہیں کہ دشمنوں کا ہر ایک منصوبہ اہل حق کی صفائی کا زیادہ موجب ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک جتنے منصوبے میری نسبت کئے گئے ان سے میرا کچھ نقصان نہیں بلکہ میری بریّت ثابت ہوئی۔ اول لیکھرام کے مقدمہ میں میری **تلاشی** کرائی گئی تو

میرا دامن پاک ثابت ہوا۔ پھر اب ارادہ قتل کا مقدمہ میرے پر بنایا گیا سو اس میں بھی بہت تحقیق کے بعد میں بری کیا گیا۔ یہ دونوں مخالفوں کے حملے میرے لئے مضر نہیں ہوئے بلکہ حکّام وقت نے دو دفعہ میری حالت کو آزمالیا اور دشمنوں کے منصوبے کی حقیقت کھل گئی۔ اور اگرچہ محمد حسین نے اپنی دانست میں پادریوں کا رفیق بن کر میرے پھانسی دلانے کے لئے بڑے زور شور سے اظہار دیا اور جو کچھ اس کی فطرت میں تھا اس روز اس نے پورا کر کے دکھا دیا۔ ﴿۱۷﴾ لیکن اس تمام بہتان کا اگرچہ کچھ نتیجہ ہوا تو بس یہی کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے اپنے چٹھہ انگریزی میں لکھ دیا کہ یہ شخص یعنی محمد حسین مرزا صاحب کا سخت دشمن ہے اور اس کے تمام بیان کو فضول سمجھ کر فیصلہ میں اس کے اظہار کا ایک ذرہ ذکر نہیں کیا اور اس کے بیان کو نہایت ہی بے عزتی کی نگاہ سے دیکھا۔ پس اس جگہ طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس حالت میں محمد حسین کا بیان ایسا فضول اور ذلیل اور پایۂ اعتبار سے ساقط سمجھا گیا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا حکمت تھی کہ یہ پادریوں کی طرف سے عدالت میں گواہی دینے آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ بظاہر اس میں دو حکمتیں معلوم ہوتی ہیں۔ **اوّل** یہ کہ تا لوگوں کو اس شخص کے تقویٰ اور دینداری اور اسلام کا حال معلوم ہو کہ ایسے جھوٹے اور قابل شرم مقدمہ میں جو عیسائیوں نے محض مذہبی جوش سے اٹھایا تھا اس نے اپنے تئیں گواہ بنایا اور عمدًا محض شرارت سے میرے پھانسی دلانے کی تدبیر سوچی۔ **دوسری** یہ حکمت تھی کہ تا یہ شخص عدالت میں جائے اور کرسی ملنے کا سوال کرے اور عدالت سے اس کو جھڑکیاں ملیں اور اس طرح پر صادق کی ذلّت ڈھونڈنے کی سزا میں اپنی ذلّت دیکھے۔

بار بار افسوس آتا ہے کہ اس شخص کو کرسی مانگنے کی کیوں خواہش پیدا ہوئی۔ اچھے آدمی اگر کسی مجلس میں جاتے ہیں تو بالطبع صدر نشینی کو مکروہ جانتے ہیں اور انکسار کے ساتھ ایک معمولی جگہ پر بیٹھ جاتے ہیں تب صاحب خانہ کی جب ان پر نظر پڑتی ہے تو وہ شفقت سے اٹھتا ہے اور ان کا ہاتھ پکڑتا ہے اور تواضع سے ان کو صدر کے مقام پر کھینچ لیتا ہے۔ کہ

’’آپ کی جگہ یہ ہے مجھے شرمندہ نہ کیجئے‘‘۔پس یہ جائے عبرت ہے کہ محمد حسین نے شیخی جتانے کے لئے اپنے منہ سے کرسی مانگی اور پھر بجائے کرسی کے جھڑکیاں ملیں۔کسی نے سچ کہا ہے

بن مانگے موتی ملیں مانگے ملے نہ بھیک

یعنی بغیر مانگنے کے موتی مل جاتے ہیں مگر مانگنے سے گدائی کا ٹکڑہ بھی نہیں ملتا۔پھر تعجب ہے کہ اس شخص نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے روبرو ہی لیکھرام کے قتل کا قصہ شروع کر دیا۔ ﴿۱۸﴾ اور صاحب موصوف کو میری نسبت کہا کہ میں نے اپنے **اشاعة السنه** میں یہ لکھا ہے کہ اس شخص سے لیکھرام کے قاتل کا پتہ پوچھنا چاہیے کہ الہام سے بتاوے کہ کون قاتل ہے اور مدعا اس متفنّی بٹالوی کا یہ تھا کہ لیکھرام کا قاتل بھی یہی شخص ہے۔

اب ناظرین سوچیں! کہ اس شیخ بٹالوی کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔میری عداوت کے لئے کیونکر دین اور دیانت کو چھوڑتا جاتا ہے۔جب آریوں نے لیکھرام کے بارے میں شور مچایا تو ان کے ساتھ جاملا اور اب جب پادریوں نے شور مچایا تو ان کے ساتھ جاملا۔کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ اسلام کا مخالف کیا کرتا پھرتا ہے۔لیکھرام کے قتل کو بار بار یاد دلانا یہ اس کی شرارت ہے کہ تا یہ بہتان میرے پر لگاوے۔اور اس طرح پر خدا کی پیشگوئی کو بے عزت کر کے معدوم کر دیوے۔میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ لیکھرام کی نسبت میں نے از خود پیشگوئی نہیں کی بلکہ میرے خدا نے اس کی نسبت اس وقت مجھے خبر دی تھی جبکہ خود لیکھرام نے نہایت شوخی سے موت کی پیشگوئی کو مانگا تھا پھر جبکہ لیکھرام کو مارنا بطور عذاب کے تھا تو کیونکر خدا تعالیٰ **قاتل کا نام بتاوے** اور اپنے انتظام کو آپ خراب کرے ہاں محمد حسین اگر ہندوؤں کا درحقیقت خیر خواہ ہے تو قاتل کا نام معلوم کرنے کے لئے ایک تدبیر کر سکتا ہے اور وہ یہ کہ لیکھرام کے قاتل کا ان لوگوں کے ذریعہ سے پتہ دریافت کرے جو اس کے گروہ میں ملہم کہلاتے اور مجھے کافر جانتے ہیں۔

ماسوا اس کے اگر محمد حسین کی دانست میں میرے الہامات میرے ہی افترا تھے تو اس کو چاہیے تھا کہ بجائے ایسی بے ہودہ باتوں کے یہ مضمون لکھتا کہ گورنمنٹ کو یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ یہ شخص ملہم من اللہ ہونے کے دعوے میں سچا ہے یا جھوٹا۔ اور طریق آزمائش یہ ہے کہ گورنمنٹ عام طور پر اس سے کوئی پیشگوئی مانگے پھر اگر وہ پیشگوئی اپنے وقت پر پوری نہ ہو تو گورنمنٹ یقین کر لے کہ یہ شخص جھوٹا اور مفتری ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکال لے کہ لیکھرام کا قاتل بھی یہی ہوگا۔ کیونکہ ایک جھوٹا شخص جب کسی اپنی پیشگوئی میں دیکھتا ہے کہ میرا جھوٹ کھل جائے گا تو بے شک وہ ناجائز طریقوں کی طرف توجہ کرتا ہے اور اس کی خبیث ذات سے کچھ بعید نہیں ہوتا ﴿۱۹﴾ کہ ایسی ایسی ناپاک حرکات اس سے صادر ہوں۔ اگر اس تقریر کے ساتھ گورنمنٹ کو لیکھرام کے مقدمہ میں میری نسبت توجہ دلاتا تو کچھ تعجب نہ تھا کہ یہ تقریر قبول کے لائق ٹھہرتی اور انصاف پسند لوگ بھی اس کو پسند کرتے اور **مجھے بھی ایسے مواخذہ میں کچھ عذر نہیں ہو سکتا تھا**۔ کیونکہ اگر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور میری پیشگوئیاں میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو بے شک میری بریت کے لئے اس قدر خدا تعالیٰ کی مدد چاہیے کہ وہ کسی الہامی پیش خبری سے جو سچی نکلے گورنمنٹ کو اس کے مطالبہ کے وقت مطمئن کر دیوے اور وہ سمجھ جائے کہ درحقیقت یہ کاروبار خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ انسان کی طرف سے۔

لیکن اس بات پر زور دینا کہ میں لیکھرام کے قاتل کا نام بیان کروں صحیح نہیں ہے خدا تعالیٰ اپنے مصالح میں کسی کا محکوم نہیں ہو سکتا۔ اگر اس نے ایک بات کو مخفی کرنا چاہا ہے تو ہم اس پر زور نہیں ڈال سکتے کہ وہ ضرور اس بات کو ظاہر کرے۔ جو شخص خدا تعالیٰ پر ایسی حکومت چلانا چاہتا ہے یا چلانے کے لئے درخواست کرتا ہے تو وہ عبودیت کے آداب سے بالکل بے نصیب ہے۔ خدا علم غیب اپنی مرضی سے ظاہر کرتا ہے انسان کی مرضی سے ظاہر نہیں کرتا دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس پتہ کے لگانے کی کس قدر ضرورت تھی کہ ان کا بیٹا

مر گیا یا زندہ ہے۔ اور اس غم سے وہ چالیس برس تک روتے رہے لیکن جب تک خدا تعالیٰ کا ارادہ نہ ہوا ان پر ہرگز نہ کھولا گیا کہ کیوں غم کرتا ہے تیرا بیٹا تو مصر میں خوش و خرم نائب سلطنت ہے۔ غرض خدا کے بندے ادب کے ساتھ اس کے حضور میں کھڑے ہوتے ہیں اس جگہ ملائک کو بھی دم مارنے کی جگہ نہیں۔

ہماری لیکھرام سے کوئی ذاتی عداوت نہ تھی اور نہ دین اسلام ہمیں اجازت دیتا ہے کہ ہم ناحق خون کرتے پھریں پھر کونسا باعث تھا کہ ہم اس حرکت بے جا کے مرتکب ہوتے۔ اور ایک پیشگوئی جھوٹی بنانا اور پھر اس کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے قتل کا ارادہ کرنا یہ ایک ایسا طریق ہے کہ بجز ایک شریر اور خبیث انسان کے کوئی اس کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ سو محمد حسین اور اس کی جماعت کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ایک بڑا خدا تعالیٰ کا نشان تھا جو ظہور میں آیا بجز خدا کے یہ کس کی طاقت تھی کہ لیکھرام کی موت کی طرف اشارہ کرے کہ وہ اتنی مدت میں فلاں دن اور فلاں تاریخ واقع ہوگی اور قتل کے ذریعہ سے ہوگی افسوس کہ ان لوگوں نے محض تعصب سے خدا کے نشانوں کی تکذیب کی۔ یہ کس قدر حماقت ہے کہ ہمارے مخالف دلوں میں خیال کرتے ہیں کہ کسی مرید کو بھیج کر لیکھرام کو قتل کرا دیا ہوگا۔ مجھے اس بے وقوفی کے تصور سے ہنسی آتی ہے کہ ایسی بے ہودہ باتوں کو ان کے دل کیونکر قبول کر لیتے ہیں۔ جس مرید کو پیش گوئی کی تصدیق کے لئے قتل کا حکم کیا جائے **کیا ایسا شخص پھر مرید رہ سکتا ہے؟** کیا فی الفور اس کے دل میں نہیں گزرے گا کہ یہ شخص جھوٹی پیشگوئیاں بناتا اور پھر ان کو سچی پیشگوئیاں ٹھہرانے کے لئے ایسے منصوبے استعمال کرتا ہے۔ پس میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ محمد حسین نے یہ نہایت ظلم کیا ہے کہ ایک سچی پیشگوئی کو جو خدا تعالیٰ کا ایک معجزہ تھا انسان کا منصوبہ ٹھہرایا۔ اگر اس کی نیت میں فساد نہ ہوتا تو وہ اپنی **اشاعة السنه** میں یہ نہ لکھتا کہ اس شخص کو گورنمنٹ پکڑے تا الہام سے بتلاوے کہ لیکھرام کا قاتل کون ہے۔ گویا محمد حسین خدا تعالیٰ سے ٹھٹھا کرتا اور اس کے فعل کو عبث ٹھہراتا ہے اور جبر کے ساتھ

﴿۲۰﴾

اس کا دامن پکڑنا چاہتا ہے کہ تو نے لیکھرام کو تو مارا اب کہاں جاتا ہے اس کے قاتل کا پتہ تو بتلا!!!! اور آپ قرآن میں پڑھتا ہے کہ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ۔[۱] ☆

اس قدر شوخی انسان کو نہیں چاہیے اور یہ بے با کی آدم زاد کے لئے مناسب نہیں کیا وہ اس خدا کے وجود میں شک رکھتا ہے جس کی ہستی پر ذرہ ذرہ مہر لگا رہا ہے؟ اگر اس کی نیت میں کجی نہ ہوتی تو عداوت اور بدظنی کے جوش سے ایسی بکواس نہ کرتا یہ اس کا حق تھا کہ میری نسبت بار بار گورنمنٹ کو توجہ دلاتا کہ لیکھرام کے قتل میں مجھے الہامی پیشگوئی کا ایک بہانہ معلوم ہوتا ہے اور دراصل لیکھرام کا قاتل یہی شخص ہے۔ اور اگر خدا سے اس شخص کو پیشگوئی ملتی ہے تو گورنمنٹ اس شخص کو پکڑے اور مواخذہ کرے کہ اگر تو اس دعویٰ میں سچا ہے تو تصدیق دعویٰ کے لئے ہمیں بھی کوئی پیشگوئی دکھلا تا تیری سچائی ہم پر ثابت ہو۔ پھر اگر گورنمنٹ کسی الہامی پیشگوئی کے دکھلانے کے لئے مجھے پکڑتی اور خدا مجھے مردودوں اور مخذولوں کی طرح چھوڑ دیتا اور کوئی پیشگوئی گورنمنٹ کے اطمینان کے لئے ظاہر نہ کرتا تو میں خوشی سے قبول کر لیتا کہ میں جھوٹا ہوں تب گورنمنٹ کا اختیار تھا کہ لیکھرام کا قاتل مجھ کو ہی تصور کر کے مجھے پھانسی دے دے لیکن محمد حسین نے ایسا نہیں کیا اور نہ یہ چاہا کہ کوئی ایسا طریق اختیار کرے جس سے سچائی ظاہر ہو بلکہ میری تائید میں بہت سے نشان خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے اور محض بخل کے رو سے اس شخص نے ان کو قبول نہیں کیا اور ہمیشہ گورنمنٹ کو دھوکہ دینے کے لئے جھوٹی باتیں لکھتا اور کہتا رہا۔ مگر ہماری عادل گورنمنٹ محض باتوں کو ایک خود غرض دشمن کے منہ سے سن نہیں سکتی خدا کا یہ فضل اور احسان ہے کہ **ایسی محسن گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمیں رکھا**۔ اگر ہم کسی اور سلطنت کے زیر سایہ ہوتے تو یہ ظالم طبع مُلّا کب ہماری جان اور آبرو کو چھوڑنا چاہتے۔ اِلّا ما شاء اللّٰہ انّ ربّی علٰی کلّ شیءٍ قدیر۔

﴿۲۱﴾

☆ خدا اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا کہ کیوں ایسا کیا لیکن بندے پوچھے جائیں گے۔

[۱] الانبیآء:۲۴

اور محمد حسین کا میری پیشگوئیوں پر یہ جرح کہ کوئی الہامی پیشگوئی اس صورت میں سچی ہوسکتی ہے کہ جب کہ اس کے ساتھ کی تمام اور پیشگوئیاں سچی ثابت ہوئی ہوں۔ یہ فی الواقع سچ ہے۔ مگر محمد حسین کا یہ خیال کہ گویا بعض پیشگوئیاں میری جھوٹی نکلی ہیں یہ سراسر جھوٹ ہے۔ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ میری کوئی پیشگوئی جھوٹی نہیں نکلی آتھم کی نسبت جو پیشگوئی تھی اس میں صاف ایک شرط تھی اور احمد بیگ کے داماد کی نسبت بھی **توبی توبی** کے الہام کی شرط تھی اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ ان دونوں شرطوں کے موافق وہ دونوں پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور لیکھرام کی پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی اس لئے وہ بلاشرط پوری ہوئی۔ احمد بیگ کے سامنے کوئی خوفناک نمونہ نہ تھا اس لئے وہ نہ ڈرا اور شرط سے فائدہ نہ اٹھایا اور پیشگوئی کے موافق جلد فوت ہوگیا مگر اس کے بعد اس کے عزیزوں نے احمد بیگ کی موت کا نمونہ دیکھ لیا اور بہت ڈرے لہٰذا شرط سے فائدہ اٹھالیا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ[1] اور اگر کوئی شرط بھی نہ ہوتی اور جس کی نسبت پیشگوئی کی گئی ہے رجوع کرتا اور ڈرتا یا اس کے عزیز جو اصل مخاطب پیشگوئی کے تھے رجوع کرتے اور ڈرتے تب بھی خدا تعالیٰ عذاب میں مہلت دے دیتا جس طرح یونس نبی کی امت کو مہلت دی حالانکہ اس کی پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی۔ خدا نے ابتدا سے وعید کے ساتھ یہ شرط لگا رکھی ہے کہ اگر چاہوں تو وعید کو موقوف کروں اس لئے قرآن میں یہ تو آیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ اور یہ نہیں آیا کہ **ان اللّٰہ لا یخلف الوعید۔** ﴿۲۲﴾

ماسوا اس کے یہ کہنا کہ سچے نبیوں اور محدثوں کی تمام پیشگوئیاں عوام کی نظر میں صفائی سے پوری ہوتی رہی ہیں بالکل جھوٹ ہے بلکہ بعض وقت ایسا بھی ہوا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کو کوئی امتحان منظور ہوتا تھا تو کسی نبی کی پیشگوئی عوام پر مشتبہ رکھی جاتی تھی اور وہ لوگ شور مچاتے رہتے تھے بلکہ ایک فتنہ کی صورت ہو کر بعض مرتد ہوتے رہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت پہلی کتابوں میں یہ پیشگوئی تھی کہ وہ بادشاہ ہوگا لیکن

[1] الرعد:۳۲

وہ بادشاہ کی صورت میں ظاہر نہ ہوئے تب بہت سے کوتہ اندیش مرتد ہوگئے۔ اور پہلی کتابوں میں تھا کہ جب تک ایلیا نہ آوے مسیح نہ آئے گا لیکن نصوص کے ظاہر کے لحاظ سے ایلیا اب تک نہیں آیا۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ کی پیشگوئی میں جو نجات دلانے کے بارے میں تھی بنی اسرائیل نے شک کیا اور پیشگوئی کو جھوٹی سمجھا اور بعض لغزش کھانے والوں نے حدیبیہ کی پیشگوئی میں بھی شک کیا اور خیال کیا کہ وہ ظہور میں نہیں آئی لیکن دراصل شک کرنے والے غلطی پر تھے۔ پس یہ تو عادت اللہ میں داخل ہے کہ بعض پیشگوئیاں مامورین کی جہلاء اور سفہاء اور کوتہ اندیشوں پر مشتبہ ہو جاتی ہیں اور خیال کرنے لگتے ہیں کہ وہ جھوٹی ہوئیں۔ پس محمد حسین ان ہی جہلاء کا بھائی ہے جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں۔ میری نسبت وہ کوئی ایسا کلمہ نہیں کہتا جو پہلے اس سے خدا کے پاک نبیوں کی نسبت نہیں کہا گیا۔

غرض یہ کبھی نہ ہوا اور نہ ہوگا کہ تمام مامورین کی پیشگوئیاں جہلاء کی نظر میں صفائی سے پوری ہوگئی ہوں بلکہ محمد حسین کی طرح بعض جاہل نبیوں کی بعض پیشگوئیوں کی نسبت بھی کہتے رہے ہیں کہ وہ جھوٹی نکلیں۔ چنانچہ حال میں ایک یہودی فاضل نے جو حضرت مسیح کے ردّ نبوت میں کتاب لکھی ہے اس کتاب میں ایک فہرست دی ہے کہ اتنی پیشگوئیاں اس شخص کی جھوٹی نکلیں۔ حالانکہ سچے نبی کی تمام پیشگوئیاں ضرور پوری ہو جاتی ہیں۔ اور یہی فاضل یہودی لکھتا ہے کہ اس شخص کی تکذیب کے لئے ہمیں یہ کافی ہے کہ اس کی تعلیم توریت کی تعلیم سے صریح مخالف ہے اگر یہ خدا کا کلام ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ اس قدر تناقض پیدا ہوتا۔ پھر لکھتا ہے کہ دوسری یہ بات ہم یہودیوں کے لئے اس شخص کے قبول کرنے میں نہایت روک اور ﴿۲۳﴾ اس انکار میں خدا اور ہم میں ایک حجت ہے کہ ہمیں نبیوں کی زبانی خبر دی گئی ہے کہ وہ مسیح جس کا کتابوں میں وعدہ ہے ہرگز نہیں آئے گا جب تک پہلے اس سے ایلیا جو آسمان پر اٹھایا گیا ہے دنیا میں نہ آلے مگر وہ اب تک نہیں آیا۔ پھر یہ شخص اپنے دعویٰ مسیحیت میں کیونکر سچا

ٹھہر سکتا ہے؟ اور یہی فاضل یہودی اس مقام میں لکھتا ہے کہ عیسائی ایلیا کے بارے میں ہمیں یہ جواب دیتے ہیں کہ ایلیا کے نزول سے یوحنا بن زکریا کا آنا مراد ہے جس کو مسلمان یحیٰی کہتے ہیں اور مراد یہ تھی کہ ایلیا کی قوت اور طبع پر ایک شخص یعنی یحیٰی آئے گا۔ نہ یہ کہ حقیقت میں کوئی آسمان سے اتر آئے گا۔ اس کے جواب میں فاضل مذکور لکھتا ہے کہ ’’ناظرین خود انصافاً ہم میں اور عیسائیوں میں فیصلہ کریں کہ اگر درحقیقت ایلیا سے مراد یوحنا یعنی یحیٰی ہوتا تو خدا تعالیٰ ہرگز یہ نہ کہتا کہ خود ایلیا واپس آئے گا بلکہ یہ کہتا کہ اس کا مثیل یحیٰی آئے گا‘‘۔ اور اس پر فاضل مذکور بہت زور دیتا ہے کہ ’’نصوص کو ظاہر سے پھیرنا بغیر کسی قرینہ قویہ کے یہی جھوٹے نبی کا نشان ہے‘‘۔

اب سوچنا چاہیے کہ نبیوں کی پیشگوئیوں میں کیسے کیسے مشکلات ہیں۔ مثلاً ایلیا کی پیشگوئی میں کیسی مصیبت کا یہودیوں کو سامنا پیش آیا کہ اب تک وہ حضرت مسیح کے قبول کرنے سے محروم رہے۔ کیا تعجب کی جگہ نہیں کہ یہود جیسی ایک تجربہ کار اور الٰہی کتابوں میں نشوونما پانے والی قوم ایلیا کے لفظ پر آ کر ایسے حق سے دور جا پڑی کہ یحیٰی نبی سے بھی انکار کر دیا؟ اس سے دانا معلوم کر سکتا ہے کہ پیشگوئیوں کی تکذیب میں جلدی نہیں کرنی چاہیے کہ اکثر ان پر استعارات غالب ہوتے ہیں۔ عقلمند وہ ہوتا ہے جو دوسرے سے نصیحت پکڑتا اور عبرت حاصل کرتا ہے۔ مسلمانوں کو حضرت عیسیٰ کے نزول کے بارے میں اسی خطرناک انجام سے ڈرنا چاہیے کہ جو یہودیوں کو ایلیا کے بارے میں ظاہر نص پر زور دینے سے پیش آیا۔ جس بات کی پہلے زمانوں میں کوئی بھی نظیر نہ ہو بلکہ اس کے باطل ہونے پر نظیریں موجود ہوں اس بات کے پیچھے پڑ جانا نہایت درجہ کے بے وقوف کا کام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[1] یعنی خدا کی سنتوں اور عادات کا نمونہ یہود اور نصاریٰ سے پوچھ لو اگر تمہیں معلوم نہیں۔ ﴿۲۴﴾

اب ہم اس تقریر کو اسی قدر پر کفایت کر کے ایک اور عجیب بات بیان کرتے ہیں کہ

[1] النحل:۴۴

یہ فتنہ ایک جھوٹے اور مصنوعی مقدمہ کا جو میرے پر برپا کیا گیا خدا تعالیٰ نے کئی مہینے پہلے اس کی اطلاع مجھے دی تھی اور نہ ایک دفعہ بلکہ ۲۹؍جولائی ۱۸۹۷ء تک متواتر الہامات اس بارے میں کئے گئے کہ ایک ابتلا اور مقدمہ اور باز پرس حکام کی طرف سے ہوگی اور ایک الزام لگایا جائے گا۔ اور آخر خدا اس جھوٹے الزام سے بری کرے گا۔ اور پھر حاضری کے بعد ۲۲؍اگست ۱۸۹۷ء تک اطمینان اور تسلی دہی کے الہام ہوتے رہے یہاں تک کہ ۲۳؍اگست ۱۸۹۷ء کو خدا تعالیٰ نے بری کر دیا۔ یہ تمام الہامات قریباً اپنی جماعت کے ۱۰۰ سو آدمیوں کو قبل از وقت سنائے گئے تھے جن میں اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب اور اخویم مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی اور اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی۔ اور اخویم خواجہ کمال الدین صاحب بی اے اور اخویم میاں محمد علی صاحب ایم اے اور اخویم حکیم فضل الدین صاحب اور اخویم سید حامد شاہ صاحب اور اخویم خلیفہ نور دین صاحب جموں اور اخویم مرزا خدا بخش صاحب وغیرہ احباب داخل ہیں اور ہر ایک حلفاً بیان کر سکتا ہے کہ یہ الہامات پیشگوئی کے طور پر ان کو سنائے گئے تھے۔ پس اس مقدمہ کا ہماری جماعت کو یہ فائدہ پہنچا کہ اس کے طفیل انہوں نے کئی نشان دیکھ لئے۔ ایک تو یہی نشان کہ خدا تعالیٰ نے قبل از مقدمہ مقدمہ کی خبر اور نیز انجام کار بری ہونے کی خبر دی۔ اور دوسرا یہ نشان کہ جو پہلے چھپے ہوئے الہام میں یہ فقرہ تھا کہ اِنّی مُھِینٌ من اَراد اِھانتک اس کی تصدیق دیکھ لی۔ اور تیسرا یہ نشان کہ مخالفوں نے تو مجھ پر الزام لگانا چاہا تھا پر خدا تعالیٰ نے حکام کی نظر میں انہیں کو ملزم کر دیا۔ اور چوتھا یہ نشان کہ محمد حسین نے مجھے ذلّت کی حالت میں دیکھنا چاہا تھا خدا تعالیٰ نے یہ ذلّت اسی پر ڈال دی اور اس کے شر سے مجھے بچالیا۔ یہ خدا کی تائید ہے چاہیے کہ ہماری جماعت اس کو یاد رکھے۔ اور ایک بڑی الٰہی حکمت اس مقدمہ کے دائر ہونے میں یہ تھی کہ تا خدا تعالیٰ اس طور سے بھی میری مماثلت حضرت مسیحؑ سے ثابت کرے اور میری سوانح کی اس کی سوانح

﴿۲۵﴾

سے مشابہت لوگوں پر ظاہر فرمادے۔ چنانچہ وہ تمام مماثلتیں اس مقدمہ سے ثابت ہوئیں۔ **منجملہ** ان کے یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے لئے ان کے ایک نام کے مرید نے جس کا نام یہودا اسکریوطی تھا یہودیوں سے تیس۳۰ روپیہ لے کر حضرت مسیح کو گرفتار کروایا۔ ایسا ہی میرے مقدمہ میں ہوا کہ عبدالحمید نامی ایک میرے ادعائی مرید نے نصرانیوں کے پاس جاکر اور ان کی طمع دہی میں گرفتار ہوکر ان کی تعلیم سے میرے پر ارادہ قتل کا مقدمہ بنایا۔ **دوسری** مماثلت یہ کہ مسیح کا مقدمہ ایک عدالت سے دوسری عدالت میں منتقل ہوا تھا۔ ایسا ہی میرا مقدمہ بھی امرتسر کے ضلع سے گورداسپورہ کے ضلع میں منتقل ہوا۔ **تیسری** مماثلت یہ کہ پیلاطوس نے حضرت مسیح کی نسبت کہا تھا کہ میں یسوع کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا۔ ایسا ہی کپتان ڈگلس صاحب نے عین عدالت میں ڈاکٹر کلارک کے روبرو مجھ کو کہا کہ میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔ **چوتھی** مماثلت یہ کہ جس روز مسیح نے صلیبی موت سے نجات پائی اس روز اس کے ساتھ ایک چور گرفتار ہوکر سزایاب ہوگیا تھا ایسا ہی میرے ساتھ بھی اسی تاریخ یعنی ۲۳ ؍اگست ۱۸۹۷ء کو اسی گھڑی میں جب میں بری ہوا تو مکتی فوج کا ایک عیسائی بوجہ چوری گرفتار ہوکر اسی عدالت میں پیش ہوا۔ چنانچہ اس چور نے تین مہینہ قید کی سزا پائی۔ **پانچویں** مماثلت یہ کہ مسیح کے گرفتار کرانے کے لئے یہودیوں اور ان کے سردار کاہن نے شور مچایا تھا کہ مسیح سلطنت روم کا باغی ہے اور آپ بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ ایسا ہی محمد حسین بٹالوی نے عیسائیوں کا گواہ بن کر عدالت میں محض شرارت سے شور مچایا کہ یہ شخص بادشاہ بننا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے مخالف جس قدر سلطنتیں ہیں سب کاٹی جائیں گی۔ **چھٹی** مماثلت یہ کہ جس طرح پیلاطوس نے سردار کاہن کے بکواس پر کچھ بھی توجہ نہ کی اور سمجھ لیا کہ مسیح کا یہ شخص پکا دشمن ہے۔ اسی طرح کپتان ایچ ایم ڈگلس صاحب نے محمد حسین بٹالوی کے بیان پر کچھ بھی توجہ نہ کی۔ اور اس کے اظہار میں لکھ دیا کہ یہ شخص مرزا صاحب کا پکا دشمن ہے۔ اور پھر اخیر حکم میں اس کے اظہار کا

ذکر تک نہیں کیا اور بالکل بے ہودہ اور خود غرضی کا بیان قرار دیا۔ **ساتویں مماثلت** یہ ہے کہ جس طرح مسیح کو گرفتاری سے پہلے خبر دی گئی تھی کہ اس طرح دشمن تجھے گرفتار کریں گے اور تیرے قتل کرنے کے لئے کوشش کریں گے اور آخر خدا تجھے ان کی شرارت سے بچا لے گا۔☆ ایسا ہی مجھے خدا تعالیٰ نے اس مقدمہ سے پہلے خبر دے دی اور ایک بڑی جماعت جو حاضر تھی سب کو وہ الہامات سنائے گئے اور جو حاضر نہیں تھے ان میں سے اکثر احباب کی طرف خط لکھے گئے تھے۔ اور یہ لوگ سو سے کچھ زیادہ آدمی ہیں۔ ﴿۲۶﴾

بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ یہ مقدمہ ارادہ قتل جو میرے پر دائر کیا گیا درحقیقت بناوٹی تھا۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے خود گواہی دی ہے کہ پہلا بیان عبدالحمید کا ان کو پوری تسلی نہیں بخشتا اور دوسرے بیان پر کوئی جرح نہیں کیا۔ پھر ایک بڑی دلیل پہلے بیان کے جھوٹا ہونے پر یہ ہے کہ نوردین عیسائی اور پادری گرے صاحب نے اس بات کو تصدیق کر لیا ہے کہ عبدالحمید پہلے ان کے پاس آیا تھا اور چاہتا تھا کہ عیسائی ہو کر ان میں گذارہ کرے مگر وہ اس کو روٹی نہیں دے سکے لہٰذا وہ نوردین کی نشان دہی سے کلارک کے پاس پہنچا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ اگر عبدالحمید کلارک کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا تو اس کو کیا ضرور تھا کہ نوردین کے پاس جاتا اور پھر پادری گرے کے پاس جاتا۔ اس کو تو براہ راست ڈاکٹر کلارک کے پاس جانا چاہیے تھا۔ یہ ایک ایسا امر ہے جس سے تمام مقدمہ کھلتا ہے اور قرائن بھی صاف دلالت کرتے ہیں کہ یہ شخص گجرات میں پہلے عیسائی رہ چکا تھا اور بدچلنی سے نکالا گیا تھا لہٰذا اس نے مناسب سمجھا کہ اپنا پہلا نام ظاہر نہ کرے تا عیسائی لوگ پاس رکھنے میں عذر نہ کریں۔ اسی بات کا اس نے اپنے دوسرے اظہار میں اقرار بھی کیا ہے۔ افسوس کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور کپتان صاحب پولیس نے تو دراصل ابتدا سے ہی اپنی فراست سے سمجھ لیا تھا کہ یہ مقدمہ

☆ **نوٹ**۔ مسیح نے جو اپنے تئیں یونس سے مثال دی یہ اسی کی طرف اشارہ تھا کہ وہ قبر میں زندہ داخل ہوگا اور زندہ رہے گا۔ کیونکہ مسیح نے خدا سے الہام پایا تھا کہ وہ صلیب کی موت سے ہرگز نہیں مرے گا۔ **منہ**

سچا نہیں ہے مگر محمد حسین بٹالوی نے مارے تعصب اور بخل کے اس مقدمہ کو سچا قرار دیا اور اپنا نفسانی کینہ نکالنے کے لئے یہ ایک موقعہ سمجھا۔ اسی غرض سے وہ ایسے جھوٹے اور قابل شرم مقدمہ میں عیسائیوں کی مدد دینے کے لئے عدالت میں آیا۔ **فَلْیُبْکِ علٰی تقواہ من کَانَ باکیا۔**

﴿۲۷﴾ لیکن بالطبع اس جگہ ایک سوال ہوتا ہے کہ ایسے مولوی جو مدتوں تک تقویٰ اور کفّ لسان اور دیانت اور امانت کا لوگوں کو وعظ کرتے رہے کیونکر ان کو حق کے قبول کرنے کے لئے مدد نہ ملی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ انسان اپنے نفس پر آپ ظلم کرتا ہے۔ عادۃ اللہ یہ ہے کہ جب ایک فعل یا عمل انسان سے صادر ہوتا ہے تو جو کچھ اس میں اثر مخفی یا کوئی خاصیت چھپی ہوئی ہوتی ہے خدا تعالیٰ ضرور اس کو ظاہر کر دیتا ہے مثلاً جس وقت ہم کسی کوٹھڑی کے چاروں طرف سے دروازے بند کر دیں گے تو یہ ہمارا ایک فعل ہے جو ہم نے کیا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر اثر یہ مترتّب ہوگا کہ ہماری کوٹھڑی میں اندھیرا ہو جائے گا اور اندھیرا کرنا خدا کا فعل ہے جو قدیم سے اس کے قانون قدرت میں مندرج ہے۔ ایسا ہی جب ہم ایک وزن کافی تک زہر کھالیں گے تو کچھ شک نہیں کہ یہ ہمارا فعل ہوگا پھر بعد اس کے ہمیں مار دینا یہ خدا کا فعل ہے جو قدیم سے اس کے قانون قدرت میں مندرج ہے۔ غرض ہمارے فعل کے ساتھ ایک فعل خدا کا ضرور ہوتا ہے جو ہمارے فعل کے بعد ظہور میں آتا اور اس کا نتیجہ لازمی ہوتا ہے۔ سو یہ انتظام جیسا کہ ظاہر سے متعلق ہے ایسا ہی باطن سے بھی متعلق ہے۔ ہر ایک ہمارا نیک یا بد کام ضرور اپنے ساتھ ایک اثر رکھتا ہے جو ہمارے فعل کے بعد ظہور میں آتا ہے۔ اور قرآن شریف میں جو خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ [1] آیا ہے اس میں خدا کے مہر لگانے کے یہی معنی ہیں کہ جب انسان بدی کرتا ہے تو بدی کا نتیجہ اثر کے طور پر اس کے دل پر اور منہ پر خدا تعالیٰ ظاہر کر دیتا ہے اور یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ [2]۔ یعنی جب کہ وہ حق سے پھر گئے تو خدا تعالیٰ نے

[1] البقرة:۸ [2] الصف:٦

ان کے دل کو حق کی مناسبت سے دور ڈال دیا اور آخر کو معاندانہ جوش کے اثروں سے ایک عجیب کایا پلٹ ان میں ظہور میں آئی اور ایسے بگڑے کہ گویا وہ وہ نہ رہے اور رفتہ رفتہ نفسانی مخالفت کے زہر نے ان کے انوار فطرت کو دبا لیا۔ سو ایسا ہی ہمارے اندرونی مخالفوں کا حال ہوا۔ مسیح کا بروز کے طور پر نازل ہونا جس کو تمام محقق مانتے چلے آئے ہیں یہ ایک ایسا مسئلہ نہ تھا جو کسی اہل علم کی سمجھ میں نہ آوے۔ بڑے بڑے اکابر اس کو مان چکے ہیں۔ یہاں تک کہ محی الدین ابن العربی صاحب بھی اپنی تفسیر میں صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ ”نزول مسیح اس طرح پر ہوگا کہ اس کی روح کسی اور بدن سے تعلق کرے گی یعنی اس کی خو اور طبیعت پر جو ایک روحانی امر ہے کوئی اور شخص پیدا ہوگا“۔ سو خدا تعالیٰ ان لوگوں کو مدد دینے کے لئے طیّار تھا اگر وہ مدد لینے کے لئے طیّار ہوتے مگر وہ تو بخل اور تعصب سے بہت دور جا پڑے اور نہ چاہا کہ خدا تعالیٰ ان کے دلوں کو منور کرے۔ ہاں میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کی اس ضد اور مخالفت میں بھی خدا تعالیٰ کی ایک حکمت ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ جن روحانی امراض کو وہ اپنی مکاری سے پوشیدہ رکھتے تھے اور اس طرح پر **خلقت کو بھی دھوکہ دیتے** اور خود اپنے نفس سے بھی فریب کرتے تھے **وہ تمام مرضیں ان پر ظاہر کی جائیں اور ریاکاری کے تمام پردے اٹھا دیئے جائیں**۔ سو انہوں نے اپنی نفسانی آندھیوں اور تعصب کے طوفان کی سرگردانیوں سے صدق وثبات کے پہاڑ سے ٹکر کھا کر اور تلوار کی تیز دھار پر ہاتھ مار کر ظاہر کر دیا کہ وہ اپنی فطرت کے رو سے کیسے مہلک زخموں کے لئے مستعد ہو رہے ہیں اور کس طرح کمینہ پن کے خیالات ان کو ہلاکت کی طرف کھینچ رہے ہیں اور ان پر روز کھلتا جاتا ہے کہ کس قدر وجود ان کا طرح طرح کے حسد اور بخل کا مجموعہ اور خود بینی اور تکبر کا سرچشمہ ہے۔ اس طرح پر قوی امید ہے کہ وہ ایک دن اپنے ان تمام حالات پر نظر ڈال کر متنبہ ہو جائیں گے اور آخر ان کو ایک روحانی آنکھ عطا ہوگی جس سے وہ خطرناک راہوں سے مجتنب ہو سکیں گے۔

﴿۲۸﴾

ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی راہ یا یوں کہو کہ ہدایت کے اسباب اور وسائل تین ہیں۔ یعنی ایک یہ کہ کوئی گم گشتہ محض خدا کی کتاب کے ذریعہ سے ہدایت یاب ہو جائے۔ اور دوسرے یہ کہ اگر خدا تعالیٰ کی کتاب سے اچھی طرح سمجھ نہ سکے تو عقلی شہادتوں کی روشنی اس کو راہ دکھلا دے۔ اور تیسرے یہ کہ اگر عقلی شہادتوں سے بھی مطمئن نہ ہو سکے تو آسمانی نشان اس کو اطمینان بخشیں۔ یہ تین طریق ہیں جو بندوں کے مطمئن کرنے کے لئے قدیم سے عادۃ اللہ میں داخل ہیں یعنی ایک سلسلہ کتب ایمانیہ جو سماع اور نقل کے رنگ میں عام لوگوں تک پہنچتا ہے جن کی خبروں اور ہدایتوں پر ایمان لانا ہر ایک مومن کا فرض ہے اور ان کا مخزن اتم اور اکمل قرآن شریف ہے۔ دوسرا سلسلہ معقولات کا جس کا منبع اور ماخذ دلائل عقلیہ ہیں۔ تیسرا سلسلہ آسمانی نشانوں کا جس کا سرچشمہ نبیوں کے بعد ہمیشہ **امام الزّمان** اور **مجدّد الوقت** ہوتا ہے۔ اصل وارث ان نشانوں کے انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر جب ان کے معجزات اور نشان مدت مدید کے بعد منقول کے رنگ میں ہو کر ضعیف التاثیر ہو جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کے قدم پر کسی اور کو پیدا کرتا ہے تا پیچھے آنے والوں کے لئے نبوت کے عجائب کرشمے بطور منقول ہو کر مُردہ اور بے اثر نہ ہو جائیں۔ بلکہ وہ لوگ بھی بذات خود نشانوں کو دیکھ کر اپنے ایمانوں کو تازہ کریں۔ غرض خدا تعالیٰ کے وجود اور راہ راست پر یقین لانے کے لئے یہی تین طریقے ہیں جن کے ذریعہ سے انسان تمام شبہات سے نجات پاتا ہے۔ اگر خدا کی کتاب اور اس کے مندرجہ معجزات اور نشان اور ہدایتیں جو اس زمانہ کے عام لوگوں کی نظر میں بطور منقول کے ہیں کسی پر مشتبہ رہیں تو ہزاروں عقلی دلائل ان کی تائید میں کھڑے ہوتے ہیں اور اگر عقلی دلائل بھی کسی سادہ لوح پر مشتبہ رہیں تو پھر ڈھونڈنے والوں کے لئے آسمانی نشان بھی موجود ہیں لیکن بڑے بدقسمت وہ لوگ ہیں کہ جو باوجود ان تینوں راہوں کے کھلے ہونے کے پھر بھی ہدایت پانے سے بے نصیب رہتے ہیں۔ اور درحقیقت ہمارے اندرونی اور بیرونی مخالف اسی قسم کے ہیں۔ مثلاً اس زمانہ کے مولویوں کو

﴿۲۹﴾

بار بار قرآن اور احادیث سے دکھلایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔ پھر عقلی طور پر ان کو شرم دلائی گئی کہ یہ عقیدہ تمہارا عقل کے بھی سراسر مخالف ہے۔ تمہارے ہاتھ میں اس بات کی کوئی نظیر نہیں کہ اس سے پہلے کوئی آسمان سے بھی اترا ہے۔ پھر آسمانی نشان متواتر ان کو دکھلائے گئے اور **خدا کی حجت ان پر پوری ہوئی** لیکن تعصب ایسی بلا ہے کہ یہ لوگ اب تک اس فاسد عقیدہ کو نہیں چھوڑتے۔

ایسا ہی پادری صاحبان بھی ان تینوں طریقوں کے ذریعہ سے ہمارے ملزم ہیں۔ مگر پھر بھی اپنے بے اصل عقائد کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور نہایت نکمّے اور بے جان خیالات پر گرے جاتے ہیں۔ اور وسائل ثلاثہ مذکورہ کے رو سے وہ اس طرح ملزم ٹھہرتے ہیں کہ اگر مثلاً ان کے اُس جسمانی اور محدود خدا کا جس کا نام وہ یسوع رکھتے ہیں پہلی تعلیموں سے پتہ تلاش کیا جائے یا یہودیوں کے اظہار لئے جائیں تو ایک ذرہ سی بھی ایسی تعلیم نہیں ملے گی جس نے ایسے خدا کا نقشہ کھینچ کر دکھلایا ہو۔ اگر یہودیوں کو یہ تعلیم دی جاتی تو ممکن نہ تھا کہ ان کے تمام فرقے اس ضروری تعلیم کو جو ان کی نجات کا مدار تھی فراموش کر دیتے اور کوئی ایک آدھ فرقہ بھی اس تعلیم پر قائم نہ رہتا کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایک ایسا عظیم الشان گروہ جس میں ہرؔ زمانہ میں ہزارہا عالم فاضل موجود رہے ہیں اور جن کے ساتھ ساتھ صدہا نبی ہوتے چلے آئے ہیں ایک ایسی تعلیم سے ان کو بے خبری ہو جو چودہ سو برس سے برابر ان کو ملتی رہی اور لاکھوں افراد ان کے ہر صدی میں اس تعلیم میں نشو و نما پاتے رہے۔ اور ہر صدی کے پیغمبر کی معرفت وہ تعلیم نازل ہوتی رہی اور ہر ایک فرقہ ان کا اس تعلیم کا پابند رہا اور ان کے رگ و ریشہ میں وہ تعلیم گُھس گئی۔ اور ایسا ہی صدی بعد صدی ان کے نبی نہایت اہتمام سے اس تعلیم کی تاکید کرتے چلے آئے۔ یہاں تک کہ اس صدی تک نوبت پہنچ گئی جس میں **ایک شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا** اور وہ لوگ سب کے سب اس دعویٰ

﴿۳۰﴾

سے سخت انکاری ہوئے اور بالاتفاق کہا کہ یہ دعویٰ اس **مسلسل تعلیم کے برخلاف ہے** کہ جو توریت اور دوسری کتابوں سے خدا کے نبیوں کی معرفت چودہ سو برس سے آج تک ہمیں ملتی رہی ہے۔

سو عیسائی عقیدہ کے بطلان کے لئے اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ وہ جس تعلیم کو سچی اور منجانب اللہ سمجھتے ہیں وہی تعلیم ان کے جدید عقیدہ کی مکذّب ہے۔ اور ان کے اس عقیدہ سے ایسی کھلی کھلی مخالف ہے کہ کبھی کسی یہودی کو یہ شک بھی نہیں گذرا کہ اس تعلیم میں تثلیث بھی داخل ہے۔ ہاں عیسائی لوگ پیشگوئیوں کی طرف ہاتھ پیر مارتے ہیں مگر یہ خیال نہایت ہنسی کی بات اور قابل شرم ہے کیونکہ جن نبیوں کی یہ موحدانہ تعلیم تھی جو مسلسل طور پر یہودیوں کے ہاتھوں میں چلی آئی کیونکر ممکن تھا کہ ایسے انبیاء علیہم السلام اپنی تعلیم کے مخالف پیشگوئیاں بیان کرتے اور اپنی تعلیم اور پیشگوئیوں میں ایسا تناقض ڈال دیتے کہ تعلیم کا تو کچھ اور منشا اور پیشگوئیوں کا کچھ اور ہی منشا ہو جاتا۔

اور اس جگہ عقلمند کے لئے یہ ایک نکتہ نہایت ہدایت بخش ہے کہ پیشگوئیوں میں استعارات اور مجازات بھی ہوتے ہیں مگر تعلیم کے لئے تصریح اور تفصیل ضروری ہوتی ہے اس لئے جہاں کہیں تعلیم اور پیشگوئی کا تناقض معلوم ہو تو یہ لازم ہوتا ہے کہ تعلیم کو مقدم رکھا جائے۔ اور پیشگوئی کو اگر اس کے مخالف ہو ظاہر الفاظ سے پھیر کر تعلیم کے مطابق اور موافق کر دیا جائے تا رفع تناقض ہو۔ بہرحال تعلیمی مضمون کا لحاظ مقدم چاہیے۔ کیونکہ تعلیم علاوہ تصریح اور تفصیل کے اکثر معرض افادۂ استفادہ میں آتی رہتی ہے۔ لہٰذا اس کے مقاصد اور مدعا کسی طرح مخفی نہیں رہ سکتے برخلاف پیشگوئیوں کے کہ وہ اکثر گوشۂ گمنامی میں پڑی رہتی ہیں پس اس محکم اصول کے رو سے یہودی لوگ عیسائیوں کے مقابل پر اس بحث میں بالکل سچے ہیں کیونکہ یہودیوں نے تعلیم کو پیشگوئیوں پر مقدم رکھا اور پیشگوئیوں کے وہ معنے کئے جو تعلیم کے مخالف نہ ہوں۔ مگر عیسائیوں نے پیشگوئیوں ﴿۳۱﴾ کے وہ معنے کئے ہیں جو تعلیم کے سراسر مخالف ہیں۔ ماسوا اس کے یہودیوں کے معنے اس طرح

سے بھی مستند ہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے سنتے چلے آئے ہیں اور حضرت یحییٰ نبی کا ایک فرقہ جو بلادشام میں اب تک پایا جاتا ہے وہ بھی عیسائیوں کے اس عقیدہ کے مخالف ہے اور یہودیوں کا مؤیّد ہے اور یہ اور دلیل اس بات پر ہے کہ عیسائی غلطی پر ہیں۔ غرض نقول کے رو سے عیسائیوں کا عقیدہ نہایت بودا ہے بلکہ قابل شرم ہے۔ رہا دوسرا ذریعہ شناخت حق کا جو عقل ہے سو عقل تو عیسائی عقیدہ کو دور سے دھکے دیتی ہے۔ عیسائی اس بات کو مانتے ہیں کہ جس جگہ تثلیث کی منادی نہیں پہنچی ایسے لوگوں سے صرف قرآن اور توریت کی توحید کے رو سے مواخذہ ہوگا تثلیث کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ پس وہ اس بیان سے صاف گواہی دیتے ہیں کہ تثلیث کا عقیدہ عقل کے موافق نہیں کیونکہ اگر عقل کے موافق ہوتا تو جیسا کہ بے خبر لوگوں سے توحید کا مواخذہ ضروری ہے ایسا ہی تثلیث کا مواخذہ بھی ضروری ٹھہرتا۔ اب ان دونوں کے بعد تیسرا ذریعہ شناخت حق کا آسمانی نشان ہیں یعنی یہ کہ سچے مذہب کے لئے ضروری ہے کہ اس کا صرف قصوں اور کہانیوں پر سہارا نہ ہو بلکہ ہر ایک زمانہ میں اس کی شناخت کے لئے آسمانی دروازے کھلے رہیں اور آسمانی نشان ظاہر ہوتے رہیں تا معلوم ہو کہ اس زندہ خدا سے اس کا تعلق ہے کہ جو ہمیشہ سچائی کی حمایت کرتا ہے۔ سو افسوس کہ عیسائی مذہب میں یہ علامت بھی پائی نہیں جاتی بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ سلسلہ نشانوں اور معجزات کا آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گیا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ کوئی موجودہ آسمانی نشان دکھلایا جائے ان باتوں کو پیش کرتے ہیں کہ جو اس زمانہ کی نظر میں صرف قصّے اور کہانیاں ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر یسوع نے کسی زمانہ میں اپنی خدائی ثابت کرنے کیلئے چند ماہی گیروں کو نشان دکھلائے تھے تو اب اس زمانہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کو **اُن ان پڑھوں کی نسبت** نشان دیکھنے کی بہت ضرورت ہے کیونکہ ان بیچاروں کو کسی طرح عاجز انسان کی خدائی سمجھ نہیں آتی اور کوئی منطق یا فلسفہ ایسا نہیں جو ایسے شخص کو خدائی کے دعویٰ کی ڈگری دے جس کی ساری رات کی دعا بھی منظور نہ ہو سکی اور جس نے اپنے زندگی کے سلسلہ میں ثابت کر دیا کہ اس کی روح کمزور بھی ہے اور نادان بھی۔ پس اگر یسوع اب بھی زندہ خدا ہے

اور اپنے پرستاروں کی آواز سنتا ہے تو چاہیے کہ اپنی جماعت کو جو ایک نامعقول عقیدہ پر بے وجہ زور دے رہی ہے اپنے آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے مدد دے۔ انسان تسلی پانے کے لئے ہمیشہ آسمانی نشانوں کے مشاہدہ کا محتاج ہے اور ہمیشہ روح اس کی اس بات کی بھوکی اور پیاسی ہے کہ اپنے خدا کو آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے دیکھے اور اس طرح پر دہریوں اور طبعیوں اور ملحدوں کی کشاکش سے نجات پاوے۔ سو سچا مذہب خدا کے ڈھونڈنے والوں پر آسمانی نشانوں کا دروازہ ہرگز بند نہیں کرتا۔

اب جب میں دیکھتا ہوں کہ عیسائی مذہب میں خداشناسی کے تینوں ذریعے مفقود ہیں تو مجھے تعجب آتا ہے کہ کس بات کے سہارے سے یہ لوگ یسوع پرستی پر زور مار رہے ہیں۔ ﴿۳۲﴾ کیسی بدنصیبی ہے کہ آسمانی دروازے ان پر بند ہیں۔ معقولی دلائل ان کو اپنے دروازے سے دھکے دیتے ہیں اور منقولی دستاویزیں جو گذشتہ نبیوں کی مسلسل تعلیموں سے پیش کرنی چاہیے تھیں وہ ان کے پاس موجود نہیں مگر پھر بھی ان لوگوں کے دلوں میں خدا تعالیٰ کا خوف نہیں۔ انسان کی عقلمندی یہ ہے کہ ایسا مذہب اختیار کرے کہ جس کے اصول خداشناسی پر سب کا اتفاق ہو اور عقل بھی شہادت دے اور آسمانی دروازے بھی اس مذہب پر بند نہ ہوں۔ سو غور کر کے معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں صفتوں سے عیسائی مذہب بے نصیب ہے اس کا خداشناسی کا طریق ایسا نرالا ہے کہ نہ اس پر یہودیوں نے قدم مارا اور نہ دنیا کی اور کسی آسمانی کتاب نے وہ ہدایت کی۔ اور عقل کی شہادت کا یہ حال ہے کہ خود یورپ میں جس قدر لوگ علوم عقلیہ میں ماہر ہوتے جاتے ہیں وہ عیسائیوں کے اس عقیدہ پر ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عقلی عقیدے سب کلّیت کے رنگ میں ہوتے ہیں۔ کیونکہ قواعد کلّیہ سے ان کا استخراج ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک فلاسفر اگر اس بات کو مان جائے کہ یسوع خدا ہے تو چونکہ دلائل کا حکم کلّیت کا فائدہ بخشتا ہے اس کو ماننا پڑتا ہے کہ پہلے بھی ایسے کروڑ ہا خدا گذرے ہیں اور آگے بھی ہو سکتے ہیں اور یہ باطل ہے۔

اور آسمانی نشانوں کی شہادت کا یہ حال ہے کہ اگر تمام پادری مسیح مسیح کرتے مر بھی جائیں تاہم ان کو آسمان سے کوئی نشان مل نہیں سکتا۔ کیونکہ مسیح خدا ہوتو ان کو نشان دے۔ وہ تو بے چارہ اور عاجز اور ان کی فریاد سے بے خبر ہے۔ اور اگر خبر بھی ہو تو کیا کرسکتا ہے۔

دنیا میں ایسا مذہب اور ان صفات کا جامع صرف **اسلام** ہے۔ ہر ایک مذہب کی خداشناسی کے اگر زوائد نکال دیئے جائیں اور مخلوق پرستی کا حصہ الگ کر دیا جائے تو جو باقی رہے گا وہی توحید اسلامی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی توحید سب کی مانی منائی ہے۔ پس ایسے لوگ کس قدر اپنے تئیں خطرہ میں ڈالتے ہیں کہ ایک امر کو جو مسلّم الکل ہے قبول نہیں کرتے اور ایسے عقیدوں کی پیروی کرتے ہیں کہ جو محض ان کے اپنے دعوے ہیں اور عام قبولیت سے خالی ہیں۔ اگر قیامت کے دن حضرت مسیح نے کہہ دیا کہ میں تو خدا نہیں تھا تم نے کیوں خواہ نخواہ میرے ذمہ خدائی لگا دی تو پھر کہاں جائیں گے اور کس کے پاس جا کر روئیں گے!!؟ خدا تعالیٰ نے عیسائیوں کو ملزم کرنے کے لئے چار گواہ ان کے ابطال پر کھڑے کئے ہیں۔ **اوّل** یہودی کہ جو تخمیناً ساڑھے تین ہزار برس سے گواہی دے رہے ہیں کہ ہمیں ہرگز ہرگز تثلیث کی تعلیم نہیں ملی اور نہ کوئی ایسی پیشگوئی کسی نبی نے کی کہ کوئی خدا یا حقیقی طور پر ابن اللہ زمین پر ظاہر ہونے والا ہے۔ **دوم** حضرت یحییٰ کی اُمّت یعنی یوحنّا کی اُمّت جو اب تک بلاد شام میں موجود ہے جو حضرت مسیح کو اپنی قدیم تعلیم کے رو سے صرف انسان اور نبی اور حضرت یحییٰ کا شاگرد جانتے ہیں۔ **تیسرے** فرقہ موحّدہ عیسائیوں کا جن کا بار بار قرآن شریف میں بھی ذکر ہے جن کی بحث روم کے تیسری صدی کے قیصر نے تثلیث والوں سے کرائی تھی اور فرقہ موحّدہ غالب رہا تھا اور اسی وجہ سے قیصر نے فرقہ موحد کا مذہب اختیار کرلیا تھا۔ **چوتھے** ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف جنہوں نے گواہی دی کہ مسیح ابن مریم ہرگز خدا نہیں ہے اور نہ خدا کا بیٹا ہے بلکہ خدا کا نبی ہے۔

﴿۳۳﴾

اور علاوہ اس کے ہزاروں راستباز خدا تعالیٰ کا الہام پا کر اب تک گواہی دیتے چلے

آئے ہیں کہ مسیح ابن مریم ایک عاجز بندہ ہے اور خدا کا نبی۔ **چنانچہ** اس زمانہ کے عیسائیوں پر گواہی دینے کے لئے خدا تعالیٰ نے **مجھے کھڑا کیا ہے** اور مجھے حکم دیا ہے کہ تا میں لوگوں پر ظاہر کروں کہ ابن مریم کو خدا ٹھہرانا ایک باطل اور کفر کی راہ ہے۔ اور مجھے اس نے اپنے مکالمات اور مخاطبات سے مشرف فرمایا ہے اور مجھے اس نے بہت سے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے اور میری تائید میں اس نے بہت سے خوارق ظاہر فرمائے ہیں۔ اور درحقیقت اس کے فضل وکرم سے ہماری مجلس **خدانما** مجلس ہے۔ جو شخص اس مجلس میں صحت نیت اور پاک ارادہ اور مستقیم جستجو سے ایک مدت تک رہے تو میں یقین کرتا ہوں کہ اگر وہ دہریہ بھی ہو تو آخر خدا تعالیٰ پر ایمان لاوے گا۔ اور ایک عیسائی جس کو خدا تعالیٰ کا خوف ہو اور جو سچے خدا کی تلاش کی بھوک اور پیاس رکھتا ہو اس کو لازم ہے کہ بے ہودہ قصے اور کہانیاں ہاتھ سے پھینک دے اور چشم دید ثبوتوں کا طالب بن کر ایک مدت تک میری صحبت میں رہے پھر دیکھے کہ وہ خدا جو زمین اور آسمان کا مالک ہے کس طرح اپنے آسمانی نشان اس پر ظاہر کرتا ہے۔ مگر افسوس کہ ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں جو درحقیقت خدا کو ڈھونڈنے والے اور اس تک پہنچنے کے لئے دن رات سرگرداں ہیں۔ **اے عیسائیو!** یاد رکھو کہ مسیح ابن مریم ہرگز ہرگز خدا نہیں ہے تم اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو۔ خدا کی عظمت مخلوق کو مت دو۔ ان باتوں کے سننے سے ہمارا دل کانپتا ہے کہ تم ایک **مخلوق ضعیف درماندہ** کو خدا کر کے پکارتے ہو **سچے خدا** کی طرف آجاؤ تا تمہارا بھلا ہو اور تمہاری عاقبت بخیر ہو۔

﴿۳۴﴾

ناظرین اس مقام سے یہ دینی فائدہ بھی حاصل کر سکتے ہیں کہ پادریوں کا یہ دعویٰ ہے کہ پاک باطنی اور پاک روشی صرف ہمارے ہی حصہ میں آگئی ہے اور دوسری قومیں سراسر گناہوں میں مبتلا ہیں۔ مگر یہ دعویٰ ان کا ہمیشہ جھوٹا اور خلاف واقعہ ثابت ہوتا رہا ہے بلکہ حق بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ ان میں بھی ایسے ہیں کہ وہ قابل شرم زندگی بسر کرتے ہیں انجیل کی تعلیم کو

انہوں نے ایسا بگاڑا ہے کہ گویا اس کے دانت کھانے کے اور، اور دکھانے کے اور ہیں۔ ہم کسی پادری کو نہیں دیکھتے کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دے۔ بلکہ کئی ان میں سے جھوٹے مقدمے برپا کرتے اور نہایت بے صبری اور کینہ کشی کی وجہ سے ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو عدالتوں تک پہنچاتے ہیں۔ پھر زور پر زور دیا جاتا ہے کہ حکّام ان کے دشمنوں کو سزا دیں۔ اسی مقدمہ کو دیکھنا چاہیے کہ کس طرح سراسر جھوٹ باندھا گیا۔ اور کس طرح حضرات واعظان انجیل نے قتل کے مقدمہ میں مجھے ماخوذ کرانے کے لئے **قسمیں** کھائی ہیں۔ ڈاکٹر کلارک اور وارث دین اور عبدالرحیم اور پریم داس اور یوسف خان یہ سب حضرات عیسائیان وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس قابل شرم مقدمہ کی تائید میں **انجیل اٹھائی**۔ یہ وہی بزرگ ہیں جو آتھم کے مقدمہ میں بار بار کہتے تھے کہ ’’ہمارے مذہب میں **قسم کھانا** ہرگز درست نہیں پھر آتھم کیوں قسم کھاتا‘‘۔ بلکہ ڈاکٹر کلارک نے ایک اشتہار میں بہت سی توہین کے ساتھ یہ لکھا تھا کہ ’’ہمارے مذہب میں قسم کھانا ایسا ہے جیسا کہ مسلمانوں میں **خنزیر کھانا**‘‘۔ سو ان لوگوں نے ثابت کر دیا کہ کہاں تک ان کے قول اور فعل میں مطابقت ہے۔ ہم عبداللہ آتھم سے کیا چاہتے تھے یہی تو چاہتے تھے کہ وہ منصفوں کے جلسۂ عدالت میں حاضر ہو کر قسم کھاوے کہ وہ ہماری شرط کے موافق اسلامی ﴿۳۵﴾ عظمت سے ڈرا نہیں۔ سو چونکہ وہ سچ پر نہیں تھا اس لئے قسم کھانے کی جرأت نہ کر سکا۔ اگر یہ عذر تھا کہ ’’ہم عدالت میں قسم کھاتے ہیں نہ کسی اور جگہ‘‘۔ تو اوّل تو یہ عذر ان کی کتابوں میں مندرج نہیں۔ انجیل میں کہیں نہیں لکھا کہ قسم صرف اس حالت میں درست ہے کہ جب تم عدالت میں جبراً بلائے جاؤ بلکہ عموماً قسم کی اجازت دی اور خود حضرت مسیح نے بغیر حاضری عدالت کے قسم کھائی۔ اور ان کا پولوس ہمیشہ قسم کھایا کرتا تھا۔ اور اگر ہم اپنی طرف سے عدالت کی حاضری کی شرط بھی زیادہ کر لیں تو یہ شرط بھی ان کو مفید نہیں کیونکہ عدالت سے مراد یہ نہیں ہے کہ ضرور کسی ملازمت پیشہ حاکم کی کچہری ہو بلکہ ایسے منصف اور ثالث جو بغیر کسی رو رعایت کے حق کی شہادت دے سکتے ہوں اور جھوٹے کو ملزم کر سکتے ہوں ان کا

جلسہ بھی بلاشبہ عدالت کا جلسہ ہے جس کی طرف بلایا گیا تھا۔ اور لطف یہ کہ عیسائیوں کی کتابوں میں قسم کھانے کے لئے مجبوراً کچہریوں میں بلایا جانا کوئی شرط نہیں بلکہ جہاں کہیں کسی تصفیہ کے لئے قسم مفید ہوسکتی ہو اسی جگہ ان کے مذہب کے رو سے قسم کھانا واجب ہو جاتا ہے۔

ماسوا اس کے ڈاکٹر کلارک نے جو ہمارے مقدمہ میں قسم کھائی اس کو قسم کھانے کے لئے کس **عدالت نے جبراً بلایا تھا؟ آپ اس** نے مقدمہ عدالت کے سامنے پیش کیا تب قسم بھی دی گئی۔ افسوس! کہ اسی قسم پر پادریوں نے کس قدر لمبا جھگڑا کیا تھا۔ اور کس قدر آتھم نے قسم کھانے سے کنارہ کشی کی تھی۔ حالانکہ الہامی شرط سے اپنے تئیں علیحدہ ثابت کرنے کے لئے اس کو قسم کھانا نہایت ضروری تھا۔ ہم نے تو قسم پر چار ہزار روپیہ بھی دینا کیا تھا اور ہماری طرف سے کوئی نئی حجت نہیں تھی۔ پہلے دن سے الہام میں یہ شرط تھی کہ اگر اس کا دل اسلامی حقّانیت کی طرف رجوع کرے گا اور اس کی عظمت کو قبول کرے گا تو موت سے بچ جائے گا۔ اور اس کا میعاد کے اندر موت سے بچنا انصافاً اس تنقیح کو چاہتا تھا کہ کیا اس نے شرط پر عمل تو نہیں کیا؟ اور اس نے اپنے اقوال سے اور افعال سے جس قدر خوف ظاہر کیا تھا کم سے کم اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا تھا کہ وہ اسلامی عظمت سے ضرور ڈرا ہے اسی وجہ سے ہم نے بار بار اشتہار دیا تھا کہ اگر وہ نہیں ڈرا تو اپنے تئیں اس الہامی شرط سے باہر ثابت کرنے کے لئے قسم کھاوے۔ اور ہم نے نہ صرف قرائن موجودہ سے دیکھا بلکہ خدا نے ہمیں اطلاع دی تھی کہ وہ ضرور ڈرا ہے۔ اور آتھم نے اپنے مضطربانہ حالات سے ہمارے الہام کی تصدیق کردی تھی۔ پس اگر عیسائی لوگ یقینی طور پر اس کا خوف اور رجوع نہ مانتے تو کم سے کم یہ تو ان کو سوچنا چاہیے تھا کہ آتھم کا قسم سے کنارہ کرنا اور خوف کا اقرار کرنا اور وجہ خوف اپنے خودتراشیدہ جھوٹے بہتانوں کو قرار دینا۔ کبھی کہنا کہ میرے پر سانپ چھوڑا گیا تھا۔ اور کبھی کہنا کہ تلواروں والوں نے حملہ کیا تھا۔ اور کبھی نیزوں اور بندوقوں والوں کا نام لینا اور ثبوت

﴿۳۶﴾

کچھ بھی نہ دینا یہ تمام باتیں ایسی تھیں کہ آتھم کو عدالت کے رو سے ملزم کرتی تھیں اوران بیہودہ افتراؤں کا بارثبوت اس کی گردن پر تھا۔ اوراس کی بریّت کم سے کم قسم کھانے میں تھی جس سے وہ ایسا بھاگا جیسا ایک شخص شیر سے بھاگتا ہے۔

اور پھراس پیشگوئی کے دوسرے حصہ نے اور بھی ہمارے الہام کی سچائی پر روشنی ڈالی کیونکہ دوسری پیشگوئی میں یہ تھا کہ اگرآتھم نے الہامی شرط سے فائدہ اٹھا کر پھر اس سچی گواہی کو چھپایا تو وہ جلد فوت ہو جائے گا۔ اوراس کی زندگی کے دن بہت تھوڑے ہوں گے۔ اور یہ پیشگوئی بھی اشتہاروں کے ذریعہ سے لاکھوں انسانوں میں مشتہر کی گئی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اورآتھم ہمارے آخری اشتہار سے چھ ماہ کے اندر فوت ہوگیا۔ اوران تمام باتوں نے پادری صاحبوں کو بہت شرمندہ کیا۔ کیونکہ آتھم نے نہ توقسم کھائی اور نہ اپنے جھوٹے بہتانوں کو بذریعہ نالش ثابت کیا۔ اور نہ ان بہتانوں کا کچھ ثبوت دیا جوالہامی شرط پر پردہ ڈالنے کے لئے اس نے تراشے تھے۔ اس لئے یہ تمام حرکات اس کی پادریوں کی سخت ندامت کی موجب ہوئیں۔

علاوہ اس کے عیسائیوں کو یہ اور شرمندگی دامنگیر ہوئی کہ آتھم ہماری دوسری پیشگوئی کے مطابق اخفائے شہادت کے بعد بہت جلد فوت ہوگیا۔ پھراس شرمندگی پر ایک اور شرمندگی یہ پیش آئی کہ لیکھرام ہماری پیشگوئی کے مطابق میعاد کے اندر مارا گیا۔ اورجیسا کہ پیشگوئی میں تصریح تھی کہ وہ عید کے دوسرے دن مارا جائے گا ایسا ہی وقوع میں آیا۔ یہ تمام باتیں ایسی تھیں کہ حضرات پادری صاحبان کو ان سے بڑی کوفت پہنچی تھی۔ یہ لوگ ہمیشہ ﴿۳۷﴾ بازاروں میں وعظ کے طور پر کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی پیشگوئی ظہور میں نہیں آئی اور نہ کوئی معجزہ ہوا۔ مگر برخلاف اس کے خدا نے ان کو متواتر معجزات بھی دکھلائے اور پیشگوئیاں بھی مشاہدہ کرائیں۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جلسۂ مذاہب لاہور میں قبل از وقت ہم نے اشتہار دیا تھا کہ خدا مجھے فرماتا ہے کہ ”**تیرا مضمون**

بالا رہے گا‘‘۔سو وہ پیشگوئی لاکھوں آدمیوں کے اقرار سے پوری ہوئی۔ یہاں تک کہ عیسائی پرچہ **سول ملٹری گزٹ** نے بھی اس کی شہادت دی۔اور اعجازی طور پر مضمون ہمارا غالب رہا۔ پس یہ شرمندگی حضرات عیسائیوں کے لئے کچھ تھوڑی نہیں تھی کہ ہماری پیشگوئیوں کی سچائی سے متواتر ان کو زخم پہنچے۔

اور اس سے زیادہ ان کی ندامت کا یہ بھی موجب ہوا کہ اس عرصہ میں کئی عمدہ کتابیں ردّ نصاریٰ میں مَیں نے تالیف کیں جن سے ان کے عقائد کے بطلان کی بخوبی حقیقت کھل گئی۔ یہ تمام باتیں ایسی تھیں جن سے مجھے خود اندیشہ تھا کہ آخر کوئی جھوٹا مقدمہ میرے پر بنایا جائے گا۔ کیونکہ دشمن جب لاجواب ہو جاتا ہے تو پھر جان اور آبرو پر حملہ کرتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔اور آخر یہ خون کا مقدمہ میرے پر بنایا گیا اور ضرور تھا کہ اس میں محمد حسین بٹالوی اور آریہ بھی شامل ہوتے کیونکہ ان سب کو ذلّت پر ذلّت پہنچی اور خدا نے ان سب کا منہ بند کر دیا۔ مگر پادری صاحبوں کو سب سے زیادہ بڑھ کر جوش تھا کیونکہ میری کارروائی میں ان کے کروڑ ہا روپیہ کا نقصان ہے اور علاوہ آسمانی نشانوں کے **میرے اعتراضات** نے بھی ان کے مذہب کے تارو پود کو توڑ دیا ہے۔ چنانچہ وہ اعتراض جو ان کے اس عقیدہ پر کیا گیا تھا کہ تمام گناہگاروں کی لعنت مسیح پر آپڑی جس کا ماحصل یہ تھا کہ مسیح کا دل خدا تعالیٰ کی معرفت اور محبت سے بالکل خالی ہوگیا تھا اور درحقیقت وہ خدا کا دشمن ہوگیا تھا۔ یہ ایسا اعتراض تھا کہ عقیدہ کفارہ کو باطل کرتا تھا کیونکہ جبکہ **لعنت** اپنے مفہوم کے رو سے مسیح جیسے راستباز انسان پر ہرگز جائز نہیں تو پھر کفّارہ کی چھت جس کا شہتیر لعنت ہے کیونکر ٹھہر سکتی ہے۔

ایسا ہی وہ اعتراض کہ خدا کا کوئی فعل اس کی قدیم عادت سے مخالف نہیں اور عادت کثرت اور کلّیت کو چاہتی ہے۔ پس اگر درحقیقت بیٹے کو بھیجنا خدا کی عادت میں داخل ہے تو خدا کے بہت سے بیٹے چاہئیں تا عادت کا مفہوم جو کثرت کو چاہتا ہے ثابت ہو اور

﴿۳۸﴾

تا بعض بیٹے جنّات کے لئے مصلوب ہوں اور بعض انسانوں کے لئے اور بعض ان مخلوقات کے لئے جو دوسرے اجرام میں آباد ہیں۔ یہ اعتراض بھی ایسا تھا کہ ایک لحظہ کے لئے بھی اس میں غور کرنا فی الفور عیسائیت کی تاریکی سے انسان کو چھوڑا دیتا ہے۔

ایسا ہی یہ اعتراض کہ عیسائیوں کی تعلیم یہودیوں کی مسلسل تین ہزار برس کی تعلیم کے مخالف ہے جو ان کی کتابوں میں پائی جاتی ہے جس سے بچہ بچہ یہود کا واقف ہے۔

ایسا ہی یہ اعتراض کہ کفّارہ اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ اس سے یا تو یہ مقصود ہوگا کہ گناہ بالکل سرزد نہ ہوں اور یا یہ مقصود ہوگا کہ ہر ایک قسم کے گناہ خواہ حق اللہ کی قسم میں سے اور خواہ حقّ العباد کی قسم میں سے ہوں کفّارہ کے ماننے سے ہمیشہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔ سو پہلی شق تو صریح البطلان ہے کیونکہ یورپ کے مردوں اور عورتوں پر نظر ڈال کر دیکھا جاتا ہے کہ وہ کفّارہ کے بعد ہرگز گناہ سے بچ نہیں سکے اور ہر ایک قسم کے گناہ یورپ کے خواص اور عوام میں موجود ہیں۔ بھلا یہ بھی جانے دو نبیوں کے وجود کو دیکھو جن کا ایمان اوروں سے زیادہ مضبوط تھا وہ بھی گناہ سے بچ نہ سکے۔ حواری بھی اس بلا میں گرفتار ہو گئے۔ پس اس میں کچھ شک نہیں کہ کفّارہ ایسا بند نہیں ٹھہر سکتا کہ جو گناہ کے سیلاب سے روک سکے۔ رہی یہ دوسری بات کہ کفّارہ پر ایمان لانے والے گناہ کی سزا سے مستثنٰی رکھے جائیں گے خواہ وہ چوری کریں یا ڈاکہ ماریں خون کریں یا بدکاری کی مکروہ حالتوں میں مبتلا رہیں تو خدا ان سے مواخذہ نہیں کرے گا یہ خیال بھی سراسر غلط ہے جس سے شریعت کی پاکیزگی سب اٹھ جاتی ہے اور خدا کے ابدی احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔

یہ تمام اعتراضات ایسے تھے کہ عیسائی صاحبوں سے ان کا جواب کچھ بھی بن نہیں سکتا تھا۔ علاوہ اس کے پادری صاحبوں کے لئے ایک اور مشکل یہ پیش آئی تھی کہ ہم نے ثابت کر دیا تھا کہ علاوہ ان تمام مشرکانہ عقائد کے جو ان کے مذہب میں پائے جاتے ہیں اور علاوہ ایسی ایسی کچی اور خام باتوں کے کہ مثلاً انسان کو خدا بنانا اور اس پر کوئی دلیل نہ لانا جو ان کا طریقہ ہے ایک اور

﴿۳۹﴾ بھاری مصیبت ان کو یہ پیش آئی ہے کہ وہ اپنے مذہب کے روحانی برکات ثابت نہیں کر سکے یہ تو ظاہر ہے کہ جس مذہب کے قبولیت کے آثار آسمانی نشانوں سے ظاہر نہیں ہیں وہ ایسا آلہ نہیں ٹھہر سکتا جس کو خدانما کہہ سکیں۔ بلکہ اس کا تمام مدار قصّوں اور کہانیوں پر ہوتا ہے۔ اور جس خدا کی طرف وہ راہ دکھلانا چاہتا ہے اس کی نسبت بیان نہیں کر سکتا کہ وہ موجود بھی ہے اور ایسا مذہب اس قدر نکما ہوتا ہے کہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا ہے۔ اور ایک مچھر پر غور کر کے خدا کا پتہ لگ سکتا ہے اور ایک پسّو کو دیکھ کر صانع حقیقی کی طرف ہمارا ذہن منتقل ہو سکتا ہے مگر ایسے مذہب سے ہمیں کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا کہ جو اپنے پیٹ میں صرف قصّوں اور کہانیوں کا ایک مُردہ بچہ رکھتا ہے۔ ہمیں جبراً کہا جاتا ہے کہ تم ان باتوں کو مان لو کہ کسی زمانہ میں یسوع نے کئی ہزار مُردے زندہ کر دیئے تھے اور اس کی موت کے وقت بیت المقدس کے تمام مُردے شہر میں داخل ہو گئے تھے۔ لیکن درحقیقت یہ ایسی ہی باتیں ہیں جیسا کہ ہندوؤں کی پُستکوں میں ہے کہ کسی زمانہ میں مہادیو کی لٹوں سے گنگا بہ نکلی تھی۔ اور راجہ رام چندر نے پہاڑوں کو انگلی پر اٹھا لیا تھا اور راجہ کرشن نے ایک تیر سے اتنے لاکھ آدمی مارے تھے۔

اب کہو کہ ان تمام بے ہودہ اور بے اصل باتوں کو ہم کیونکر مان لیں پھر جبکہ یہ باتیں خود ثبوت کی محتاج ہیں تو پھر ان کے ذریعہ سے کون سا قضیہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کیا اندھا اندھے کو راہ دکھلا سکتا ہے؟ افسوس کہ ایک پتے پر غور کرنے سے بہت کچھ صانع حقیقی کا پتہ لگ سکتا ہے۔ مگر ان کتابوں کا ہزار ورق بھی پڑھ کر موجد حقیقی کا کچھ نشان نہیں ملتا۔ پھر جبکہ انسان کے لئے پہلی اور بڑی مصیبت یہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کی شناخت کرنے کی راہ میں بڑے بڑے مشکلات اور شبہات میں مبتلا ہے یہاں تک کہ بسا اوقات پورا دہریہ اور اکثر دہریت کی رگ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور اسی وجہ سے گناہ کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے اور جس قدر سَمّ الفار کی مہلک تاثیر کی ہیبت اس کو اس حرکت سے ڈراتی ہے کہ وہ اس کے کھانے

کا ارتکاب کرے اس قدر خدا تعالیٰ کی ہیبت نافرمانی سے اس کو نہیں روکتی اس کی کیا وجہ ہے۔ یہی تو ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی عظمت اور جلال اور اقتدار سے بے خبر ہے تبھی تو اس کی نافرمانی کو ایک معمولی بات سمجھتا ہے اور نہیں ڈرتا۔ اور ادنیٰ ادنیٰ حکّام کی نافرمانی سے اس کی روح تحلیل ہوتی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ ہماری تمام سعادت خداشناسی میں ہے اور نفسانی جذبات کو ان کے طوفان سے روکنے والی وہ معرفت کاملہ ہے جس سے ہمیں پتہ لگ جائے کہ درحقیقت خدا ہے اور درحقیقت وہ بڑا قادر اور بڑا رحیم اور **ذو العذاب الشدید** بھی ہے۔ یہی وہ نسخۂ مجربہ ہے جس سے سچی تبدیلی ہوتی ہے اور انسان کی متمردانہ زندگی پر موت آ جاتی ہے۔ ﴿۴۰﴾

اور اس طریق کے سوا باقی وہ تمام باتیں جو دنیا کے لوگوں نے گناہ سے بچنے کے لئے بنائی ہیں جیسے کفّارہ مسیح وغیرہ۔ یہ طفلانہ خیالات ہیں جو نہایت محدود اور غلطیوں سے پُر ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی ایک کے سر پر چوٹ لگنے سے ہمارے سر کا درد نہیں جا سکتا اور کسی کے بھوکے رہنے سے ہم سیر نہیں ہو سکتے۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ جس طرح ڈاکٹر مرض کی تشخیص کرتا ہے یا جس طرح اہل مساحت زمین کو ناپتا ہے اسی طرح ہمارا دل نہایت محکم یقین کے ساتھ معلوم کر چکا ہے کہ کسی انسان کے نفسانی جذبات کا سیلاب بجز اس امر کے تھم ہی نہیں سکتا کہ ایک چمکتا ہوا **یقین** اس کو حاصل ہو کہ **خدا ہے** اور اس کی تلوار ہر ایک نافرمان پر بجلی کی طرح گرتی ہے اور اس کی رحمت ان لوگوں کو ہر ایک بلا سے بچاتی ہے جو اس کی طرف جھکتے ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ انجیل یا وید اس خدا کا ہمیں کیا پتہ بتلاتی ہیں اور اس کا چہرہ دکھانے کے لئے کونسا آئینہ ان کے ہاتھ میں ہے جو ہمارے آگے رکھتے ہیں۔ اگر وہ ہمیں صرف قصے اور کہانیاں سناتے ہیں تو صرف قصوں سے وہ کونسی تسلی ہمیں دے سکتے ہیں۔ اور اگر وہ ہمیں صرف یہ صلاح دیتے ہیں کہ ہم زمین اور آسمان کے اجرام میں غور کریں اور نظام شمسی کو تدبّر سے سوچیں تو ہمیں ان سے اس مشورہ

کے لینے کی کیا حاجت ہے؟ کیا ہمیں پہلے سے معلوم نہیں کہ یہ نظام جو اَبلغ اور مُحکم ہے اور یہ ترتیب جو اَنسب اور اَنفع ہے ضرور ایک مدبّر صانع حکیم علیم کی ضرورت ثابت کر رہی ہے۔ مگر یہ بات کہ ایسے صانع کی ضرورت ہے اور یہ دوسری بات کہ ہم علم الیقین کی آنکھ سے دیکھ لیں کہ وہ صانع درحقیقت موجود بھی ہے۔ ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ اس لئے ایک حکیم کو جو صرف قیاسی طور پر خدا کے وجود کا قائل ہے۔ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی کا کمال حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ صرف ضرورت کا علم الٰہی رُعب اپنے اندر نہیں رکھتا اور تاریکی کو اٹھا نہیں سکتا۔ مگر جس پر براہِ راست آسمان سے خدا کا جلال کھلتا ہے وہ نیک کاموں اور ثابت قدمی اور وفاداری کے لئے بڑی قوت پاتا ہے اور درحقیقت اس کا شیطان مرجاتا ہے اور جلال الٰہی کی شعاعیں جو زندہ الہامات کے رنگ میں اور ہیبت ناک مکاشفات کی صورت میں اس کے دل پر پڑتی رہتی ہیں وہ اس کو ہر ایک تاریکی سے دور کھینچ کر لے جاتی ہیں۔ کیا تم ایسی بجلی کے نیچے جو جلانے والی اور مہلک پروں کو پھیلا رہی ہے کوئی بدکاری کا کام کر سکتے ہو؟ پس اسی طرح جو شخص خدا کی جلالی تجلّیات کے نیچے زندگی بسر کرتا ہے اس کی شیطنت مرجاتی ہے اور اس کے سانپ کا سر کچلا جاتا ہے۔ یہی ایک حقیقی طریق ہے جس کی برکت سے انسان فی الواقع پاک زندگی حاصل کرسکتا ہے۔ افسوس کہ عیسائیوں کو یہ دکھانا چاہیے تھا کہ یہ یقین ہستیٔ باری جو انسان کو خدا ترسی کی آنکھ بخشتا ہے اور گناہ کے خس وخاشاک کو جلاتا ہے۔ اس کا سامان انجیل نے ان کو کیا بخشا ہے؟ بیہودہ طریقوں سے گناہ کیونکر دور ہوسکتا ہے؟ افسوس کہ یہ لوگ نہیں سمجھے کہ یہ کیسا ایک بے حقیقت امر اور ایک فرضی نقشہ کھینچنا ہے کہ تمام دنیا کے گناہ ایک شخص پر ڈالے گئے اور گنہگاروں کی لعنت ان سے لی گئی اور یسوع کے دل پر رکھی گئی۔ اس سے تو لازم آتا ہے کہ اس کارروائی کے بعد بجز یسوع کے ہر ایک کو پاک زندگی اور خدا کی معرفت حاصل ہوگئی ہے مگر نعوذ باللہ یسوع ایک ایسی لعنت کے نیچے دبایا گیا جو کروڑہا

﴿۴۱﴾

لعنتوں کا مجموعہ تھی۔ لیکن جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک انسان کے گناہ اس کے ساتھ ہیں اور فطرت نے جس قدر کسی کو کسی جذبہ نفسانی یا افراط اور تفریط کا حصہ دیا ہے وہ اس کے وجود میں محسوس ہو رہا ہے گو وہ یسوع کو مانتا ہے یا نہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ لعنتی زندگی والوں کی لعنتی زندگی ان سے علیحدہ نہیں ہوسکی ایسا ہی وہ یسوع پر بھی پڑ نہیں سکی کیونکہ جب کہ لعنت اپنے محل پر خوب چسپاں ہے تو وہ یسوع کی طرف کیونکر منتقل ہو سکے گی۔ اور یہ عجیب ظلم ہے کہ ہر ایک خبیث اور ملعون جو یسوع پر ایمان لاوے تو اس کی لعنت یسوع پر پڑے اور اس شخص کو بَری اور پاکدامن سمجھا جائے۔ پس ایسا غیر منقطع سلسلہ لعنتوں کا جو **قیامت** تک ممتد رہے گا اگر وہ ہمیشہ تازہ طور پر غریب یسوع پر ڈالا جائے تو کس زمانے میں اس کو لعنتوں سے سُبکدوشی ہوگی کیونکہ جب وہ ایک گروہ کی لعنتوں سے اپنے تئیں سبکدوش کرلے گا تو پھر نیا آنے والا گروہ جو اپنے خبیث وجود کے ساتھ نئی لعنتیں رکھتا ہے وہ اپنی تمام لعنتیں اس پر ڈال دے گا۔ **علٰی ھذا القیاس** ﴿۴۲﴾ اس کے بعد دوسرا گروہ دوسری لعنتوں کے ساتھ آئے گا تو پھر ان مسلسل لعنتوں سے فرصت کیونکر ہوگی؟ اس سے تو ماننا پڑتا ہے کہ یسوع کے لئے وہ دن پھر کبھی نہیں آئیں گے جو اس کو خدا کی محبت اور معرفت کے نور کے سایہ میں رکھنے والے ہوں۔ پس ایسے عقیدہ سے اگر کچھ حاصل ہوا تو وہ یہی ہے کہ ان لوگوں نے ایک خدا کے مقدس کو ایک غیر منقطع ناپاکی میں ڈالنے کا ارادہ کیا ہے اور بدقسمتی سے اس اصل بات کو چھوڑ دیا ہے جس سے گناہ دور ہوتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ آنکھ پیدا کرنا جو خدا کی عظمت کو دیکھے اور وہ یقین حاصل کرنا جو گناہ کی تاریکی سے چھوڑا وے۔ زمین تاریکی پیدا کرتی ہے اور آسمان تاریکی کو اٹھاتا ہے پس جب تک آسمانی نور جو نشانوں کے رنگ میں حاصل ہوتا ہے کسی دل کو نہ چھوڑاوے حقیقی پاکیزگی حاصل ہوجانا بالکل جھوٹ ہے اور سراسر باطل اور خیال محال ہے۔ پس گناہوں سے بچنے کیلئے اس نور کی تلاش میں لگنا چاہیے جو یقین کی کرّار فوجوں کے ساتھ آسمان سے نازل ہوتا اور ہمت بخشتا اور قوت بخشتا اور تمام شبہات کی غلاظتوں کو دھو دیتا اور دل کو صاف کرتا اور خدا کی ہمسائیگی میں انسان کا گھر بنا دیتا ہے۔ پس افسوس ان لوگوں پر

کہ بچوں کی طرح گرد وغبار میں کھیلتے اور کوئلوں پر لیٹتے ہیں اور پھر آرزو کرتے ہیں کہ ہمارے کپڑے سفید رہیں۔ اور حقیقی نور کو تلاش نہیں کرتے اور پھر چاہتے ہیں کہ ظلمت سے نجات پاویں۔

حقیقی نور کیا ہے؟ وہ جو تسلی بخش نشانوں کے رنگ میں آسمان سے اترتا اور دلوں کو سکینت اور اطمینان بخشتا ہے۔ اس نور کی ہر ایک نجات کے خواہشمند کو ضرورت ہے۔ کیونکہ جس کو شبہات سے نجات نہیں اس کو عذاب سے بھی نجات نہیں۔ جو شخص اس دنیا میں خدا کے دیکھنے سے بے نصیب ہے وہ قیامت میں بھی تاریکی میں گرے گا۔ خدا کا قول ہے کہ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى [1] اور خدا نے اپنی کتاب میں بہت جگہ اشارہ فرمایا ہے کہ میں اپنے ڈھونڈنے والوں کے دل نشانوں سے منور کروں گا۔ یہاں تک کہ وہ خدا کو دیکھیں گے اور میں اپنی عظمت انہیں دکھلا دوں گا یہاں تک کہ سب عظمتیں ان کی نگاہ میں ہیچ ہو جائیں گی۔ یہی باتیں ہیں جو میں نے براہ راست خدا کے مکالمات سے بھی سنیں پس میری روح بول اٹھی کہ خدا تک پہنچنے کی یہی راہ ہے اور گناہ پر غالب آنے کا یہی طریق ہے۔ حقیقت تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم حقیقت پر قدم ماریں۔ فرضی تجویزیں اور خیالی منصوبے ہمیں کام نہیں دے سکتے۔ ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے **قرآن** سے پایا ہم نے اس خدا کی آواز سنی اور اس کے پُرزور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دل اس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اس دین اور اس روشنی کی طرف ہر ایک کو بلاتے ہیں ہم نے اس **نور حقیقی** کو پایا جس کے ساتھ سب ظلمانی پردے اٹھ جاتے ہیں اور غیر اللہ سے درحقیقت دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آجاتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے۔ ﴿۴۳﴾

عیسائی مذہب ان نشانوں سے بکلّی محروم ہے۔ دعویٰ اتنا بڑا کہ ایک انسان کو خدا بنانا چاہتے ہیں اور ثبوت میں صرف قصے کہانیاں پیش کرتے ہیں ہاں بعض کہتے ہیں کہ ’’انجیل کی تعلیم

[1] بنی اسرآئیل:۷۳

ہی ایسی عمدہ ہے کہ جو بطور نشان کے ہے‘‘۔ لیکن درحقیقت یہ ان کی بڑی غلطی ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ انجیل کی تعلیم نہایت ہی ناقص ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح کو بھی عذر کرنا پڑا کہ ’’آنے والا **فارقلیط** اس نقصان کا تدارک کرے گا‘‘۔ ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں کہ انجیل کے ثناخوان دکھلاتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور۔ لیکن اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ انجیل انسانیت کے درخت کی پورے طور پر آب پاشی نہیں کر سکتی۔ ہم اس مسافر خانہ میں بہت سے قویٰ کے ساتھ بھیجے گئے ہیں اور ہر ایک قوت چاہتی ہے کہ اپنے موقعہ پر اس کو استعمال کیا جائے۔ اور انجیل صرف ایک ہی قوت حلم اور نرمی پر زور مار رہی ہے۔ حلم اور عفو درحقیقت بعض مواضع میں اچھی ہے لیکن بعض دوسرے مواضع میں سمّ قاتل کی تاثیر رکھتی ہے۔ ہماری یہ تمدنی زندگی کہ مختلف طبائع کے اختلاط پر موقوف ہے بلاشبہ تقاضا کرتی ہے کہ ہم اپنے تمام قویٰ کو محل بینی اور موقعہ شناسی سے استعمال کیا کریں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اگرچہ بعض جگہ ہم عفو اور درگذر کر کے اس شخص کو فائدہ جسمانی اور روحانی پہنچاتے ہیں جس نے ہمیں کوئی آزار پہنچایا ہے لیکن بعض دوسری جگہ ایسی بھی ہیں جو اس جگہ ہم اس خصلت کو استعمال کرنے سے شخص مجرم کو اور بھی مفسدانہ حرکات پر دلیر کرتے ہیں۔

ہماری روحانی زندگی کی طرز ہماری جسمانی زندگی کی طرز سے نہایت مشابہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر جگہ ایک ہی مزاج اور طبیعت کی اغذیہ اور ادویہ پر زور مارنے سے ہماری صحت بحال نہیں رہ سکتی۔ اگر ہم دس یا بیس روز متواتر ٹھنڈی چیزوں کے کھانے پر ہی زور دیں اور گرم غذاؤں کا کھانا حرام کی طرح اپنے نفس پر کر دیں تو ہم جلد تر کسی سرد بیماری میں جیسے فالج اور لقوہ اور رعشہ اور صرع وغیرہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور ایسا ہی اگر ہم متواتر گرم غذاؤں پر زور دیں یہاں تک کہ پانی بھی گرم کر کے ہی پیا کریں تو بلاشبہ کسی مرض حار میں گرفتار ہو جائیں گے سوچ کر دیکھ لو کہ ہم اپنے جسمانی تمدن میں کیسے گرم اور سرد اور نرم اور سخت اور حرکت اور سکون کی رعایت رکھتے ہیں اور کیسی یہ رعایت ہماری صحت بدنی کے لئے ضروری پڑی ہوئی ہے۔

﴿۴۴﴾

پس یہی قاعدہ صحت روحانی کے لئے برتنا چاہیے۔ خدا نے کسی بُری قوت کو ہمیں نہیں دیا۔ اور درحقیقت کوئی بھی قوت بری نہیں صرف اس کی بداستعمالی بُری ہے۔ مثلاً تم دیکھتے ہو کہ حسد نہایت ہی بری چیز ہے۔ لیکن اگر ہم اس قوت کو بُرے طور پر استعمال نہ کریں تو یہ صرف اس رشک کے رنگ میں آجاتی ہے جس کو عربی میں غِبطہ کہتے ہیں یعنی کسی کی اچھی حالت دیکھ کر خواہش کرنا کہ میری بھی اچھی حالت ہو جائے۔ اور یہ خصلت اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔ اسی طرح تمام اخلاق ذمیمہ کا حال ہے کہ وہ ہماری ہی بداستعمالی یا افراط اور تفریط سے بدنما ہو جاتی ہیں اور موقعہ پر استعمال کرنے اور حدّ اعتدال پر لانے سے وہی اخلاق ذمیمہ اخلاق فاضلہ کہلاتے ہیں۔ پس یہ کس قدر غلطی ہے کہ انسانیت کے درخت کی تمام ضروری شاخیں کاٹ کر صرف ایک ہی شاخ صبر اور عفو پر زور دیا جائے۔ اسی وجہ سے یہ تعلیم چل نہیں سکی۔ اور آخر عیسائی سلاطین کو جرائم پیشہ کی سزا کے لئے قوانین اپنی طرف سے طیّار کرنے پڑے۔ غرض انجیل موجودہ ہرگز نفوس انسانیہ کی تکمیل نہیں کر سکتی اور جس طرح آفتاب کے نکلنے سے ستارے مضمحل ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ آنکھوں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ یہی حالت انجیل کی قرآن شریف کے مقابل پر ہے۔ پس یہ بات نہایت قابل شرم ہے کہ یہ دعویٰ کیا جائے کہ انجیل کی تعلیم بھی ایک آسمانی نشان ہے!!!

ہم نے یہ حصہ انجیلی تعلیم کا وہ لکھا ہے جو انسانی تہذیب کے متعلق ہے۔ مگر بقول عیسائیاں جو انجیل نے خدا تعالیٰ کی نسبت اعتقاد سکھایا ہے وہ اور بھی انسان کو اس سے متنفّر کرتا ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ جو انجیل پر تھا پا جاتا ہے یہ ہے کہ ’’اقنوم ثانی جو ابن اللہ کہلاتا ہے وہ قدیم سے اس بات کا خواہشمند تھا کہ کسی انسان کو بے گناہ پا کر اس سے ایسا تعلق پکڑے کہ وہی ہو جائے‘‘۔ سو ایسا انسان اس کو یسوع سے پہلے کوئی نہ ملا اور نوع انسان کا ایک لمبا سلسلہ جو یسوع سے پہلے چلا آتا تھا اس میں اس صفت کا آدمی کوئی نہ پایا گیا۔ آخر یسوع پیدا ہوا اور وہ اس صفت کا آدمی تھا۔ لہٰذا اقنوم ثانی نے اس سے تعلق عینیّت پیدا

﴿۴۵﴾

کیا اور یسوع اور اقنوم ثانی ایک ہو گئے اور جسم ان کے لئے ایک لازمی صفت ٹھہری جو ابدالاباد تک کبھی منفک نہیں ہوگی اور اس طرح پر ایک جسمانی خدا بن گیا۔ یعنی یسوع اور دوسری طرف روح القدس بھی جسمانی طور پر ظاہر ہوا اور وہ کبوتر بن گیا۔ اب عیسائیوں کے نزدیک خدا سے مراد یہ کبوتر اور یہ انسان ہے جو یسوع کہلاتا تھا۔ اور جو کچھ ہیں یہی دونوں ہیں۔ اور باپ کا وجود بجز ان کے کچھ بھی جسمانی طور پر نہیں۔

پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ''توحید نجات کے لئے کافی نہیں تھی جب تک اقنوم ثانی مجسم ہو کر تولّد کی معمولی راہ سے پیدا نہ ہوتا۔ اور اقنوم ثانی کا مجسم ہونا کافی نہیں تھا جب تک اس پر موت نہ آتی اور موت کافی نہیں تھی جب تک اس مجسم اقنوم ثانی پر جو یسوع کہلاتا تھا تمام دنیا کی لعنت نہ ڈالی جاتی''۔ پس تمام مدار عیسائیت کا ان کے خدا کی لعنتی موت پر ہے۔ غرض ان کے نزدیک خدا کا وجود ان کے لئے ہرگز مفید نہیں جب تک یہ تمام مصیبتیں اور ذلتیں اس پر نہ پڑیں۔ پس ایسا خدا نہایت ہی قابل رحم ہے جس کو عیسائیوں کے لئے اس قدر مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ''اقنوم ثانی کا تعلق جو حضرت یسوع سے اتحاد اور عینیّت کے طور سے تھا یہ پاک ہونے اور پاک رہنے کی شرط سے تھا اور اگر وہ گناہ سے پاک نہ ہوتا یا آئندہ پاک نہ رہ سکتا تو یہ تعلق بھی نہ رہتا''۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ تعلق کسبی ہے ذاتی نہیں ہے۔ اور اس قاعدہ کے رو سے فرض کر سکتے ہیں کہ ہر ایک شخص جو پاک رہے وہ بلا تامّل خدا بن سکتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ ''بجز یسوع کسی دوسرے شخص کا گناہ سے پاک رہنا ممتنع ہے''۔ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اس لئے قابل تسلیم نہیں۔ عیسائی خود قائل ہیں کہ ملک صدق سالم بھی جو مسیح سے بہت عرصہ پہلے گذر چکا ہے گناہ سے پاک تھا۔ پس پہلا حق خدا بننے کا اس کو حاصل تھا۔ ایسا ہی عیسائی لوگ فرشتوں کا بھی کوئی گناہ ثابت نہیں کر سکتے پس وہ بھی بوجہ اولیٰ خدا بننے کے لئے استحقاق رکھتے ہیں۔

﴿۴۶﴾

غرض جبکہ خدا بننے کا یہ قاعدہ ہے کہ کوئی بے گناہ ہو تو عقل تجویز کرتی ہے کہ جس طرح یسوع کے لئے یہ اتفاق پیش آ گیا کہ بقول عیسائیاں وہ ایک مدت تک گناہ نہ کر سکا یہ اتفاق دوسرے کے لئے بھی ممکن ہے اور اگر ممکن نہیں تو کوئی دلیل اس بات پر قائم نہیں ہو سکتی کہ یسوع کے لئے کیوں ممکن ہو گیا اور دوسروں کے لئے کیوں غیر ممکن ہے۔ یسوع کی انسانیت کو من حیث الانسانیت اقنوم ثانی سے کچھ تعلق نہ تھا صرف اس اتفاق کے پیش آنے سے کہ وہ بقول عیسائیان ایک مدت تک گناہ سے بچ سکا اقنوم ثانی نے اس سے اتحاد کیا۔ سو اس اتحاد کی بنا ایک کسبی امر ہے جس میں ہر ایک کسب کنندہ کا اشتراک ہے۔ اور ایک گروہ عیسائیوں کا جس میں عبداللہ آتھم بھی داخل تھا یہ بھی کہتا ہے کہ اقنوم ثانی کا تیس برس تک یسوع سے ہرگز تعلق نہ تھا صرف کبوتر کے نزول کے وقت سے وہ تعلق شروع ہوا۔ اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ یسوع تیس برس گنہگار اور مرتکب معاصی رہا کیونکہ اگر وہ اس عرصہ میں گناہ سے پاک ہوتا تو قاعدہ مذکورہ بالا کے رو سے لازم تھا کہ پہلے ہی اقنوم ثانی کا تعلق اتحادی اس سے ہو جاتا۔ اور اس جگہ ایک مخالف کہہ سکتا ہے کہ شاید یہی وجہ ہو کہ یسوع کی گذشتہ تیس سال کی زندگی کی نسبت کسی پادری صاحب نے تفصیل وار سوانح کے لکھنے کیلئے قلم نہیں اٹھائی کیونکہ ان حالات کو قابل ذکر نہیں سمجھا۔

بہرحال یہ تمام دعوے ہی دعوے ہیں۔ ان تمام امور میں سے کسی امر کا ثبوت نہیں دیا گیا نہ کسی نے ثابت کر کے دکھلایا کہ یسوع نے ابتدائی عمر سے آخر تک کوئی گناہ نہیں کیا اور نہ کسی نے یہ ثابت کیا کہ اس بے گناہی کی وجہ سے وہ خدا بن گیا۔ تعجب کہ اس خاص طرز کی خدائی کے لئے جو دنیا کی کثرت رائے کے مخالف اور مشرکانہ طریقوں سے مشابہ تھی کچھ بھی ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ اور ظاہر ہے کہ متفق علیہا عقیدہ دنیا میں یہی ہے کہ خدا موت اور تولّد اور بھوک اور پیاس اور نادانی اور عجز یعنی عدم قدرت اور تجسّم اور تحیّز سے پاک ہے مگر یسوع ان میں سے کسی بات سے بھی پاک نہ تھا۔ اگر یسوع میں خدا کی روح تھی تو وہ کیوں ﴿۴۷﴾

کہتا ہے کہ ’’مجھے قیامت کی خبر نہیں‘‘۔ اور اگر اس کی روح میں جو بقول عیسائیاں اقنوم ثانی سے **عینیّت** رکھتی تھی خدائی پاکیزگی تھی تو وہ کیوں کہتا ہے کہ ’’مجھے نیک نہ کہو‘‘۔ اور اگر اس میں قدرت تھی تو کیوں اس کی تمام رات کی دعا قبول نہ ہوئی اور کیوں اس کا اس نامرادی کے کلمہ پر خاتمہ ہوا کہ اس نے ’’ایلی ایلی لما سبقتنی‘‘ کہتے ہوئے جان دی۔

ایسا ہی ہم نے عیسائیوں کی یہ غلطی بھی ظاہر کر دی ہے کہ ان کا یہ خیال کہ بہشت صرف ایک امر روحانی ہوگا ٹھیک نہیں ہے☆۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ انسان کی ایک ایسی فطرت ہے کہ اس کے روحانی قویٰ میں بوجہ اکمل واتم صادر ہونے کے لئے ایک **جسم کے محتاج** ہیں۔ مثلاً ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ سر کے کسی حصہ پر چوٹ لگنے سے **قوت حافظہ** جاتی رہتی ہے اور کسی حصہ کے صدمہ سے **قوت متفکّرہ** رخصت ہوتی ہے۔ اور منبت اعصاب میں خلل پیدا ہونے سے بہت سے روحانی قویٰ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر جبکہ روح کی یہ حالت ہے کہ وہ جسم کے ادنیٰ خلل سے اپنے کمال سے فی الفور نقصان کی طرف عود کرتی ہے تو ہم کس طرح امید رکھیں کہ جسم کی پوری پوری جدائی سے وہ اپنی حالت پر قائم رہ سکے گی۔ اس لئے اسلام میں یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی فلاسفی ہے کہ ہر ایک کو قبر میں ہی ایسا جسم مل جاتا ہے کہ جو لذّات اور عذاب کے ادراک کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ ہم ٹھیک ٹھیک نہیں کہہ سکتے کہ وہ جسم کس مادہ سے طیّار ہوتا ہے کیونکہ یہ فانی جسم تو کالعدم ہو جاتا ہے اور نہ کوئی مشاہدہ کرتا ہے کہ درحقیقت یہی جسم قبر میں زندہ ہوتا ہے اس لئے کہ بسا اوقات یہ جسم جلایا بھی جاتا ہے اور عجائب گھروں میں لاشیں بھی رکھی جاتی ہیں اور مدتوں تک قبر سے باہر بھی رکھا جاتا ہے۔

☆ قرآن شریف کی تعلیم ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ جیسا کہ یہ بات ٹھیک نہیں کہ بہشت کی لذّات صرف روحانی ہیں اور دنیوی جسمانی لذّات سے بالکل مخالف ہیں ایسا ہی یہ بھی درست نہیں کہ وہ لذّات دنیوی جسمانی لذّات سے بالکل مطابق ہے بلکہ عالم رؤیا کی طرح صورت میں مشابہت ہے اور حقیقت میں مغایرت ہے۔ عالم رؤیا کے پھل اور عالم رؤیا کی خوبصورت عورتیں ظاہر صورت میں وہی لذّات بخشتی ہیں جو عالم جسمانی میں ہیں مگر عالم رؤیا کی حقیقت اور اس عالم جسمانی کی حقیقت اور ہے۔ منہ

اگر یہی جسم زندہ ہو جایا کرتا تو البتہ لوگ اس کو دیکھتے مگر بااینہمہ قرآن سے زندہ ہو جانا ثابت ہے لہٰذا یہ ماننا پڑتا ہے کہ کسی اور جسم کے ذریعہ سے جس کو ہم نہیں دیکھتے انسان کو زندہ کیا جاتا ہے اور غالباً وہ جسم اسی جسم کے لطائف جوہر سے بنتا ہے تب جسم ملنے کے بعد انسانی قویٰ بحال ہوتے ہیں اور یہ دوسرا جسم چونکہ پہلے جسم کی نسبت نہایت لطیف ہوتا ہے اس لئے اس پر مکاشفات کا دروازہ نہایت وسیع طور پر کھلتا ہے اور معاد کی تمام حقیقتیں جیسی کہ وہ ہیں کَمَا ھِیَ ہی نظر آ جاتی ہیں۔ تب خطا کرنے والوں کو علاوہ جسمانی عذاب کے ایک حسرت کا عذاب بھی ہوتا ہے۔ غرض یہ اصول متفق علیہ اسلام میں ہے کہ قبر کا عذاب یا آرام بھی جسم کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے اور اسی بات کو دلائل عقلیہ بھی چاہتے ہیں۔ کیونکہ متواتر تجربہ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ انسان کے روحانی قویٰ بغیر جسم کے جوڑ کے ہرگز ظہور پذیر نہیں ہوتے۔ ﴿۴۸﴾

عیسائی اس بات کے تو قائل ہیں کہ قبر کا عذاب جسم کے ذریعہ سے ہوتا ہے مگر بہشتی آرام کے لئے جسم کو شریک نہیں کرتے۔ سو یہ سراسر ان کی غلطی ہے اور وہ غلط اور ناقص تعلیم جو انجیل کی طرف منسوب کی جاتی ہے وہی ان فاسد خیالات کی موجب ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں انسان نیکی کرنے کے لئے دوہری مصیبت اٹھاتا ہے یعنی وہ اپنے روح اور جسم دونوں کو خداتعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے مشقت میں ڈالتا اور محنت سے ان دونوں سے کام لیتا ہے ایسا ہی وہ بدی کرنے کے وقت بھی دوہری نافرمانی کرتا ہے یعنی یہ کہ وہ اپنی روح اور جسم دونوں کو نافرمانی کی راہ میں لگاتا ہے اس لئے خداتعالیٰ کے عدل نے تقاضا کیا کہ اس عالم میں بھی دوہری راحت یا دوہرا رنج اس کو ملے اور روحانی جسمانی دونوں طور پر اپنے اعمال کا بدلہ پاوے۔ مگر افسوس کہ عیسائی دوزخ کے عذاب کے بارے میں تو اس عادلانہ اصول پر کاربند ہوئے لیکن بہشتی جزا کے بارے میں اس اصول کو بھلا دیا گویا ان کے نزدیک خداتعالیٰ کو عذاب دینا زیادہ پیارا ہے کہ عذاب تو روح اور جسم دونوں کو دیا

مگر جب آرام دینے کا وقت آیا تو صرف روح کو آرام دیا۔ میں سوچتا ہوں کہ کیونکر یہ لوگ ایسی ایسی فاش غلطیوں پر خوش ہو جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ قرآن میں صرف جسمانی بہشت کا ذکر ہے۔ ان لوگوں کو تعصب نے دیوانہ کر دیا۔ قرآن تو بہشتیوں کے لئے جابجا روحانی لذات کا ذکر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔[1] یعنی قیامت کو وہ منہ تروتازہ ہوں گے جو اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ کیا یہ جسمانی لذات کا ذکر ہے یا روحانی کا

﴿۴۹﴾

افسوس کہ ان لوگوں کے کیسے دل سخت ہو گئے اور کیونکر انہوں نے سچائی اور انصاف اور حق پسندی کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔ اے نادانو! اور شریعتِ حقّہ کے اسرار سے بے خبرو! کیا ضرور نہ تھا کہ خدا قیامت کے دن انسان کی دنیوی زندگی کے دونوں سلسلہ جسمانی اور روحانی کی رعایت کر کے اس کو جزا اور سزا دیتا؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ انسان اس مسافر خانہ میں آکر دونوں طور پر اعمال بجالاتا اور اپنے تئیں دونوں قسم کی مشقت میں ڈالتا ہے۔ ماسوا اس کے دنیا کی تمام الہامی کتابوں میں کم وبیش یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ بہشت اور دوزخ میں جسمانی طور پر بھی لذّات اور عقوبات ہوں گی۔ چنانچہ خود مسیح نے بھی کئی جگہ انجیل میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ حضرات پادری صاحبان کیوں بہشت کی جسمانی لذّات سے منکر ہیں جب کہ باقرار عیسائیاں بہشتیوں کو جسم ملے گا جو ادراک اور شعور رکھتا ہوگا تو پھر وہ جسم دو حال سے خالی نہیں ہوسکتا۔ یا راحت میں ہوگا یا عقوبت میں۔ پس بہر حال جسمانی راحت اور عذاب دونوں کو ماننا پڑا۔

ہم نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ خدا تعالیٰ کا عدل بغیر کفارہ کے کیونکر پورا ہو بالکل مہمل ہے۔ کیونکہ ان کا یہ اعتقاد ہے کہ یسوع باعتبار اپنی انسانیت کے بے گناہ تھا۔ مگر پھر بھی ان کے خدا نے یسوع پر ناحق تمام جہان کی لعنت ڈال کر اپنے عدل کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے خدا کو عدل کی کچھ بھی پرواہ نہیں۔ یہ خوب انتظام ہے کہ جس بات سے گریز تھا اسی کو بہ اقبح طریق اختیار کر لیا گیا۔ واویلا تو یہ تھا کہ کسی

[1] القیٰمۃ:۲۳،۲۴

طرح عدل میں فرق نہ آوے اور رحم بھی وقوع میں آ جائے۔ مگر ایک بے گناہ کے گلے پر ناحق چھری پھیر کر نہ عدل قائم رہ سکا اور نہ رحم۔

لیکن یہ وسوسہ کہ عدل اور رحم دونوں خدا تعالیٰ کی ذات میں جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ عدل کا تقاضا ہے کہ سزا دی جائے اور رحم کا تقاضا ہے کہ درگذر کی جائے۔ یہ ایک ایسا دھوکہ ہے کہ جس میں قلّتِ تدبّر سے کوتہ اندیش عیسائی گرفتار ہیں۔ وہ غور نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ کا **عدل بھی تو ایک رحم ہے**۔ وجہ یہ کہ وہ سراسر انسانوں کے فائدہ کے لئے ہے۔ مثلاً اگر خدا تعالیٰ ایک خونی کی نسبت باعتبار اپنے عدل کے حکم فرماتا ہے کہ وہ مارا جائے تو اس سے اس کی الوہیت کو کچھ فائدہ نہیں۔ بلکہ اس لئے چاہتا ہے کہ تا نوع انسان ایک دوسرے کو مار کر نابود نہ ہو جائیں۔ سو یہ نوع انسان کے حق میں رحم ہے اور یہ تمام حقوق عباد خدا تعالیٰ نے اسی لئے قائم کئے ہیں کہ تا امن قائم رہے اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر ظلم کر کے دنیا میں فساد نہ ڈالیں۔ سو وہ تمام حقوق اور سزائیں جو مال اور جان اور آبرو کے متعلق ہیں درحقیقت نوع انسان کے لئے ایک رحم ہے۔ انجیل میں کہیں نہیں لکھا کہ یسوع کے کفّارہ سے چوری کرنا۔ بیگانہ مال دبا لینا۔ ڈاکہ مارنا۔ خون کرنا۔ جھوٹی گواہی دینا سب جائز اور حلال ہو جاتے ہیں اور سزائیں معاف ہو جاتی ہیں بلکہ ہر ایک جرم کے لئے سزا ہے اسی لئے یسوع نے کہا کہ ”اگر تیری آنکھ گناہ کرے تو اسے نکال ڈال کیونکہ کانا ہو کر زندگی بسر کرنا جہنم میں پڑنے سے تیرے لئے بہتر ہے“۔ پس جبکہ حقوق کے تلف کرنے پر سزائیں مقرر ہیں جن کو مسیح کا کفّارہ دور نہیں کر سکا تو کفّارہ نے کن سزاؤں سے نجات بخشی۔ پس حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا عدل بجائے خود ہے اور رحم بجائے خود ہے۔ جو لوگ اچھے کام کر کے اپنے تئیں رحم کے لائق بناتے ہیں ان پر رحم ہو جاتا ہے۔ اور جو لوگ مار کھانے کے کام کرتے ہیں ان کو مار پڑتی ہے۔ پس عدل اور رحم میں کوئی جھگڑا نہیں گویا وہ دو۲ نہریں ہیں جو اپنی اپنی جگہ پر چل رہی ہیں۔ ایک نہر دوسرے کی ہرگز مزاحم نہیں ہے۔ دنیا

﴿۵۰﴾

کی سلطنتوں میں بھی یہی دیکھتے ہیں کہ جرائم پیشہ کو سزا ملتی ہے لیکن جو لوگ اچھے کاموں سے گورنمنٹ کو خوش کرتے ہیں وہ موردِ انعام واکرام ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی اصل صفت رحم ہے اور عدل عقل اور قانون عطا کرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے اور حقیقت میں وہ بھی ایک رحم ہے جو اور رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب کسی انسان کو عقل عطا ہوتی ہے اور بذریعہ عقل وہ خدا تعالیٰ کے حدود اور قوانین سے واقف ہوتا ہے تب اس حالت میں وہ عدل کے مواخذہ کے نیچے آتا ہے لیکن رحم کے لئے عقل اور قانون کی شرط نہیں۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ نے رحم کر کے انسانوں کو سب سے زیادہ فضیلت دینی چاہی اس لئے اس نے انسانوں کے لئے عدل کے قواعد اور حدود مرتّب کئے سو عدل اور رحم میں تناقض سمجھنا جہالت ہے۔

﴿۵۱﴾ ایک اعتراض جو میں نے پادریوں کے اصول پر کیا تھا یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ’’انسان اور تمام حیوانات کی موت آدم کے گناہ کا پھل ہے‘‘۔ حالانکہ یہ خیال دوطور سے صحیح نہیں ہے اول یہ کہ کوئی محقق اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ آدم کے وجود سے پہلے بھی ایک مخلوقات دنیا میں رہ چکی ہے اور وہ مرتے بھی تھے اور اُس وقت نہ آدم موجود تھا اور نہ آدم کا گناہ پس یہ موت کیونکر پیدا ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ اس میں شک نہیں کہ آدم بہشت میں بغیر ایک منع کئے ہوئے پھل کے اور سب چیزیں کھاتا تھا پس کچھ شک نہیں ہوسکتا کہ وہ گوشت بھی کھاتا ہوگا۔ اس صورت میں بھی آدم کے گناہ سے پہلے حیوانات کی موت ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر اس سے بھی درگذر کریں تو کیا ہم دوسرے امر سے بھی انکار کر سکتے ہیں کہ آدم بہشت میں ضرور پانی پیتا تھا کیونکہ کھانا اور پینا ہمیشہ سے ایک دوسرے سے لازم پڑے ہوئے ہیں۔ اور طبعی تحقیقات سے ثابت ہے کہ ہر ایک قطرہ میں کئی ہزار کیڑے ہوتے ہیں پس کچھ شک نہیں کہ آدم کے گناہ سے پہلے کروڑہا کیڑے مرتے تھے۔ پس اس سے بہرحال ماننا پڑتا ہے کہ موت گناہ کا پھل نہیں۔ اور یہ امر عیسائیوں کے اصول کو باطل کرتا ہے۔

ایک اور اعتراض میں نے اپنی کتابوں میں کیا تھا جو پادریوں کی انجیلوں متی وغیرہ پر وارد ہوتا ہے۔ جس کے جواب سے پادری صاحبان عاجز ہیں اور وہ یہ ہے کہ ان کی انجیلیں اس وجہ سے بھی قابل اعتبار نہیں کہ ان میں جھوٹ سے بہت کام لیا گیا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ یسوع نے اتنے کام کئے ہیں کہ اگر وہ لکھے جاتے تو وہ کتابیں دنیا میں سما نہ سکتیں۔ پس سوچو کہ یہ کس قدر جھوٹ ہے کہ جو کام تین برس کے زمانہ میں سما گئے اور مدت قلیلہ میں محدود ہو گئے کیا وجہ کہ وہ کتابوں میں سما نہ سکتے۔ پھر ان ہی انجیلوں میں یسوع کا قول لکھا ہے کہ ’’مجھے سر رکھنے کی جگہ نہیں‘‘۔ حالانکہ ان ہی کتابوں سے ثابت ہے کہ یسوع کی ماں کا ایک گھر تھا جس میں وہ رہتا تھا۔ اور سر رکھنے کے کیا معنے گذارہ کے موافق اس کے لئے مکان موجود تھا۔ اور پھر انجیلوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ یسوع ایک مالدار آدمی تھا ہر وقت روپیہ کی تھیلی ساتھ رہتی تھی جس میں قیاس کیا جاتا ہے کہ دو دو تین تین ہزار روپیہ تک یسوع کے پاس جمع رہتا تھا۔ اور یسوع کے اس خزانہ کا یہودا اسکریوطی خزانچی تھا وہ نالائق اس روپیہ میں سے کچھ چورا بھی لیا کرتا تھا۔ اور انجیلوں سے یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ یسوع نے اس روپیہ میں سے کبھی کچھ لِلّٰہ بھی دیا۔ پس کیا وجہ کہ باوجود اس قدر روپیہ کے جس سے ایک امیرانہ مکان بن سکتا تھا پھر یسوع کہتا تھا کہ ’’مجھے سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ پھر تیسرا[۳] جھوٹ انجیلوں میں یہ ہے کہ مثلاً متی اپنی کتاب کے تیسرے باب میں لکھتا ہے کہ گویا پہلی کتابوں میں یہ لکھا ہوا تھا کہ وہ یعنی یسوع ناصری کہلائے گا حالانکہ نبیوں کی کتابوں میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں۔ پھر چوتھا[۴] جھوٹ یہ ہے کہ وہ ایک پیشگوئی کو خواہ نخواہ یسوع پر جمانے کے لئے ناصرہ کے معنے شاخ کرتا ہے۔ حالانکہ عبرانی میں ناصرہ سرسبز اور خوش منظر مکان کو کہتے ہیں نہ کہ شاخ کو۔ اسی لفظ کو عربی میں ناضرہ کہتے ہیں۔ ایسے ہی اور بہت جھوٹ ہیں جو خدا کی کلام میں ہرگز نہیں ہو سکتے☆۔ یہ ایک ایسا امر تھا

﴿۵۲﴾

☆نوٹ:۔ متی نے اپنی انجیل کے باب پانچ میں ایک نہایت مکروہ جھوٹ بولا ہے یعنی یہ کہ گویا پہلی کتابوں میں یہ حکم لکھا ہوا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت کر اور اپنے دشمن سے نفرت۔ حالانکہ یہ حکم کسی پہلی کتاب میں موجود نہیں۔ اور پھر دوسرا جھوٹ یہ کہ اس قول کو یسوع کی طرف نسبت کیا ہے۔ منہ

جو عیسائیوں کیلئے غور کرنے کے لائق تھا۔ کیا ایسی کتابیں قابل اعتماد ہیں جن میں اس قدر جھوٹ ہیں؟!!

ایک اور اعتراض متی وغیرہ انجیلوں پر ہے جو ہم نے بار بار پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان تحریرات کا الہامی ہونا ہرگز ثابت نہیں۔ کیونکہ ان کے لکھنے والوں نے کسی جگہ یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ کتابیں الہام سے لکھی گئی ہیں۔ بلکہ بعض نے ان میں سے صاف اقرار بھی کر دیا ہے کہ یہ کتابیں محض انسانی تالیف ہیں۔ سچ ہے کہ قرآن شریف میں انجیل کے نام پر ایک کتاب حضرت عیسیٰ پر نازل ہونے کی تصدیق ہے مگر قرآن شریف میں ہرگز یہ نہیں ہے کہ کوئی الہام متی یا یوحنا وغیرہ کو بھی ہوا ہے۔ اور وہ الہام انجیل کہلاتا ہے۔ اس لئے مسلمان لوگ کسی طرح ان کتابوں کو خدا تعالیٰ کی کتابیں تسلیم نہیں کر سکتے۔ ان ہی انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح خدا تعالیٰ سے الہام پاتے تھے اور اپنے الہامات کا نام انجیل رکھتے تھے۔ پس عیسائیوں پر لازم ہے کہ وہ انجیل پیش کریں تعجب کہ یہ لوگ اس کا نام بھی نہیں لیتے۔ پس وجہ یہی ہے کہ اس کو یہ لوگ کھو بیٹھے ہیں۔

منجملہ ہمارے اعتراضات کے ایک یہ اعتراض بھی تھا کہ عیسائی اپنے اصول کے موافق اعمال صالحہ کو کچھ چیز نہیں سمجھتے اور ان کی نظر میں یسوع کا کفارہ نجات پانے کے لئے ایک کافی تدبیر ہے لیکن علاوہ اس بات کے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یسوع کا کفارہ نہ تو عیسائیوں کو بدی سے بچا سکا اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ کفارہ کی وجہ سے ہر ایک بدی ان کو حلال ہو گئی۔ ایک اور امر منصفوں کے لئے قابل غور ہے اور وہ یہ کہ عقلی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ نیک کام بلاشبہ اپنے اندر ایک ایسی تاثیر رکھتے ہیں جو نیکوکار کو وہ تاثیر نجات کا پھل بخشتی ہے کیونکہ عیسائیوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ بدی اپنے اندر ایک ایسی تاثیر رکھتی ہے کہ اس کا مرتکب ہمیشہ کے جہنم میں جاتا ہے۔ تو اس صورت میں قانون قدرت کے اس پہلو پر نظر ڈال کر یہ دوسرا پہلو بھی ماننا پڑتا ہے کہ علیٰ ھٰذا القیاس نیکی بھی اپنے اندر ایک تاثیر رکھتی ہے کہ اس کا بجالانے والا وارث نجات بن سکتا ہے۔

﴿۵۳﴾

اور منجملہ ہمارے اعتراضات کے ایک یہ اعتراض بھی تھا کہ جس فدیہ کو عیسائی پیش کرتے ہیں وہ خدا کے قدیم قانون قدرت کے بالکل مخالف ہے کیونکہ قانون قدرت میں کوئی اس بات کی نظیر نہیں کہ ادنیٰ کے بچانے کے لئے اعلیٰ کو مارا جائے۔ ہمارے سامنے خدا کا قانون قدرت ہے اس پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمیشہ ادنیٰ اعلیٰ کی حفاظت کے لئے مارے جاتے ہیں۔ چنانچہ جس قدر دنیا میں جانور ہیں یہاں تک کہ پانی کے کیڑے وہ سب انسان کے بچانے کے لئے جو اشرف المخلوقات ہے کام میں آ رہے ہیں۔ پھر یسوع کے خون کا فدیہ کس قدر اس قانون کے مخالف ہے جو صاف صاف نظر آ رہا ہے اور ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جو زیادہ قابل قدر اور پیارا ہے اسی کے بچانے کے لئے ادنیٰ کو اس اعلیٰ پر قربان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے انسان کی جان بچانے کے لئے کروڑہا حیوانوں کو بطور فدیہ کے دیا ہے۔ اور ہم تمام انسان بھی فطرتاً ایسا ہی کرنے کی طرف راغب ہیں تو پھر خود سوچ لو کہ عیسائیوں کا فدیہ خدا کے قانون قدرت سے کس قدر دور پڑا ہوا ہے۔

ایک اور اعتراض ہے جو ہم نے کیا تھا اور وہ یہ ہے کہ یسوع کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ موروثی اور کسبی گناہ سے پاک ہے۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ عیسائی خود مانتے ہیں کہ یسوع نے اپنا تمام گوشت و پوست اپنی والدہ سے پایا تھا اور وہ گناہ سے پاک نہ تھی۔ اور نیز عیسائیوں کا یہ بھی اقرار ہے کہ ہر ایک درد اور دکھ گناہ کا پھل ہے اور کچھ شک نہیں کہ یسوع بھوکا بھی ہوتا تھا اور پیاسا بھی اور بچپن میں قانون قدرت کے موافق خسرہ بھی اس کو نکلا ہوگا اور چیچک بھی اور دانتوں کے نکلنے کے دکھ بھی اٹھائے ہوں گے اور موسموں کے تپوں میں بھی گرفتار ہوتا ہوگا اور بموجب اصول عیسائیوں کے یہ سب گناہ کے پھل ہیں۔ پھر کیونکر اس کو پاک فدیہ سمجھا گیا۔ علاوہ اس کے جبکہ روح القدس کا تعلق صرف اسی حالت میں بموجب اصول عیسائیوں کے ہوسکتا تھا کہ جب کوئی شخص ہر ایک طرح سے گناہ سے پاک ہو تو پھر یسوع جو بقول ان کے موروثی گناہ سے پاک نہیں تھا اور نہ گناہوں کے پھل سے بچ سکا اس

﴿۵۴﴾

سے کیونکر روح القدس نے تعلق کر لیا۔ بظاہر اس سے زیادہ تر ملک صدق سالم کا حق تھا کیونکہ بقول عیسائیوں کے وہ ہر طرح کے گناہ سے پاک تھا۔

اور عیسائیوں کے اصول پر ایک ہمارا یہ اعتراض تھا کہ وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ نجات کا اصل ذریعہ گناہوں سے پاک ہونا ہے اور پھر باوجود تسلیم اس بات کے گناہوں سے پاک ہونے کا حقیقی طریقہ بیان نہیں کرتے بلکہ ایک قابل شرم بناوٹ کو پیش کرتے ہیں جس کو گناہوں سے پاک ہونے کے ساتھ کوئی حقیقی رشتہ نہیں۔ یہ بات نہایت صاف اور ظاہر ہے کہ چونکہ انسان خدا کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس لئے اس کا تمام آرام اور ساری خوشحالی صرف اسی میں ہے کہ وہ سارا خدا کا ہی ہو جائے۔ اور حقیقی راحت کبھی ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک انسان اس حقیقی رشتہ کو جو اس کو خدا سے ہے ممکن قوت سے حیّز فعل میں نہ لاوے۔ لیکن جب انسان خدا سے منہ پھیر لیوے تو اس کی مثال ایسی ہو جاتی ہے جیسا کہ کوئی شخص ان کھڑکیوں کو بند کر دیوے جو آفتاب کی طرف تھیں اور کچھ شک نہیں کہ ان کے بند کرنے کے ساتھ ہی ساری کوٹھڑی میں اندھیرا پھیل جائے گا۔ اور وہ روشنی جو محض آفتاب سے ملتی ہے یک لخت دور ہو کر ظلمت پیدا ہو جائے گی۔ اور وہی ظلمت ہے جو ضلالت اور جہنم سے تعبیر کی جاتی ہے۔ کیونکہ دکھوں کی وہی جڑ ہے اور اس ظلمت کا دور ہونا اور اس جہنم سے نجات پانا اگر قانون قدرت کے طریق پر تلاش کی جائے تو کسی کے مصلوب کرنے کی حاجت نہیں بلکہ وہی کھڑکیاں کھول دینی چاہئیں جو ظلمت کی باعث ہوئی تھیں۔ کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ ہم درحالیکہ نور پانے کی کھڑکیوں کے بند رکھنے پر اصرار کریں کسی روشنی کو پا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ سو گناہ کا معاف ہونا کوئی قصہ کہانی نہیں جس کا ظہور کسی آئندہ زندگی پر موقوف ہو۔ اور یہ بھی نہیں کہ یہ امور محض بے حقیقت اور مجازی گورنمنٹوں کی نافرمانیوں اور قصور بخشی کے رنگ میں ہیں بلکہ اس وقت انسان کو مجرم یا گنہگار کہا جاتا ہے کہ جب وہ خدا سے اعراض کر کے اس روشنی کے مقابلہ سے پرے ہٹ جاتا اور اس چمک سے اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے جو خدا سے اُترتی اور دلوں پر نازل

﴿۵۵﴾

ہوتی ہے۔اس حالت موجودہ کا نام خدا کی کلام میں جُنَاح ہے جس کو پارسیوں نے مبدّل کر کے گُناہ بنالیا ہے اور جنح جو اس کا مصدر ہے اس کے معنے ہیں مَیل کرنا اور اصل مرکز سے ہٹ جانا۔پس اس کا نام جُنَاح یعنی گناہ اس لئے ہوا کہ انسان اعراض کر کے اس مقام کو چھوڑ دیتا ہے جو الٰہی روشنی پڑنے کا مقام ہے اور اس خاص مقام سے دوسری طرف میل کر کے ان نوروں سے اپنے تئیں دور ڈالتا ہے جو اس سمت مقابل میں حاصل ہو سکتے ہیں۔ایسا ہی جُرم کا لفظ جس کے معنے بھی گناہ ہیں جَرم سے مشتق ہے اور جَرم عربی زبان میں کاٹنے کو کہتے ہیں پس جُرم کا نام اس لئے جَرم ہوا کہ جرم کا مرتکب اپنے تمام تعلقات خدا تعالیٰ سے کاٹتا ہے اور باعتبار مفہوم کے جُرم کا لفظ جُناح کے لفظ سے سخت تر ہے کیونکہ جناح صرف میل کا نام ہے جس میں کسی طرح کا ظلم ہو مگر جرم کا لفظ کسی گناہ پر اس وقت صادق آئے گا کہ جب ایک شخص عمداً خدا کے قانون کو توڑ کر اور اس کے تعلقات کی پرواہ نہ رکھ کر کسی ناکردنی امر کا دیدہ و دانستہ ارتکاب کرتا ہے۔

اب جبکہ حقیقی پاکیزگی کی حقیقت یہ ہوئی جو ہم نے بیان کی ہے تو اب اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ گم شدہ انوار جن کو انسان تاریکی سے محبت کر کے کھو بیٹھتا ہے کیا وہ صرف کسی شخص کو مصلوب ماننے سے مل سکتے ہیں؟ سو جواب یہ ہے کہ یہ خیال بالکل غلط اور فاسد ہے بلکہ اصل حقیقت یہی ہے کہ ان نوروں کے حاصل کرنے کے لئے قدیم سے قانون قدرت یہی ہے جو ہم ان کھڑکیوں کو کھول دیں جو اس آفتاب حقیقی کے سامنے ہیں تب وہ کرنیں اور شعاعیں جو بند کرنے سے گم ہوگئی تھیں یک دفعہ پھر پیدا ہو جائیں گی۔ دیکھو خدا کا جسمانی قانون قدرت بھی یہی گواہی دے رہا ہے۔اور کسی ظلمت کو ہم ﴿۵۶﴾ دور نہیں کر سکتے جب تک ایسی کھڑکیاں نہ کھول دیں جن سے سیدھی شعاعیں ہمارے گھر میں پڑ سکتی ہیں سو اس میں کچھ شک نہیں کہ عقل سلیم کے نزدیک یہی صحیح ہے جو ان کھڑکیوں کو کھولا جائے تب ہم نہ صرف نور کو پائیں گے بلکہ اس مبدء انوار کو بھی دیکھ لیں گے۔

غرض گناہ اور غفلت کی تاریکی دور کرنے کے لئے نور کا پانا ضروری ہے۔اسی کی طرف اللہ جلّ شانہٗ اشارہ فرماتا ہے مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا[1] یعنی جو شخص اس جہان میں اندھا ہو وہ اس دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا بلکہ اندھوں سے بدتر۔یعنی خدا کے دیکھنے کی آنکھیں اور اس کے دریافت کرنے کے حواس اسی جہان سے ملتے ہیں جس کو **اس جہان میں** نہیں ملے اس کو دوسرے جہاں میں بھی نہیں ملیں گے۔راستباز جو قیامت کے دن خدا کو دیکھیں گے وہ اسی جگہ سے دیکھنے والے حواس ساتھ لے جائیں گے۔اور جو شخص اس جگہ خدا کی آواز نہیں سنے گا وہ اس جگہ بھی نہیں سنے گا۔خدا کو جیسا کہ خدا ہے بغیر کسی غلطی کے پہچاننا اور اسی عالم میں سچے اور صحیح طور پر اس کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل کرنا یہی تمام روشنی کا مبدء ہے۔اسی مقام سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ خدا پر بھی موت اور دکھ اور مصیبت اور جہالت وارد ہو جاتی ہے اور وہ بھی ملعون ہو کر سچی پاکیزگی اور رحمت اور علوم حقّہ سے محروم ہو جاتا ہے ایسے لوگ گمراہی کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں اور سچے علوم اور حقیقی معارف جو درحقیقت مدار نجات ہیں ان سے وہ لوگ درحقیقت بے خبر ہیں۔نجات کا مفت ملنا اور اعمال کو غیر ضروری ٹھہرانا جو عیسائیوں کا خیال ہے یہ ان کی سراسر غلطی ہے۔ان کے فرضی خدا نے بھی چالیس روزے رکھے تھے اور موسیٰ نے کوہِ سینا پر روزے رکھے۔پس اگر اعمال کچھ چیز نہیں ہیں تو یہ دونوں بزرگ اس بے ہودہ کام میں کیوں پڑے۔جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بدی سے سخت بیزار ہے تو ہمیں اس سے سمجھ آتا ہے کہ وہ نیکی کرنے سے نہایت درجہ خوش ہوتا ہے پس اس صورت میں نیکی بدی کا کفارہ ٹھہرتی ہے۔اور جب ایک انسان بدی کرنے کے بعد ایسی نیکی بجالایا جس سے خدا تعالیٰ خوش ہوا تو ضرور ہے کہ پہلی بات موقوف ہو کر دوسری بات قائم ہو جائے ورنہ خلاف عدل ہوگا۔اسی کے مطابق اللہ جلّ شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے ﴿۵۷﴾

[1] بنی اسرائیل:۷۳

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ [1] یعنی نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بدی میں ایک زہریلی خاصیّت ہے کہ وہ ہلاکت تک پہنچاتی ہے۔ اسی طرح ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ نیکی میں ایک تریاقی خاصیّت ہے کہ وہ موت سے بچاتی ہے۔ مثلاً گھر کے تمام دروازوں کو بند کر دینا یہ ایک بدی ہے جس کی لازمی تاثیر یہ ہے کہ اندھیرا ہو جائے۔ پھر اس کے مقابل پر یہ ہے کہ گھر کا دروازہ جو آفتاب کی طرف ہے کھولا جائے اور یہ ایک نیکی ہے جس کی لازمی خاصیّت یہ ہے کہ گھر کے اندر گم شدہ روشنی واپس آ جائے۔ یا ہم بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ عذاب ایک سَلبی چیز ہے کیونکہ راحت کی نفی کا نام عذاب ہے اور نجات ایک ایجابی چیز ہے یعنی راحت اور خوشحالی کے دوبارہ حاصل ہو جانے کا نام نجات ہے۔ پس جیسا کہ ظلمت عدم وجود روشنی کا نام ہے ایسا ہی عذاب عدم وجود خوشحالی کا نام ہے۔ مثلاً بیماری اس حالت کا نام ہے کہ جب حالت بدن مجری طبیعت پر نہ رہے اور صحت اس حالت کا نام ہے کہ جب امور طبعیہ اپنی اصلی حالات کی طرف عود کریں۔ سو جب انسان کی روحانی حالت مجری طبیعی سے اِدھر اُدھر کھسک جائے اسی اختلال کا نام عذاب ہے۔ اور جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی عضو مثلاً ہاتھ یا پیر اپنے محل سے اتر جائے تو اسی وقت درد شروع ہو جاتا ہے اور وہ عضو اپنی خدمات مفوضہ کو بجا نہیں لا سکتا۔ اور اگر اسی حالت پر چھوڑا جائے تو رفتہ رفتہ بے کار یا متعفن ہو کر گر جاتا ہے اور بسا اوقات اس کی ہمسائیگی سے دوسرے اعضا کے بگڑنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ اور یہ درد جو اس عضو میں پیدا ہوتا ہے یہ باہر سے نہیں آتا بلکہ فطرتاً اس کی اس خراب حالت کو لازم پڑا ہوا ہے ایسا ہی عذاب کی حالت ہے کہ جب فطرتی دین سے انسان الگ ہو جائے اور حالت استقامت سے گر جائے تو عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ گو ایک جاہل جو غفلت کی بے ہوشی میں پڑا ہوا ہے اس عذاب کا احساس نہ کرے۔ اور ایسی حالت میں ایسا بگڑا ہوا نفس روحانی خدمات کے لائق نہیں رہتا اور اگر اسی حالت میں ایک مدت تک رہے تو بالکل بیکار ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ہمسائیگی

[1] ھود:۱۱۵

﴿۵۸﴾ دوسروں کو بھی معرض خطر میں ڈالتی ہے اور وہ عذاب جو اس پر وارد ہوتا ہے باہر سے نہیں آتا بلکہ وہی حالت اس کی اس عذاب کو پیدا کرتی ہے۔ بے شک عذاب خدا کا فعل ہے مگر اس طرح کا مثلاً جبکہ ایک انسان سَمّ الفار کو وزن کافی تک کھالے تو خدا تعالیٰ اس کو مار دیتا ہے یا مثلاً جب ایک انسان اپنی کوٹھڑی کے تمام دروازے بند کر دے تو خدا تعالیٰ اس گھر میں اندھیرا پیدا کر دیتا ہے۔ یا اگر مثلاً ایک انسان اپنی زبان کو کاٹ ڈالے تو خدا تعالیٰ قوت گویائی اس سے چھین لیتا ہے۔ یہ سب خدا تعالیٰ کے فعل ہیں جو انسان کے فعل کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ ایسا ہی عذاب دینا خدا تعالیٰ کا فعل ہے جو انسان کے اپنے ہی فعل سے پیدا ہوتا اور اُسی میں جوش مارتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ جلّ شانہٗ اشارہ فرماتا ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ[1] یعنی خدا کا عذاب ایک عذاب ہے جس کو خدا بھڑکاتا ہے اور پہلا شعلہ اس کا انسان کے اپنے دل پر سے ہی اٹھتا ہے۔ یعنی جڑ اس کی انسان کا اپنا ہی دل ہے اور دل کے ناپاک خیالات اس جہنم کے ہیزم ہیں۔ پس جبکہ عذاب کا اصل تخم اپنے وجود کی ہی ناپاکی ہے جو عذاب کی صورت پر متمثل ہوتی ہے تو اس سے ماننا پڑتا ہے کہ وہ چیز جو اس عذاب کو دور کرتی ہے وہ راستبازی اور پاکیزگی ہے۔ اور ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ عذاب ایک سلبی چیز ہے کیونکہ راحت اور آرام ایک طبعی امر ہے اور اس کے زوال کا نام عذاب ہے اور قانون قدرت گواہی دیتا ہے کہ ہمیشہ امر سلبی امر ایجابی کے پیدا ہونے سے دور ہو جاتا ہے۔ مثلاً کوٹھڑی کے دروازے بند کرنے سے جو ایک تاریکی پیدا ہوتی ہے یہ ایک امر سلبی ہے اور اس کا پہلا اور سیدھا علاج یہ ہے کہ آفتاب کی سمت کے دروازے کھول دیئے جائیں اور دروازہ کھولنا ایک ایجابی امر ہے۔

غرض اس جگہ حقیقی نجات کے حاصل کرنے کے لئے کسی تیسری شے کی حاجت نہیں پڑتی۔ مثلاً ایک بند کوٹھڑی کا اندھیرا دور کرنے کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ اس کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ اسی لئے قرآن شریف نے فرمایا ہے کہ خدا کی توحید پر علمی اور عملی طور پر قائم ہونے

[1] الھمزۃ: ۷، ۸

والے سب نجات پائیں گے۔ ہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ کامل توحید جو مدار نجات ہے جس میں کوئی شرک کی تاریکی نہیں اور جو ہر ایک نقصان سے خالی ہے وہ صرف قرآن میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے التزاماً یہ بھی لازم آیا کہ ہم اس توحید کو قرآن اور نبی آخر الزمان کے ذریعہ سے ڈھونڈیں۔ کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ وہ دوسری جگہ نہیں ملتی۔ اب اس جگہ ہر ایک دانشمند سمجھ جائے گا کہ گناہ اور معافی گناہ کی فلاسفی کیا ہے۔ مگر افسوس کہ عیسائیوں کے خیال میں جما ہوا ہے کہ عذابِ الٰہی اس انسان کے عذاب کی مانند ہے جو کسی اپنے خدمتگار کو اس کی نافرمانی کی حرکات سے چڑ کر اور نہایت تنگ آ کر مارتا ہے۔ پس گویا وہ اس تنگدل آقا کی مانند ہے جس نے اپنے نفس پر فرض کر رکھا ہے کہ کبھی قصور سے درگذر نہ کرے جب تک ایک قصوروار کے عوض میں دوسرے کو ذبح نہ کر لیوے۔ «۵۹»

منجملہ میرے اعتراضات کے ایک یہ بھی تھا کہ یہ دعویٰ پادریوں کا سراسر غلط ہے کہ ’’قرآن توحید اور احکام میں نئی چیز کونسی لایا جو توریت میں نہ تھی‘‘۔ بظاہر ایک نادان توریت کو دیکھ کر دھوکہ میں پڑے گا کہ توریت میں توحید بھی موجود ہے اور احکام عبادت اور حقوق عباد کا بھی ذکر ہے۔ پھر کونسی نئی چیز ہے جو قرآن کے ذریعہ سے بیان کی گئی۔ مگر یہ دھوکہ اسی کو لگے گا جس نے کلام الٰہی میں کبھی تدبر نہیں کیا۔ واضح ہو کہ الٰہیات کا بہت سا حصہ ایسا ہے کہ توریت میں اس کا نام ونشان نہیں۔ چنانچہ توریت میں توحید کے باریک مراتب کا کہیں ذکر نہیں۔ قرآن ہم پر ظاہر فرماتا ہے کہ توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ ہم بتوں اور انسانوں اور حیوانوں اور عناصر اور اجرام فلکی اور شیاطین کی پرستش سے باز رہیں بلکہ توحید تین۳ درجہ پر منقسم ہے **درجہ اوّل** عوام کے لئے یعنی ان کے لئے جو خدا تعالیٰ کے غضب سے نجات پانا چاہتے ہیں۔ **دوسرا درجہ** خواص کے لئے یعنی ان کے لئے جو عوام کی نسبت زیادہ تر قرب الٰہی کے ساتھ خصوصیت پیدا کرنی چاہتے ہیں۔ اور **تیسرا درجہ** خواص الخواص کیلئے جو قرب کے کمال تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ اوّل مرتبہ توحید کا تو یہی ہے کہ غیر اللہ کی پرستش نہ کی جائے

اور ہر ایک چیز جو محدود اور مخلوق معلوم ہوتی ہے خواہ زمین پر ہے خواہ آسمان پر اس کی پرستش سے کنارہ کیا جائے۔ دوسرا مرتبہ توحید کا یہ ہے کہ اپنے اور دوسروں کے تمام کاروبار میں مؤثرِ حقیقی خداتعالیٰ کو سمجھا جائے اور اسباب پر اتنا زور نہ دیا جائے جس سے وہ خداتعالیٰ کے شریک ٹھہر جائیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ زید نہ ہوتا تو میرا یہ نقصان ہوتا اور بکر نہ ہوتا تو میں تباہ ہو جاتا۔ اگر یہ کلمات اس نیت سے کہے جائیں کہ جس سے حقیقی طور پر زید و بکر کو کچھ چیز سمجھا جائے تو یہ بھی شرک ہے۔ تیسری قسم توحید کی یہ ہے کہ خداتعالیٰ کی محبت میں اپنے نفس کے اغراض کو بھی درمیان سے اٹھانا اور اپنے وجود کو اس کی عظمت میں محو کرنا۔ یہ توحید توریت میں کہاں ہے۔ ایسا ہی توریت میں بہشت اور دوزخ کا کچھ ذکر نہیں پایا جاتا۔ اور شاید کہیں کہیں اشارات ہوں۔ ایسا ہی توریت میں خداتعالیٰ کی صفات کاملہ کا کہیں پورے طور پر ذکر نہیں۔ اگر توریت میں کوئی ایسی سورۃ ہوتی جیسا کہ قرآن شریف میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ [1] ہے تو شاید عیسائی اس مخلوق پرستی کی بلا سے رک جاتے۔ ایسا ہی توریت نے حقوق کے مدارج کو پورے طور پر بیان نہیں کیا۔ لیکن قرآن نے اس تعلیم کو بھی کمال تک پہنچایا ہے۔ مثلاً وہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى [2] یعنی خدا حکم کرتا ہے کہ تم عدل کرو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تم احسان کرو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تم لوگوں کی ایسے طور سے خدمت کرو کہ جیسے کوئی قرابت کے جوش سے خدمت کرتا ہے۔ یعنی بنی نوع سے تمہاری ہمدردی جوش طبعی سے ہو کوئی ارادہ احسان رکھنے کا نہ ہو جیسا کہ ماں اپنے بچہ سے ہمدردی رکھتی ہے۔ ایسا ہی توریت میں خدا کی ہستی اور اس کی واحدانیّت اور اس کی صفات کاملہ کو دلائل عقلیہ سے ثابت کر کے نہیں دکھلایا۔ لیکن قرآن شریف نے ان تمام عقائد اور نیز ضرورت الہام اور نبوت کو دلائل عقلیہ سے ثابت کیا ہے اور ہر ایک بحث کو فلسفہ کے رنگ میں بیان کر کے حق کے طالبوں پر اس کا سمجھنا آسان کر دیا ہے۔ اور یہ تمام دلائل ایسے کمال سے قرآن شریف

﴿۶۰﴾

[1] الاخلاص:۲تا۵ [2] النحل:۹۱

میں پائے جاتے ہیں کہ کسی کی مقدور میں نہیں کہ مثلاً ہستی باری پر کوئی ایسی دلیل پیدا کر سکے کہ جو قرآن شریف میں موجود نہ ہو۔

ماسوا اس کے قرآن شریف کے وجود کی ضرورت پر ایک اور بڑی دلیل یہ ہے کہ پہلی تمام کتابیں موسیٰ کی کتاب توریت سے انجیل تک ایک خاص قوم یعنی بنی اسرائیل کو اپنا مخاطب ٹھہراتی ہیں۔ اور صاف اور صریح لفظوں میں کہتی ہیں کہ ان کی ہدایتیں عام فائدہ کے لئے نہیں بلکہ صرف بنی اسرائیل کے وجود تک محدود ہیں۔ مگر قرآن شریف کا مدنظر تمام دنیا کی اصلاح ہے اور اس کی مخاطب کوئی خاص قوم نہیں بلکہ کھلے کھلے طور پر بیان فرماتا ہے کہ وہ تمام انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے اور ہر ایک کی اصلاح اس کا مقصود ہے سو بلحاظ مخاطبین کے توریت کی تعلیم اور قرآن کی تعلیم میں بڑا فرق ہے۔ مثلاً توریت کہتی ہے کہ خون مت کر اور قرآن بھی کہتا ہے کہ خون مت کر اور بظاہر قرآن میں اسی حکم کا اعادہ معلوم ہوتا ہے جو توریت میں آچکا ہے۔ مگر دراصل اعادہ نہیں بلکہ توریت کا یہ حکم صرف بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا ہے اور صرف بنی اسرائیل کو خون سے منع فرماتا ہے دوسرے سے توریت کو کچھ غرض نہیں۔ لیکن قرآن شریف کا یہ حکم تمام دنیا سے تعلق رکھتا ہے اور تمام نوع انسان کو ناحق کی خون ریزی سے منع فرماتا ہے۔ اسی طرح تمام احکام میں قرآن شریف کی اصل غرض عامہ خلائق کی اصلاح ہے اور توریت کی غرض صرف بنی اسرائیل تک محدود ہے۔

﴿۶۱﴾

میں نے انجیلوں پر ایک یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ ان میں جس قدر معجزات لکھے گئے ہیں جن سے خواہ نخواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی ثابت کی جاتی ہے وہ معجزات ہرگز ثابت نہیں ہیں۔ کیونکہ انجیل نویسوں کی نبوت جو مدار ثبوت تھی ثابت نہیں ہو سکی اور نہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ کوئی معجزہ دکھلایا۔ باقی رہا یہ کہ انہوں نے بحیثیت ایک وقائع نویس کے معجزات کو لکھا ہو۔ سو وقائع نویسی کے شرائط بھی ان میں متحقق نہیں کیونکہ وقائع نویس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دروغ گو نہ ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے حافظہ میں خلل نہ ہو اور تیسرے یہ کہ

وہ عمیق الفکر ہو اور سطحی خیال کا آدمی نہ ہو اور چوتھے یہ کہ وہ محقق ہو اور سطحی باتوں پر کفایت کرنے والا نہ ہو اور پانچویں یہ کہ جو کچھ لکھے چشم دید لکھے محض رطب یابس کو پیش کرنے والا نہ ہو۔ مگر انجیل نویسوں میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہ تھی۔ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ انہوں نے اپنی انجیلوں میں عمداً جھوٹ بولا ہے۔ چنانچہ ناصرہ کے معنے اُلٹے کئے اور عمانوایل کی پیشگوئی کو خواہ نخواہ مسیح پر جمایا اور انجیل میں لکھا کہ اگر یسوع کے تمام کام لکھے جاتے تو وہ کتابیں دنیا میں سما نہ سکتیں‘‘۔ اور حافظہ کا یہ حال ہے کہ پہلی کتابوں کے بعض حوالوں میں غلطی کھائی اور بہت سی بے اصل باتوں کو لکھ کر ثابت کیا کہ ان کو عقل اور فکر اور تحقیق سے کام لینے کی عادت نہ تھی بلکہ بعض جگہ ان انجیلوں میں نہایت قابل شرم جھوٹ ہے۔ جیسا کہ متی باب ۵ میں یسوع کا یہ قول ہے کہ ’’تم سن چکے ہو کہ اپنے پڑوسی سے محبت کر اور اپنے دشمن سے نفرت کر‘‘ حالانکہ پہلی کتابوں میں یہ عبارت موجود نہیں۔ ایسا ہی ان کا یہ لکھنا کہ تمام مُردے بیت المقدس کی قبروں سے نکل کر شہر میں آ گئے تھے۔ یہ کس قدر بے ہودہ بات ہے اور کسی معجزہ کے لکھنے کے وقت کسی انجیل نویس نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ اس کا چشم دید ماجرا ہے۔ پس ثابت ہوتا ہے کہ وقائع نویسی کے شرائط ان میں موجود نہ تھے اور ان کا بیان ہرگز اس لائق نہیں کہ کچھ بھی اس کا اعتبار کیا جائے۔ اور باوجود اس بے اعتباری کے جس بات کی طرف وہ بلاتے ہیں وہ نہایت ذلیل خیال اور قابل شرم عقیدہ ہے۔ کیا یہ بات عند العقل قبول کرنے کے لائق ہے کہ ایک عاجز مخلوق جو تمام لوازم انسانیت کے اپنے اندر رکھتا ہے خدا کہلاوے؟ کیا عقل اس بات کو مان سکتی ہے کہ مخلوق اپنے خالق کو کوڑے مارے اور خدا کے بندے اپنے قادر خدا کے مُنہ پر تھوکیں اور اس کو پکڑیں اور اس کو سولی دیں اور وہ خدا ہو کر ان کے مقابلہ سے عاجز ہو؟ کیا یہ بات کسی کو سمجھ آ سکتی ہے کہ ایک شخص خدا کہلا کر تمام رات دعا کرے اور پھر اس کی دعا قبول نہ ہو؟ کیا کوئی دل اس بات پر اطمینان پکڑ سکتا ہے کہ خدا بھی عاجز بچوں کی طرح نو مہینے تک پیٹ میں رہے اور

﴿۶۲﴾

خون حیض کھاوے اور آخر چیختا ہوا عورتوں کی شرم گاہ سے پیدا ہو؟ کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ خدا بے شمار اور بے ابتدا زمانہ کے بعد مجسّم ہو جائے اور ایک ٹکڑہ اس کا انسان کی صورت بنے اور دوسرا کبوتر کی اور یہ جسم ہمیشہ کے لئے ان کے گلے کا ہار ہو جائے۔

ایک اور اعتراض تھا جو ہم نے عیسائیوں کی موجودہ انجیلوں پر کیا تھا۔ جس کی وجہ سے پادری صاحبوں کو بہت شرمندگی اٹھانی پڑی اور وہ یہ ہے کہ انجیل انسان کی تمام قوتوں کی مربّی نہیں ہو سکتی اور جو کچھ اس میں کسی قدر اخلاقی حصہ موجود ہے وہ بھی دراصل توریت کا انتخاب ہے۔ اس پر بعض عیسائیوں نے یہ اعتراض اٹھایا تھا کہ ’’خدا کی کتاب کے مناسب حال صرف اخلاقی حصہ ہوتا ہے اور سزا جزا کے قوانین خدا کی کتاب کے مناسب حال نہیں کیونکہ جرائم کی سزائیں حالات متبدّلہ کی مصلحت کے رو سے ہونی چاہئیں اور وہ حالات غیر محدود ہیں اس لئے ان کے لئے صرف ایک☆ ہی قانون سزا ہونا ٹھیک نہیں ہے ہر ایک سزا جیسا کہ وقت تقاضا کرے اور مجرموں کی تنبیہ اور سرزنش کے لئے مفید پڑ سکے دینی چاہیے۔ لہٰذا ہمیشہ ایک ہی رنگ میں ان کا ہونا اصلاح خلائق کے لئے مفید نہیں ہوگا اور اس طرح پر قوانین دیوانی اور فوجداری اور مال گذاری کو محدود کر دینا اُس بدنتیجہ کا موجب ہوگا کہ جو ایسی نئی صورتوں کے وقت میں پیدا ہو سکتا ہے جو ان قوانین محدودہ سے باہر ہوں۔ مثلاً ایک ایسی جدید طرز کے امور تجارت پر مخالفانہ اثر کرے جو ایسے عام رواج پر مبنی ہوں جن سے اس گورنمنٹ میں کسی طرح گریز نہ ہو سکے۔ اور یا کسی اور طرز کے جدید معاملات پر مؤثر ہو اور یا کسی اور تمدّنی حالت پر اثر رکھتا ہو۔ اور یا بدمعاشوں کے ایسے حالات راسخہ پر غیر مفید ثابت ہو جو ایک قسم کی سزا کی عادت پکڑ گئے ہوں یا اس سزا کے لائق نہ رہے ہوں‘‘۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ خیالات ان لوگوں کے ہیں جنہوں نے کبھی تدبّر سے خدا کی کلام قرآن شریف کو نہیں پڑھا۔ اب میں حق کے طالبوں کو سمجھاتا ہوں کہ قرآن شریف میں ایسے احکام جو دیوانی اور فوجداری اور مال کے متعلق ہیں دو قسم

﴿۶۳﴾

نوٹ ☆ اس قسم کا اعتراض مارک بے اور دوسرے انگریزی مقنّنوں نے قرآن کریم پر کیا ہے۔

کے ہیں۔ایک وہ جن میں سزا یا طریق انصاف کی تفصیل ہے۔ دوسرے وہ جن میں ان امور کو صرف قواعد کلیہ کے طور پر لکھا ہے اور کسی خاص طریق کی تعیین نہیں کی۔اور وہ احکام اس غرض سے ہیں کہ تا اگر کوئی نئی صورت پیدا ہو تو مجتہد کو کام آویں۔مثلاً قرآن شریف میں ایک جگہ تو یہ ہے کہ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔ یہ تو تفصیل ہے۔اور دوسری جگہ یہ اجمالی عبارت ہے کہ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا[1] پس جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجمالی عبارت توسیع قانون کے لئے بیان فرمائی گئی ہے۔ کیونکہ بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں یہ قانون جاری نہیں ہوسکتا۔ مثلاً ایک ایسا شخص کسی کا دانت توڑے کہ اس کے منہ میں دانت نہیں اور بباعث کبرسنی یا کسی اور سبب سے اس کے دانت نکل گئے ہیں تو دندان شکنی کی سزا میں ہم اس کا دانت توڑ نہیں سکتے۔ کیونکہ اس کے تو مُنہ میں دانت ہی نہیں۔ایسا ہی اگر ایک اندھا کسی کی آنکھ پھوڑ دے تو ہم اس کی آنکھ نہیں پھوڑ سکتے کیونکہ اس کی تو آنکھیں ہی نہیں۔ خلاصہ مطلب یہ کہ قرآن شریف نے ایسی صورتوں کو احکام میں داخل کرنے کے لئے اس قسم کے قواعد کلیہ بیان فرمائے ہیں پس اس کے احکام اور قوانین پر کیونکر اعتراض ہوسکے۔اور اس نے صرف یہی نہیں کہا بلکہ ایسے قواعد کلیہ بیان فرما کر ہر ایک کو اجتہاد اور استخراج اور استنباط کی ترغیب دی ہے۔ مگر افسوس کہ یہ ترغیب اور طرز تعلیم توریت میں نہیں پائی جاتی اور انجیل تو اس کامل تعلیم سے بالکل محروم ہے اور انجیل میں صرف چند اخلاق بیان کئے ہیں اور وہ بھی کسی ضابطہ اور قانون کے سلسلہ میں منسلک نہیں ہیں۔

﴿۶۴﴾

اور یاد رہے کہ عیسائیوں کا یہ بیان کہ انجیل نے قوانین کی باتوں کو انسانوں کی سمجھ پر چھوڑ دیا ہے جائے فخر نہیں بلکہ جائے انفعال اور ندامت ہے۔ کیونکہ ہر ایک امر جو قانون کلی اور قواعد مرتبہ منتظمہ کے رنگ میں بیان نہ کیا جائے وہ امر گو کیسا ہی اپنے مفہوم کے رو سے نیک ہو بد استعمالی کے رو سے نہایت بد اور مکروہ ہو جاتا ہے۔اور ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں کہ

[1] الشوریٰ:۴۱

انجیل میں کسی قدر اخلاقی تعلیم ہے تو سہی جو توریت اور طالمود سے لی گئی ہے مگر بہت بے ٹھکانہ اور بے سروپا ہے۔ اور کاش اگر وہ کسی قانون کے نیچے منتظم ہوتی تو کیسی کارآمد ہوسکتی مگر اب تو حکیمانہ نظر میں نہایت مکروہ چیز ہے۔ اور یہ سارا نقصان قانون کے چھوڑنے سے ہے جو انتظام اور ترتیب قواعد کے استعمال سے مراد ہے۔ یہ خیال ایک سخت نادانی ہے کہ دین صرف چند بے سروپا باتوں کا نام ہے جو انجیل میں درج ہیں۔ بلکہ وہ تمام امور جو تکمیل انسانیت کے لئے ضروری ہیں دین میں داخل ہیں۔ جو باتیں انسان کو وحشیانہ حالت سے پھیر کر حقیقی انسانیت سکھلاتی یا عام انسانیت سے ترقی دے کر حکیمانہ زندگی کی طرف منتقل کرتی ہیں اور یا حکیمانہ زندگی سے ترقی دے کر فنا فی اللہ کی حالت تک پہنچاتی ہیں انہیں باتوں کا نام دوسرے لفظوں میں دین ہے۔

ایک اعتراض میں نے انجیلوں پر یہ کیا تھا کہ انجیلوں میں صرف اسی قسم کے جھوٹ جو یسوع کے اس حصہ عمر کے متعلق ہیں جن میں اس نے اپنے تئیں ظاہر کیا۔ بلکہ یسوع کی پہلی زندگی کی نسبت بھی انجیلوں کے لکھنے والوں نے عمداً جھوٹ بولا ہے اور اس کے ان واقعات کو ظاہر کرنا انہوں نے مصلحت نہیں سمجھا جو اس کی اس زندگی کے متعلق ہیں جو اس کے دعوے سے پہلے گذر چکی تھی۔ حالانکہ ایسا شخص جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اس کی اس عمر کا وہ پہلا اور بڑا حصہ بھی بیان کرنے کے لائق تھا جس میں قریباً کل عمر اس کی کھپ چکی تھی اور صرف بقول عیسائیان تین برس اس کی عمر سے باقی رہ گئے تھے تا دیکھا جاتا کہ اُس تیس برس کی عمر میں کس طرح کے چال چلن سے اس نے زندگی بسر کی اور کس طور سے خدا کا معاملہ اس سے رہا اور کس کس قسم کے عجائبات اس سے ظہور میں آئے۔ مگر افسوس کہ انجیل نویسوں نے اس حصہ کا نام بھی نہ لیا۔ ہاں لوقا باب اول میں اس قدر لکھا ہے کہ ”فرشتہ نے مریم پر ظاہر ہو کر اس کو بیٹے کی خوشخبری دی اور کہا کہ اس کا نام عیسیٰ رکھنا“۔ لیکن یہ قصہ لوقا کی خود تراشیدہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ قصہ صحیح ہوتا تو پھر مریم اس کی ماں جس کو فرشتہ نظر آیا تھا اور اُس کے بھائی جو

﴿۶۵﴾

اُس فرشتہ سے خوب اطلاع رکھتے تھے کیوں اُس پر ایمان نہ لائے۔اور یہ انکار اس حد تک کیوں پہنچ گیا کہ یسوع نے خود اپنے بھائیوں کے بھائی ہونے سے انکار کیا۔اور ماں سے بھی انکار کیا۔

میں نے یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ یوحنا باب۲ آیت ۲۰ میں ہے کہ یہودیوں کو مسیح نے کہا تھا کہ ہیکل چھیالیس[۴۶] برس میں بنائی گئی ہے۔مگر یہودیوں کی کتابوں میں بتواتر یہ درج ہے کہ صرف آٹھ[۸] برس تک ہیکل طیّار ہوگئی تھی۔ چنانچہ اب تک وہ کتابیں موجود ہیں۔پس یہ بات بالکل جھوٹ ہے کہ یہودیوں نے مسیح کو ایسا کہا تھا۔اور خود یہ بات قرین قیاس بھی نہیں کہ ایسی مختصر عمارت جس کے بنانے کے لئے نہایت سے نہایت چند سال کافی تھے وہ چھیالیس برس تک بنتی رہی ہو۔سو ایسے ایسے جھوٹ انجیلوں میں ہیں جن کی وجہ سے ان کے مضامین قابل تمسک نہیں۔مثلاً دیکھو کہ انجیل یوحنا باب ۱۴، آیت ۳۴ میں لکھا ہے کہ میں تمہیں ایک نیا حکم دیتا ہوں کہ تم ایک دوسرے سے محبت رکھو۔ حالانکہ یہ نیا حکم نہیں۔ کیونکہ احبار کی کتاب باب ۱۹ آیت ۱۸ میں یہی حکم لکھا ہے پھر وہ نیا کیونکر ہوگیا۔تعجب کہ یہی انجیلیں ہیں جن کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ پایۂ اعتبار کے رُو سے احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہیں۔اور ظاہر ہے کہ جن کتابوں میں ایسے قابل شرم جھوٹ ہیں ان کو اسلام کی کتب احادیث سے کیا نسبت ہے۔ ریلینڈ صاحب اپنی کتاب اکاؤنٹ آف محمد نزم میں لکھتے ہیں کہ ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معجزات نہایت مشہور عالم پرہیزگار اور دانا محمدی فاضلوں نے اپنی بیشمار کتابوں میں درج کئے ہیں اور یہ فاضل ایسے تھے کہ کسی بات کو بغیر سخت امتحان اور بے انتہا جانچ پڑتال کے نہیں لیتے تھے اسی لئے ان کی روایات اس قابل نہیں کہ ان میں شک کیا جائے۔تمام ملک عرب میں وہ مشہور ہیں۔اور وہ واقعات عام طور پر باپ سے بیٹے کو اور ایک پُشت سے دوسری پُشت کو پہنچے ہیں۔اسلام کی ہر ایک قسم کی کتابیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معجزات پر گواہی دیتی ہیں۔پھر اگر اتنے بڑے اور دانا فاضلوں کی سند کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر معجزات کے واسطے اور

﴿۶۶﴾

کیا ثبوت ہوسکتا ہے کیونکہ ایسی باتوں کے ثبوت کے لئے جو کہ ہمارے زمانہ سے پہلے یا ہماری نظروں سے دور واقع ہوئی ہیں صرف سندیں ذریعہ ہیں۔ اور اگر ان سندوں کا انکار کیا جائے تو تمام تاریخی حالات قابل شک ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ایک اور دلیل اس بات پر کہ یہ معجزات واقعی طور پر سچے تھے یہ ہے کہ ایسے لوگوں پر نبیٔ اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہایت سخت لعنت کی ہے کہ جو جھوٹے طور پر آپ کی طرف معجزات منسوب کریں بلکہ صاف طور پر کہا ہے کہ جو میرے پر جھوٹ بولے اس کی سزا جہنم ہے۔ پس یہ کیونکر ہوسکتا تھا کہ ایسی سخت ممانعت کے بعد اس قدر جھوٹے معجزات بنائے جاتے"۔ پھر وہی مؤلّف لکھتا ہے کہ "سچ تو یہ ہے کہ جس قدر معزز گواہیاں اور سندیں نبیٔ اسلام کے لئے پیش کی جاسکتی ہیں ایک عیسائی کی قدرت نہیں کہ ایسی گواہیاں یسوع کے معجزات کے ثبوت میں عہد جدید سے پیش کر سکے۔ اور اس سے زیادہ یا اس سے بہتر سندیں لا سکے"۔ غرض فاضل عیسائی نے کسی قدر انصاف سے کام لے کر یہ تحریر کیا ہے مگر پھر بھی اسلام کے فضائل اور اُس کی سچائی کے ثبوت بیان کرنے کے لئے اسی قدر نہیں ہے جو بیان کیا گیا کیونکہ قرآن شریف نے باوجود اس کے کہ اس کے عقائد کو دل مانتے ہیں اور ہر ایک پاک کانشنس قبول کرتا ہے پھر بھی ایسے معجزات پیش نہیں کئے کہ کسی آئندہ صدی کے لئے قصوں اور کہانیوں کے رنگ میں ہو جائیں بلکہ ان عقائد پر بہت سے عقلی دلائل بھی قائم کئے اور قرآن میں وہ انواع واقسام کی خوبیاں جمع کیں کہ وہ انسانی طاقتوں سے بڑھ کر معجزہ کی حد تک پہنچ گیا۔ اور ہمیشہ کے لئے بشارت دی کہ اس دین کی کامل طور پر پیروی کرنے والے ہمیشہ آسمانی نشان پاتے رہیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ہم یقینی اور قطعی طور پر ہر ایک طالب حق کو ثبوت دے سکتے ہیں کہ ہمارے سیّد ومولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک ہر ایک صدی میں ایسے باخدا لوگ ہوتے رہے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ غیر قوموں کو آسمانی نشان دکھلا کر ان کو ہدایت دیتا رہا ہے۔ جیسا کہ سیّد عبد القادر جیلانی

﴿۶۷﴾

اور ابوالحسن خرقانی۔ اور ابو یزید بسطامی اور جنید بغدادی اور محی الدین ابن العربی۔ اور ذوالنون مصری اور معین الدین چشتی اجمیری اور قطب الدین بختیار کاکی۔ اور فرید الدین پاک پٹنی۔ اور نظام الدین دہلوی۔ اور شاہ ولی اللہ دہلوی۔ اور شیخ احمد سرہندی رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنہ اسلام میں گذرے ہیں۔ اور ان لوگوں کا ہزار ہا تک عدد پہنچا ہے۔ اور اس قدر ان لوگوں کے خوارق علماء وفضلاء کی کتابوں میں منقول ہیں کہ ایک متعصب کو باوجود سخت تعصب کے آخر ماننا پڑتا ہے کہ یہ لوگ صاحب خوارق وکرامات تھے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے نہایت صحیح تحقیقات سے دریافت کیا ہے کہ جہاں تک بنی آدم کے سلسلہ کا پتہ لگتا ہے سب پر غور کرنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر اسلام میں اسلام کی تائید میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی گواہی میں آسمانی نشان بذریعہ اس امت کے اولیاء کے ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں ان کی نظیر دوسرے مذاہب میں ہرگز نہیں۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی ترقی آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ہمیشہ ہوتی رہی ہے اور اس کے بے شمار انوار اور برکات نے خداتعالیٰ کو قریب کر کے دکھلا دیا ہے۔ یقیناً سمجھو کہ اسلام اپنے آسمانی نشانوں کی وجہ سے کسی زمانہ کے آگے شرمندہ نہیں۔ اسی اپنے زمانہ کو دیکھو جس میں اگر تم چاہو تو اسلام کیلئے رؤیت کی گواہی دے سکتے ہو۔ تم سچ سچ کہو کہ کیا اس زمانہ میں تم نے اسلام کے نشان نہیں دیکھے؟ پھر بتلاؤ کہ دنیا میں اور کونسا مذہب ہے کہ یہ گواہیاں نقد موجود رکھتا ہے؟ یہی باتیں تو ہیں جن سے پادری صاحبوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ جس شخص کو وہ خدا بناتے ہیں اس کی تائید میں بجز چند بے سروپا قصوں اور جھوٹی روایتوں کے ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ اور جس پاک نبی کی وہ تکذیب کرتے ہیں اس کی سچائی کے نشان اس زمانہ میں بھی بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ ڈھونڈنے والوں کے لئے اب بھی نشانوں کے دروازے کھلے ہیں جیسا کہ پہلے کھلے تھے۔ اور سچائی کے بھوکوں کے لئے اب بھی خوان نعمت موجود ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ زندہ مذہب وہی ہوتا ہے جس پر ہمیشہ کے لئے زندہ خدا کا ہاتھ ہو سو وہ اسلام ہے۔ قرآن

﴿۶۸﴾

میں دو نہریں اب تک موجود ہیں ایک دلائل عقلیہ کی نہر دوسری آسمانی نشانوں کی نہر۔ لیکن عیسائیوں کی انجیل دونوں سے بے نصیب اور خشک رہی ہے۔

کے پرستد بندہ راجز آنکہ نادانے بود پس بگرید بر رہ شاں ہر کہ گریانے بود

آں خداوندے کہ نامش ہست بر ہر برگ ثبت ہر کہ جوید آں خدا را او مسلمانے بود

میں نے یہ اعتراض بھی کیا تھا کہ پادری صاحبان کا ایک بڑا محقق شملر نام کہتا ہے کہ یوحنا کی انجیل کے سوا باقی تینوں انجیلیں جعلی ہیں۔ اور مشہور فاضل ڈاڈویل اپنی تحقیقات کے بعد لکھتا ہے کہ دوسری صدی کے وسط تک ان موجودہ چار انجیلوں کا کوئی نشان دنیا میں نہ تھا۔ سیمرل کہتا ہے کہ موجودہ عہد نامہ یعنی انجیلیں نیک نیتی کے بہانہ سے مکّاری کے ساتھ دوسری صدی کے آخر میں لکھی گئیں۔ اور ایک پادری ایوِسن نام انگلستان کا رہنے والا کہتا ہے کہ متی کی یونانی انجیل دوسری صدی مسیحی میں ایک ایسے آدمی نے لکھی تھی جو یہودی نہ تھا۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس میں بہت سی غلطیاں اس ملک کے جغرافیہ کی بابت اور یہودیوں کی رسومات کی بابت ہیں۔ عیسائیوں کے محقق اس بات کے بھی مقرّ ہیں کہ ایک عیسائی اپنے مذہب کے رو سے انسانی سوسائٹی میں نہیں رہ سکتا اور نہ تجارت کر سکتا ہے کیونکہ انجیل میں امیر بننے اور **کل کی فکر کرنے** سے منع کیا گیا ہے ایسا ہی کوئی سچا عیسائی فوج میں بھی داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ دشمن کے ساتھ محبت کرنے کا حکم ہے۔ ایسا ہی اگر کامل عیسائی ہے تو اس کو شادی کرنا بھی منع ہے۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انجیل ایک مختص الزمان اور مختص القوم قانون کی طرح تھی جس کو حضرات عیسائیوں نے عام ٹھہرا کر صدہا اعتراض اس پر وارد کرالئے۔ بہتر ہوتا کہ وہ کبھی اس بات کا نام نہ لیتے کہ انجیل کی تعلیم میں کسی قسم کا کمال ہے۔ ان کے اس بے جا دعوے سے بہت سی خفت اور سُبکی ان کو اٹھانی پڑی ہے۔ ﴿۶۹﴾

ایک اور بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ عیسائی لوگ لفظ الوہیم سے جو اِلٰہ کی جمع ہے اور کتاب پیدائش تورات میں موجود ہے یہ نکالنا چاہتے ہیں کہ گویا یہ تثلیث کی طرف

اشارہ ہے۔ مگر اس سے اور بھی ان کی نادانی ثابت ہوتی ہے کیونکہ عبرانی لغت سے ثابت ہے کہ گو الوہیم کا لفظ بظاہر جمع ہے مگر ہر ایک جگہ واحد کے معنے دیتا ہے۔ بات یہ ہے کہ زبان عربی اور عبرانی میں یہ محاورہ شائع ہے کہ بعض وقت لفظ واحد ہوتا ہے اور معنے جمع کے دیتا ہے جیسا کہ سامر اور دجّال کا لفظ اور بعض وقت ایک لفظ جمع کے صیغہ پر ہوتا ہے اور معنے واحد کے دیتا ہے اور عبرانی جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ یہ لفظ الوہیم بھی ان ہی الفاظ میں سے ہے جو جمع کی صورت میں ہیں اور دراصل واحد کے معنے رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ لفظ توریت میں جس جگہ آیا ہے ان ہی معنوں کے لحاظ سے آیا ہے۔ اور یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ وہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ بلکہ بعض جگہ یہی لفظ فرشتہ کے لئے اور بعض جگہ قاضی کے لئے اور بعض جگہ حضرت موسیٰ کے لئے آیا ہے۔ جیسا کہ قاضیوں کی کتاب باب ۱۳/۲۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مَنُوحا سُمُون کے باپ نے خداوند کا ایک فرشتہ دیکھا تو اس نے کہا کہ ہم یقیناً مر جائیں گے کیونکہ ہم نے الوہیم کو دیکھا۔ اس جگہ عبرانی میں لفظ الوہیم ہے اور معنے اس کے فرشتہ کئے جاتے ہیں اور خروج باب ۱۲/۹ میں الوہیم کے معنے قاضی کئے گئے ہیں۔ اور خروج باب ۷/۱ میں موسیٰ کو الوہیم قرار دے کر کہا ہے کہ ”دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لئے ایک الوہیم بنایا ہے“۔ اور استثنا باب ۳۲/۱۵ میں یہ عبارت ہے۔ ”اور اس نے الوہا کو چھوڑ دیا جس نے اسے پیدا کیا تھا“۔ دیکھو اس جگہ لفظ الوہا ہے الوہیم نہیں ہے۔ اور ایسا ہی زبور ۵۰/۲۲ میں لفظ الوہا آیا ہے۔ اور اسی طرح ان کتابوں میں لفظ الوہا اور الوہیم ایک دوسرے کی جگہ آ گیا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ دونوں جگہ میں واحد مراد ہے نہ جمع۔ ایسا ہی یسعیا باب ۴۴/۶ میں الوہیم آیا ہے۔ اور پھر آیت آٹھ میں الوہا ہے۔ پسؔ واضح ہو کہ اصل مدعا جمع کا صیغہ لانے سے خدا کی طاقت اور قدرت کو ظاہر کرنا ہے اور یہ زبانوں کے محاورات ہیں جیسا کہ انگریزی میں ایک انسان کو یُو یعنی تم کے ساتھ مخاطب کرتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے لئے باوجود تثلیث کے عقیدہ کے ہمیشہ داؤ یعنی تُو کا لفظ لاتے ہیں۔ ﴿۷۰﴾

ایسا ہی عبرانی میں بجائے ادون کے جو خداوند کے معنے رکھتا ہے ادونیم آجاتا ہے۔ سو دراصل یہ بحثیں محاورات لغت کے متعلق ہیں۔ قرآن شریف میں اکثر جگہ خدا تعالیٰ کے کلام میں ہم آجاتا ہے کہ ہم نے یہ کیا اور ہم یہ کریں گے۔ اور کوئی عقلمند نہیں سمجھتا کہ اس جگہ ہم سے مراد کثرت خداؤں کی ہے۔ مگر پادری صاحبوں کے حالات پر بہت افسوس ہے کہ وہ قابل شرم طریقوں پر تاویلیں کر کے ایک انسان کو زبردستی خدا بنانا چاہتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ بت پرستی کے زمانہ کے خیالات انہیں مجبور کرتے ہیں کہ وہ مشرکانہ تعلیم کو بناویں۔ خیال کرنا چاہیئے کہ کیسے دور از عقل وفہم تکلّفات انہوں نے کئے ہیں۔ یہاں تک کہ توریت پیدائش کے باب ۲۶/۱ میں جو یہ عبارت ہے کہ خدا نے کہا کہ ’’ہم انسان کو اپنی شکل پر بنائیں گے‘‘۔ یہاں سے عیسائی لوگ یہ بات نکالتے ہیں کہ ہم کے لفظ سے تثلیث کی طرف اشارہ ہے مگر یاد رہے کہ عبرانی میں اس جگہ لفظ نعسه ہے جس کے معنے ہیں نَصْنَعُ ۔ یہ لفظ تھوڑے سے تغیر سے اسی عربی لفظ یعنی نَصْنَعُ سے ملتا ہے اور عربی اور عبرانی کا یہ محاورہ ہے کہ اپنے تئیں یا کسی دوسرے کو عظمت دینے کے لئے تم یا ہم کا لفظ بولا کرتے ہیں مگر ان لوگوں نے مخلوق پرستی کے جوش سے محاورہ کی طرف کچھ بھی خیال نہیں کیا اور صرف یہ لفظ پا کر کہ ہم بنائیں گے تثلیث کو سمجھ لیا۔ بہت ہی افسوس کی جگہ ہے کہ مخلوق پرستی سے پیار کر کے ان بے چاروں کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ لیکن صرف تین۳ کی حد بندی انہوں نے اپنی طرف سے کر لی ہے ورنہ جمع کے صیغے میں تو تین سے زیادہ صدہا پر اطلاق ہوسکتا ہے یہ ضرور نہیں کہ جمع کے صیغہ سے صرف تثلیث ہی نکلتی ہے۔

ہمارا عیسائیوں پر ایک یہ اعتراض تھا کہ جس فدیہ کو وہ پیش کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کے مخالف ہے۔ کیونکہ الٰہی قانون پر غور کر کے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان کیا گیا ہے۔ مثلاً انسان اشرف المخلوقات اور باتفاق تمام عقلمندوں کے تمام حیوانات سے اعلیٰ ہے۔ سو اس کی صحت اور بقا اور پائداری اور نیز اس کے

﴿۷۱﴾

نظام تمدّن کے لئے تمام حیوانات ایک قربانی کا حکم رکھتے ہیں۔ پانی کے کیڑوں سے لے کر شہد کی مکھیوں اور ریشم کے کیڑوں اور تمام حیوانات بکری گائے وغیرہ تک جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو یہ سب انسانی زندگی کے خادم اور نوع انسان کی راہ میں فدیہ معلوم ہوتے ہیں۔ ایک ہمارے بدن کی پُھنسی کے لئے بسا اوقات سو جوک جان دیتی ہے تا ہم اس پھنسی سے نجات پاویں۔ ہر روز کروڑ ہا بکری اور بیل اور مچھلیاں وغیرہ ہمارے لئے اپنی جان دیتی ہیں۔ تب ہماری بقاء صحت کے مناسب حال غذا میسر ہوتی ہے۔ پس اس تمام سلسلہ پر نظر ڈال کر معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اعلیٰ کے لئے ادنیٰ کو فدیہ مقرر کیا ہے۔ لیکن اعلیٰ کا ادنیٰ کے لئے قربان ہونا اس کی نظیر خدا کے قانون قدرت میں ہمیں نہیں ملتی۔

پادری لوگ اس اعتراض سے بڑے گھبراتے ہیں اور کوئی جواب بن نہیں پڑتا۔ آخر بعض بے ہودہ قصوں کہانیوں پر ہاتھ مار کر بعض ان میں سے یہ جواب دیتے ہیں کہ بعض وقت بڑے بڑے افسروں نے ادنیٰ ادنیٰ لوگوں کے لئے جو اُن کے ماتحت تھے جان دی ہے۔ چنانچہ سر فلپ سڈنی ملکہ الزبتھ کے زمانہ میں قلعہ ذٹفن ملک ہالینڈ کے محاصرہ میں جب زخمی ہوا تو اس وقت عین نزع کی تلخی اور شدّت پیاس کے وقت جب اس کے لئے ایک پیالہ پانی کا جو وہاں بہت کم یاب تھا مہیا کیا گیا تو اس کے پاس ایک اور زخمی سپاہی تھا جو پیاسا تھا جو نہایت حرص کے ساتھ سڈنی کی طرف دیکھنے لگا۔ سڈنی نے اس کی یہ خواہش دیکھ کر وہ پیالہ پانی کا خود نہ پیا بلکہ بطور ایثار اس سپاہی کو دے دیا یہ کہہ کر کہ ’’تیری ضرورت مجھ سے زیادہ ہے‘‘۔☆ یہ جوانمردی اور صفت ایثار کا ایک نمونہ ہے جو سڈنی سے ظہور میں آیا۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک بڑے انسان نے چھوٹے کے لئے جان دی۔ لیکن یاد رہے کہ اس قصہ میں ہمارے سوال کا جواب نہیں ہے۔ ہمارا تو یہ اعتراض تھا کہ خدا کا قانون قدرت جو نظام شمسی کی طرح خدا

☆**نوٹ**۔ صریح معلوم ہوتا ہے کہ سڈنی نے دو خیال کی وجہ سے سپاہی کو ہی اپنے سے بڑا سمجھا۔ ایک یہ کہ سڈنی مرنے پر تھا اور سپاہی زندہ رہ کر کام دے سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ سپاہی ایک لڑنے والا بہادر تھا۔ اس لئے سڈنی نے کہا کہ تیری ضرورت زیادہ ہے۔ منہ

کی خواہش اور ارادہ کے موافق چل رہا ہے۔ جس سے ہم اپنی قوت اور تصرف سے کسی طرح باہر نہیں ہو سکتے اور جو ہماری بناوٹ سے نہیں بلکہ قدرتی طور پر خدا کے ہاتھ سے ایسا ہی قائم ہو گیا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ اعلیٰ کی بقا اور عافیت کے لئے ادنیٰ کو قربان کیا گیا ہے۔ پس وہ خدا کا فعل جو اس وقت سے جاری ہے جب سے دنیا کی بنیاد پڑی ہے ہمیں سکھلاتا اور یاد دلاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ جو مخلوق اس کی نظر میں بہت پسند اور مقبول ہے دوسری مخلوق کو اس کی خدمت میں لگا دے اور ادنیٰ کو اعلیٰ کی نجات کے لئے تکلیف میں ڈالے یا ہلاک کرے۔ سو مطالبہ تو اس بات کا تھا کہ کیا خدا نے کبھی ایسا کیا کہ ادنیٰ کے بچانے کے لئے اعلیٰ کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈالا۔ لیکن ظاہر ہے کہ خدا کے قانون قدرت میں اس کی نظیر نہیں۔ دیکھو ہم پیالہ پانی کا پی کر کروڑ ہا کیڑوں کی ہلاکت کا موجب ہوتے ہیں۔ پس کیا کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایک کیڑے کے لئے خدا تعالیٰ نے کروڑ ہا انسانوں کو ہلاک کیا ہو۔ دیکھو ایک انسان اپنی زندگی میں جس قدر پانی پیتا اور اس ذریعہ سے بے شمار کیڑوں کو ہلاک کرتا اور یا جو دوسرے مختلف حیوانوں اور کیڑوں اور مکھیوں اور جوکوں اور خوردنی جانداروں کو ہلاک کرتا ہے کیا کوئی اس کا شمار کر سکتا ہے؟ پس کیا اب تک سمجھ نہیں آ سکتا کہ خدا کا قانون جس پر چلنے کے لئے انسانی زندگی مجبور ہے قدیم سے یہی ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان کیا جاتا ہے۔ ہاں جو مثال پیش کی گئی ہے گو اس کو خدا کے قانون قدرت سے تعلق نہیں مگر انسان کی صفت ایثار میں اس کو داخل کر سکتے ہیں۔ انسان چونکہ ناقص اور ثواب حاصل کرنے کے لئے اعمال صالحہ کا محتاج ہے اس لئے کبھی وہ تواضع اور تذلّل کے طور پر اپنے خدا کو خوش کرنے کے لئے اپنے آرام پر دوسرے کا آرام مقدم کر لیتا ہے اور آپ ایک حظ سے بے نصیب رہ کر دوسرے کو وہ حظ پہنچاتا ہے تا اس طرح پر اپنے خدا کو راضی کرے۔ اور اس کی اس صفت کا نام عربی میں ایثار ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صفت گو عاجز انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے لیکن خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی کیونکہ نہ تو وہ تواضع اور تذلّل کے راہ سے کسی ترقی کا محتاج

﴿۷۲﴾

ہے اور نہ اس کی جناب میں یہ تجویز کر سکتے ہیں کہ وہ دوسروں کو کسی قسم کا آرام پہنچانے کے لئے اس بات کا محتاج ہے کہ اپنے تئیں مصیبت میں ڈالے کیونکہ یہ بات قدرت تامہ اور نشان الوہیّت اور جلال ازلی ابدی کے منافی ہے۔ اور اگر وہ اس قسم کی ذلت اور مصیبت اور محرومی اپنے لئے روا رکھ سکتا ہے تو پھر یہ بھی ممکن ہوگا کہ وہ اپنی خدائی کسی دوسرے کو بطور ایثار دے کر آپ معطّل اور بے کار بیٹھ جائے یا اپنی صفات کاملہ دوسرے کو عطا کر کے آپ ان صفات سے ہمیشہ کے لئے محروم رہے۔ سو ایسا خیال خدا تعالیٰ کی جناب میں بڑی گستاخی ہے اور میں قبول نہیں کر سکتا کہ کوئی خدا ترس منصف مزاج یہ ناقص حالتیں خدائے ذوالجلال کے لئے پسند کرے گا۔ ہاں بلاشبہ یہ صفت ایثار☆ جس میں ناداری اور لاچاری اور ضعف اور محرومی شرط ہے ایک عاجز انسان کی نیک صفت ہے کہ باوجودیکہ دوسرے کو آرام پہنچا کر اپنے آرام کا سامان اس کے پاس باقی نہیں رہتا پھر بھی وہ اپنے پر سختی کر کے دوسرے کو آرام پہنچا دیتا ہے مگر ہم کیونکر تجویز کر سکتے ہیں کہ خدا پر بھی ایسی حالت رہ سکتی ہے کہ وہ ایک قسم کا کسی کو آرام پہنچا کر آپ اس آرام سے محروم رہ جائے۔ کیا اس کی شان کے یہ زیبا ہے کہ ایک شخص کو بطور ایثار کے قادر بناوے اور آپ ناتواں رہ جائے یا آپ نعوذ باللہ جاہل رہ جائے اور دوسرے کو بطور ایثار کے عالم الغیب بناوے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ایثار کی صفت میں یہ ضروری شرط ہے کہ ایثار کنندہ اپنے لئے ایک محرومی کی حالت پر راضی ہو کر دوسرے کو اپنے اس نصیب سے بہرہ یاب کرے اور اگر اپنے لئے محرومی کی حالت پیدا نہ ہو اور دوسرے کو ہم فائدہ پہنچاویں تو یہ ایثار نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ہمارے قبضہ میں بہت سی روٹیاں ہیں جن کے ہم مالک ہیں اور ہم نے ان ہزاروں روٹیوں میں سے ایک روٹی کسی فقیر کو دے دی تو اس کا نام ایثار نہیں ہوگا۔ فرض کرو کہ اگر سر فلپ سڈنی کے پاس بہت سا پانی ہوتا یا آسانی اس کو پیدا کر سکتا اور وہ اس میں سے ایک پیالہ اس سپاہی کو بھی دے دیتا جو اس کے پاس زخمی

﴿۷۳﴾

نوٹ ☆ اس کو انگریزی میں ’’سیلف سکری فائس‘‘ کہتے ہیں۔ منہ

اور پیا سا پڑا تھا تو اس فعل کا نام ایثار نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ اس حالت میں یقیناً جان سکتا تھا کہ میں بھی اس سے محروم نہیں رہ سکتا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ صفت ایثار کے ثابت ہونے کیلئے شخص ایثار کنندہ کا ضعف اور درماندگی اور عدم قدرت اور عدم استطاعت شرط ہے۔ لہٰذا یہ صفت خدائے قادر مطلق کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی۔ اور ایسا ہی سر فلپ سڈنی کی طرف بھی منسوب نہ ہوتی اگر وہ پانی پیدا کرنے پر قادر ہوتا۔ اور اگر خدا ایسا کرے کہ عمداً اس قدرت کے استعمال سے اپنے تئیں محروم رکھے یا عمداً دوسرے کو آرام دے کر ایک مصیبت کی حالت اپنے پر ڈال لے تو اس فعل کا نام بھی ایثار نہیں ہے بلکہ یہ فعل اس بیوقوف کے فعل سے مشابہ ہوگا کہ جس کا گھر طرح طرح کے کھانوں سے بھرا ہے اور اس نے اس میں سے کسی فقیر کو ایک طبق طعام دےکر باقی عمداً تمام کھانا کسی گڑھے میں پھینک دیا اور اپنے تئیں مارے بھوک کے ہلاکت تک پہنچا دیا تا اس طرح صفت ایثار ثابت ہو۔ غرض یہ تمام غلطیاں ہیں جن میں عمداً عیسائی لوگ اپنے تئیں ڈال رہے ہیں تا گلے پڑے ڈھول کو کسی طرح بجاتے رہیں۔ ﴿۷۴﴾

یہ بھی یاد رہے کہ انسان کی صفت ایثار اس شرط سے قابل تحسین ہے کہ اس میں کوئی بے غیرتی اور دیّوثی اور اتلاف حقوق نہ ہو۔ مثلاً اگر کوئی مرد اپنی عورت کو اس کے خواہشمند کے ساتھ بطور ایثار ہم بستر کراوے تو یہ صفت قابل تحسین نہیں ہوگی۔ بہتیرے احمق نادان ایسی حرکات کر بیٹھتے ہیں جن کی نظیر خدا تعالیٰ کے تمام قانون قدرت میں نہیں پائی جاتی۔ سو وہ عقلمندوں کے نزدیک مورد ملامت ہوتے ہیں نہ یہ کہ ان کی پیروی کی جائے۔ اور یا یہ کہ ان کا فعل قابل تعریف سمجھا جائے۔ مثلاً ایک انگریزی افسر جو ایک نازک مہم پر کئی لاکھ فوج کے ساتھ مامور کیا گیا ہے اگر وہ ایک بکری کے بچے کی جان بچانے کے لئے عمداً اپنی جان دے اور اس طرح پر تمام فوج کو تہلکہ اور شکست کے اندیشہ میں ڈالے تو کیا ہماری گورنمنٹ اس کو ایک قابل تعریف انسان تصور کر سکتی ہے؟ نہیں بلکہ ایسا نادان لعنت ملامت کے لائق ہوگا۔ سو انسان کا وجود خدا کے وجود کے مقابل بکری سے بھی ہزارہا درجہ کمتر ہے نادانوں کی بعض بے ہودہ حرکات قانون قدرت کا حکم نہیں

رکھتیں ورنہ بہتیرے ہندو بتوں کے آگے اپنی زبان یا ہاتھ یا پیر کاٹ دیتے ہیں اور بہتیرے نادان ہندو اپنے بچے کو گنگا میں ڈال کر اس کا نام جل پروا رکھتے ہیں۔ اور ان میں سے بہتیرے ایسے گذرے ہیں کہ ارادتاً جگن ناتھ کے پہیے کے نیچے کچلے گئے ہیں۔ سو ایسی بیہودہ حرکات نظیر دینے کے لائق نہیں اور نہ وہ خدا تعالیٰ کا قانون قدرت کہلا سکتی ہیں۔ ہمارا تو یہ اعتراض تھا کہ اعلیٰ کا ادنیٰ کے لئے اپنی جان ضائع کرنا قانون قدرت کے مخالف ہے۔ پس کاش اگر یہ لوگ پہلے قانون قدرت کی تعریف میں غور کرتے تو اس فاش غلطی میں نہ پڑتے۔ کیا ہم بعض نادانوں کی بے ہودہ حرکات کو جن پر خود قانون قدرت کا اعتراض ہے قانون قدرت کا حکم دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اور پھر لطف یہ کہ اس بحث میں پڑنے کا ابھی تک عیسائیوں کا حق بھی نہیں۔ کیونکہ وہ اس بات کے قائل نہیں کہ درحقیقت اقنوم ثانی کو جس کا دوسرا نام ان کے نزدیک ابن اللہ ہے پھانسی دی گئی تھی وجہ یہ کہ اس سے ان کو ماننا پڑتا ہے کہ ان کا خدا تین دن تک مرا رہا پس جبکہ خدا ہی مرا رہا تو اس عرصہ تک اس **دنیا کا انتظام کون کرتا ہوگا؟**

﴿۷۵﴾

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ باتیں حضرت مسیح کی تعلیم میں نہیں تھیں اور ان کی تعلیم میں توریت پر کوئی بھی زیادت نہیں تھی۔ انہوں نے صاف صاف کہا تھا کہ میں انسان ہوں۔ ہاں جیسا کہ خدا کے مقبولوں کو عزت اور قربت اور محبت کے خدا تعالیٰ کی طرف سے القاب ملتے ہیں اور یا جیسا کہ وہ لوگ خود عشق الٰہی کی محویت میں محبت اور یکدلی کے الفاظ منہ پر لاتے ہیں ایسا ہی ان کا بھی حال تھا۔ اس میں کیا شک ہے کہ جب کوئی انسان سے محبت کرے یا خدا سے تو جب وہ محبت کمال کو پہنچتی ہے تو محبّ کو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی روح اور اس کے محبوب کی روح ایک ہوگئی ہے اور فنا نظری کے مقام میں بسا اوقات وہ اپنے تئیں محبوب سے ایک ہی دیکھتا ہے۔ جیسا کہ اس عاجز کو اپنے الہامات میں خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرماتا ہے☆ کہ ’’**تو مجھ سے اور مَیں**

☆ **نوٹ**۔ یہ الہامات میری کتاب براہین احمدیہ اور آئینہ کمالات اسلام اور ازالہ اوہام اور تحفہ بغداد وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں اور قریباً پچیس سال سے ان کو شائع کر رہا ہوں۔ منہ

تجھ سے ہوں اور زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ میرے ساتھ ہیں اور تو ہمارے پانی میں سے ہے اور دوسرے لوگ خشکی سے اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تو مجھ سے اس مقام اتحاد میں ہے جو کسی مخلوق کو معلوم نہیں خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔ تو اس سے نکلا اور اس نے تمام دنیا سے تجھ کو چنا۔ تو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ میں نے اپنے لئے تجھ کو پسند کیا۔ تو جہان کا نور ہے۔ تیری شان عجیب ہے۔ میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تیرے گروہ کو قیامت تک غالب رکھوں گا۔ تو برکت دیا گیا۔ خدا نے تیری مجد کو زیادہ کیا۔ تو خدا کا وقار ہے۔ پس وہ تجھے ترک نہیں کرے گا۔ تو کلمۃ الازل ہے پس تو مٹایا نہیں جائے گا۔ میں فوجوں کے سمیت تیرے پاس آؤں گا۔ میرا لوٹا ہوا مال تجھے ملے گا۔ میں تجھے عزت دوں گا اور تیری حفاظت کروں گا۔ یہ ہوگا یہ ہوگا اور پھر انتقال ہوگا۔ تیرے پر میرے کامل انعام ہیں۔ لوگوں کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے چلو تا خدا بھی تم سے پیار کرے۔ میری سچائی پر خدا گواہی دیتا ہے پھر کیوں تم ایمان نہیں لاتے۔ تو میری آنکھوں کے سامنے ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا۔ خدا عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔ ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں۔ لوگ چاہیں گے کہ اس نور کو بجھا دیں مگر خدا اس نور کو جو اس کا نور ہے کمال تک پہنچائے گا۔ ہم ان کے دلوں میں رعب ڈالیں گے۔ ہماری فتح آئے گی اور زمانہ کا کاروبار ہم پر ختم ہوگا اس دن کہا جائے گا کہ کیا یہ حق نہ تھا۔ میں تیرے ساتھ ہوں جہاں تو ہے۔ جس طرف تیرا مُنہ اُس طرف خدا کا مُنہ۔ تجھ سے بیعت کرنا

﴿۷۶﴾

ایسا ہے جیسا کہ مجھ سے۔ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ لوگ دور دور سے تیرے پاس آئیں گے اور خدا کی نصرت تیرے پر اترے گی۔ تیرے لئے لوگ خدا سے الہام پائیں گے اور تیری مدد کریں گے۔ کوئی نہیں جو خدا کی پیشگوئیوں کو ٹال سکے۔ اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری کی گئی اور تیرا ذکر بلند کیا گیا۔ خدا تیری حجت کو روشن کرے گا۔ تو بہادر ہے۔ اگر ایمان ثریا میں ہوتا تو تُو اس کو پالیتا۔ خدا کی رحمت کے خزانے تجھے دیئے گئے۔ تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع ہو جائے گا اور خدا ابتدا تجھ سے کرے گا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنی تجھے پیدا کیا ہے۔ آواہن {خدا تیرے اندر اتر آیا} خدا تجھے ترک نہیں کرے گا اور نہ چھوڑے گا جب تک کہ پاک اور پلید میں فرق نہ کرے۔ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ تو مجھ میں اور تمام مخلوقات میں واسطہ ہے۔ میں نے اپنی روح تجھ میں پھونکی۔ تو مدد دیا جائے گا اور کسی کو گریز کی جگہ نہیں رہے گی۔ تو حق کے ساتھ نازل ہوا اور تیرے ساتھ نبیوں کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ خدا نے اپنے فرستادہ کو بھیجا تا اپنے دین کو قوت دے اور سب دینوں پر اس کو غالب کرے۔ اس کو خدا نے قادیاں کے قریب نازل کیا اور وہ حق کے ساتھ اترا اور حق کے ساتھ اتارا گیا۔ اور ابتدا سے ایسا ہی مقرر تھا۔ تم گڑھے کے کنارے پر تھے خدا نے تمہیں نجات دینے کے لئے اسے بھیجا۔ اے میرے احمد تو میری مراد اور میرے ساتھ ہے۔ میں نے تیری بزرگی کا درخت اپنے ہاتھ سے لگایا۔ میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا اور تیری مدد کروں گا۔ کیا لوگ اس سے تعجب کرتے ہیں۔ کہہ خدا عجیب ہے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا۔ ﴿۷۷﴾

خدا کا سایہ تیرے پر ہوگا اور وہ تیری پناہ رہے گا۔ آسمان بندھا ہوا تھا اور زمین بھی ہم نے دونوں کو کھول دیا۔ تو وہ عیسیٰ ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ تیرے جیسا موتی ضائع نہیں ہوسکتا۔ ہم تجھے لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے اور یہ امر ابتدا سے مقدر تھا۔ تو میرے ساتھ ہے۔ تیرا بھید میرا بھید ہے تو دنیا اور آخرت میں وجیہ اور مقرب ہے۔ تیرے پر انعام خاص ہے اور تمام دنیا پر تجھے بزرگی ہے۔ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ اس کے لئے وہ مقام ہے جہاں انسان اپنے اعمال کی قوت سے پہنچ نہیں سکتا تو میرے ساتھ ہے۔ تیرے لئے رات اور دن پیدا کیا گیا۔ تیری میری طرف وہ نسبت ہے جس کی مخلوق کو آگاہی نہیں۔ اے لوگو تمہارے پاس خدا کا نور آیا پس تم منکر مت ہو"۔

وغیرہ الخ۔ اور ان کے ساتھ اور مکاشفات ہیں جو ان کی تائید کرتے ہیں چنانچہ ایک کشف میں مَیں نے دیکھا کہ میں اور حضرت عیسیٰ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔ اس کشف کو بھی میں براہین میں چھاپ چکا ہوں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی تمام صفات روحانی میرے اندر ہیں اور جن کمالات سے وہ موصوف ہو سکتے ہیں وہ مجھ میں بھی ہیں۔ اور پھر ایک اور کشف ہے جو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ و ۵۶۵ میں مدّت سے چھپ چکا ہے اس کو بعینہٖ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے ترجمہ:۔ میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا ہوں

﴿۷۸﴾

یا اس شَے کی طرح جسے کسی دوسری شے نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اِس اثناء میں مَیں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہوگئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا۔ یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضاء اس کے اعضا اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی تھی۔ میرے ربّ نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل اس میں محو ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے گئے اور سلطان جبروت نے میرے نفس کو پیس ڈالا۔ سو نہ تو مَیں مَیں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا ہی باقی رہی۔ میری اپنی عمارت گر گئی اور ربّ العالمین کی عمارت نظر آنے لگی اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی اور میں سر کے بالوں سے ناخن پا تک اس کی طرف کھینچا گیا۔ پھر میں ہمہ مغز ہو گیا جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا کہ جس میں کوئی مَیل نہیں تھی اور مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال دی گئی۔ پس میں اس شے کی طرح ہو گیا جو نظر نہیں آتی یا اس قطرہ کی طرح جو دریا میں جا ملے اور دریا اس کو اپنی چادر کے نیچے چھپا لے۔ اس حالت میں مَیں نہیں جانتا تھا کہ اس سے پہلے مَیں کیا تھا اور میرا وجود کیا تھا۔ الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی۔ اور مَیں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرے سب اعضا اپنے کام میں لگائے اور اس زور سے اپنے قبضہ میں کر لیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کی گرفت سے میں بالکل معدوم ہو گیا۔ اور میں اس وقت یقین کرتا تھا کہ میرے اعضا میرے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اعضا ہیں۔ اور میں خیال کرتا تھا کہ میں اپنے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ہویت سے قطعاً نکل چکا ہوں اب کوئی شریک اور مناع روک کرنے والا نہیں رہا۔ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہو گیا۔ اور اس حالت میں مَیں یوں کہہ رہا تھا کہ **ہم ایک نیا نظام**

﴿۷۹﴾

اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا **انّا زیّنا السّمَاء الدّنیا بِمَصَابیح**۔ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا **أَردتُ ان استخلف فخلقت آدم . انّا خلقنا الانسان فی احسن تقویم**۔

یہ الہامات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری نسبت میرے پر ظاہر ہوئے اور اس قسم کے اور بھی بہت سے الہامات ہیں جن کو میں قریباً پچیس برس سے شائع کر رہا ہوں اور بہت سے ان میں سے میری کتاب براہین احمدیہ اور دوسری کتابوں میں چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ اب حضرات پادری صاحبان سوچیں اور غور کریں اور ان الہامات کو یسوع مسیح کے الہامات سے مقابلہ کریں اور پھر انصافاً گواہی دیں کہ کیا یسوع کے وہ الہامات جن سے وہ اس کی خدائی نکالتے ہیں ان الہامات سے بڑھ کر ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر کسی کی خدائی ایسے الہامات اور کلمات سے نکل سکتی ہے تو ان میرے الہامات سے نعوذ باللہ میری خدائی یسوع کی نسبت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگی اور سب سے بڑھ کر ہمارے سیّد و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدائی ثابت ہوسکتی ہے۔ کیونکہ آپ کی وحی میں صرف یہی نہیں کہ جس نے تجھ سے بیعت کی اس نے خدا سے بیعت کی اور نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور آپ کے ہر ایک فعل کو اپنا فعل ٹھہرایا ہے۔ اور یہ کہہ کر کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى[1] آپ کی تمام کلام کو اپنی کلام ٹھہرایا ہے بلکہ ایک جگہ اور تمام لوگوں کو آپ کے بندے قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا قُلْ يٰعِبَادِىَ[2]۔ یعنی کہہ کہ اے میرے بندو۔ پس ظاہر ہے کہ جس قدر صراحت اور وضاحت سے ان پاک کلمات سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

﴿۸۰﴾

[1] النجم: ۴،۵ [2] الزمر: ۵۴

خدائی ثابت ہوسکتی ہے۔انجیل کے کلمات سے یسوع کی خدائی ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔ بھلا اس سیّدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تو شان عظیم ہے ذرا انصافاً پادری صاحبان ان میرے الہامات کو ہی انصاف کی نظر سے دیکھیں اور پھر خود ہی منصف ہو کر کہیں کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر ایسے کلمات سے خدائی ثابت ہوسکتی ہے تو یہ میرے الہامات یسوع کے الہامات سے بہت زیادہ میری خدائی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر خود پادری صاحبان سوچ نہیں سکتے تو کسی دوسری قوم کے تین منصف مقرر کر کے میرے الہامات اور انجیل میں سے یسوع کے وہ کلمات جن سے اس کی خدائی سمجھی جاتی ہے ان منصفوں کے حوالہ کریں۔ پھر اگر منصف لوگ پادریوں کے حق میں ڈگری دیں اور حلفاً یہ بیان کر دیں کہ یسوع کے کلمات میں سے یسوع کی خدائی زیادہ تر صفائی سے ثابت ہوسکتی ہے تو میں تاوان کے طور پر **ہزار روپیہ** ان کو دے سکتا ہوں۔ اور میں منصفوں سے یہ چاہتا ہوں کہ اپنی شہادت سے پہلے یہ قسم کھالیویں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ ہمارا یہ بیان صحیح ہے اور اگر صحیح نہیں ہے تو خدا تعالیٰ ایک سال تک ہم پر وہ عذاب نازل کرے جس سے ہماری تباہی اور ذلت اور بربادی ہو جائے اور میں خوب جانتا ہوں کہ پادری صاحبان ہرگز اس طریق فیصلہ کو قبول نہیں کریں گے۔ لیکن اگر وہ یہ کہیں کہ جو یسوع کے منہ سے نکلا وہ تو حقیقت میں خدا کا کلام تھا اس لئے وہ دستاویز کے طور پر قبول ہوسکتا ہے لیکن جو تمہارے منہ سے نکلا وہ خدا کا کلام نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یسوع کے منہ سے جو کلام نکلا اس کے خدا کی کلام ہونے میں ذاتی طور پر تو حضرات عیسائیوں کو کچھ معرفت نہیں۔ خدا نے بلاواسطہ ان سے باتیں نہیں کیں۔ ان کے کانوں میں کسی فرشتہ نے آ کر نہیں پھونکا کہ یسوع خدا یا خدا کا بیٹا ہے۔ انہوں نے نہیں دیکھا کہ یسوع نے دنیا میں تولّد پا کر ایک مکّھی بھی پیدا کی۔ صرف چند کلمات ان کے ہاتھ میں ہیں جو یسوع کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جن کو مروڑ تروڑ کر یہ خیال کر رہے ہیں کہ ان سے ان کی خدائی ثابت ہوتی ہے اور جو کلمات اور مکاشفات میں نے پیش کئے ہیں وہ ان سے صدہا درجہ بڑھ کر ہیں۔ ﴿۸۱﴾

پھر اگر اس خیال سے ان کلمات کو ترجیح دی جاتی ہے کہ وہ معجزات سے ثابت ہو چکے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ یسوع کے معجزات تو اس زمانہ کے لئے صرف قصّے اور کہانیاں ہیں کوئی بھی کہہ نہیں سکتا کہ میں نے ان میں سے کچھ آنکھوں سے بھی دیکھا ہے مگر وہ خوارق اور نشان جو خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھ سے ظاہر ہوئے ہیں وہ تو ہزاروں انسانوں کی چشم دید باتیں ہیں پھر یسوع کے معجزات کو جو محض قصّوں اور کہانیوں کے رنگ میں بتلائی جاتی ہیں۔ ان چشم دید نشانوں سے کیا مناسبت۔ پھر جب کہ خدا بنانے کے لئے گذشتہ قصے جن میں جھوٹ کی آمیزش بھی ہو سکتی ہے قبول کئے گئے ہیں تو موجودہ نشان بدرجہ اولیٰ قبول کرنے کے لائق ہیں۔ اگر دنیا میں کسی عیسائی کے دل میں انصاف ہے تو وہ میری اس تقریر کو نہایت منصفانہ تقریر سمجھے گا۔

میں دوبارہ کہتا ہوں کہ میری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ عیسائیوں نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا رکھا ہے یہ سراسر ان کی غلط فہمی ہے۔ جن کلمات سے وہ یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ یسوع خدا یا ابن اللہ ہے ان کلمات سے بڑھ کر میرے الہامی کلمات ہیں پادری صاحبان سوچیں اور خوب سوچیں اور بار بار سوچیں کہ یسوع کو خدا بنانے کے لئے ان کے ہاتھ میں بجز چند کلمات کے اور کیا چیز ہے۔ پس میں ان سے یہی چاہتا ہوں کہ وہ میرے الہامی کلمات کو ان کلمات کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیں اور پھر انصافاً گواہی دیں کہ اگر ظاہر الفاظ پر اعتبار کیا جائے تو ایک شخص کے خدا بنانے کے لئے جیسے میرے الہامی کلمات قوی دلالت رکھتے ہیں یسوع کے الہامی کلمات ہرگز ایسے دلالت نہیں رکھتے تو پھر کیا وجہ کہ ان کلمات سے یسوع کو خدا بنایا جاتا ہے۔ اور وہی کلمات بلکہ ان سے بڑھ کر جب دوسرے کے حق میں ہوں تو پھر اس کے اور معنے کئے جاتے ہیں۔ اگر کہو کہ پہلی کتابوں میں مسیح کے آنے کی خبر دی گئی تھی تو میں کہتا ہوں کہ ان ہی کتابوں میں بلکہ مسیح کی زبان سے بھی مسیح کے دوبارہ آنے کی خبر دی گئی تھی اور وہ **میں ہوں**۔ چنانچہ جیسا کہ انجیل میں لکھا تھا زلزلے بھی آئے۔ ایک قوم کی دوسری قوم سے لڑائیاں ہوئیں سخت سخت وبائیں پڑیں اور آسمان میں بھی نشان ظاہر ہوئے

﴿۸۲﴾ غرضؔ میں بھی پیشگوئیوں کے مطابق آیا ہوں۔ مسیح کے وقت بھی یہ حجتیں پیش کی گئی تھیں کہ جب تک ایلیا آسمان سے نازل نہ ہو سچا مسیح نہیں آسکتا اور میرے مقابل پر بھی باتیں پیش کی گئیں کہ آنے والا مسیح **آسمان** سے اترے گا۔

اور یسوع کے نشانوں کی نسبت میں لکھ چکا ہوں کہ وہ اس زمانہ کے لئے نشان نہیں ہیں بلکہ ان کو کتھا یا کہانی کہنا چاہیے۔ آپ لوگوں کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آپ صاحبوں نے میری زبردست پیشگوئیاں اور نشان دیکھے۔ اور میں اسی پر بس بھی نہیں کرتا بلکہ میں زور سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی عیسائی میری صحبت میں رہے تو ابھی برس نہیں گذرے گا کہ وہ کئی نشان دیکھے گا۔ خدا کے نشانوں کی اس جگہ بارش ہو رہی ہے۔ اور **وہ خدا جس کو لوگوں نے بھلا دیا** اور اس کی جگہ مخلوق کو دی وہ اس وقت **اس عاجز کے دل پر تجلّی کر رہا ہے**۔ وہ دکھانا چاہتا ہے کیا کوئی دیکھنے کے لئے راغب ہے؟ اے عزیزو! غلطیوں میں مت پھنسے رہو یسوع ابن مریم خدا نہیں ہے یہ کلمات جو اس کے منہ سے نکلے اہل اللہ کے منہ سے نکلا کرتے ہیں۔ مگر ان سے کوئی خدا نہیں بن سکتا۔ اٹھو! اور توبہ کرو کہ وقت آگیا ہے!! اس خدا کو پوجو جس پر توریت اور قرآن کا اتفاق ہے۔ یسوع ابن مریم ایک عاجز بندہ تھا اس کو نبی سمجھو جس کو خدا نے بھیجا تھا۔ اگر اب بھی کوئی عیسائی نہ مانے تو یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ کی حُجّت اس پر پوری ہو چکی ہے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ پادری صاحبان کی ناراضگی کا اصل موجب یہی ہے کہ میرے ہاتھ سے خدا تعالیٰ نے ہر ایک طور سے ان کو شرمندہ کیا۔ ان کا تمام ساختہ پرداختہ میری تحریروں سے ردّ ہو گیا۔ میرے لئے جو میرے خدا نے آسمانی نشان دکھلائے اور دکھلا رہا ہے اس کے مقابل پادری صاحبوں کے ہاتھ میں بجز پرانے قصوں کے اور کچھ نہیں اور بار بار ان کو آسمانی نشانوں میں مقابلہ کے لئے بلایا گیا۔ مگر ان کے ہاتھ میں کیا تھا تا وہ مقابلہ کرتے آخر ہر ایک طور سے ناچار ہو کر یہی تجویز سوچی گئی کہ میرے پر خون کا مقدمہ بنایا جائے۔ سو اس مقدمہ کے بنانے کی **اصل وجہ** یہی تھی کہ وہ میری محققانہ تحریروں اور آسمانی نشانوں سے تنگ آکر اس خوف میں پڑ گئے تھے کہ اب جلد تر ان کی

پردہ دری ہو جائے گی۔ مگر یہ تدبیر جو سوچی گئی یہ اور بھی ان کی پردہ دری کی موجب ہوئی اور ان کے چھپے ہوئے حالات کھل گئے اور **ان کی اخلاقی حالت بھی لوگوں پر ظاہر ہوگئی۔**

﴿۸۳﴾ اس جگہ زیادہ تر افسوس کا مقام یہ ہے کہ بے چارہ شیخ محمد حسین بٹالوی کہ ہمیشہ گھات میں لگا ہوا تھا اس نے بھی پادریوں کے بھروسے پر بہت سُبکی اٹھائی اور محمد حسین نے جو اس مقدمہ میں خواہ نخواہ اپنے تئیں دخیل کار بنایا تو اس کا بھی یہی سبب تھا کہ وہ بھی میرے مقابل پر سخت عاجز آ گیا تھا جب ابتدا میں اس نے لدھیانہ میں میرے ساتھ بحث کی تو اس بحث میں وہ قرآن شریف یا حدیث سے یہ ثابت نہ کر سکا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت نہیں ہوئے بلکہ اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے اور اب تک دوسرے آسمان پر ہیں بلکہ قرآن اور حدیث کے رو سے اس پر حُجّت پوری ہوگئی کہ وہ درحقیقت فوت ہو گئے ہیں۔ اس پر ایک اور شرمندگی کا باعث اس کو یہ پیش آیا کہ وہ مجھ کو جاہل قرار دے کر اور خود عالم فاضل ہونے کا مُدّعی ہو کر ان میری عربی کتابوں کا ایک سطر بنانے سے بھی مقابلہ نہ کر سکا جو اس کی علمیت کے آزمانے کے لئے میں نے تالیف کی تھیں۔ پھر خدا کے آسمانی نشانوں نے اس کو ایسا کوفتہ کیا کہ گویا ہلاک کر دیا۔ سب سے پہلے لودھیانہ میں ایک پیر مرد کریم بخش نام نے جو موحد تھا اپنے مرشد کی ایک پیشگوئی میرے بارے میں شائع کی جو میرے دعوے سے تیس برس پہلے سن چکا تھا اور حلفاً بیان کیا کہ اس کا مرشد بڑے زور سے مجھے کہا کرتا تھا۔ کہ ’’مسیح موعود اسی امت میں سے پیدا ہوگا اور اس کا نام **غلام احمد** ہوگا اور اس کے گاؤں کا نام قادیاں ہوگا۔ اور وہ لدھیانہ میں آئے گا۔ اور مولوی لوگ اس کی سخت مخالفت کریں گے اور اس کو کافر ٹھہرائیں گے اور تُو دیکھے گا کہ کیسی مخالفت کریں گے۔ اور وہ سچ پر ہوگا‘‘۔ اور اس پیر مرد کی برادری کے لوگوں نے مولویوں کے بہکانے سے بہت زور دیا تا وہ اس گواہی کو چھپاوے مگر وہ ہمیشہ رو رو کر اس گواہی کو ظاہر کرتا رہا یہاں تک کہ اس جہان سے گذر گیا۔ مگر بذریعہ اپنی

تحریروں کے لاکھوں انسانوں کو اس پیشگوئی کی خبر دے گیا۔ یہ **پہلا نشان** تھا جو میری تائید میں ظاہر ہوا۔ پھر **دوسرا نشان** خسوف کسوف کا نشان تھا جو رمضان میں ہوا اور کوئی ثابت نہ کر سکا جو مجھ سے پہلے کبھی کسی مدعی مہدویّت کے وقت رمضان میں کسوف خسوف ہوا۔ پس یہ نشان بھی خدا تعالیٰ کی حُجّت تھی جو مولویوں پر پوری ہوئی۔ **تیسرا نشان** ستارہ ذو السنین کا نکلنا تھا۔ یہ وہ ستارہ تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں نکلا تھا اور خبر دی گئی تھی کہ پھر مسیح موعود کے وقت میں نکلے گا۔ **چوتھا نشان** آتھم کا شرط کے موافق بچنا اور پھر دوسری پیشگوئی کے موافق فوت ہو جانا تھا۔ **پانچواں نشان** پیشگوئی کے موافق مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کا فوت ہونا تھا۔ **چھٹا نشان** پیش گوئی کے مطابق لیکھرام کا مارا جانا تھا۔ **ساتواں نشان** وہ پیشگوئی تھی جو جلسہ مہوتسو سے کچھ پہلے میں نے اپنے مضمون کے بالا رہنے کے بارے میں کی تھی۔ **آٹھواں نشان** کلارک کے مقدمہ کے بارے میں تھا جس کی کئی سو آدمیوں کو پہلے سے خبر دی گئی تھی کہ ایک مقدمہ ہوگا اور پھر بریت ہوگی۔ **نواں نشان** خود محمد حسین کے ذلیل ہونے کا تھا جو بموجب پیشگوئی **اِنّی مھینٌ مَنْ اَراد اِھانتک** اُس کو سنایا گیا اور ایسا ہی اور کئی نشان تھے جو محمد حسین نے بچشم خود دیکھے اگر اس میں سعادت کا بیج ہوتا تو اس کو خدا نے نہایت موقعہ دیا تھا کہ وہ اس آسمانی سچائی کو قبول کرتا مگر اس نے **دنیا** کو آخرت پر اختیار کر لیا اور کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا۔ اگر وہ سچائی کا طالب ہوتا اور غربت سے میرے پاس آتا تو میں یقین رکھتا تھا کہ خدا تعالیٰ سعادت سے اس کو حصہ دیتا اور اس کو اتنے نشان دکھاتا کہ شرح صدر اس کو حاصل ہو جاتا مگر اس نے نہ چاہا کہ ہدایت کے دروازے سے داخل ہو۔ ﴿۸۴﴾

اخیر پر ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ تم خدا کے نشانوں کو اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہو۔ ابھی تم نے دیکھا کہ کس طرح خدا نے اس مقدمہ میں جو پادریوں نے اٹھایا تھا تمام مقدمہ کے اول و آخر کی مجھے خبر دے دی۔ دیکھو یہ خدا کی طاقت ہے یا کسی اور کی جس نے پہلے سے آنیوالی بلا سے اطلاع دے دی اور فرمایا **قد ابتلی المؤمنون**۔ اور حکّام کی گرفت کو کشفی طور پر ظاہر کیا اور پھر

روحانی نصرت کی افواج کی طرف اس الہام میں اشارہ کیا کہ اِنّی مَعَ الْاَفْوَاجِ آتِیْکَ بَغْتَۃً ۔اور پھر ہمارے محفوظ رہنے اور بَری ہونے کی بشارت دی۔ اور تم نے دیکھا کہ جیسا کہ جلسہ مہوتسو سے پہلے میں نے خدا سے الہام پا کر اشتہار شائع کیا تھا کہ میرا مضمون غالب رہے گا۔ خدا تعالیٰ نے وہی کیا اور فوق العادت قبولیت اس میں ڈال دی۔ چنانچہ اب تک ہزاروں انسان گواہی دے رہے ہیں کہ تمام مضمونوں میں وہی ایک مضمون ہے۔

اب سوچو کہ یہ کام کس نے کیا؟ کیا خدا نے یا کسی اور نے؟ یہ تو خدا تعالیٰ کا قولی معجزہ تھا اور پھر فعلی معجزہ اس نے یہ دکھلایا کہ میری پیشگوئی کے مطابق لیکھرام مارا گیا۔ دیکھو یہ کیسا نشان ہے کہ جو کروڑہا انسانوں میں شہرت پا کر آخر لاہور جیسے صدر مقام میں ہیبت ناک طور پر ظہور میں آیا۔ آتھم کا نشان بھی تمہاری آنکھ میں بہت صاف ہے کہ کیونکر اس نے اول شرط کے موافق ترساں و لرزاں ہو کر شرط سے فائدہ اٹھایا اور پھر کیونکر الہام کے مطابق اخفاء شہادت سے جلد تر پکڑا گیا اور فوت ہو گیا۔

﴿۸۵﴾

اخبار چودھویں صدی والے بزرگ کی توبہ

علاوہ اور نشانوں کے یہ بھی ایک عظیم الشان نشان ہے جو حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ایک بزرگ نے جو ہر ایک طرح سے دنیا میں معزز اور رئیس اور اہل علم بھی ہیں اس عاجز کے حق میں ایک دلآزار کلمہ یعنی مثنوی رومی کا یہ شعر پڑھا تھا جو پرچہ چودھویں صدی ماہ جون ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ ہے

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

سو اس رنج کی وجہ سے جو اس عاجز کے دل کو پہنچا اس بزرگ کے حق میں دعا کی گئی تھی کہ یا تو خدا تعالیٰ اس کو توبہ اور پشیمانی بخشے اور یا کوئی تنبیہ نازل کرے۔ سو خدا نے اپنے فضل اور رحم سے اس کو توفیق توبہ عنایت فرمائی اور اس بزرگ کو الہام کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ اس عاجز کی دعا اس کے بارے میں قبول کی گئی اور ایسا ہی معافی بھی ہوگی۔ سو اس نے

خدا سے یہ الہام پا کر اور آثار خوف دیکھ کر نہایت انکسار اور تذلل سے معذرت کا خط لکھا۔ وہ خط کسی قدر اختصار سے پرچہ چودھویں صدی ماہ نومبر ۱۸۹۷ء میں چھپ بھی گیا ہے۔ مگر چونکہ اس اختصار میں بہت سے ایسے ضروری امور رہ گئے ہیں جن سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ کیونکر خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا اور ان کے دلوں پر رعب ڈالتا اور آثار خوف ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس خط کو جو میرے پاس پہنچا تھا بعض ضروری اختصار کے ساتھ شائع کر دوں۔ اور بزرگ موصوف کا یہ اصل خط اس وجہ سے بھی شائع کرنے کے لائق ہے کہ میں اس اصل خط کو بہت سے لوگوں کو سنا چکا ہوں اور ایک جماعت کثیر اس کے مضمون سے اطلاع پا چکی ہے اور بہت سے لوگوں کو بذریعہ خطوط اسکی اطلاع بھی دی گئی ہے۔ اب جبکہ چودھویں صدی کے پرچہ کو وہ لوگ پڑھیں گے تو ضرور ان کے دل میں یہ خیالات پیدا ہوں گے کہ جو کچھ زبانی ہمیں سنایا گیا اس میں کئی ایسی باتیں ہیں جو شائع کردہ خط میں نہیں ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ہمارے بعض کوتہ اندیش مخالفوں کو یہ بہانہ ہاتھ آ جائے کہ گویا ہم نے جج کے خط میں اپنی طرف سے کچھ زیادت کی تھی۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس اصل خط کو چھاپ دیا جائے۔ مگر یاد رہے کہ چودھویں صدی کے خط میں جس قدر اختصار کیا گیا ہے یہ کسی کا قصور نہیں ہے اختصار کیلئے میں نے ہی اجازت دی تھی مگر اس اجازت کے استعمال میں کسی قدر غلطی ہوگئی ہے لہٰذا اب اس کی اصلاح ضروری ہے۔ اس تمام قصے کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ ہماری جماعت اور تمام حق کے طالبوں کیلئے یہ بھی ایک خدا کا نشان ہے اور جناب **سر سید احمد خاں** صاحب بالقابہ کے غور کرنے کے لئے یہ تیسرا نمونہ ہے کہ کیونکر اللہ جلّ شانہٗ اپنے بندوں کی دعائیں قبول کر لیتا ہے۔ سید صاحب موصوف کا یہ قول تو نہایت صحیح ہے کہ ہر ایک دعا منظور نہیں ہو سکتی بعض دعائیں منظور ہو جاتی ہیں مگر کاش سید صاحب کی پہلی تحریریں اس آخری تحریر کے مطابق ہوتیں۔

﴿۸۶﴾

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ بزرگ موصوف جن کا خط ذیل میں لکھا جاتا ہے کچھ عام لوگوں میں سے نہیں ہیں بلکہ جہاں تک میرا خیال ہے وہ ایک بڑے ذی علم اور علماء وقت میں سے ہیں اور کئی لوگوں سے میں نے سنا ہے کہ انکو الہام بھی ہوتا ہے اور اس خط میں انہوں نے اپنے الہام کا ذکر بھی کیا ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے وہ بزرگ پنجاب کے معزز رئیسوں اور جاگیرداروں میں سے ہیں اور ایک مدت سے گورنمنٹ عالیہ انگریزی کی طرف سے ایک معزز عہدہ حکومت پر بھی ممتاز ہیں چونکہ پرچۂ چودھویں صدی میں بھی اس بزرگ کے منصب اور مرتبت کا اس قدر ذکر ہو چکا ہے لہٰذا اس قدر یہاں بھی لکھا گیا اور بزرگ موصوف نے جو میرے نام بغرض معذرت ۲۹؍ اکتوبر ۱۸۹۷ء کو خط لکھا تھا جس کا خلاصہ چودھویں صدی میں چھپا ہے اس خط کو بغرض مصلحت مذکورہ بالا بحذف بعض فقرات ذیل میں لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے :-

﴿۸۷﴾

نقلؔ مطابق اصل

''اخبار چودھویں صدی والا مجرم'' ☆

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم''

''سیدی ومولائی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ''

''ایک خطا کار اپنی غلط کاری سے اعتراف کرتا ہوا (اس نیاز نامہ کے ذریعہ سے) قادیان کے مبارک مقام پر (گویا) حاضر ہوکر آپ کے رحم کا خواستگار ہوتا ہے۔

یکم جولائی ۹۷ء سے یکم جولائی ۹۸ء تک جو اس گنہگار کو مہلت دی گئی اب آسمانی بادشاہت میں آپ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو مجرم قرار دیتا ہے۔ (اس موقعہ پر مجھے القا ہوا کہ جس طرح آپ کی دعا مقبول ہوئی اسی طرح میری التجا و عاجزی قبول ہوکر حضرت اقدس کے حضور سے معافی و رہائی دی گئی) مجھے اب زیادہ معذرت کرنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم اس قدر ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں ابتدا سے آپ کی اس دعوت پر بہت غور سے جویائے حال رہتا رہا اور میری تحقیق ایمانداری وصاف دلی پر مبنی تھی۔ حتّٰی کہ (۹۰) فیصدی یقین کا مدارج پہنچ گیا۔

(۱) آپ کے شہر کے آریہ مخالفوں نے گواہی دی کہ آپ بچپن سے صادق و پاکباز تھے۔ (۲) آپ جوانی سے اپنی تمام اوقات خدائے واحد حَیّ و قیّوم کی عبادت میں لگاتار صرف فرماتے رہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ[1] (۳) آپ کا حسن بیان تمام عالمان ربّانی سے صاف صاف علیحدہ نظر آتا ہے۔ آپ کی تمام تصنیفات میں ایک زندہ روح ہے (فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ[2]) (۴) آپ کا مشن کسی فساد اور گورنمنٹ موجودہ کی (جو تمام حالات سے اطاعت و شکر گذاری کے قابل ہے) بغاوت کی راہ نمائی نہیں کرتا اِنّ اللّٰہ لا یحبّ فی الارض الفساد۔

☆ یہ عنوان بزرگ موصوف نے اپنے خط کے سر پر لکھا تھا۔ چونکہ اس عنوان میں نہایت انکسار ہے جو انسان کو بوجہ اس کے کمال تذلّل کے مورد رحمت الٰہی بناتا ہے اس لئے ہم نے اس کو جیسا کہ اصل خط میں تھا لکھ دیا ہے۔ **منہ**

[1] التوبۃ: ۱۲۰ [2] المآئدۃ: ۴۵

﴿۸۸﴾ حتّٰی کہ میرے بہت سے مہربان دوستوں نے جوان سے آپ کے معاملات پر میں ہمیشہ بحث کرتا رہتا تھا۔ مجھے.................خطاب سے مخاطب کیا۔

پھر یہ کہ با ایں ہمہ کیوں؟ میرے منہ سے وہ بیت مثنوی کا نکلا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں جب لاہور میں ان کے پاس گیا تو مجھ کو اپنے معتبر دوستوں کے ذریعہ سے (جن سے پہلے میری بحث رہتی تھی) خبر ملی کہ آپ سے ایسی باتیں ظہور میں آئی ہیں جس سے کسی مسلمان ایماندار کو آپ کے مخالف خیال کرنے میں کوئی تامل نہیں رہا۔ (۱) آپ نے دعویٰ رسول ہونے کا کیا ہے اور ختم المرسلین ہونے کا بھی ساتھ ساتھ ادّعا کر دیا ہے (جو ایک سچے مسلمان کے دل پر سخت چوٹ لگانے والا فقرہ تھا کہ جو عزت ختم رسالت کی بارگاہ الٰہی سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ (فداک روحی یا رسول اللہ) کو مل چکی ہے اس کا دوسرا کب حق دار ہو سکتا ہے۔ (۲) آپ نے فرمایا ہے کہ تُرک تباہ ہوں گے اور ان کا سلطان بڑی بے عزتی سے قتل کیا جائے گا اور دنیا کے مسلمان مجھ سے التجا کریں گے کہ میں ان کو ایک سلطان مقرر کر دوں۔ یہ ایک خوفناک بربادی بخش پیشگوئی اسلامی دنیا کے واسطے تھی۔ کیونکہ آج تمام مقدس مقامات جو خداوند کے عہد قدیم و جدید سے چلے آتے ہیں ان کی خدمت ترکوں و ان کے سلطان کے ہاتھ میں ہے۔ ان مقامات کا ترکوں کی مغلوبی کی حالت میں نکل جانا ایک لازمی اور یقینی امر ہے جس کے خیال کرنے سے ایک ہیبت ناک وخطرناک نظارہ دکھائی دیتا ہے کہ اس موقعہ پر دنیا کے ہر ایک مسلمان پر فرض ہو جائے گا کہ ان معبدوں کو ناپاک ہاتھوں سے بچانے کے واسطے اپنی جان و مال کی قربانی چڑھائے۔ کیسا مصیبت اور امتحان کا وقت مسلمانوں پر آ پڑے گا کہ یا تو وہ بال بچہ گھر بار پیارے وطن کو الوداع کہہ کے ان پاک معبدوں کی طرف چل پڑیں یا اس ابدی اور جاوید زندگی ایمان سے دست بردار ہو جائیں.................

﴿۸۹﴾ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا[1] یہی راز ہے جو مسلمان

[1] البقرة:۲۸۷

ترکوں سے محبت کرتے ہیں کہ ان کی خیر میں ان کے دین و دنیا کی خیر ہے۔ ورنہ ترکوں کا کوئی خاص احسان مسلمانان ہند پر نہیں بلکہ ہم کو سخت گلہ ہے کہ ہمارے پچھلی صدی کے عالمگیر کی تباہی میں جبکہ مرہٹوں وسکھوں کے ہاتھ سے مسلمانان ہند برباد ہو رہے تھے ہماری کوئی خبر انہوں نے نہیں لی۔ اس شکریہ کی مستحق صرف سرکار انگریزی ہے جس کی گورنمنٹ نے مسلمانوں کو اس سے نجات دلائی تو ہماری ہمدردی کی وہی خاص وجہ ہے جو اوپر ذکر کی گئی۔

اور اس کو خیال کر کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی سخت ترین مصیبت کے وقت تو مسلمانوں کے ایک سچے راہ نما کا یہ کام ہوتا کہ وہ عاجزی سے گڑگڑا کر خدا کے حضور میں اس تباہی سے بیڑے کو بچاتا۔ کیا حضرت نوح کے فرزند سے زیادہ ترک گنہگار تھے تو بجائے اس کے کہ ان کے حق میں خدا کے حضور شفاعت کی جاتی ہے نہ الٹا ہنسی سے ایسی بات بنائی جاتی۔

(۳) و نیز یہ کہ حضرت والا نے حضرت مسیح کے بارے میں اپنی تصانیف میں سخت حقارت آمیز الفاظ لکھے ہیں جو ایک مقبول بارگاہِ الٰہی کے حق میں شایانِ شان نہ تھے جس کو خداوند اپنی روح و کلمہ فرمائے جن کے حق میں یہ خطاب ہو وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ [1] پھر اس کی توہین اور اہانت کیونکر ہوسکتی۔

یہ باتیں میرے دل میں بھری تھیں اور ان کی تجسس کے واسطے میں پھر کوشش کر رہا تھا کہ یہ کہاں تک صحیح ہیں کہ ناگاہ حضور کا اشتہار ترکی سفیر کے بارے میں جو نکلا پیش ہوا تو بیساختہ میرے منہ سے (سوا کسی اور کلام کے) مثنوی کا بیت نکل گیا۔ جس پر آپ کو رنج ہوا۔ (اور رنج ہونا چاہیے تھا)۔

﴿۹۰﴾

(اؔ) رسالت کے دعوے کے بارے میں مجھ کو خود ازالہ اوہام کے دیکھنے سے و نیز آپ کی وہ روحانی اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے والی تقریر سے جو جلسۂ مذاہب لاہور میں پیش ہوئی میری تسلی ہوگئی جو محض افترا و بہتان ذات والا پر کسی نے باندھا۔

(۲) بابت ترکوں کے آپ کے اسی اشتہار (میرے عرضی دعویٰ کے) میری تسلی ہوگئی۔

[1] اٰل عمران:۴۶

جس قدر آپ نے نکتہ چینی فرمائی وہ ضروری اور واجبی تھی۔

(۳) بابت حضرت مسیح کے بھی ایک بے وجہ الزام پایا گیا۔ گو یسوع کے حق میں آپ نے کچھ لکھا ہے جو ایک الزامی طور پر ہے جیسا کہ ایک مسلمان شاعر ایک شیعہ کے مقابل پر حضرت مولانا علیؓ کے بارے میں لکھتا ہے:

آں جوانے بُروت مالیدہ بہر جنگ و دغا سگالیدہ
برخلافت دلش بسے مائل لیک بوبکر شد میاں حائل

تو بھی حضرت اگر ایسا نہ کرتے میرے خیال میں تو بہت اچھا ہوتا۔ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ[1] ....

مگر ان باتوں کے علاوہ جس سے میرا دل تڑپ اٹھا اور اس سے یہ صدا آنے لگی کہ اٹھ اور معافی طلب کرنے میں جلدی کر۔ ایسا نہ ہو کہ تو خدا کے دوستوں سے لڑنے والا ہو۔ خداوند کریم تمام رحمت ہے کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَة۔ دنیا کے لوگوں پر جب عذاب نازل کرتا ہے تو اپنے بندوں کی ناراضی کی وجہ سے مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا[2] آپ کا خدا کے ساتھ معاملہ ہے تو کون ہے جو الٰہی سلسلہ میں دخل دیوے۔ خداوند کی اس آخری عظیم الشان کتاب کی ہدایت یاد آئی جو مومن آل فرعون کے قصّہ میں بیان فرمائی گئی کہ جو لوگ خدائی سلسلہ کا اِدّعا کریں ان کی تکذیب کے واسطے دلیری اور پیش دستی نہ کرنی چاہیے نہ یہ کہ ان کا انکار کرنا چاہیے اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ[3] ﴿۹۱﴾

مگر یہ صرف میرا دلی خیال ہی نہیں رہا بلکہ اس کا ظاہری اثر محسوس ہونے لگا۔ کچھ ایسی بنائیں خارج میں پڑنے لگیں جس میں .... (اعوذ باللہ) مصداق ہو جانے لگا۔ (یعنی آثار خوف ظاہر ہوئے)۔

چودہ سو برس ہونے کو آتے ہیں کہ خدا کے ایک برگزیدہ کے منہ سے یہ لفظ ہماری قوم کے حق میں نکلے ....

.... تو کیا؟ قدرت کو هباءً منثورا کرنے کا خیال ہے (تُبْتُ اِلَيْكَ يَا رَبِّ) کہ پھر

[1] النحل:۱۲۶ [2] بنی اسرآئیل:۱۶ [3] المومن:۲۹

ایک مقبول الٰہی کے منہ سے وہی کلمہ سن کر مجھے کچھ خیال نہ ہو۔

پس یہ ظاہری خطرات مجھ کو اس خط کے تحریر کرتے وقت سب کے سب اڑتے ہوئے دکھائی دیئے۔ (جن کی تفصیل کبھی میں پھر کروں گا) اس وقت تو میں ایک مجرم گنہگاروں کی طرح آپ کے حضور میں کھڑا ہوتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں (مجھ کو حاضر ہونے میں بھی کچھ عذر نہیں مگر بعض حالات میں ظاہر حاضری سے معاف کیا جانے کا مستحق ہوں) شاید جولائی ۱۸۹۸ء سے پہلے حاضر ہی ہو جاؤں۔

امید کہ بارگاہ قدس سے بھی آپ کو راضی نامہ دینے کے لئے تحریک فرمائی جائے کہ نَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا[1]۔ قانون کا بھی یہی اصول ہے کہ جو جرم عمداً و جان بوجھ کر نہ کیا جائے وہ قابل راضی نامہ و معافی کے ہوتا ہے۔ **فاعفوا و اصفحوا ان اللّٰہ یحبّ المحسنین.**

میں ہوں حضور کا مجرم

(دستخط بزرگ) راولپنڈی۔ ۲۹؍ اکتوبر ۹۷ء‘‘

﴿۹۲﴾ یہ خط بزرگ موصوف کا ہے جس کو ہم نے بعض الفاظ تذلّل وانکسار کے حذف کر کے چھاپ دیا ہے اس خط میں بزرگ موصوف اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کو اس عاجز کی قبولیت دعا کے بارے میں الہام ہوا تھا۔ اور نیز اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے خارجاً بھی آثار خوف دیکھے جن کی وجہ سے زیادہ تر دہشت ان کے دل پر طاری ہوئی اور قبولیت دعا کے نشان دکھائی دیئے۔ پس اس جگہ یہ بات ظاہر کرنے کے لائق ہے کہ ڈپٹی آتھم کی نسبت جو کچھ شرطی طور پر بیان کیا گیا تھا وہ بیان بالکل اس بیان سے مشابہ ہے جو اس بزرگ کی نسبت کیا گیا یعنی جیسا کہ اس عذابی پیشگوئی میں ایک شرط رکھی گئی تھی ویسا ہی اس میں بھی ایک شرط تھی اور ان دونوں شخصوں میں فرق یہ ہے کہ یہ بزرگ ایمانی روشنی اپنے اندر رکھتا تھا اور سچ سے محبت کر نیکی سعادت اس کے جوہر میں تھی لہٰذا اس نے آثار خوف دیکھ کر اور خدا تعالیٰ سے الہام پا کر اس کو پوشیدہ کرنا نہ چاہا اور نہایت تذلّل اور انکسار سے جہاں تک کہ انسان تذلّل کر سکتا ہے تمام حالات صفائی سے لکھ کر اپنا معذرت نامہ بھیج دیا۔ مگر آتھم چونکہ نور ایمان اور جوہر سعادت سے بے بہرہ تھا اس لئے باوجود سخت خوفناک اور ہراساں ہونے کے بھی یہ سعادت اس کو میسر نہ آئی اور

[1] طٰہٰ:۱۱۶

خوف کا اقرار کر کے پھر افترا کے طور پر خوف کی وجہ ان ہمارے فرضی حملوں کو ٹھہرایا جو صرف اسی کے دل کا منصوبہ تھا حالانکہ اس نے پندرہ مہینے تک یعنی میعاد کے اندر کبھی ظاہر نہ کیا کہ ہم نے یا ہماری جماعت میں سے کسی نے اس پر حملہ کیا تھا۔ اگر ہماری طرف سے اس کے قتل کرنے کے لئے حملہ ہوتا تو حق یہ تھا کہ میعاد کے اندر اسی وقت جب حملہ ہوا تھا شور مچاتا اور حکّام کو خبر دیتا۔ اگر ہماری طرف سے ایک بھی حملہ ہوتا تو کیا کوئی قبول کر سکتا ہے کہ اس حملہ کے وقت عیسائیوں میں شور نہ پڑ جاتا۔ پھر جس حالت میں آتھم نے میعاد گذرنے کے بعد یہ بیان کیا کہ میرے قتل کرنے کے لئے مختلف وقتوں اور مقاموں میں تین حملے کئے گئے تھے یعنی ایک امرتسر میں اور ایک لدھیانہ میں اور ایک فیروز پور میں تو کیا کوئی منصف سمجھ سکتا ہے کہ باوجود ان تینوں حملوں کے جو خون کرنے کیلئے تھے آتھم اور اس کا داماد جو اکسٹرا اسسٹنٹ تھا اور اس کی تمام جماعت چپ بیٹھی رہتی اور حملہ کرنیوالوں کا کوئی بھی تدارک نہ کراتی اور کم سے کم اتنا بھی نہ کرتی کہ اخباروں میں چھپوا کر ایک شور ڈال دیتی اور اگر نہایت نرمی کرتی تو سرکار سے باضابطہ میری ضمانت سنگین طلب کرواتی۔ کیا کوئی دل قبول کرے گا کہ میری طرف سے تین حملے ہوں اور آتھم اور اس کی جماعت سب کے سب چپ رہیں بات تک باہر نہ نکلے؟ کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے خاص کر جس حالت میں میرے حملوں کا ثبوت میری پیشگوئیوں کی ساری قلعی کھولتا تھا اور عیسائیوں کو نمایاں فتح حاصل ہوتی تھی پس آتھم نے یہ جھوٹے الزام اسی لئے لگائے کہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر اس کا خائف اور ہراساں ہونا ہر ایک پر کھل گیا تھا وہ مارے خوف کے مرا جاتا تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آثار خوف اس پر اس طرح ظاہر ہوئے ہوں جیسا کہ یونس کی قوم پر ظاہر ہوئے تھے۔ غرض اس نے الہامی شرط سے فائدہ اٹھایا مگر دنیا سے محبت کر کے گواہی کو پوشیدہ رکھا اور قسم نہ کھائی اور نالش نہ کرنے سے ظاہر بھی کر دیا کہ وہ ضرور خدا تعالیٰ کے خوف اور اسلامی عظمت سے ڈرتا رہا۔ لہٰذا وہ اخفائے شہادت کے بعد دوسرے الہام کے موافق جلد تر فوت ہو گیا۔ بہر حال یہ مقدمہ کہ جو اس خوش قسمت اور نیک فطرت بزرگ کا مقدمہ ہے آتھم کے مقدمہ سے بالکل ہم شکل ہے اور اس پر روشنی ڈالتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس بزرگ کی خطا کو **معاف کرے** اور اس سے **راضی ہو** میں اس سے راضی ہوں اور اس کو **معافی دیتا ہوں**۔ چاہیے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک شخص اس کے حق میں دعائے خیر کرے۔ اللّٰھم احفظہ مِنَ البلایا و الآفات. اللّٰھم اعصمہ من المکروھات. اللّٰھم ارحمہ و انت خیر الراحمین آمین ثم آمین۔

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیاں ۔ ۲۰؍ نومبر ۱۸۹۷ء

نہایت ضروری عرضداشت
قابل توجہ گورنمنٹ

چونکہ ہماری گورنمنٹ برطانیہ اپنی رعایا کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتی ہے اور اس کی شفقت اور رحمت ہر ایک قوم کے شامل حال ہے لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم ہر ایک درد اور دکھ اس کے سامنے بیان کریں اور اپنی تکالیف کی چارہ جوئی اس سے ڈھونڈیں۔ سو ان دنوں میں بہت تکلیف جو ہمیں پیش آئی وہ یہ ہے کہ پادری صاحبان یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہر ایک طرح سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کریں گالیاں نکالیں بے جا تہمتیں لگاویں اور ہر ایک طور سے توہین کر کے ہمیں دکھ دیں اور ہم ان کے مقابل پر بالکل زبان بند رکھیں۔ اور ہمیں اس قدر بھی اختیار نہ رہے کہ ان کے حملوں کے جواب میں کچھ بولیں۔ لہٰذا وہ ہماری ہر ایک تقریر کو گو کیسی ہی نرم ہو سختی پر حمل کر کے حکّام تک شکایت پہنچاتے ہیں۔ حالانکہ ہزارہا درجہ بڑھ کر ان کی طرف سے سختی ہوتی ہے۔

ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں تو پھر کیونکر ہماری قلم سے ان کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں۔ لیکن پادری صاحبان چونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے جو چاہتے ہیں منہ پر لاتے ہیں۔ یہ ہمارا حق تھا کہ ہم ان کے دل آزار کلمات کی اپنی گورنمنٹ عالیہ میں شکایت پیش کرتے اور دادرسی چاہتے۔ لیکن انہوں نے اول تو خود ہی ہزاروں سخت کلمات سے ہمارے دل کو دکھایا اور پھر ہم پر ہی الٹی عدالت میں شکایت کی کہ گویا سخت کلمات اور توہین ہماری طرف سے ہے۔ اور اسی بنا پر وہ خون کا مقدمہ اٹھایا گیا تھا جو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ کے محکمہ سے خارج ہو چکا ہے۔

اس لئے قرین مصلحت ہے کہ ہم اپنی عادل گورنمنٹ کو اس بات سے آگاہ کریں کہ جس قدر سختی اور دل آزاری پادری صاحبوں کی قلم اور زبان سے اور پھر ان کی تقلید اور پیروی سے آریہ صاحبوں کی طرف سے ہمیں پہنچ رہی ہے ہمارے پاس الفاظ نہیں جو ہم بیان کرسکیں۔ ﴿۹۴﴾

یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی شخص اپنے مقتدا اور پیغمبر کی نسبت اس قدر بھی سننا نہیں چاہتا کہ وہ جھوٹا اور مفتری ہے اور ایک باغیرت مسلمان بار بار کی توہین کو سن کر پھر اپنی زندگی کو بے شرمی کی زندگی خیال کرتا ہے تو پھر کیونکر کوئی ایماندار اپنے ہادی پاک نبی کی نسبت سخت سخت گالیاں سن سکتا ہے۔ بہت سے پادری اس وقت برٹش انڈیا میں ایسے ہیں کہ جن کا دن رات پیشہ ہی یہ ہے کہ **ہمارے نبی اور ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم** کو گالیاں دیتے رہیں۔ سب سے گالیاں دینے میں پادری عماد الدین امرتسری کا نمبر بڑھا ہوا ہے وہ اپنی کتابوں تحقیق الایمان وغیرہ میں کھلی کھلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اور دغاباز۔ پرائی عورتوں کو لینے والا وغیرہ وغیرہ قرار دیتا ہے اور نہایت سخت اور اشتعال دینے والے لفظ استعمال کرتا ہے۔ ایسا ہی پادری ٹھاکرداس سیرۃ المسیح اور ریویو براہین احمدیہ میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شہوت کا مطیع اور غیر عورتوں کا عاشق۔ فریبی۔ لٹیرا۔ مکّار۔ جاہل۔ حیلہ باز۔ دھوکہ باز۔ رکھتا ہے۔ اور رسالہ **دافع البہتان** میں پادری رانکلین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ شہوت پرست تھا۔ **محمدؐ** کے اصحاب زناکار۔ دغاباز۔ چور تھے۔ اور ایسا ہی تفتیش الاسلام میں پادری راجرس لکھتا ہے کہ **محمدؐ** شہوت پرست۔ **نفس امّارہ** کا ازحد مطیع۔ عشق باز۔ مکّار۔ خونریز اور جھوٹا تھا۔ اور رسالہ نبی معصوم مصنفہ امریکن ٹریکٹ سوسائٹی میں لکھا ہے کہ **محمدؐ** گنہگار۔ عاشق حرام یعنی زنا کا مرتکب۔ مکّار۔ ریاکار تھا۔ اور رسالہ مسیح الدجال میں ماسٹر رام چندر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتا ہے کہ **محمدؐ** سرغنہ ڈکیتی تھا اور لٹیرا۔ ڈاکو۔ فریبی۔ عشق باز۔ مفتری۔ شہوت پرست۔ خونریز۔ زانی۔ اور کتاب سوانح عمری **محمدؐ** صاحب

مصنفہ واشنگٹن ارونگ صاحب میں لکھا ہے کہ **محمد** کے اصحاب قزّاق اور لٹیرے تھے۔ اور وہ خود طامع۔ جھوٹا۔ دھوکہ باز تھا۔ اور اندرونہ بائبل مصنفہ آتھم عیسائی میں لکھا ہے کہ **محمّد** دجّال تھا اور دھوکہ باز۔ پھر کہتا ہے کہ محمدیوں کا خاتمہ بڑا خوفناک ہے یعنی جلد تباہ ہو جائیں گے۔ ﴿۹۵﴾ اور پرچہ نور افشاں لدھیانہ میں لکھا ہے کہ **محمّد** کو شیطانی وحی ہوتی تھی۔ اور وہ ناجائز حرکات کرتا تھا۔ اور نفسانی آدمی۔ گمراہ۔ مکّار۔ فریبی۔ زانی۔ چور۔ خونریز۔ لٹیرا۔ رہزن۔ رفیق شیطان۔ اور اپنی بیٹی فاطمہ کو نظر شہوت سے دیکھنے والا تھا۔

اب یہ تمام الفاظ غور کرنے کے لائق ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پادری صاحبوں کے منہ سے نکلے ہیں۔ اور سوچنے کے لائق ہے کہ ان کے کیا کیا نتائج ہو سکتے ہیں کیا اس قسم کے الفاظ کبھی کسی مسلمان کے منہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت نکل سکتے ہیں۔ کیا دنیا میں ان سے سخت تر الفاظ ممکن ہیں جو پادری صاحبوں نے اس پاک نبی کے حق میں استعمال کئے ہیں جس کی راہ میں کروڑہا خدا کے بندے فدا شدہ ہیں اور وہ اس نبی سے وہ سچی محبت رکھتے ہیں جس کی نظیر دوسری قوموں میں تلاش کرنا لاحاصل ہے پھر باوجود ان گستاخیوں ان بدزبانیوں اور ان ناپاک کلمات کے پادری صاحبان ہم پر الزام سخت گوئی کا رکھتے ہیں یہ کس قدر ظلم ہے۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ہرگز ممکن نہیں کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ ان کے اس طریق کو پسند کرتی ہو۔ یا خبر پا کر پھر پسند کرے۔ اور نہ ہم باور کر سکتے ہیں کہ آئندہ پادریوں کے کسی ایسے بے جا جوش کے وقت کہ جو کلارک کے مقدمہ میں ظہور میں آیا ہماری گورنمنٹ پادریوں کو ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمان پر ترجیح دے کر کوئی رعایت ان کی کرے گی۔ اس وقت جو ہمیں پادریوں اور آریوں کی بدزبانی پر ایک لمبی فہرست دینی پڑی وہ صرف اس غرض سے ہے کہ تا آئندہ وہ فہرست کام آئے اور کسی وقت گورنمنٹ عالیہ اس فہرست پر نظر ڈال کر اسلام کی ستم رسیدہ رعایا کو رحم کی نظر سے دیکھے۔

اور ہم تمام مسلمانوں پر ظاہر کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کو ان باتوں کی اب تک خبر نہیں ہے کہ

کیونکر پادریوں کی بدزبانی نہایت تک پہنچ گئی ہے۔ اور ہم دلی یقین سے جانتے ہیں کہ جس وقت گورنمنٹ عالیہ کو ایسی سخت زبانی کی خبر ہوئی تو وہ ضرور آئندہ کے لئے کوئی احسن انتظام کرے گی۔

اب ہم وہ مفصل فہرست کتابوں کی لکھتے ہیں جن میں پادری صاحبوں نے اور ایسا ہی ان کی تعلیم سے ہندوؤں اور آریوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام اور اس کے اکابر کی نسبت بدزبانی کو انتہا تک پہنچایا ہے۔ ﴿۹۶﴾

نقل کفر کفر نہ باشد

عیسائیوں کی گالیاں

کتاب دافع البہتان مصنفہ پادری رانکلین صاحب مطبوعہ مشن پریس الہ آباد ۱۸۴۵ء

صفحہ	فقرات یا الفاظ جن سے اشتعال طبع یا دل آزاری مسلماناں ہوتی ہے۔
۲۳۔۲۴	اہل اسلام کا رسول اپنی لونڈی سے ہمبستر ہوا اور جب اس کی جوروؤں میں سے ایک نے ملامت کی تو اس نے قسم کھائی اور پھر اپنی نفسانی لذت کے لئے اپنی قسم توڑ کر آیت نازل کی۔
۲۴	اپنی نفسانی خواہشوں کے موافق نئے حکم جاری کئے۔
۳۱	مگر یقین ہے کہ محمد جب کہ کسی طور سے اپنی رسالت کو ثابت نہ کر سکا تو اس باطل خبر کو مشہور کیا۔ کیا ایسے افترا ایمانداری کے لائق ہیں؟
۶۹	ہم بھی محمد کو وہی دولت مند مذکور کہہ سکتے ہیں ☆ (یہ دولتمند جو ابراہیم کی نسل سے تھا بہت شان وشوکت کی زندگی کے بعد مر کر دوزخی ہوا۔ لوقا)
۷۴	محمدیوں کا بھی دستور ہے کہ اکثر اپنے مذہب کے ثبوت میں بے ایمانی سے کوشش کرتے ہیں۔

☆ خطوط وحدانی میں عبارتیں ہماری طرف سے ہیں۔ منہ

۸۷	یہاں صحابہ کبار کو من وجہ قاتل۔ ظالم۔ زنا کار۔ دغاباز۔ چور۔ بدکاروں کی جماعت جسے دل کی پاکیزگی سے کچھ تعلق نہیں۔ قرار دیا ہے۔
۸۸	اپنے شاگردوں (صحابہ) کی دلیری کے واسطے تلوار کو بہشت کی کنجی ٹھہرایا کہ جس سے لازم آتا ہے کہ جتنے گنہگار و بدذات کہ بے توبہ کئے مارے گئے (شہید صحابہ) وے...... بہشت میں داخل ہوں۔
۱۵۳	اس لئے ضرور پڑا کہ انجیل مقدس کو منسوخ کرے کیونکہ اس میں فاعل ایسے کام کا (مراد رسول اکرم) دوزخی ہے۔
۱۵۴	کچھ تعجب نہیں کہ اُس (رسول اکرم) نے انجیل مقدس کو منسوخ کیا ہو کیونکہ تمام بندہ دنیا جو کہ شہوت پرست ہیں ایسے ہی کرتے ہیں لیکن ان سبھوں پر افسوس کس لئے کہ ان کا یہی انجام ہے کہ وے بالا جماع خدا کے غضب میں پڑیں گے یعنی اس جھیل (دوزخ) میں جو کہ آگ اور گندھک سے جلتی ہے:۔

﴿۹۷﴾

رسالہ مسیح الدجّال مصنفہ ماسٹر رام چند عیسائی ۱۸۷۳ء

اس کتاب میں ہمارے رسول اکرم کو دجال بنانے کی کوشش کی گئی ہے:۔

سیرت المسیح والحمد[۱]

صفحہ	مصنفہ پادری ٹھاکرداس مشنری امریکن مشن ۱۸۸۲ء
سرورق	مسیح کو بلعال کے ساتھ کونسی موافقت ہے (یہاں ہمارے رسول اکرم کو بلعال یعنی جو ایک خبیث اور شریر روح ہے۔ قرار دیا ہے)۔
۶	محمد بذاتہٖ گنہگار...... محمد عملاً گنہگار تھا۔
۱۱	محمد گفتار رفتار میں ثابت قدم نہیں۔ ابھی کچھ پھر کچھ۔
۱۲	حرص دنیاوی بانی اسلام میں یہ صورت رکھتی ہے کہ دین کے بھیس میں دنیا

۱؎ صحیح المحمد ہے سہو کتابت سے الحمد لکھا گیا ہے۔ (ناشر)

	پر مسلط ہونا......طمع دنیاوی نے آخر کار ظہور دکھایا۔
۱۴	نفسانی شہوۃ جو انسان میں ذاتی کہہ سکتے ہیں محمد میں بیشتر تھی حتی کہ وہ اس کا ہمیشہ مغلوب رہا......محمد مثل اور عربوں کے شکل ہی سے عورتوں کا عاشق معلوم ہوتا ہے۔
۱۵	اور اس بات میں حضرت نے نہ صرف اپنی تعلیم کی ایک گونہ مخالفت کی بلکہ خود غرضی کو خوب ثابت کیا اور شہوت رانی میں اوروں کی شہوت کی ہمواری نہ کی......پھر جس ڈھب سے یہ کام پورا کرتے رہے وہ بالکل نفسانیت کی تدبیریں تھیں:۔
۱۶	متبنّٰی بیٹے کی جورو سے نکاح کرنے کی شرع کا موقع اور موجب زینب کو ننگی دیکھ کر اس پر محمد کی شہوت کا بھڑکنا تھا۔
۲۱	محمد ایک بھولتا بھٹکتا انسان تھا۔
۳۱	لوگوں کو بہکانے کے لئے (آنحضرت نے) یہ عجب جھوٹ باندھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد شیطان کے جھانسے میں آجاتا تھا۔
۳۱	پھر ماسٹر رام چند صاحب ایک فریب کا ذکر کرتے ہیں جو محمد نے یہودیوں سے کیا۔
۳۵	اے ناظرین ہوشیار ہو کہ کہیں تم محمد کے فریب میں نہ آجاؤ۔

﴾۹۸﴿

اندرونہ بائبل مصنفہ ڈپٹی عبداللہ آتھم

۷۰	صاحب نشان اس دجّال کا دراصل تو وہی پرانا خونی اژدھا (شیطان) ہے تاہم جب وہ منہ پھاڑتا ہے تو اس کے دو جباہڑے پوپ اور نبی عرب کی تواریخ اپنے اندر مجسم دکھاتے ہیں۔ (یعنی دجّال جو اصل میں شیطان ہے اس کا ظہور پوپ اور نبی عرب کے رنگ میں ہوا)۔

۷۵	ہاں پیمانہ زمانہ مقصر اور پورا کر کے پوپ اور محمد پر بھی یہ خبریں (متعلقہ دجال) درست آتی ہیں۔ اور شرح مکاشفات میں دکھلایا گیا ہے کہ دین پوپی اور محمدی ایک ہی اژدہا (شیطان) کے دو جباڑے ہیں۔
۱۲۳ تا ۱۳۱	(کتاب مکاشفات میں جوٹڈی کا ذکر ہے جو سبزے کو کھا جائے گی اور ان ٹڈیوں کے بادشاہ کا نام ہلاکو یعنی ہلاکت لانے والا لکھا ہے۔ وہاں ہلاکو سے مراد نبی عرب اور ٹڈی اس کا لشکر بتایا گیا ہے نیز ہمارے رسول اکرم پر (بصفحہ ۱۲۶) شرک کا الزام دیا ہے)۔
۱۳۲	اور ایک اور **جھوٹا** نبی بھی ہے بلاتعریف بلفظ وہ کے اس سے اشارہ بطرف بدعت محمدی کے ہے۔
۱۴۴و۱۴۵ و۱۹۶	کھلے کھلے الفاظ میں بانی اسلام کو ایک دجّال کہا ہے۔ جس کی بدعت کے خاتمہ پر صلح موعود ہونیوالی ہے۔

﴿۹۹﴾

کتاب محمد کی **تواریخ کا اجمال** مصنفہ پادری ولیم از ریواڑی۔ مطبوعہ کرسٹین مشن ریواڑی ۱۸۹۱ء

صفحہ	اس تمام کتاب کا کوئی صفحہ اور سطر خالی نہیں جو سخت سے سخت اشتعال آمیز اور مکروہ الفاظ اپنے اندر نہیں رکھتی۔
۱و۲و۳و۴و۵ و۶و۷	ہمارے رسول اکرم کو ڈاکوؤں کا سرغنہ۔ لٹیرا۔ ڈاکو۔ خفیہ بندش۔ سازش سے قتل کرانے والا۔ دغابازی کی چال چلنے والا۔ ظاہر کیا ہے۔
۴	اتفاق سے جو اس کی (زینب) خوبصورتی پر محمد کی نظر پڑی دل میں عشق بد پیدا ہوا۔ اس بدخواہش کو پورا کرنے کے واسطے فوراً آسمان سے اجازت منگالی...... محمد کے لئے ہر وقت اور ہر کام کے واسطے خواہ نیک ہو خواہ بد ہو خواہ چھوٹا ہو

	خواہ بڑا آیت یا اجازت آسمانی حاضر تھی:۔
۷	محمد نے بہتیروں کو چھپ کے قتل کرایا............محمد جس برس مدینہ گیا۔اسی میں ڈکیتی بھی کرنے لگا............محمد نے دس بیبیاں **رکھیں**۔
۸	محمد ان کے آدھے کی نسبت (یعنی دس احکام توریت) نہایت گنہگار تھا............محمد نے بہتوں کو چھپ کے مروا ڈالا............محمد نے بہت ڈکیتی کروائیں............محمد نے اپنی بدخواہش پورا کرنے کے لئے دس جورووان اور دو لونڈیاں رکھیں............محمد نے............زینب کو دیکھ کر بدخواہش کی............محمد ایک دنیادار آدمی تھا۔

﴿۱۰۰﴾

صفحہ	**ریویو براہین احمدیہ مصنفہ پادری ٹھاکرداس مطبوعہ مشن پریس لدھیانہ ۱۸۸۹ء**
۷	یہ رنگارنگی ایسی باتوں کو شامل کرتی ہے جو حضرت کے مکّار اور فریبی ہونے کو بالکل ثابت کرتی ہے۔
۹	اسی لئے ان کے دعویٰ نبوت کو سوائے مکر وفریب یا وہم کے اور کوئی نام نہیں دے سکتے۔
۱۰	محمد صاحب کی زندگی میں ثابت قدمی اور صدق کی بجائے زمانہ سازی اور فریب بالکل ظاہر ہے۔
۱۵	حضرت کی تکلیفوں سے بھی ان کا مکر وفریب ثابت ہوتا ہے۔
۱۶	حیلہ سازی میں اور زمانہ سازی میں حضرت محمد بے شک بے نظیر تھے۔
۲۲	محمد صاحب تو جاہل آدمی تھے...... جاہلوں (آنحضرت) کی جہالت کا آپ کیوں ساتھ دیتے ہیں۔
۲۴	حضرت نے خوب دھوکہ کھایا اور دھوکا دیا۔

۲۵	محمد فریبی آدمی تھا۔
۳۳	قرآن خود گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔
۴۵	محمد صاحب جو خود ایک جاہل شخص تھے۔
۶۳	محمد اور اور پیروؤں کی کامیابی بجائے حیرانگی کے نہ صرف حقارت پیدا کرتی ہے بلکہ محمد کو ایک بڑا فریبی ثابت کرتی ہے۔

صفحہ	**سوانح عمری محمد صاحب مصنفہ اورنگ واشنگٹن** ترجمہ لالہ رلیارام گھولاٹی مطبوعہ مطبع **اڑوربنس لاہور**
۱۶۷	محمد موسائی عورتوں کے حسن و جمال پر فریفتہ اور دل دادہ تھا۔
۱۶۹	محمد (دھوکہ کی کارروائیاں منسوب کی گئی ہیں) اس کی زندگی کے اس حصہ میں یعنی جب وہ رسول تیغ ہوا دنیوی خواہش و آلائش نے اس کی ذاتی صفات و طبعی فضائل کو رذیل کر دیا۔
۲۷۲	بعض معاملات میں وہ (آنحضرت) شہوت پرست تھا۔
۲۷۳۔	جب وہ کسی خوبصورت عورت کے سامنے ہوتا تھا تو اپنی پیشانی اور بالوں کو سنوارتا تھا۔
۲۷۸۔	اس کی سرگرم اور وہمی روح.......... عزلت فاقہ کشی وغیرہ سے.......... اس حد تک گُھل گئی تھی کہ اس کو ایک عارضی سا خفقان و ہذیان ہو جایا کرتا تھا۔
۲۸۰	اس کے خیال ایجاد کی طرف مائل تھے.......... وہ زیادہ تر جوش اور تحریک کا مغلوب تھا۔
۲۸۱	جب اس نے تلوار کے مذہب کی شہرت دی اور لٹیرے عربوں (صحابہ) کو بیرونی غنیمت کا مزہ چکھایا۔
۲۸۲	اپنے رسالت کے مشتبہ آغاز میں وہ اپنے الہامی سروش ورقہ کے عیّارانہ ومکارانہ

﴿۱۰۱﴾

	نصائح و مواعظ سے مدد لیا کرتا تھا۔
۲۸۳	جب وہ برسر حکومت و دسترس تھا اس نے دنیوی خواہشات و اغراض کی طرف میلان ظاہر کیا۔
۲۸۴	اس کے دور حیات کے اخیر وقت تک اس کو ایک خاص قسم کے خبط و خفقان سے کم و بیش متحیر و حیران کرتی رہی۔ اور اسی دھوکے اور فریب دینے والے یقین میں مر گیا کہ میں ایک پیغمبر ہوں۔

اخبار نور افشاں۔ امریکن مشن پریس لودیانہ

مطبوعہ ۱۳؍مارچ ۹۶ء صفحہ ۵	(ایک محمدی ملّا جس نے بقول اخبار مذکور اپنے مرید کی عورت کو خوبصورت دیکھ کر حکمت عملی سے طلاق دلوائی اور اپنے نکاح میں لایا اس کا ذکر کر کے لکھا ہے) اس محمدی ملّا کا فعل ہم کو تعجب میں نہیں ڈالتا کیونکہ ملّا نے عین اپنے پیغمبر کی پیروی کی ہے۔
۱۲؍جون ۹۶ء صفحہ ۸	محمد کے پاس جو وحی آتی تھی وہ بھی دیوتا لاتے تھے۔
۱۹؍جون ۹۶ء صفحہ ۱	ظلم و ستم سے مذہب پھیلانیوالے (مسلمان) ضرور گدھے اور انکا یہ عمل گدھا پن ہے۔
صفحہ ۶	محمد صاحب خود بھی حسن پرست اور عاشق مزاج تھے (ایک قصہ نقل کر کے کہ آنحضرت نے اپنی بیٹی فاطمہ کو بوسہ دیا اخبار نویس نے نتیجہ نکالا ہے) محمد نے اگرچہ چالاکی سے جواب کو بنایا............ اگر عائشہ محمد کو ناجائز حرکات (بقول اخبار نویس اپنی بیٹی کو نظر بد سے چومنا) میں مصروف نہ دیکھتی............ ان حرکات (بیٹی کو بوسہ دینا) میں اعتدال سے بڑھ کر تعشق کی کثرت پائی جاتی ہے............ جب فاطمہ حور قرار دی گئی تو وہ اب کس کی حور سمجھی جائے۔ اور حور کا انسان کی صورت میں اس جہاں میں کیا کام ہو سکتا ہے۔
۲۵؍ستمبر ۹۶ء صفحہ ۹	اب کوئی نہ کہے کہ محمد حفصہ کے گھر ماریہ لونڈی سے ایسا ویسا کرتا تھا............ اگر آپ کے (مسلمان کے) قول و ایمان کے مطابق اگر عورات سچ مچ جوتیاں ہیں تو مہربانی سے فرمایئے

﴿۱۰۲﴾

	کہ عبداللہ کی عورت آمنہ عبداللہ کے واسطے جوتی تھی یا نہیں جس کا ظہور محمد ہے۔ پھر محمد کی عورتیں مومنین کی مائیں کہلاتی ہیں مگر چونکہ وہ عورتیں ہیں اس لئے وہ جوتیاں ہیں۔ بعد وفات محمد کوئی ان کو نکاح میں نہ لاسکتا تھا۔ اب مومنین ان کو کیا کریں گے۔ سر پر ماریں گے...... حضرت نے بیوہ۔ کنواری۔ مطلقہ کوئی نہ چھوڑی حتّٰی کہ متبنّٰی کی چاہیتی کو بھی نہ چھوڑا...... اس بدتہذیبی کا رواج دینے والا محمد تھا۔
صفحہ ۱۰	عرب کی تمام منکوحہ عورات بھی کسبیاں ہیں۔
۱۸؍ دسمبر ۹۶ء صفحہ ۹	(گنہگار قوم کی علامات۔ قوم کے بزرگوں کا جھوٹ بولنا۔ خون کرنا۔ لوٹ اور رہزنی کو جائز سمجھنا۔ زنا کرنے کو خوشخبری سمجھنا۔ مشت زنی خاص طور کرنا گُنہ نہ جاننا۔ ہر ایک کے ساتھ شیطان کا ہونا۔ اُس قوم کا جہنمی ہونا۔ ان علامات کا ذکر کر کے اخبار نویس لکھتا ہے) غرض یہ کہ قوم محمد گناہ کرنے کو قوم بنائی گئی...... پس اَغلب ہے کہ یہ قوم وہی قوم ہو......

تفتیش الاسلام مصنفہ پادری راجرس ۱۸۷۰ء

صفحہ ۲۲	بعد ازاں اس پر بھی اکتفا نہ کر کے اس نے (آنحضرتؐ) اپنے خیالات اور توہمات سے ایک نیا مذہب مصنوعی ایجاد کیا۔
۴۹	قرآن کی جھوٹی آیتیں۔ قرآن میں بہت سی آیتیں لغو ہیں۔
۵۲	قرآن واحادیث کی واہیات اور ناپاک تعلیموں کا بیان۔
۵۴	محمد نے اس آیت کے بہانے جہاد کرنا اور لوٹنا شروع کر دیا۔ یہاں سے اس کے دل کا کپٹ اور دغابازی ظاہر ہوتی ہے۔
۵۶، ۵۷	یہ سب محمد کی بناوٹ اور گھڑت ہے۔ وہ (آنحضرتؐ) ایک نفس پرست آدمی تھا۔
۵۸	لیکن جب (آنحضرتؐ) عشق کے سبب زیادہ جدائی برداشت نہ ہو سکی تو قرآن میں

﴿۱۰۳﴾

سورہ نور کے آخر ایک آیت مصنوعی عائشہ کی بریّت کی وارد کر کے پھر صحبت اختیار کی لیکن اس بہتان کی عقل سلیم تکذیب نہیں کرسکتی۔

۵۸ بارہویں ایک عورت بنی حلال سے جس کو (آنحضرت نے) بے نکاح اور مہر یعنی اجرت یا خرچی کے گھر میں ڈال لیا تھا۔

۶۰ محمد ایک شہوت پرست آدمی تھا۔ جو اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کیلئے مصنوعی آیت پیش کر کے اس کو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔

۶۵ محمد کی چال چلن کسی طرح پیغمبری کے لائق نہیں ٹھہر سکتی۔ وہ ایک نفس پرست اور کینہ پرور اور خودغرض آدمی تھا اور نفس امارہ کا از حد مطیع تھا۔ اور اسی سبب قرآن اس کی جھوٹی بنائی ہوئی کتاب ہے جو اس کی نفس پرستی اور شہوت کو پُشتی دیتی اور پالتی تھی۔ اس میں ایک بھی ایسی آیت نہیں جس میں حکم ہو کہ اے محمد تو کیوں ہوا و ہوس اور نفسانیت کی طرف مائل ہوتا ہے یا کیوں زینب سے عشق کی آنکھ لڑاتا ہے۔

۸۰ یہ محمد کی بناوٹ اور بیہودہ گوئی ہے۔

۸۲ (آنحضرت کے معراج کو مرگی زدہ کا ایک خواب پریشان ظاہر کر کے یوں لکھا ہے) اس کے خیال میں یہ گذرا ہوگا کہ .... میں نے اپنے تئیں خاتم النبیین ظاہر کیا ہے یہ حیلہ گانٹھنا چاہیے کہ آج رات کو میں ساتوں آسمان اور عرش و کُرسی کی سیر کر آیا۔

﴿۱۰۴﴾

۹۷ اس کے (آنحضرتؐ) سارے کاموں میں عیّاری ظاہر ہوتی ہے۔ محمد میں تعصب اور مکّاری دونوں باتیں کسی قدر پائی جاتی ہیں .... ساتھ اس کے ایک بے وفا خودغرض دل۔ حقیقت میں اس کی گفتار اور رفتار اور عمر کے ساتھ بدی میں بڑھ گئی۔

// نبی بغیر معجزوں کے۔ ایمان بغیر بھیدوں کے۔ اور اخلاق بغیر محبت کے جس نے خونریزی کے شوق کو ترغیب دیا۔ اور جس کی ابتدا اور انتہا بیحد شہوت پرستی کے ساتھ ختم ہوئی۔

۱۰۰ اے عزیزو ...... بلکہ آج ہی دین محمدی چھوڑ کے اور اس جھوٹے نبی کی پیروی ترک کر کے

پادری عمادالدین

اس شخص کی تصنیفات جو ۱۸۷۴ء سے پیشتر شائع ہو چکی ہیں اس قدر دل آزار کلمات سے مملو ہیں کہ خود عیسائیوں نے اسے ملامت کی۔ ہم ان کا اقتباس یہاں نہیں کرتے اور صرف وہ رائیں درج کرتے ہیں جو ہندوؤں اور عیسائیوں نے اس کی کتاب **ھدایۃ المسلمین** پر ظاہر کیں۔

ہندو پرکاش امرتسر ۱۸۷۴ء و آفتاب پنجاب لاہور۔ ’’کیا پادری عمادالدین کی تصنیفات ...... کچھ اس کتاب سے شورش انگیزی میں کمتر ہیں کہ جس نے بمبئی کے مسلمانوں اور پارسیوں کے اتفاق و محبت کو عداوت سے مبدّل کر دیا اور دونوں کو ہلاکت کا منہ دکھایا ...... پادری صاحب کی تصانیف ...... مسلمانوں کا انگریزی گورنمنٹ سے دل پھاڑنے کی علّت غائی پر تصنیف کی گئی ہیں‘‘۔

شمس الاخبار لکھنؤ باہتمام پادری کریون صاحب ۱۵؍ اکتوبر ۱۸۷۵ء

’’نیاز نامہ ...... عمادالدین کی تصنیفات کی مانند نفرتی نہیں کہ جس میں گالیاں لکھی ہوئی ہیں اور اگر ۱۸۵۷ء کی مانند پھر غدر ہوا تو اسی شخص کی بدزبانیوں اور بے ہودہ گوئیوں سے ہوگا‘‘۔

نبی معصوم مطبوعہ امریکن مشن پریس لودھیانہ ۱۸۸۴ء

۱۶	وہ عشق حرام جو محمد صاحب نے مریم نامی مصری لونڈی کے ساتھ کیا۔

ہندوؤں اور آریوں کی گالیاں

پاداش اسلام مصنفہ اندرمن مرادآبادی ۱۸۶۶ء

۹	(رذیلہ کار محمد۔ محمد احمق۔ ستمگار و بدکار)
۱۱	(محمد) مثل مار برخود پیچید .... فی الفور دم خر پیمود۔
۱۲،۱۳	محمد تزویرے بکار برد۔ جمیع امور پر فتورش۔ امام شافعی گپ مے زند۔

﴿۱۰۵﴾

۱۴	(آنحضرت) بجز شہوت پرستی و بدمستی کارے نداشت ؎
	احمد کہ کامرانی وتن پروری کند او خویشتن گم است کرا رہبری کند
۱۵	خالد (صحابی) بہ زنا پیوست۔
۱۷	اگرچہ عشقبازی و شہوت طرازی درمیان محمد و زینب بوقوع رسیدہ۔
۱۸۔۱۹	برحال محمد باید گریست کہ بہ دیوّثی مے زیست...... عائشہ چادر عفت درید...... شاید کہ جائے مخصوص بی بی عائشہ در کنار لشکر بود۔ وبگوشہ قافلہ در تنہائی مے آسود...... الغرض در تیرگی شب از لشکر بیروں رفتن...... کار عفیفہ وحنیفہ نیست بلکہ شیوہ مکارہ وعیارہ...... خبر زنائے عائشہ۔
۲۵	اکنوں معترض...... غور فرماید کہ دیوّث کیست...... آیا دیوث خدائے اسلام مقیم بیت الحرام است کہ بجواز زنا الہام کرد...... یا پیر معلوم ملاّ ے روم دیوّث است...... بلا اشتباہ آں مرشد مسلمین وولی مومنین...... دیوّث بودند۔
۲۶	اسلاف خود (اسلاف مسلمانان) سر بسر دیوّث بودند...... معبود معہود مخالفین (مسلمانان) جباری وستمگاری بیش نیست کہ بنا بر ترویج زنا وقتل بر اولیاء وانبیا وحی می فرستد۔
۲۷	پس معبود مفروض مسلمان بنا بر اغوائے مردم نیز وحی نماید...... اولیاء وانبیاء فرقہ محمدیہ کار شہوت پرستان مے برآرند وبمیانداری ودلالی ہمت می گمارند...... کار خیر البشر خالی از شر نیست
۲۹	تخم زانی در زنان مسلمانان تصرفے کمال دارد...... حرام زادگی بمسلماناں عیبے عاید نمی گرداند۔
۳۰	دین احمدی کہ مانند آئین شیخ نجد یست...... ایں اشارت بمیانداری و دلاّئے آں ولی ست کہ ہمچو مصطفیٰ وعلی ست...... الحق دریں حدیث محمد داد دیوثی دادہ و مدار کرامت بر فضیحت نہادہ...... حضرت (آنحضرتؐ) را غایت رعایت زنا کاراں منظور افتاد۔
۳۱	شاید بازن سعد بن عبادہ حضرت (آنحضرت صلعم) نیز پیوستہ بکامرانی پیوستہ باشند لہٰذا بحکم آنکہ مطلب سعدی دیگر است او را فرمود کہ چنیں و چناں باید نمود تا فرصت را غنیمت دیدہ

﴿۱۰۶﴾

	وبکام دل رسیدہ اندرون مکان مخصوص خود داخل شوند و چوں میل در سرمہ داں فروروند
۳۲	محمد اجرائے شہوت یاراں بسر وچشم قبول فرمودہ برایشاں عورات خرچی جائز نمودہ۔
۳۳۔۳۴	(ان صفحوں میں متعہ کا ذکر کر کے مسلمانوں کو دیوث اور مسلمانوں کی عورتوں کو بازاری کسبیاں اور کنچنیاں قرار دیا ہے۔اور ازواج مطہّرہ آنحضرت صلعم پر حملے کئے ہیں)۔
۳۷۔۳۸	طلحہ بر عائشہ عاشق بود ...... مگر طلحہ از ارادہ خود نگذشت تا انکہ در راہ بصرہ بمراد خود رسید (یعنی زنا کیا)
۳۹	؎ خدایت مائل فعل حرام است — کہ دائم مسکنش بیت الحرام است زنا آنجا بکن حکم امام است — کہ جائے ایزدت بیت الحرام است
۴۰	سور چوں از لب حضرت برآید — نجاست از مسلمانان رباید...... ؎ بہر میمونہ (زوجہ مطہرہ آنحضرت صلعم) یکے میموں سزاست — نے سزا وار نکاحش مصطفٰی ست زانکہ او اسپ است و ایں میمونہ است — اختلاف ایں و آں ہر گونہ است...... ؎ چو بوبکر است بز پیش تو اے خر — برائے بازیش میموں دگر خر ...... ؎ امام ثعلبی زاں افسر آمد — کہ او از خصیۃ الثعلب برآمد غزالی خواہرت را گر رُباید — غزالی مشکبو از وے برآید محدّث نیست محدّث ترمذی است — کہ او را رغبت طعم مذی ہست بخاری را بخار آمد بحدّت — صحیح اصلا نگردد جز ہلاکت خر رازی است فخر الدین رازی — بود ہم جنس تو در دُم درازی
۴۱	مسلمانان ازروئے قرآن محمد را اب المسلمین میشمارند و زنان او را ام المومنین مے پندارند......پس ثابت شد کہ یا مسلماناں کذاب بودہ اند و یا زنان محمد با پدران ایشاں آسودہ اند و تخم ربودہ اند...... بریں قیاس محمد پدر مسلماناں نتواند بود مگر وقتے کہ محمد با مادر شاں میلے خواہد داشت و تخمے خواہد کاشت......
۴۵	(آنحضرت صلعم کو بد وضع۔بے حیا۔اور شہوت ران کہہ کر یوں لکھتا ہے) چہل سال عمر عزیزش

﴿۱۰۷﴾

	گذشتؔ۔ دلش از ہوائے زناں برگشت۔ چند زنان غمزہ زناں را بے نکاح و خطبہ در آغوش کشید واز زنا کاری اصلا نہ ترسید۔
۴۶	خدائے مسلمانان عجب مشربے دارد کہ چنیں کس را کہ بنائے زنا بے انتہا افگند ...... برائے رسالت برمیگزیند۔ مرادر پیش فکر اختصار است چساں حرکات احمد برشمارم...... زنا شعار انبیاست ...... از اینجاست کہ محمد را با وصف جہالت جبلی و ضلالت فطری رسول مقبول پندارند۔
۴۸	(اسلام کے خدائے تعالیٰ کی نسبت لکھا ہے) خر وخنزیر وخرس و بوزنہ گشت۔ زنا دانی گرفتہ شکل حیواں ......خود گرگ وشغال وخرس وخنزیر شدہ۔ در شکل خبیث جلوہ آرائی کردہ۔
۵۰	لازم آید کہ فاعل کفر وشرک وخطا وزنا خدا (خدائے مسلمانان) باشد...... بروز ازل خدائے محمد جابر وظالم بودہ......خدائے محمد یہ درعدالت وسیاست کمتر از بشر است۔

ہم کہاں تک اس شخص کی گندہ دہانی کی نقل کرتے جائیں۔ یہ کتاب ۳۸۰ صفحہ پر ہے اور یہاں پچاس صفحوں کا جو اقتباس کیا گیا ہے اس میں سے بھی بے تعداد گالیاں چھوڑ دی گئیں ہیں۔ غرض کہ اس مصنف نے

دیکھو صفحہ ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۵، ۵۶، ۶۲، ۶۴، ۱۰۷، ۱۳۱، ۱۵۰، ۱۶۲، ۱۷۲، ۲۰۲، ۲۵۰، ۳۰۲، ۳۱۱، ۳۶۹، ۸۷۔	**ہمارے خدا کو**۔ ظالم۔ بے ہودہ۔ جابر۔ لاف گذاف بکنے والا۔ نخوت کرنے والا۔ فاسد۔ فاجر۔ ہوا و ہوس میں گرفتار۔ ملعون۔ خشک وسوختہ۔ مکّار۔ فریبی مکر اور فریب میں اُستاد۔ معطل۔ عزرائیل کے ہاتھ سے مرنیوالا۔ فرعونی راہ میں چلنے والا معلم مکر و تزویر۔ سخت بیوقوف۔ سخت احمق۔ دروغ گو شیطان سے فریب کھانے والا بد اصل۔ مکّار۔ عیّار۔ ستم گار۔ متلون مزاج۔ ابلہ۔ مثل ابلیس۔ کاذب۔ شیطان کی طرح مکر سکھلانے والا۔ بے عقل۔ ناپاک۔ امرد۔ گدھے سوار۔ کافر۔ زانی۔ مغلم۔ فاجر مورد لعنت۔ خالق کذب ودروغ۔ بدعہد۔ زنا کا الہام بھیجنے والا۔ اسباب شہوت پیدا کرنے والا۔ زنا واغلام وسرقہ کا موجد۔ مریض مالیخولیا قرار دیا ہے۔

﴿۱۰۸﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا ہے :- حیوان اور گدھے سے بدتر۔ بت پرست۔ بتوں کا دل وجان سے تعریف کرنے والا۔ کرامت وخوارق میں ابلیس سے کم۔ مسلمانوں کی عورتوں اور بیٹیوں کا پردہ عصمت پھاڑنیوالا۔ لائق نفرین۔ سخت شہوت پرست جسکی فضیلت واکملیت کثرت زنا ومباشرت زنان شوہردار پر منحصر ہے۔ جورو کے ساتھ ناچنے والا۔ رقّاص۔ مکّار۔ ہموارہ بکار ہائے ناکارہ آوارہ۔ زشت۔ بدسرشت۔ سیہ مستی والا۔ زن پرست۔ دیّوث۔ زنان شوہردار سے بلا نکاح ہمبستر ہونیوالا۔ شرافت سے تہیدست ومبّرا۔ کنیزک زادہ۔ لادو حیوان۔ گھوڑا۔ اونٹ۔ بیشمار دفعہ زنا کرنیوالا۔ غبی۔ زناکاروں کو عیب پوشی کے لئے فریب سکھلانیوالا۔ بدعہد۔ عہد شکن۔ معلم دروغ گوئی۔ تذویر ومکر کرنیوالا۔ متلون۔ ابلہ۔ سوگند شکن۔ شہوت ران۔ نافرمان۔ زنا صریح کرنیوالا۔ بے دین۔ بدآئین۔ محمد بود یک شہوت پرستے۔ زصہبائے ہوس مخمور مستے۔ بدیدے گرزنے یوسف فریبے۔ بلا کابیں ومہرش دل بہ بستے۔ اجنبی عورتوں سے ناگفتنی باتیں کرنے والا۔ شریر۔ دروغ گو۔ **معلم المکر**۔ ذلیل وخوار۔ جس کا مرناخس کم جہاں پاک کا مصداق۔ بزدل۔ نامرد۔ پلید۔ مخالفوں کے ہاتھ سے پاپوش کھانے والا۔ پیر مغاں۔ شرافت محمد سرمایہ شروآفت۔ عشقباز۔ بدچلن۔ اُس میں اور کافر میں کیا فرق ہے۔ بی بی عائشہ کے ساتھ ناچنے والا۔ زوجہ خدا۔ بول وبراز کھانے والا۔ موچی۔ سیہ کار۔ بےحد زناکار۔ عشق باز۔ ابلیس میں اوراس میں کچھ فرق نہیں۔ سیہ مستی اور شہوت پرستی میں محو۔ نادان۔ غلط بیان۔ خرپابگل۔ چرندہ۔ ابلیس پُرتلبیس اور پیغمبر نفیس میں کیا فرق ہے۔

دیکھو صفحہ ۵۳، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۷، ۸۸، ۹۲، ۹۵، ۹۶، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۸، ۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۵، ۱۶۲، ۱۶۷، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۵، ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۸، ۲۰۵، ۲۰۹، ۲۲۵، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۶۵، ۲۶۷، ۲۸۲، ۲۸۷، ۳۱۱، ۳۲۳، ۳۳۲، ۳۵۳، ۳۶۲، ۳۶۵۔

دیگر انبیاء اسلام علیہم السّلام کی نسبت۔ پیغمبر گنہگار تھے۔ موسیٰ وعیسیٰ سب خطاکار ہیں۔ یوسف نے زلیخا کو برہنہ کیا۔ وہ مشہوت وزانی تھا۔ اس نے اپنی مالکہ کی فرج میں دخول کیا۔ تمام پیغمبر گلہ بانوں سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتے۔ وہ شریف نہیں خوار و ذلیل تھے۔ وہ عورتوں کے ننگ و ناموس کے پردہ کو پھاڑتے رہے۔ خونریزی

۵۲، ۵۸، ۷۸، ۶۹، ۹۵، ۹۶، ۱۲۶، ۳۰۵، ۳۲۵، ۳۲۶

﴿۱۰۹﴾

و ناحق قتل کرنے والے۔ حضرت ابراہیم مکّار و کذّاب۔ انبیاء احمق و مشرک۔ ادریس مکّارانہ چال چلا۔ ادریس مکّار فریبی۔ ادریس اور ابلیس میں کچھ فرق نہیں۔ ابلیس اس سے افضل۔ مسلمانوں کے پیغمبروں کومسیلمہ کذّاب پر ترجیح نہیں۔ دُختر فروش۔

۹۲، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۵۱، ۷۸ — **ازواج مطہرہ آنحضرتؐ کی نسبت**۔ زنان پیغمبر...... بازاری عورتوں سے ذلیل۔ بلکہ بازاری عورتیں ان سے بہتر۔ مرتکب حرکات ناکارہ۔ عائشہ نے طلحہ سے زنا کیا۔ عائشہ بے حیا۔ خیرہ را۔

۱۰۲، ۱۱۲، ۱۵۵، ۱۷۱، ۱۲۳ — **صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت**۔ خلیفہ دوم۔ منی خور۔ اغلام کرانے والا۔ صحابہ رسول کے ازواج رسول کونظر بد سے دیکھنے والے۔ کمینہ و دیوث۔ علی غدار۔ بڑا مکار...... صحابہ رسول تلبیس ابلیس میں تندہ۔ قتل بندگان خدا میں مصروف۔

۱۵۵، ۱۵۲، ۱۶۳ — **آنحضرت صلعم کے زمانہ کی دوسری مستورات مومنات کی نسبت**۔ مسلمانوں کی عورتیں اور بیٹیاں بازار میں اجرت لےکر زناکاری کرتی تھیں۔ مدینہ کی لڑکیاں ننگ و ناموس ترک کرنے والیں۔ بعض مومنات خرچی لےکر سوسوآدمیوں سے روزمرہ زنا کراتی تھیں۔

۷۶، ۷۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۲ — **ائمہ اربعہؒ کی نسبت**۔ ابوحنیفہ نے ماں سے جماع و نکاح جائز کیا۔ وہ ماں بہن بیٹی سے زنا کو بُرا نہیں سمجھتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ماں سے زنا کیا اور داد دیوثی کی دی۔ اس کے نزدیک لواطت بُری نہیں۔ جب امام کو اغلام کے لئے لڑکا نہ ملا تو جورو سے لواطت کی۔ امام مالک مرتکب لواطت ہوا۔ امام شافعی کے نزدیک بھی جائز ہے۔ ابوحنیفہ موروثی دیوث و بے حیا..................

دیگر بزرگان دین کی نسبت۔ مؤلّف تفسیر عزیزی بے تمیز۔ مسلمانوں کے

﴿۱۱۰﴾

﴿۱۱۱﴾

صفحہ	
	کنشت زشت است و بانیش کذب سرشت وجود عصیاں در گو عدم رود۔
	قرآن شریف کی نسبت معنیش باشد ضلالت سر بسر ازضلالت می دہد قرآن خبر
۷۔۱۳	ازضلالت باردار داین شجر بہتر است اور ابریدن از تبر
۵۷۔۶۰	ہذیان۔ مجہول عفریت کا آراستہ کردہ کلام۔ محمد کی تراشیدہ باتیں۔ ترہات باطلہ۔
۱۱۹۔	مزخرافات۔ تقویم پارینہ۔ قرآن وحدیث میں لواطت۔ زنا۔ قمار بازی۔
	شراب خوری بھنگ نوشی کی تعلیم ہے............ بانی قرآن کذاب حالش
۳۰۸۔۳۱۶	مثل مست خراب کہ دمش مطابقت قدم ندارد۔ قرآنی اعمال کو مثمر نجات
۳۵۵۔۳۶۶	سمجھنا اور شیطانی افعال کے ساتھ داخل بہشت ہونا برابر ہے۔ اقوال بانی
	قرآن وحدیث برمثال مقال مسیلمہ کذاب ومست وخراب۔ قرآن بافتہ
	نادانی ژولیدہ بیانے سخت ہذیانے۔ کج مج زبانے۔ ہیچ مدانے۔
	غباوت نشانے۔ سُست تبیانے۔ قرآن کی نقلوں میں عقل کو دخل نہیں۔
	وہ یک قلم باطل۔ اس کا ماننے والا صدق وصفا سے عاطل۔ ہر سیپارہ صفحہ
	قرآن فوارہ بول مے زند۔

ستیارتھ پرکاش مصنفہ پنڈت دیانند ۱۸۷۵ء

ماخوذ از ترجمہ ستیارتھ پرکاش مطبع کشن چند کمپنی لاہور

اللہ تعالیٰ کی نسبت۔ بے رحم۔ شیطان سے بھی بڑھ کر شیطنت کرنے والا۔ ۶۸۳ عورتوں میں غلطاں۔ ۶۸۵۔ فرشتوں کو دھوکہ دے کر بڑائی کرنے والا اس لئے ریاکار۔ لاف زن۔ ہمہ دان نہیں۔ بے قدرت۔ جب ایک کافر شیطان نے خدا کے چھکے چھوڑا دیئے تو کروڑوں کافروں کے آگے اس کی پیش کیا جائے گی۔ ۶۸۶۔ کم علم کم ہمت۔ ۶۸۷۔ فریبی جھوٹا۔ ۶۹۹۔ دوالیہ۔ ۷۰۰۔ بھان متی کا تماشا کرنے والا جس کو عقلمند دور سے سلام کریں گے۔ ۷۰۱۔

عورتوں کا شائق۔۲۰۲۔طرف دار۔۲۰۳۔ بے انصاف ۔۲۱۰۔مسلمانوں کا خدا بھی شیطان کا کام کرتا ہے۔۲۰۳۔ جہالت وتعصب سے پُر۔۲۱۲۔شیطان تو سب کا بہکانے والا ہے۔مگر خدا شیطان کو بہکانے والا ہے۔گویا شیطان کا بھی شیطان خدا ہے۔خدا میں پاکیزگی نہیں۔سب برائیوں کا مخزن ومعاون۔کم علم بے انصاف۔کیا تمہارا خدا بہرہ جو پکارنے سے سنتا ہے۔۲۰۶۔ پھر خدا اور شیطان میں کیا فرق ہوا۔ہاں اتنا فرق کہا جاسکتا ہے کہ خدا بڑا شیطان اور عزرائیل چھوٹا شیطان ہے......پس اس اصول سے خدا ہی شیطان ثابت ہوگیا۔۲۱۳۔ مکّاروں کی طرح خوف دلانے والا۔ بے علم۔۲۲۳۔اس میں اور شیطان میں کوئی فرق نہیں......خدا کو کیوں دوزخ نہ ملنا چاہیے۔۲۲۴۔جب شیطان کا گمراہ کرنے والا ہی خدا ہے تو وہ خود شیطان کا بڑا بھائی ہے۔خدا معاون شیطان ہے۔۲۱۶۔ اندھا دھندلڑنے والا۔انصاف رحم اور نیک اوصاف سے مبرّا۔۲۲۷۔خدا ہی شیطان کا سردار۔اور سارے گناہوں کا موجب۔۲۳۶۔اپنے مُنہ میاں مٹھو۔قرآنی خدا نے اندر جال کا تماشا دکھا کر جنگلی لوگوں کو اپنے بس میں کرلیا۔۲۴۶۔اگر اس قسم کے پیغمبروں (یعنی لوط جس نے بالفاظ ستیارتھ پرکاش بیٹیوں سے جماع کیا) کو خدا نجات دے گا تو وہ خدا بھی اپنے پیغمبر کی ہی مانند ہوگا۔(یعنی لوط کی طرح جس نے بزعم پنڈت دیانند بیٹیوں سے زنا کیا)۔۲۴۸۔شیطان کا بہکانے والا شیطان کا شیطان۔باغی شیطان کو کھلا چھوڑ دینے کے باعث ادھرم کرنے والا اور شیطان کا ساتھی۔۲۵۷۔خدا محمد صاحب کے لئے بیویاں لانے والا حجّام تھا۔۲۵۶۔محمد صاحب کے گھر کا اندرونی اور بیرونی انتظام کرنے والا خدمتگار۔

آنحضرت صلعم کی نسبت۔۲۰۳۔ مطلب براری کے لئے قرآن بنانے والا۔نیّت کا صاف نہیں۔۲۰۸۔اپنی مطلب براری اور دوسروں کا کام بگاڑنے میں کامل استاد۔۲۱۶۔کیا رسول اور خدا کے نام پر دنیا کو لوٹنا لٹیروں کا کام نہیں۔کیا خدا بھی ڈاکو ہے اور لٹیروں (صحابہ آنحضرت صلعم) کا معاون پیغمبر جہان میں فساد ڈالنے والا امن عامہ کا رخنہ انداز۔۲۱۹۔ یہ خدا کے نام پر

﴿۱۱۲﴾

مردوزن کومطلب کے لئے لالچ دیتا ہے۔ اگرایسا نہ کیا جاتا تو کوئی محمد صاحب کے جال میں نہ پھنستا...... حضرت محمد صاحب! آپ نے بھی تو گوکلئی گوسائیوں کی ہمسری کی جو اپنے مریدوں کا مال اڑا کر ان کو پاک کر دیتے ہیں۔۶۴۲۔ ان دونوں (اللہ تعالیٰ و آنحضرت صلعم) میں سے ایک خدااور دوسرا شیطان ہوجاوے گااور ایک کاشریک دوسرا ہو جاوے گا۔ واہ قرآنی خدااور پیغمبر اپنی اپنی مطلب براری کے لئے کیا کیانہیں کیا...... جنگلی آدمی بھی اپنی بہوؤں سے پرہیز کرتا ہے اور کیسا غضب ہے کہ نبی کی شہوت رانی میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں ہوتی...... جب بیٹے کی بہو[1] پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے پیغمبر نہ رک سکے تو اوروں سے کیونکر بچے ہوں گے۔۶۱۴۔ تعجب ہے کہ جو لوٹ مچاویں ڈاکہ ماریں وہ خدا، پیغمبر اور ایماندار کہلاویں۔۶۳۳۔ جیسے غدر مچانے والے خدااور نبی بے رحم ہیں ویسا دنیا میں اور کم ہی ہوگا۔۶۵۷۔ کیا جس کی بہت بیویاں ہوں وہ خدا پرست یا پیغمبر ہوسکتا ہے جو ایک کی قدر کر کے دوسری کی بے قدری کرے وہ ادھرمی ہے یا نہیں...... جو بہت سی بیویوں کے باوجود لونڈی سے ناجائز تعلق پیدا کرے اس کے نزدیک حیا عزت کا پاس اور دھرم کیونکر پھٹک سکتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے زانی آدمیوں کو نہ حیا ہوتی ہے اور نہ خوف ان سے نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن کلام اللہ تو کجا کسی عالم نیکوکار کی بھی تصنیف نہیں۔

﴿۱۱۳﴾

متفرق۔۶۸۴۔ مسلمانوں کا بہشت گوکلئی گوسائیوں کے گیولوک اور مندر کی طرح ہے۔۶۹۴۔ مسلمان بت پرست ہیں اگر بت شکن ہیں تو انہوں نے بڑے بت یعنی مسجد کعبہ کو کیوں نہ توڑا...... محمد صاحب نے چھوٹے چھوٹے بتوں کو مسلمانوں کے گھر سے نکالا لیکن پہاڑ کی مانند مکے کا بڑا بت ان کے مذہب میں داخل کر دیا۔۶۹۷۔ ایسی تعلیم خدایا اس کے رسول کی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ خودغرض اور جاہل کی ہوسکتی۔۷۱۱۔ بہشت کیا ہے رنڈی خانہ۔۷۰۳۔ جہاں اسلام نے فروغ پایا وہ وحشی اور مجہول آدمی تھے اس لئے ان میں یہ خلاف علم وعقل مذہب پھیلا۔۶۴۲۔ مذہب اسلام لچر۔ غیر مدلل خلاف عقل خلاف دھرم۔

[1] مطابق اصل

قرآن شریف کی نسبت۔ جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کلام مبہم ہے تو کیا چوری زنا کاری جھوٹ اور گناہوں کا آغاز خدا کے نام پر کیا جاوے! ۶۸۸۔ یہ سب باتیں (یعنی قرآن کی باتیں) طفلانہ ہیں...... سچی نہیں۔ ۶۹۵۔ محمد نے یہ بات (آیت قرآن شریف) اپنے مطلب کے لئے گھڑی تھی۔ ۷۰۷۔ ایسی تعلیم (تعلیم القرآن) کوئے میں پڑے۔ قرآن جیسی کتاب محمد صاحب جیسے رسول قرآنی اللہ جیسے خدا اور اسلام جیسے مذہب سے دنیا کو سراسر نقصان ہے ان کا نہ ہونا ہی اچھا ہے۔ اس قسم کے بیہودہ مذہب سے کنارہ کش ہو کر داناؤں کو وید کے احکام ماننا چاہیے۔ ۷۰۹۔ اس کا مصنف ایک نہیں بلکہ بہت سے آدمی ہیں۔ ۷۱۴۔ قرآن میں کہیں اونچے کہیں دھیمے پکارنے کا حکم ہے۔ ایک دوسرے کی متضاد باتیں۔ سودائیوں کی بکواس کی مانند ہوتی ہیں۔ ۷۱۵۔ یہ کلام اللہ نہیں۔ کسی مکّار کا کلام ہے۔ ورنہ اس میں اس قسم کی واہیات باتیں کیوں ہیں۔ ۷۲۰۔ اس کی آیتیں محسن کشی کی تعلیم دینے والیں اس کا مصنف علوم طبعی سے ناواقف۔ ۷۲۹۔ اس میں لغو اور جاہلانہ باتیں ہیں اس کے پیرو بے علم ہیں۔ ۷۳۱۔ ایسی فحش باتیں کلام اللہ میں تو کجا کسی شائستہ انسان کی تصنیف میں بھی نہیں۔ ۷۳۲۔ قرآن کلام اللہ تو کجا کسی سمجھدار آدمی کی بھی تصنیف نہیں۔ ۷۵۳۔ اسی تعلیم (تعلیم قرآن شریف) نے مسلمانوں کو، غدر مچانے والا، سب کو ایذا پہنچانے والا، خود غرض بے رحم بنا دیا۔ ۷۵۷۔ قرآن کلام اللہ، کلام اللہ تو کجا بلکہ کسی عالم نیکوکار کا بھی کلام نہیں۔ ۷۶۱۔ خلاف وضع فطرت گناہ عظیم کی بنا یہ (قرآنی تعلیم) ہے۔

﴿۱۱۴﴾

نسخہ خبط احمد یہ مصنفہ لیکھرام پشاوری مطبوعہ ۱۸۸۸ء

(اس شخص کے اصلی دل آزار فقروں کو چھوڑ کر یہاں نہایت اختصار کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ اس نے ہمارے خدا ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اسلام اور ہماری کتاب کی نسبت کیسے کیسے دلخراش الفاظ استعمال کئے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ کی نسبت۔محتاج۔فریبی۔کمینہ۔حیلہ کرنے والا۔دھوکہ باز۔دھوکہ میں پھنسانے والا۔سرگردان۔ ۶۸۔مشونازاں بایں مولائے مکار وعجیب خود۔کہ از ابلیس بالاتر بایجادفریب خود۔۶۹۔فرضی خداقرآن وہمی عرش کے بالا خانہ پرخیالی کچہری کرنے والا۔۹۹۔رذیلہ تمسخر کرنے والا۔۱۰۱۔گھر کی عقل یادداشت اور گیان سے خالی۔مغلوب نسیان وسہو۔بے علمی کا مُقِر۔۱۱۶۔گرہمیں اللہ است وایں مخلوق۔بہر یادداشت بایدش صندوق۔تقریری حساب سے محض اُمّی، بےانتظام پرلےدرجہ کا غافل۔غفلت کی نیندسونے والا۔۱۱۷۔۱۱۸۔شیاطین کا بھائی بند۔۱۳۱۔اس کے اندر سے ریچھ سؤر مرغ تیتر نکلے ہیں۔ ۱۶۴۔خداشیطان اورشیطان خداہے۔گمراہ کرنے والا۔۲۵۵۔

ہمارے سیّدومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت۔لوٹ مار کرنے میں سرآمدعرب حقیقی عزتوں سے منزلوں دور۔۳۷۔جس کا دل نفسانی خواہشوں سے بھرا ہوا۔ہواہوس کا مغلوب۔قسم توڑنے والا۔نفسانی خواہشوں کوعمل میں لانے کیلئے اوراپنے عیب پر پردہ ڈالنے کے لئے خدا کے احکام بنانے والا۔بیگانی عورتوں پر عاشق ہوجانے والا۔جھوٹے الہام کادعویدار۔۴۱۔۴۲۔بداخلاق۔ ضدوفریب سے تعلیمات کوخراب کرنے والا۔قتل انگیز دینی حرارت والا۔رنج آور۔عَصَب کا کمزور۔وسواسی۔۴۵۔مکر کرنے والا۔عیّار۔جوش تعصب ملک گیری اورشہوت نفسانی کے بڑھانے کے لئے جس نے دعویٰ کیا۔عورتوں کا بڑا عاشق۔شہوت پرست۔**وِکِڈ** یعنی فاسد بدکار۔ہیوپاکریسی والا۔دغاباز۔دمبازی کی پھسلاٹ کے ہنر میں لائق۔**فراڈ** کرنے والا۔ دھوکادِہ۔۴۶۔۴۷۔بنی نوع انسان کابدترین دشمن۔۴۸۔رحمۃ للعالمین نہیں بلکہ زحمت للعالمین ہے۔مسیلمہ کذاب اس سے بہتر ہے۔۶۲۔۶۳۔فریب باز۔لوٹ کا مال لینے کیلئے زکوٰۃ کا جھوٹا بہانہ بنانیوالا۔مکروفریب کرنیوالا۔معلم دغابازی ۶۵۔۶۶۔۶۷۔

﴿۱۱۵﴾

متفرق۔موسیٰ نے شیطان سے توحید حاصل کی۔۳۱۸۔مسلمانوں کاجدّامجدآدم عقل سے چاہِ جہالت میں گرنے والا۔دانائی سے فارغ خطی لینے والاملعون۔۲۷۹۔اسلام خونریزی کوشوق

دلانے والا۔ اس کی ابتدا و منتہا شہوت پرستی۔۴۲۔معراج کا قصہ جھوٹا۔لغو مکر کی بات ۶۶۔ (جمعہ کو چونکہ ایرانی نجوم میں زہرہ کہتے ہیں اس لئے روز جمعہ کو ایک بدکار طوائف کہا ہے اور مسلمانوں کا تعظیم جمعہ کرنا گویا اس بدکار طوائف کیلئے وحشیانہ جوش جنبانی ہے۔۱۷۵)

قرآن شریف واحادیث کی نسبت۔ اس کی بنا فاسد ہے۔ ۲۹۔قرآن علم وحکمت عام عقل کے برخلاف علمی نتائج میں بدی پیدا کرنیوالا۔۴۲۔ناسزاوار تعظیم۔اس کی تعلیمات نہایت معیوب اکثر غلط۔اس کے پڑھتے ہی سخت مزاج اور نفسانی ہو جانا۔۴۳۔ قرآنی بہشت کی تعلیم عیّاشوں اور بدکرداروں کو خوش کرنا ہے۔۴۴۔اس کی تعلیم زشت۔۴۵۔ اس کی تعلیم تاریک گمراہی پھیلانے والی۔لوگوں کو کینہ ور اور بے رحم بنانے والی۔حرص کینہ شہوت کو جائز رکھنے والی۔۴۹۔۵۰۔قرآن احقاق حق سے سراپا شرمناک ہے۔۱۷۔قرآن کے خاتمہ بالخیر ہونے سے ملک ایشیا اس ہیضہ سے نجات پاتا۔۲۷۳۔قرآنی جنّت۔نفسانی اور جسمانی بلکہ عشرت کدہ حیوانی۔عقل کے خلاف۔دور از انصاف۔بعید از قیاس روحانیت کی ستیاناس کرنے والی۔شیطان کی ماوا ملجا۔۳۱۶۔

تکذیب براہین احمدیہ مصنفہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر مطبوعہ چشمہ نور امرتسر ۱۸۹۰ء

اللہ تعالیٰ کی نسبت۔صفحہ ۳۶۔ بے علم۔ نافہم۔ دھوکہ باز۔ فریبی۔ حیلہ پرداز۔ داؤ کھیلنے والا۔ بیوقوف۔ ۳۷۔ کمبہ کرن کی نیند سے بیدار نہ ہونے والا۔قرآنی خدا عالم غیب نہیں وہ محمد شاہ رنگیلے کی طرح یا واجد علی شاہ کی طرح زچہ میں بیٹھا ہوا تھا۔وہ علم مباحثہ سے ناواقف زود رنج تعصب والا ہے۔۳۸۔اس سے شیطان زور آور ہے۔۳۹۔وہ ایک ایسا شخص ہے جو مکر و فریب سے یا اتفاق وقت سے سلطنت کو پہنچ گیا مگر علم و عقل سے عاری۔ ناواقفوں سادہ لوحوں یا اپنے جیسے پر اس کی حکومت۔ بہادری کا اس میں نشان نہیں...... خدائی کرنے کا گیان نہیں......دانا نہیں......معاملات ملکی کا تجربہ کار نہیں۔۴۲۔جن فرشتوں

﴿۱۱۶﴾

نے خدا کا ڈولہ اٹھایا ہوا ہے...... وہ اگر کاندھے سر کا دیں...... تو بتلائیے...... خدائے محمدیاں کسی غار میں گرا پاویں...... اور اگر گر کر مر جائے تو پھر مولا کون کہلائے۔ ۴۷۔ وہ شیطان سے مقابلہ کرنے میں ترساں ہے۔ ۵۶۔ ۵۷۔ جلّاد۔ ستمگار۔ ذابح الجاندار۔ ۲۲۲۔ ظالم۔ جبّار۔ غافل۔ خودغرض۔ بدفعلی اور پلیدی کا رہنما۔ بدچلنی اور فعل شنیعہ کا خدا۔ ۲۳۳۔ رشوت لینے والا۔ آدمی کی شکل والا۔ بالاخانہ پر بیٹھنے والا۔ فریب کھیلنے والا۔ شیطان سے ڈرنیوالا۔ ۲۴۰۔ موسیٰ والی آگ گویا اگنی دیوتا کی پرستش ہے۔ ۲۵۴۔ خدا بڑا ہی کاذب ہے یا جُوَا کھیلتا ہوگا جو جُفت طَاق کی قسم کھاتا ہے۔ ۲۵۶۔ اس کے قول و فعل قابل اعتماد نہیں۔

آنحضرت صلعم کی نسبت۔ حاشیہ صفحہ ۵۷۔ اہل مکہ سے صلح کے بعد کسی سبب سے جو طبیعت آزادہ[1] ہوگئی تو جھٹ وہ آیت منسوخ کر دی کہ وہ خدا کا کلام نہیں شیطان کا کلام ہے۔ شیطان نے میرے منہ میں ڈال دیا تھا۔ ۱۳۵۔ قتل کرانے والا۔ بُت پرست۔ علمی کتابیں جلانے والا۔ بے نکاحی عورتوں سے جماع کرنے والا۔ اپنے الزام خدا کے ذمّے لگانے والا۔ ۱۴۱۔ علی نامی پہلوان کو رازدار بنانے کے لئے اپنی بیٹی نکاح کر دی۔ اور دولڑکیاں عثمان کے حوالے کر کے دوسرا رازدار بنایا۔ ذوالنورین کا خطاب دے کر ڈبل دامادی کی زنجیر میں پھنسایا۔ اسی طرح عمر و ابوبکر سے یارانہ بنایا۔ کسی کو کسی طرح کسی کو کسی داؤ سے ملایا غرضیکہ پانچ پنچ مل کیجئے کاج۔ ہاریئے جیتیئے آئے نہ لاج۔ ۱۶۵۔ قتل عام اور ظلم و جور کرنے والا۔ ۲۴۴ شعبدہ باز۔ ۲۵۶ قاصر البیان ناواقف انجان۔ ۲۸۰ خدائی حدود کو توڑنے والا۔

﴿۱۱۷﴾

قرآن شریف کی نسبت۔ ۳۵۔ آدم کا قصہ۔ الٓم غلّم و لا نسلم تمسخر آمیز داستان۔ ۵۸۔ ایک قمار باز یا چور بھی اِیّاک نستعین پڑھ کر مدد مانگ سکتا ہے۔ ۶۰۔ آخر آیات سورہ فاتحہ سخت نقصان رساں اور خدا پر بہتان باندھنے والیں۔ قرآن میں شِیر شہد شراب ...... پستانوں اور رُخساروں کے سوا روحانی سرور کا نام ندارد۔

[1] ایڈیشن اول میں سہو کتابت سے آزردہ کو آزادہ لکھا گیا ہے۔ (ناشر)

وعدہ وعید کا تملّق و تعشّق آمیز بیان۔۱۰۸۔اس کی تعلیم خیالی لاَ اُبالی زہریلی۔خون کی پیاسی۔ ۱۰۹۔ پراز کذب ولاف گم از صداقت۔

متفرق۔۵۳۔موسیٰ آتش پرست۔۱۳۵۔سلیمان بت پرست زانی قاتل۔موسیٰ قتل عام اور زنا کرانے والا۔ باکرہ چھوکریوں سے زنا بالجبر کرانے کا مرتکب۔جھوٹا۔۱۳۹۔ نشان اسلام۔قتل عام۔اسلام دین بالجبر و یران کنندہ عالم۔۱۳۶۔آدم خدا کا پالتو طوطی۔ ۱۴۰۔اسلامی بزرگ افتراپرداز۔مسودہ باز،مشورہ باز۔۲۶۴۔اسلام و دہریت توام۔

کتاب ثبوت تناسخ مصنفہ لیکھرام مطبوعہ مفید عام لاہور ۱۸۹۵ء

۱۴۷۔قرآنی خدا لوگوں سے تمسخر کرتا ہے۔جعفر زٹلی کی طرح یا مُلّا دو پیازہ کی طرح ورنہ وہ فی الحقیقت ظالم و مکّار ہے۔۱۵۴ (اسلامی) خدا یا خود غرض ہے یا پاگل یا ظالم۔۱۵۷۔قرآنی خدا رشوت خوار حاکم سے کم نہیں۔ویدک خدا کے آگے خدائے محمدیان کی شامت ہے۔۱۶۹ آپ (ایک مسلمان) جس خاک پر ہر روز بول و براز کرتے ہیں وہ تمہارے بزرگوں کی خاک ہے............گور میں ان کی خاک کو بچھو کیڑے کھاتے ہیں۔خلق عالم جوتے پہنے ان کے سر پر گذرتی ہے ....تمہارے بزرگوں نے کتوں کے قالبوں میں حلول کیا۔۱۷۱۔غریب بے بضاعت خدا عرش کے بالا خانہ پر ہنوز چشمانش نگرانست کہ ملکش پریشان است کی طرح اوسان باختہ بیٹھا رہے گا۔ چند دنوں سے غریب بے بضاعت خدا نقش موہوم و مخیل کی طرح مداری بن۔اپنے پیٹ سے انتڑیاں نکال۔تماشا دکھلا۔خدا بن بیٹھا۔گدھا بلا سؤر کتا خرس پاخانہ خدا کو خود بننا پڑا............ ایسے مداری تماشا گر چھلیا۔نقش موہوم بہروپیا بلکہ مخیل کا کیا اعتبار۔

﴿۱۱۸﴾

ہماری نسبت

میاں نذیر حسین دہلوی المعروف بہ شیخ الکل

وہ فتویٰ جو ہماری تکفیر میں رسالہ اشاعة السنہ نمبر ۵ جلد ۱۳ میں شائع ہوا اس کے راقم اور استفتا کے مجیب یہی شیخ الکل ہیں۔ راقم فتویٰ یعنی میاں صاحب اس فتوے میں ذیل کے الفاظ میری نسبت استعمال کرتے ہیں۔

۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۵ ۱۵۲ ۱۶۷ ۱۸۰ ۱۸۳ ۱۸۵ //

اہل سنت سے خارج۔ اس کا عملی طریق ملحدین باطنیہ وغیرہ اہل ضال کا طریق ہے۔ اس کے دعوے واشاعت اکاذیب اور اس ملحدانہ طریق سے اس کو تیس دجّالوں میں سے جن کی خبر حدیث میں وارد ہے ایک دجّال کہہ سکتے ہیں۔ اس کے پیرو ہم مشرب ذریات دجّال۔ خدا پر افترا باندھنے والا۔ اس کی تاویلات الحاد و تحریف کذب و تدلیس سے کام لینے والا۔ دجّال۔ بے علم۔ نافہم۔ اہل بدعت وضلالت۔

جو کچھ ہم نے سوال سائل کے جواب میں کہا اور قادیانی کے حق میں فتویٰ دیا وہ صحیح ہے...... اب مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے دجّال کذّاب سے احتراز کریں۔ اور اس سے وہ دینی معاملات نہ کریں۔ جو اہل اسلام میں باہم ہونے چاہئیں۔ نہ اس کی محبت اختیار کریں۔ اور نہ اس کو ابتداءً سلام کریں اور نہ اس کو دعوت مسنون میں بلاویں۔ اور نہ اس کی دعوت قبول کریں اور نہ اس کے پیچھے اقتدا کریں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں...... الخ

شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعة السنہ

اشاعة السنہ نمبر یکم لغایت ششم جلد شانزدہم ۱۸۹۳ء

﴿۱۱۹﴾

۲، ۳، ۴،	☆اسلام کا چھپا دشمن۔ مسیلمہ ثانی دجّال زمانی۔ نجومی۔ رملی۔ جوتشی۔ اٹکل باز۔
۱۱، ۱۲، ۱۷،	جفری۔ بھنگر۔ پھکڑ۔ اڑڑ پو پو۔ اُس کا موت کو نشان ٹھہرانا حماقت و سفاہت
۱۸، ۲۲،	شیطان ہے۔ مکّار۔ جھوٹا۔ فریبی۔ ملعون۔ شوخ گستاخ۔ مثیل الدجّال۔
۲۷، ۳۳، ۳۴،	اعور دجّال۔ غدّار۔ پُر فتنہ و مکّار۔ کاذب۔ کذّاب۔ ذلیل و خوار مردود۔
۳۹، ۴۲،	بے ایمان۔ روسیاہ مثیل مسیلم و اسود۔ رہبر ملاحدہ۔ عبدالدراھم و الدنانیر۔
۴۳، ۴۴،	تمغات لعنت کا مستحق۔ مورد ہزار لعنت خدا و فرشتگان و مسلمانان۔ کذاب۔ ظلّام۔
۴۷، ۴۹،	افّاک۔ مفتری علی اللہ۔ جس کا الہام احتلام ہے۔ پکّا کاذب۔ ملعون۔ کافر۔
۵۴، ۶۳،	فریبی۔ حیلہ ساز۔ اَکْذَب۔ بے ایمان۔ بے حیا۔ دھوکہ باز۔ حیلہ باز۔ بھنگیوں
۱۱۶، ۱۱۷،	اور بازاری شُہدوں کا (سر) گروہ۔ دہریہ۔ جہان کے احمقوں سے زیادہ احمق۔
۱۱۸،	جس کا خدا معلم الملکوت (شیطان)۔ محرف۔ یہودی۔ عیسائیوں کا بھائی۔
۱۲۹، ۱۳۳،	خسارت مآب۔ ڈاکو۔ خونریز۔ بے شرم۔ بے ایمان۔ مکّار۔ طرّار۔
۱۳۴،	جس کا مرشد شیطان علیہ اللعنة بازاری شہدوں چوہڑوں بہائم اور
۱۴۲، ۱۵۰،	وحشیوں کی سیرت اختیار کرنے والا۔ مکر چال۔ فریب کی چال والا۔ جس کی
۱۷۳	جماعت بدمعاش۔ بدکردار۔ جھوٹ بولنے والی۔ زانی۔ شرابی۔ مال
	مردم خور۔ دغاباز۔ مسلمانوں کو دام میں لا کر ان کا مال لوٹ کر کھانے والا۔
	ایسے سوال و جواب میں یہ کہنا..................................
	حرام زادگی کی نشانی ہے۔
	اس کے پیرو خران بے تمیز۔

☆ یہ الفاظ یہاں صرف ایک ہی رسالہ میں سے نمونہ کے طور پر نکالے گئے ہیں اور اس رسالہ میں سے بھی اور بہت سے ملتے جلتے الفاظ چھوڑے گئے۔

﴿۱۲۰﴾

غزنوی گروہ

مولوی عبدالجبار صاحب نے فتویٰ مذکورہ بالا پر بصفحہ ۲۰۰ دستخط کرتے ہوئے ذیل کے الفاظ لکھے ہیں۔

’’ان امور کا مدعی رسول خدا کا مخالف ہے............ ان لوگوں میں سے جن کے حق میں رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں دجّال کذّاب پیدا ہوں گے............ ان سے اپنے آپ کو بچاؤ تم کو گمراہ نہ کردیں اور بہکا نہ دیں۔ اس (قادیانی) کے چوزے (اتباع) ہنود اور نصاریٰ کے مخنّث ہیں‘‘۔

احمد ابن عبداللہ غزنوی۔ بصفحہ ۲۰۱

’’قادیانی کے حق میں میرا وہ قول ہے جو ابن تیمیہ کا قول ہے جیسے تمام لوگوں سے بہتر انبیاء علیہم السلام ہیں ویسے ہی تمام لوگوں سے بدتر وہ لوگ ہیں جو نبی نہ ہوں اور نبیوں سے مشابہ بن کر نبی ہونے کا دعویٰ کرے............ یہ بدترین خلائق ہے۔ تمام لوگوں سے ذلیل تر۔ آگ میں جھوکا جائے گا‘‘۔

عبدالصمد ابن عبداللہ غزنوی۔ بصفحہ ۲۰۲

’’غلام احمد قادیانی کجرو بلید فاسد ہے۔ اور رائے کھوٹی۔ گمراہ ہے۔ لوگوں کو گمراہ کرنے والا۔ چھپا مرتد۔ بلکہ وہ اپنے اس شیطان سے زیادہ گمراہ جو اس کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ یہ شخص ایسے اعتقاد پر مر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ اور نہ یہ اسلامی قبرستان میں دفن ہو۔

﴿۱۲۱﴾

عبدالحق غزنوی

اشتہار ضرب النعال علٰی وجہ الدجال

۳/شعبان ۱۳۱۴ھ

دجال۔ ملحد۔ کاذب۔ روسیاہ۔ بدکار۔ شیطان۔ لعنتی۔ بے ایمان۔ ذلیل۔ خوار۔ خستہ۔ خراب۔ کافر۔ شقی سرمدی ہے۔ لعنت کا طوق اس کے گلے کا ہار ہے۔ لعن طعن کا جوت اس کے سر پر پڑا۔ بے جا تاویل کرنیوالا...... مارے شرمندگی کے زہر کھا کر مر جاوے گا...... بکواس کرتا ہے...... رسوا ذلیل شرمندہ ہوا۔ اللہ کی لعنت ہو...... جھوٹے اشتہارات شائع کرنے والا۔ اس کی سب باتیں بکواس ہیں۔

نام کتاب و نام مصنف	تاریخ طبع	صفحہ	الفاظ یا عبارت
تائید آسمانی مصنفہ منشی محمد جعفر تھانیسری	۲۳/جولائی ۱۸۹۲ء	۲	مرزا صاحب دھوکہ باز اور گمراہ کرنیوالا ہے۔
		۱۳	مرزا صاحب تارک جمعہ و جماعت۔ وعدہ خلاف سیرت محمد سے کوسوں دور
//	//	۲۳	مرزا صاحب عیار۔ جھوٹا دعوے دار۔
//	//	۲۴	مرزا صاحب چالاک اور بٹہ باز۔
//	//	۲۸	مرزا صاحب فضول خرچ۔ مسرف۔ حیلہ ساز۔

اشتہار مولوی محمد و مولوی عبداللہ و مولوی عبدالعزیز لدھیانویاں مطبوعہ ۲۹/رمضان ۱۳۰۸ میں یہ لکھا ہے۔ ”خلاصہ مطلب ہماری تحریرات قدیمہ و جدیدہ کا یہی ہے کہ یہ شخص مرتد ہے اور اہل اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے...... اسی طرح جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں **اور ان کے نکاح باقی نہیں رہے جو چاہے ان کی عورتوں سے نکاح کر لے**“۔

﴿۱۲۲﴾

؍؍	۳۴	مرزا صاحب روباہ باز۔ عیّار۔
نظم حقانی مسمّی بہ سرائرِ کادیانی مشتہرہ سعد اللہ نومسلم لدھیانوی ۲۳؍شعبان ۱۳۱۳ھ	صفحہ ۱ سے ۸ تک	قادیانی رافضی۔ بے پیر۔ دجّال۔ یزید۔ اس کے مرید یزیدی۔ خانہ خراب۔ فتنہ گر۔ ظالم۔ تباہ کار۔ روسیاہ۔ بےشرم۔ احمق۔ کاذب۔ خارجی۔ بھانڈ۔ یاوہ گو۔ غبی۔ بدمعاش۔ لالچی۔ جھوٹا۔ کافر۔ مفتری۔ ملحد۔ دجّالی حمار۔ اخنس۔ بکواسی۔ بدتہذیب اور دون ہے۔ مشرکانہ خیال کا آدمی۔ اس کا گاؤں منحوس ہے۔ اس کی دجّالیاں اور مکّاریاں اور رمّالیاں اظہر من الشّمس ہیں۔ اس کی کتابیں ایمان اور دین کا ازالہ کرنے والی ہیں۔
بُت شکن مشتہرہ محمد رضا الشیرازی الغروی شیعی۔ مطبوعہ قمر الہند	۱	مرزا کاذب ہے۔ مفتری۔ یاوہ گو۔ تباہ کار۔ مکّار۔ بغی۔ غوی۔ غبی۔ گمراہ۔ نادان۔ فضول۔ ڈھکوسلی۔ بیہودہ سرائے۔ کاذب۔ جھوٹا۔ دروغ گو۔ بےشرم۔ ننگ خلائق۔ کاذب۔ بانی ملت مبتدعہ۔ تلبیس کرنے والا۔ داعی ملت بدعیہ۔ سرکش طبع۔ راندہ درگاہِ ازلی۔ گم کردہ صراط مستقیم۔ سوء فہم۔ باد پیمائی کرنے والا۔ ژاژ خایاں۔ چاہ ضلالت میں ڈوبا ہوا اور گمراہی کے تذویر میں پھنسا ہوا ہے۔ عُجب وتکبر میں گرفتار۔
؍؍	؍؍	مزخرفات موہومہ باطلہ کا کہنے والا۔ اس کی جماعت ضلالت وگمراہی میں ہے۔ اس کی مراسلت سراسر فضول ولچر ہے۔ اس کے دلائل سبّ وشتم وفحش سے بھرے ہوئے ہیں۔ مرزا مقہور شکستہ بال ہے۔ اس کی باتیں ہفوات اور ہزلیات ہیں۔ وہ گمراہ غبیّ ہے۔ اس کی تحریرات میں خرافات ہیں۔ اس کے ذہن کے ترشحات گندیدہ ہیں۔ اس کا مدّعا

﴿۱۲۳﴾

		زُور وطغیان ہے۔ شتم وفحش و بہتان لانے والا۔ افترا و کذب کے دلائل پیش کرنے والا۔ شناعت وفضیحت کے سوا اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ یہ کاذب دار البوار میں جائے گا۔ ظلمت۔ کفر۔ طغیان ان کی وجہ سے دنیا میں ہے۔

راجندر سنگھ

ایڈیٹر و مالک اخبار خالصہ بہادر

کتاب خبط قادیانی کا علاج گورو گوبند پریس لاہور ۱۸۹۷ء

صفحہ ۲	واہ رے مرزا کے اسلامی خدا۔ خدا کیا ہے خدا کا خدا قرمساق کا قرمساق۔
۱۲	گورو نانک صاحب الٰہی دین کے خادم تو تھے لیکن مسلمانوں والے الٰہی دین کے ہرگز نہیں تھے جن کے دین کا خدا مرزا صاحب جیسوں کو امام کا خطاب دیتا ہے اور شرمناک الہام بھیجتا ہے۔
۲۸	محمد صاحب نے پھر بھی مکر وفریب کے طریق کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔
۷۷	اسلام خدا کے پانے کا مذہب نہیں ہے بلکہ شہوت پرستی کے لئے ایک خاصہ چکلہ ہے۔
۷۸	(مثنوی جس میں ہمارے سید و مولیٰ صلعم کو سخت بدتہذیبی سے یاد کیا ہے)
۷۹	حقیقت میں زنا وفعل بیجا تمہارے ہی بزرگوں کا شیوہ الخ
۸۶	بلکہ شہوت پرستی تو آپ کے نبوت احمدی سے ہی آپ کے خمیر میں چلی آئی ہے۔

﴿۱۲۴﴾

۹۱	محمد صاحب نے زن پرستی۔قبر پرستی۔مردہ پرستی۔لونڈی پرستی۔اورظلم پرستی کی تخم ریزی کر کے اکثر ملکوں میں تمام جہان کی برائیوں اور بدفعلیوں کا ایک پڑاوہ بھڑکا دیا تھا۔
۹۲	کل اہل اسلام کے بزرگوں وغیرہم کو زبان پر توحید اور عمل میں زن پرست و زانی کہا ہے۔
۹۴،۹۷	محمد صاحب نے اپنی لونڈی کے ساتھ زنا کیا پھر معافی مانگی۔شہوت پرست تھے۔عبادت الٰہی کو چھوڑ کر عورتوں کا حکم بجالاتے تھے۔
۱۰۳	محمد صاحب زن مُرید تھے۔قرآن میں شیطانی راہ کی باتیں بھی ہیں۔

یہ نمونہ ہے اس درشت اور قابل تاسف زبان کا جو ہماری ست بچن جیسی کتاب کے مقابل پر ہمارے ہادی و مقتدا سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں استعمال کی گئی ہے۔

﴿۱۲۵﴾

یہ وہ سخت الفاظ اور توہین اور تحقیر کے کلمات ہیں جو پادری صاحبان اور آریہ صاحبان نے اپنی کتابوں میں ہمارے سیّد و مولیٰ جناب سیّد المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استعمال کئے ہیں۔ اور ان کتابوں سے اکثر کتابیں کئی دفعہ چھپ کر پنجاب اور ہندوستان میں شائع کی گئی ہیں۔ اور ہمیشہ مشن سکولوں کے طالب العلموں کو پڑھنے کے لئے دی جاتی ہیں۔ اور کوچوں اور بازاروں میں سنائی جاتی ہیں۔ اور عیسائی عورتیں جو وعظ پر مقرر ہیں مسلمانوں کے گھروں میں لے جاتی ہیں۔ ہم بیان نہیں کر سکتے کہ ہم نے ان تمام الفاظ کو کس کراہت اور درد دل اور لرزاں بدن سے لکھا ہے۔ اگر عدالت کی کارروائی ہم کو ان کے لکھنے کے لئے مجبور نہ کرتی اور ڈاکٹر کلارک صاحب ہم پر یہ الزام دروغ نہ لگاتے کہ گویا ہم عیسائیوں کے مقابل پر سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں تو یہ زہر آمیز کلمات جو **سلطان الصادقین** اور **خیر المرسلین** کی شان میں لکھے گئے ہیں اور ہمیشہ عیسائی اخباروں میں لکھے جاتے ہیں ہم ہرگز اس کتاب میں نہ لکھتے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ان ناپاک اور دل آزار کلمات کو محض اس وجہ سے ہمیں حکّام پر ظاہر کرنا پڑا کہ ڈاکٹر کلارک نے بعض معمولی اور نرم الفاظ ہمارے عدالت میں پیش کر کے یہ شکایت کی کہ ’’ایسے سخت الفاظ سے ہم پر حملہ کیا جاتا ہے‘‘۔ اور چونکہ صاحب مجسٹریٹ ضلع کو معلوم نہیں تھا کہ حضرات پادری صاحبان نے سخت الفاظ کے استعمال میں کہاں تک نوبت پہنچائی ہوئی ہے اور بباعث نہ لئے جانے ہمارے جواب کے پادری صاحبوں کے سخت الفاظ پر انہیں کچھ بھی اطلاع نہ تھی اس لئے ان کو یہ دھوکہ لگا کہ گویا ہم نے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور انہوں نے خیال کیا کہ گویا درحقیقت ہماری طرف سے سخت الفاظ استعمال میں آتے ہیں۔ اور اسی دھوکہ کی بنا پر ان کو نوٹس بھی لکھنا پڑا۔ اور اگر ہمارے جواب تک نوبت پہنچتی تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ صاحب بہادر پادری صاحبوں کے الفاظ کے مقابل پر ہمارے الفاظ کو سخت قرار دیتے۔ کیونکہ سختی نرمی ایک ایسی شَے ہے کہ اس کی حقیقت مقابلہ سے ہی معلوم ہوتی ہے۔ خاص کر مذہبی بحثوں کی کتابوں میں تو کسی شخص کی سختی یا نرمی کی نسبت رائے قائم نہیں ہوسکتی جب تک اس کے مقابل کی کتاب نہ دیکھی جائے۔ اگر صرف مخالف خیالات کو رد کرنے کا نام سختی ہو تو میں خیال نہیں کر سکتا کہ دنیا میں کوئی مذہبی مباحثات کی کتاب ایسی پائی جائے جو اس قسم کی سختی سے خالی ہو۔ بلکہ توہین اور سختی تو یہ ہے کہ کسی قوم کے مقتدا کو نہایت درجہ کی بے عزتی کے ساتھ یاد کرنا اور ناپاک افعال اور رذیل اخلاق کی تہمتیں اس پر لگانا۔ سو یہ طریق حضرات پادری صاحبان اور آریہ صاحبوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ اور بے اصل تہمتیں سراسر افترا کے طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لگاتے ہیں جو کسی مستند اور مسلّم الثبوت اسلامی کتاب پر مبنی نہیں ہیں۔ اس سے جس قدر مسلمانوں کا دل دکھتا ہے اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟!

﴿۱۲۶﴾

اور ہم لوگ پادری صاحبوں کے مقابل پر کیا سختی کر سکتے ہیں کیونکہ جس طرح ان کا فرض

ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بزرگی اور عزت مانیں ایسا ہی ہمارا بھی فرض ہے۔ ہم لوگ صرف خدائی کا منصب خدا تعالیٰ کے لئے خاص رکھ کر باقی امور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک صادق اور راستباز اور ہر ایک ایسی عزت کا مستحق سمجھتے ہیں جو سچے نبی کو دینی چاہیئے۔ مگر پادری صاحبان ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کب ایسا نیک ظن رکھتے ہیں۔ نہایت سے نہایت نرم کلمہ ان کا یہ ہوگا کہ وہ شخص نعوذ باللہ مفتری اور کذّاب تھا سو کوئی مسلمان اس کلمہ کو بھی بغیر درد اور دکھ اٹھانے کے سن نہیں سکتا۔ خدا ترسی کا تقاضا یہ تھا کہ یہ لوگ مفتری اور کذّاب کہنے سے بھی پرہیز کرتے۔ کیونکہ جن دلائل کے رو سے وہ ایک انسان کو خدا بنا رہے ہیں وہ نشان اور دلائل صدہا درجہ زیادہ اس کامل انسان میں پائے جاتے ہیں۔ اس مقدس نبی کے وعظ اور تعلیم نے ہزاروں مُردوں میں **توحید** کی روح پھونک دی اور دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک ہزاروں انسانوں کو موحّد نہ بنالیا۔ وہ **خدا** ماننے کے لئے پیش کیا جس کو **قانون قدرت** پیش کر رہا ہے۔ زُہد اور تقویٰ اور عبادت اور محبت الٰہی کی نصیحت کی اور ہزارہا آسمانی نشان دکھلائے جو اب تک ظہور میں آ رہے ہیں۔☆ ﴿۱۲۷﴾

☆**حاشیہ** ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان اور معجزات دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو آنجناب کے ہاتھ سے یا آپ کے قول یا آپ کے فعل یا آپ کی دعا سے ظہور میں آئے اور ایسے معجزات شمار کے رو سے قریب تین ہزار کے ہیں۔ اور دوسرے وہ معجزات ہیں جو آنجناب کی اُمّت کے ذریعہ سے ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اور ایسے نشانوں کی لاکھوں تک نوبت پہنچ گئی ہے اور ایسی کوئی صدی بھی نہیں گذری جس میں ایسے نشان ظہور میں نہ آئے ہوں۔ چنانچہ اس زمانہ میں **اس عاجز** کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ یہ نشان دکھلا رہا ہے۔ ان تمام نشانوں سے جن کا سلسلہ کسی زمانہ میں منقطع نہیں ہوتا۔

مگر افسوس کہ پادری صاحبوں نے تعصب کے جوش میں آنجناب کی عزت اور مرتبہ کا کچھ بھی لحاظ نہیں کیا اور نہایت درجہ کے قابل شرم افتراؤں سے کام لیا ہے۔

مجھے اس جگہ بعض نادان مسلمانوں کی نکتہ چینی کا بھی اندیشہ ہے۔ شاید وہ یہ اعتراض کریں کہ ''کیا ضرور تھا کہ یہ ناپاک کلمات اس کتاب میں لکھے جاتے جن میں اس قدر شرارت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ہے؟'' سو اس کا جواب میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ اس نوٹس کی وجہ سے جو مثل مقدمہ میں شامل ہے ہمارے پر فرض ہوگیا تھا کہ ہم اپنی گورنمنٹ عالیہ پر اصل حقیقت ظاہر کریں کہ سختی ہماری طرف سے ہے یا پادریوں کی طرف سے۔ اور اگر ہم اس دھوکہ دہی کا تدارک نہ کرتے تو حکام کو کیونکر معلوم ہوتا کہ پادری صاحبوں کا یہ سراسر جھوٹ ہے کہ ہماری طرف سے زیادتی اور سختی ہے۔ اور پادری صاحبوں نے نہ محض میرے لئے بلکہ تمام ﴿۱۲۸﴾

حاشیہ

ہم یقیناً جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا سب سے بڑا نبی اور سب سے زیادہ پیارا جناب **محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیونکہ دوسرے نبیوں کی اُمتیں ایک تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں اور صرف گذشتہ قصّے اور کہانیاں ان کے پاس ہیں۔ مگر یہ اُمّت ہمیشہ خدا تعالیٰ سے تازہ بتازہ نشان پاتی ہے۔ لہٰذا اس اُمّت میں اکثر عارف ایسے پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ پر اس درجہ کا یقین رکھتے ہیں کہ گویا اس کو دیکھتے ہیں۔ اور دوسری قوموں کو خدا تعالیٰ کی نسبت یہ یقین نصیب نہیں۔ لہٰذا ہماری روح سے یہ گواہی نکلتی ہے کہ سچا اور صحیح مذہب صرف **اسلام** ہے۔ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کچھ نہیں دیکھا۔ اگر قرآن شریف گواہی نہ دیتا تو ہمارے لئے اور ہر ایک محقق کے لئے ممکن نہ تھا کہ ان کو سچا نبی سمجھتا۔ کیونکہ جب کسی مذہب میں صرف قصے اور کہانیاں رہ جاتی ہیں تو اس مذہب کے بانی یا مقتدا کی سچائی صرف ان قصوں پر نظر کر کے تحقیقی طور پر ثابت نہیں ہوسکتی۔ وجہ یہ کہ صدہا برس کے گذشتہ قصے کذب کا ﴿۱۲۸﴾

مسلمانوں کے لئے یہ ایک بند اور روک بنائی تھی تا آئندہ کوئی شخص ان کا مقابلہ نہ کرے۔ اور اس بات سے ڈر جایا کریں کہ ان کے الفاظ سخت متصور ہو کر قانون کے نیچے لائے جائیں گے۔ گویا اس طور سے پادری صاحبوں کی مراد پوری ہوگی کہ وہ جس طور سے چاہیں گالیاں دیں۔ مگر دوسرا شخص نرمی کے ساتھ بھی ان کے مقابل پر سر نہ اٹھاوے۔ پس نہایت ضروری تھا کہ اپنی گورنمنٹ عالیہ کو حقیقت حال سے اطلاع دی جائے۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ہماری یہ گورنمنٹ مذہبی امور میں ہرگز پادریوں کی رعایت نہیں کرے گی اور اس بات پر اطلاع پا کر کہ مباحثات میں ہمیشہ زیادتی پادریوں کی طرف سے ہوتی رہی ہے ایسے نوٹس کو جو دھوکہ کھانے کی وجہ سے لکھا گیا ہے محض فضول اور منسوخ کی طرح سمجھے گی۔ ﴿۱۲۹﴾

اب ہم کچہری کی کارروائی کو سلسلہ وار بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے:۔

بقیہ حاشیہ

بھی احتمال رکھتے ہیں بلکہ زیادہ تر احتمال یہی ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں جھوٹ زیادہ ہے۔ پھر کیونکر دلی یقین سے اُن قصوں کو واقعات صحیحہ مان لیا جائے۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات صرف قصوں کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے خود ان نشانوں کو پا لیتے ہیں۔ لہٰذا معائنہ اور مشاہدہ کی برکت سے ہم حق الیقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ سو اس کامل اور مقدس نبی کی کس قدر شان بزرگ ہے جس کی نبوت ہمیشہ طالبوں کو تازہ ثبوت دکھلاتی رہتی ہے۔ اور ہم متواتر نشانوں کی برکت سے اس کمال سے مراتب عالیہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو ہم آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ پس مذہب اسے کہتے ہیں اور سچا نبی اس کا نام ہے جس کی سچائی کی ہمیشہ تازہ بہار نظر آئے۔ محض قصوں پر جن میں ہزاروں طرح کی کمی بیشی کا امکان ہے بھروسہ کر لینا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ دنیا میں صدہا لوگ خدا بنائے

ترجمہ چٹھہ☆ انگریزی

بعدالت اے ای مارٹینو صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع امرتسر

مستغیث	جرم	مستغاث علیہ
قیصرہ ہند	زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری	میرزا غلام احمد صاحب ساکن موضع قادیاں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپورہ

بیان عبدالحمید

میں سلطان محمود کا بیٹا ہوں جو جہلم میں رہتا تھا۔ مجھے امرتسر آئے انیس بیس دن گذرے ہیں۔ میرزا غلام احمد صاحب ساکن قادیاں ضلع گورداسپور نے مجھے اپنے گھر بلایا۔ اور مجھ سے گفتگو کی۔ اس نے مجھے کہا کہ امرتسر میں ڈاکٹر کلارک کے پاس جا کر اس کو کسی نہ کسی طرح قتل کروں وہ مجھے پہلے سے جانتا تھا۔ لیکن اس نے مجھے اس امر کے متعلق اُس خاص دن کہا۔ میں

﴿۱۳۰﴾

﴿۱۲۹﴾

بقیہ حاشیہ

گئے۔ اور صدہا پرانے افسانوں کے ذریعہ سے کرآماتی کر کے مانے جاتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ سچا کراماتی وہی ہے جس کی کرامات کا دریا کبھی خشک نہ ہو سو وہ شخص ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں اس کامل اور مقدس کے نشان دکھلانے کے لئے کسی نہ کسی کو بھیجا ہے اور اس زمانہ میں **مسیح موعود** کے نام سے **مجھے** بھیجا ہے۔ دیکھو! آسمان سے نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور طرح طرح کے خوارق ظہور میں آ رہے ہیں اور ہر ایک حق کا طالب ہمارے پاس رہ کر نشانوں کو دیکھ سکتا ہے گو وہ عیسائی ہو یا یہودی یا آریہ۔ یہ سب برکات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔

محمد است امام و چراغ ہر دو جہاں — محمد است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نہ گویمش از ترسِ حق مگر بخدا — خدا نماست وجودش برائے عالمیاں

اور میں کئی مرتبہ ظاہر کر چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سر پر

☆ مطابق ایڈیشن اوّل

راضی ہو گیا کہ میں ایسا ہی کروں گا جیسے اُس نے کہا تھا۔ میں نے یہ امر اس لئے کیا تھا کہ میں مسلمان ہوں اور ڈاکٹر کلارک عیسائی تھے۔ میرزا صاحب نے مجھے کہا تھا کہ مسلمان کو عیسائی کا قتل کرنا جائز ہے۔ اس ارادہ کے ساتھ پھر امرتسر گیا۔ میں نے ڈاکٹر کلارک کے پاس جا کر کہا کہ میں پہلے ہندو تھا۔ پھر مسلمان ہوا۔ اور اب عیسائی ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ میں مرزا صاحب کی طرف سے آیا ہوں۔ مجھے ڈاکٹر کلارک نے ہسپتال میں بھیج دیا۔

﴿۱۳۰﴾

بقیہ حاشیہ

لوگوں کی اصلاح کے لئے مسیح موعود کے نام پر مجھے بھیجا ہے اور مجھے آسمانی نشان دیئے ہیں۔ اور میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس کتاب میں بھی کچھ اپنی سوانح لکھ دوں۔ شاید کوئی طالب حق ان میں غور کر کے کچھ فائدہ اٹھائے۔ اور اتفاق حسنہ سے ان دنوں میں ایک صاحب حاجی محمد اسماعیل خاں نام رئیس دتاولی نے مجھ سے بذریعہ خط درخواست کی کہ تا میں ان کی ایک نوتالیف کتاب میں درج ہونے کے لئے مختصر طور پر اپنی سوانح لکھ دوں۔ اور اس میں اپنا دعویٰ اور دلائل بھی بیان کروں۔ سو میں مناسب دیکھتا ہوں کہ وہ خط اس جگہ بھی فائدہ عام کے لئے ذیل میں درج کر دوں۔ سو وہ معہ تمہیدی عبارت کے یہ ہے:-

ہمارے مختصر سوانح اور مقاصد

مجھے اس وقت ایک خط معہ ایک چھپی ہوئی درخواست کے حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب رئیس دتاولی کی طرف سے ملا۔ جس میں انہوں نے ظاہر کیا ہے کہ وہ ایک ایسی کتاب لکھنا چاہتے ہیں جس میں ہندوستان اور پنجاب کے ہر ایک قسم کے مشہور آدمیوں کا تذکرہ ہو۔ اسی بنا پر انہوں نے مجھ سے بھی میرے سوانح طلب کئے ہیں اور میں نے بھی مناسب سمجھا کہ فائدہ عام کے لئے ان کی اس درخواست کے مطابق کچھ لکھوں اور ان کی کتاب میں شائع ہونے کے لئے کچھ حالات اپنے خاندان کے متعلق اور کچھ اپنی

﴿۱۳۱﴾

جہاں؎ عیسائی رہتے اور تعلیم پاتے ہیں۔ میں امرتسر میں چار پانچ دن رہا۔ اور پھر ڈاکٹر کلارک نے مجھے ایک اور ہسپتال میں بھیج دیا جو بیاس میں ہے۔ مجھے کل ڈاکٹر کلارک نے پوچھا کہ میں امرتسر کیوں آیا تھا۔ اور پھر میں نے اصل حقیقت کہہ دی۔ اور کہہ دیا کہ مجھے میرزا صاحب نے ڈاکٹر کلارک کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ اور میں نے اب اپنا ارادہ بدل لیا ہے اور میں اس کے لئے پچھتاتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ میں نے یہ بیان اپنی ہی مرضی اور آزادی سے لکھایا ہے۔ میں دو۲ تین۳ مہینے تک قادیان میں مرزا صاحب کا مرید رہا ہوں۔ پیش ازیں کہ اس نے امرتسر جانے کے لئے کہا۔ قادیان جانے سے پہلے میں گجرات میں رہا ہوں۔ جہاں مجھے ایک پادری تعلیم دیتا تھا وہ مجھے راولپنڈی بھیجنا چاہتا تھا۔ مگر مسلمانوں نے مجھ پر قبضہ پا کر مرزا صاحب کے پاس بھیج دیا۔ میرا باپ زمیندار اور مولوی تھا۔ وہ میرزا صاحب کا مرید نہیں تھا۔ اس کے مرنے پر میرے چچا برہان الدین نے میری پرورش کی۔ وہ جہلم میں رہتا تھا اور میرزا صاحب

﴿۱۳۱﴾

بقیہ حاشیہ

ذاتی؎ سرگذشت اور کسی قدر اپنے دعویٰ مسیحیت اور دلائل دعویٰ کی نسبت تحریر کروں لیکن جس اختصار کی پابندی سے انہوں نے اس کام کا ارادہ فرمایا ہے وہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس لئے میں بقدر کفایت کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس مضمون کو لکھنا چاہتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ خانصاحب موصوف میری چند روزہ محنت اور تکلیف کشی کا لحاظ فرما کر بنظر قدرشناسی اس کے تمام وکمال درج کرنے سے دریغ نہیں فرمائیں گے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ جب تک کسی شخص کے سوانح کا پورا نقشہ کھینچ کر نہ دکھلایا جائے تب تک چند سطریں جو اجمالی طور پر ہوں کچھ بھی فائدہ پبلک کو نہیں پہنچا سکتیں اور ان کے لکھنے سے کوئی نتیجہ معتد بہ پیدا نہیں ہوتا۔ سوانح نویسی سے اصل مطلب تو یہ ہے کہ تا اس زمانے کے لوگ یا آنے والی نسلیں ان لوگوں کے

کا مرید تھا۔ میرا ایک اور چچا لقمان تھا۔ اس نے میری والدہ سے میرے باپ کے مرنے کے بعد شادی کی۔ کوئی آدمی موجود نہ تھا جب مرزا صاحب نے مجھے امرتسر جانے کی تعلیم دی۔ مجھے وہ اپنے مکان کے ایک الگ کمرے میں لے گیا۔ اور مجھ سے یہ کہا۔ میں صرف قرآن پڑھتا تھا جب میں میرزا صاحب کے پاس تھا۔ مولوی نورالدین مجھے پڑھاتا تھا۔ میرزا صاحب مجھے اس خاص دن سے پہلے جب اس نے مجھے اس کام کے لئے کہا۔ بہت محبت کرتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے اس نے مجھے کبھی ڈاکٹر کلارک کے قتل کرنے کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی حکیم نورالدین نے۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ کوئی اور آدمی قادیان سے میرے بعد آیا۔ مرزا صاحب نے مجھے کہا کہ میں ڈاکٹر کلارک کو کسی موقعہ پر جب میں اسے اکیلا پاؤں پتھر سے مار ڈالوں۔ میرا چچا برہان الدین پُر جوش مسلمان تھا۔ مرزا صاحب نے مجھے کہا تھا کہ ڈاکٹر کلارک کو قتل کرنے کے بعد قادیاں میں چلے آنا۔ جہاں بالکل محفوظ رہو گے۔ میں ذات کا گکھڑ ہوں۔ میں سولہ یا سترہ برس کا ہوں۔

دستخط اے ای مارٹینو مہر پڑھایا گیا اور صحیح تسلیم کیا گیا

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دستخط رر (کاپی صحیح دستخط ہیڈ کلارک) یکم اگست ۱۸۹۷ء

﴿۱۳۲﴾

حاشیہ

واقعات زندگی پر غور کر کے کچھ نمونہ ان کے اخلاق یا ہمت یا زہد و تقویٰ یا علم و معرفت یا تائید دین یا ہمدردی نوع انسان یا کسی اور قسم کی قابل تعریف ترقی کا اپنے لئے حاصل کریں اور کم سے کم یہ کہ قوم کے اولوالعزم لوگوں کے حالات معلوم کر کے اس شوکت اور شان کے قائل ہو جائیں جو اسلام کے عمائد میں ہمیشہ سے پائی جاتی رہی ہے تا اس کو حمایت قوم میں مخالفین کے سامنے پیش کر سکیں اور یا یہ کہ ان لوگوں کے مرتبت یا صدق اور کذب کی نسبت کچھ رائے قائم کر سکیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کے لئے کسی قدر مفصل واقعات کے جاننے کی ہر ایک کو ضرورت ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک نامور انسان کے

﴿۱۳۲﴾

﴿۱۳۳﴾

بعدالت اے ای مارٹینو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر

مستغیث قیصرہ ہند زیر دفعہ ۱۰۷ مستغاث الیہ میرزا غلام احمد صاحب قادیاں تحصیل بٹالہ

(ترجمہ از انگریزی)

اظہار ڈاکٹر مارٹن کلارک

میں میڈیکل مشنری ہوں اور امرتسر میں رہتا ہوں عبدالحمید نے میرے پاس ۱۵؍جولائی کو آکر بیان کیا کہ میں بٹالہ کا برہمن ہوں۔ مجھے غلام احمد قادیانی نے مسلمان کیا تھا۔ اور میں اس کے پاس سات سال طالب علم ہوکر رہا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ بہت بُرا آدمی ہے۔ اور اب اس کو چھوڑ کر میں عیسائی ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے اس کو داخل کرلیا۔ اس کی کہانی مجھے قرین قیاس نہ معلوم ہوئی۔ میں نے اس کے متعلق تحقیق کرنی شروع کی اور مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ کہانی

بقیہ حاشیہ

واقعات پڑھنے کے وقت نہایت شوق سے اس شخص کے سوانح کو پڑھنا شروع کرتا ہے اور دل میں جوش رکھتا ہے کہ اس کے کامل حالات پر اطلاع پاکر اس سے کچھ فائدہ اٹھائے۔ تب اگر ایسا اتفاق ہو کہ سوانح نویس نے نہایت اجمال پر کفایت کی ہو اور لائف کے نقشہ کو صفائی سے نہ دکھلایا ہو تو یہ شخص نہایت ملول خاطر اور منقبض ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات اپنے دل میں ایسے سوانح نویس پر اعتراض بھی کرتا ہے اور درحقیقت وہ اس اعتراض کا حق بھی رکھتا ہے کیونکہ اس وقت نہایت اشتیاق کی وجہ سے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے کہ جیسے ایک بھوکے کے آگے خوان نعمت رکھا جائے اور معاً ایک لقمہ کے اٹھانے کے ساتھ ہی اس خوان کو اٹھا لیا جائے۔ اس لئے ان بزرگوں کا یہ فرض ہے جو سوانح نویسی کے لئے قلم اٹھاویں کہ اپنی کتاب کو مفید عام اور ہردلعزیز اور مقبولِ اَنام بنانے کے لئے نامور انسانوں کے سوانح کو صبر اور فراخ حوصلگی کے ساتھ اس قدر بسط سے لکھیں اور ان کی لائف کو ایسے طور سے مکمل کر کے دکھلاویں کہ اس کا پڑھنا ان کی ملاقات

﴿۱۳۳﴾

بالکل جھوٹ تھی۔ اور اس کا نام عبدالحمید تھا۔ نہ عبدالمجید جیسا اس نے بیان کیا تھا۔ نہ وہ بٹالہ کا برہمن تھا۔ بلکہ پیدائشی مسلمان علاقہ جہلم سے تھا۔ اس کا چچا برہان الدین غازی ایک مشہور مذہبی جنونی ہے۔ ان کا تمام کا تمام خاندان میرزا قادیانی پر فدائی مرید ہے۔ یہ نوجوان عیسائی مذہب کے متلاشیوں کی طرح گجرات میں رہا تھا۔ اس نے اپنے چچا کے چالیس روپے چرا کر بُرے کاموں میں خرچ کئے۔ جس پر اس کے چچا نے میرزا قادیانی کے پاس اس کو بھیج دیا۔ میں خود بیاس گیا۔ اور پھر اس سے دریافت کیا۔ اور پانچ گواہوں کے سامنے اس نے کھلا کھلا اقرار کیا کہ اسے میرزا غلام احمد نے میرے قتل کے لئے بھیجا ہے۔ وہ موقعہ کی تلاش میں تھا کہ جب کبھی وہ مجھے سویا ہوا یا کسی اور حالت میں پائے تو میرے سر کو پتھر سے یا کسی اور ایسی چیز سے پھوڑے۔ اس نے یہ تمام واقعات اپنی مرضی سے لکھے ہیں۔ میں اس لکھے ہوئے کاغذ کو پیش کرتا ہوں جس پر اس نے آٹھ گواہوں کے سامنے دستخط کئے۔ میری واقفیت میرزا صاحب سے

﴿۱۳۴﴾

بقیہ حاشیہ

کا قائم مقام ہو جائے۔ تا اگر ایسی خوش بیانی سے کسی کا وقت خوش ہو تو اس سوانح نویس کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کے لئے دعا بھی کرے۔ اور صفحات تاریخ پر نظر ڈالنے والے خوب جانتے ہیں کہ جن بزرگ محققوں نے نیک نیتی اور افادہ عام کے لئے قوم کے ممتاز شخصوں کے تذکرے لکھے ہیں انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔

اب میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضٰی اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہماری قوم مغل برلاس ہے☆ اور میرے بزرگوں کے

﴿۱۳۴﴾

حاشیہ در حاشیہ

☆عرصہ سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا کہ خدا تعالیٰ کے متواتر الہامات سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ میرے باپ دادے فارسی الاصل ہیں۔ وہ تمام الہامات مَیں نے ان ہی دنوں میں براہین احمدیہ کے حصہ دوم میں درج کر دیئے تھے جن میں سے میری نسبت ایک یہ الہام ہے **خُذوا التوحید**

اس مباحثہ کے وقت سے ہے جو ۱۸۹۳ء میں موسم گرما میں ہوا تھا۔ میں نے اس مباحثہ میں بڑا بھاری حصہ لیا تھا۔ یہ مباحثہ اس میں اور ایک بڑے بھاری عیسائی عبداللہ آتھم کے مابین ہوا۔ جو مر گیا ہے۔ میں میر مجلس تھا۔ اور دو موقعوں پر مسٹر آتھم کی جگہ بطور مباحث کے بیٹھا تھا۔ مرزا صاحب کو بہت ہی رنج ہوا تھا۔ اس کے بعد اس نے ان تمام کی موت کی پیش گوئی کی جنہوں نے اس مباحثہ میں حصہ لیا تھا اور میرا حصہ بہت ہی بھاری تھا۔ اس وقت سے اس کا سلوک میرے ساتھ بہت ہی مخالفانہ رہا ہے۔ اس مباحثہ کے بعد خاص دلچسپی کا مرکز مسٹر آتھم رہا۔ چار الگ کوششیں اس کی جان لینے کے لئے کی گئیں۔ اس کی موت کی مقرر کردہ میعاد کے آخری دو ماہ میں خاص پولیس کا پہرہ دن رات فیروز پور میں رکھا گیا۔ اسے امرتسر سے انبالے اور انبالے سے فیروز پور بھاگنا پڑا۔ ان کوششوں کے باعث سے جو اس کی جان لینے کے لئے کی گئیں} اور یہ کوششیں عام طور پر مرزا صاحب سے منسوب کی گئی ہیں۔ اس کی موت

﴿۱۳۵﴾

بقیہ حاشیہ

پرانے کاغذات سے جو اب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قریباً دو سو آدمی ان کے توابع اور خدام اور اہل و عیال میں سے تھے اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوئے اور اس قصبہ کی جگہ میں جو اس وقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا جو لاہور سے تخمیناً بفاصلہ پچاس کوس بگوشۂ شمال مشرق واقع ہے فروکش ہو گئے جس کو انہوں نے آباد کر کے اس کا نام اسلام پور رکھا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

﴿۱۳۴﴾

التوحید یا ابناء الفارس یعنی توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔ پھر دوسرا الہام میری نسبت یہ ہے لوکان الایمان معلقًا بالثریّا لناله رجل من فارس یعنی اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا تو یہ مرد جو فارسی الاصل ہے وہیں جا کر اس کو لے لیتا۔ اور پھر ایک تیسرا الہام میری نسبت یہ ہے انّ الذین کفروا ردّ عَلَیۡھِم رجل من فارس شکر اللّٰہ سَعیه۔ یعنی جو لوگ کافر ہوئے اس مرد نے جو فارسی الاصل ہے ان کے مذاہب کو رد کر دیا۔ خدا اس کی کوشش کا شکر گذار ہے۔ یہ تمام الہامات ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے آباء اولین فارسی تھے۔ والحق ما اظھرہ اللّٰہ۔ منه

کے بعد میں ہی پیش نظر رہا ہوں۔ اور کئی ایک مبہم طریقوں سے یہ پیش گوئی مرزا صاحب کی تصنیفات میں مجھے یاد دلائی گئی ہے۔ جس کے لئے سب سے بڑی وہ کوشش تھی جس کو عبدالحمید نے بیان کیا ہے۔ لاہور میں لیکھرام کی موت کے بعد جس کو تمام لوگ مرزا صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں میرے پاس اس بات کے یقین کرنے کے لئے خاص وجہ تھی۔ ﴿۱۳۶﴾ کہ میری جان لینے کی کوئی نہ کوئی کوشش کی جائے گی۔ میں تین ماہ کے لئے رخصت پر گیا ہوا تھا۔ میری واپسی پر میرا آنا مرزا صاحب کو فوراً معلوم ہوگیا اور عبدالحمید میرے پاس پہنچ گیا۔ عبدالحمید کے بیان پر یقین کرنے کے لئے میرے پاس کافی وجوہ ہیں۔ اور نیز اس بات کا یقین کرنے کے لئے کہ مرزا صاحب مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہیں مرزا صاحب کا یہ ایک ہمیشہ کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے مخالفوں کی موت کی پیش گوئیاں کرتے ہیں۔

دستخط اے ای مارٹینو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

پڑھ کر سنایا گیا۔ تسلیم کیا گیا۔ دستخط ؍ ؍ ؍

بیان عبدالحمید:۔ میں نے ہی یہ کاغذ جو ڈاکٹر کلارک نے پیش کیا ہے لکھا تھا اور دستخط کئے تھے۔ دستخط حاکم ؍ ؍

بقیہ حاشیہ ﴿۱۳۵﴾

جو پیچھے سے **اِسلام پور قَاضِیُ مَاجھیُ** کے نام سے مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ اسلام پور کا لفظ لوگوں کو بھول گیا اور قاضی ماجھی کی جگہ پر قاضی رہا اور پھر آخر قادی بنا اور پھر اس سے بگڑ کر **قادیاں** بن گیا۔ اور قاضی ماجھی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ علاقہ جس کا طولانی حصہ قریباً ساٹھ کوس ہے ان دنوں میں سب کا سب **ماجّھہ** کہلاتا تھا غالباً اس وجہ سے اس کا نام ماجھہ تھا کہ اس ملک میں بھینسیں بکثرت ہوتی تھیں اور ماجھ زبان ہندی میں بھینس کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ ہمارے بزرگوں کو علاوہ دیہات جاگیرداری کے اس تمام علاقہ کی حکومت بھی ملی تھی اس لئے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے ہمارے بزرگ سمرقند سے اس ملک میں آئے۔ ﴿۱۳۶﴾

بعدالت اے ای مارٹینو صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر

مستغیث قیصرہ ہند زیر دفعہ ۱۰۷ بنام مرزا غلام احمد صاحب قادیاں

حُکم

عبدالحمید اور ڈاکٹر کلارک کے بیانات ظاہر کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے عبدالحمید کو ڈاکٹر کلارک ساکن امرتسر کے قتل کرنے کی ترغیب دی۔ اس بات کے یقین کرنے کے لئے وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد مذکور نقض امن کا مرتکب ہوگا۔ یا کوئی قابل گرفت فعل کرے گا۔ جو باعث نقض امن اس ضلع میں ہوگا۔ اس بات کی خواہش کی گئی ہے کہ اس سے حفظ امن کے لئے ضمانت طلب کی جائے۔ واقعات اس قسم کے ہیں کہ جس سے اس کی گرفتاری کے لئے وارنٹ کا شائع کرنا زیر دفعہ ۱۱۴ ضابطہ فوجداری ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا میں اس کی گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری

﴿۱۳۷﴾

بقیہ حاشیہ

مگر کاغذات سے یہ پتہ ملتا ہے کہ اس ملک میں بھی وہ معزز امراء اور خاندان والیان ملک میں سے تھے اور انہیں کسی قومی خصومت اور تفرقہ کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑنا پڑا تھا۔ پھر اس ملک میں آکر بادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر ان کو ملے۔ چنانچہ اس نواح میں ایک مستقل ریاست ان کی ہوگئی۔

سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا صاحب میرزا گل محمد ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے۔ جن کے پاس اس وقت ۸۵ گاؤں تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے تاہم ان کی جوانمردی اور فیاضی کی یہ حالت تھی کہ اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے مروت کے طور پر بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دیئے تھے جو اب تک ان کے پاس ہیں۔ غرض وہ اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں اپنے نواح میں ایک خودمختار رئیس تھے۔ ہمیشہ قریب پانسو آدمی کے یعنی کبھی کم اور کبھی زیادہ ان کے دسترخوان پر روٹی کھاتے

﴿۱۳۷﴾

کرتا ہوں۔ اور اس کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ آ کر بیان کرے کہ کیوں زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری حفظ امن کے لئے ایک سال کے واسطے بیس ہزار روپیہ کا مچلکہ اور بیس ہزار روپے کی دو الگ الگ ضمانتیں نہ لی جائیں۔

دستخط اے ای مارٹینو
یکم اگست ۹۷ء
ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر

میں نے وارنٹ کا جاری کرنا روک دیا ہے۔ کیونکہ یہ مقدمہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ دیکھو انڈین لاء رپورٹ نمبر ۱۱ کلکتہ ۱۳ے و ۱۲ کلکتہ و ۱۳۳ اور ۶ الہ آباد و ۲۶۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے پاس کارروائی کے لئے بھیجا جاوے۔

دستخط اے ای مارٹینو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۷/اگست ۹۷ء

بقیہ حاشیہ

تھے۔ اور ایک سو کے قریب علماء اور صلحاء اور حافظ قرآن شریف کے ان کے پاس رہتے تھے جن کے کافی وظیفے مقرر تھے اور ان کے دربار میں اکثر **قال اللہ و قال الرسول** کا ذکر بہت ہوتا تھا۔ اور تمام ملازمین اور متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو تارک نماز ہو۔ یہاں تک کہ چکّی پیسنے والی عورتیں بھی پنج وقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھیں۔ اور گرد و نواح کے معزز مسلمان جو اکثر افغان تھے قادیاں کو جو اس وقت اسلام پور کہلاتا تھا مکّہ کہتے تھے۔ کیونکہ اس پُر آشوب زمانہ میں ہر ایک مسلمان کے لئے یہ قصبہ مبارکہ پناہ کی جگہ تھی۔ اور دوسری اکثر جگہ میں کفر اور فسق اور ظلم نظر آتا تھا اور قادیاں میں اسلام اور تقویٰ اور طہارت اور عدالت کی خوشبو آتی تھی۔ میں نے خود اس زمانہ سے قریب زمانہ پانے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ اس قدر قادیاں کی عمدہ حالت بیان کرتے تھے کہ گویا وہ اس زمانہ میں ایک باغ تھا جس میں حامیانِ دین اور صلحاء اور علماء اور نہایت شریف اور جوانمرد آدمیوں کے صدہا پودے پائے جاتے تھے۔ اور اس نواح میں یہ واقعات نہایت مشہور ہیں کہ میرزا گل محمد صاحب مرحوم

﴿۱۳۸﴾

﴿۱۳۸﴾

نقل مطابق اصل



اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

۹/ اگست ۹۷ء

بنام میرزا غلام احمد ولد میرزا غلام مرتضٰی ذات مغل ساکن قادیاں پرگنہ بٹالہ ضلع گورداسپور

ہرگاہ ہم کو صاحب مجسٹریٹ ضلع امرتسر سے اطلاع ملی ہے اور بیانات ڈاکٹر مارٹن کلارک وعبدالحمید سے جو صاحب موصوف نے قلمبند فرمائے ہیں اور ہمارے پاس بھیجے گئے ہیں اطلاع مذکور کی تائید ہوتی ہے کہ تم نے عبدالحمید کو ڈاکٹر مارٹن کلارک کے قتل کرنے کی ترغیب دی ہے اس لئے احتمال ہے کہ تم نقض امن کرنے والے ہو یا ایسا فعل کرنے والے ہو جس سے غالبًا نقض امن ہوگا۔ لہٰذا بذریعہ اس حکم کے تم کو حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۱۰/اگست ۹۷ء یوم منگل وار بحضور صاحب مجسٹریٹ ضلع بمقام بٹالہ وقت کچہری حاضر ہو کر وجہ اس امر کی ظاہر کرو کہ کیوں تم سے مچلکہ تعدادی ایک ہزار روپیہ بطور تاوان باقرار حفظ امن خلائق تا میعاد ایک سال کے نہ لیا جاوے

﴿۱۳۹﴾

بقیہ حاشیہ

مشائخ وقت کے بزرگ لوگوں میں سے اور صاحب خوارق اور کرامات تھے۔ جن کی صحبت میں رہنے کے لئے بہت سے اہل اللہ اور صلحاء اور فضلاء قادیان میں جمع ہو گئے تھے۔ اور عجیب تر یہ کہ کئی کرامات ان کی ایسی مشہور ہیں جن کی نسبت ایک گروہ کثیر مخالفان دین کا بھی گواہی دیتا رہا ہے۔ غرض وہ علاوہ ریاست اور امارت کے اپنی دیانت اور تقویٰ اور مردانہ ہمت اور اولوالعزمی اور حمایت دین اور ہمدردی مسلمانوں کی صفت میں نہایت مشہور تھے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے والے سب کے سب متقی اور نیک چلن اور اسلامی غیرت رکھنے والے اور فسق و فجور سے دور رہنے والے اور بہادر

﴿۱۳۹﴾

اور ضمانت نامہ نوشتہ دو ضامنان بقید مبلغ ایک ہزار روپیہ فی ضامن بطور تاوان کے داخل نہ کرایا جاوے۔

آج بتاریخ ۹؍اگست ۹۷ء ہمارے دستخط اور عدالت کی مہر سے جاری کیا گیا

دستخط ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور

نمبر۴ سمن بنام مستغاث علیہ

حسب دفعہ ۱۵۲۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری

بعدالت کپتان ڈگلس صاحب مجسٹریٹ ضلع

بنام مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضٰی ذات مغل ساکن قادیاں مغلاں پرگنہ بٹالہ ضلع گورداسپور

جو کہ حاضر ہونا تمہارا بالغرض جوابدہی الزام دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری ضرور ہے لہٰذا تم کو اس تحریر کے ذریعہ سے حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۱۰؍ماہ اگست ۱۸۹۷ء اصالتاً یا بذریعہ مختار ذی اختیار یا جیسا ہو موقعہ پر بمقام بٹالہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حاضر ہو۔ اور اس باب میں تاکید جانو۔

دستخط مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

بقیہ حاشیہ

اور بارعب آدمی تھے۔ چنانچہ میں نے کئی دفعہ اپنے والد صاحب مرحوم سے سنا ہے کہ اس زمانہ میں ایک دفعہ ایک وزیر سلطنت مغلیہ کا قادیاں میں آیا جو غیاث الدولہ کے نام سے مشہور تھا اور اس نے میرزا گل محمد صاحب کے مدبرانہ طریق اور بیدار مغزی اور ہمت اور اولوالعزمی اور استقلال اور عقل اور فہم اور حمایت اسلام اور جوش نصرت دیں اور تقویٰ اور طہارت اور دربار کے وقار کو دیکھا اور ان کے اس مختصر دربار کو نہایت متین اور عقلمند اور نیک چلن اور بہادر مردوں سے پُر پایا تب وہ چشم پُر آب ہو کر بولا کہ اگر مجھے پہلے خبر ہوتی کہ اس جنگل میں خاندان مغلیہ میں سے ایسا مرد موجود ہے جس میں صفات ضرور یہ سلطنت

﴿۱۴۰﴾

﴿۱۴۰﴾

نقل بیان مشمولہ مثل باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

مصدقہ عدالت

(مہر عدالت)

سرکار دولتمدار قیصرہ ہند بذریعہ ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب بنام میرزا غلام احمد قادیانی

مستغیث جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مستغاث علیہ

بیان ہنری مارٹن کلارک باقرار صالح

میں پندرہ سال سے ڈاکٹر مشنری ہوں۔ ہماری واقفیت مرزا صاحب سے ۱۸۹۳ء سے ہے۔ مسٹر عبداللہ آتھم اور ان کے درمیان جب مناظرہ مذہبی ہوا تھا میں اس کا موجد تھا۔ مرزا غلام احمد نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے پیشوا ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ مناظرہ ہو ہم نے ایک کتاب پیش کی جو مولوی محمد حسین بٹالوی نے لکھی تھی اور اس میں اہل اسلام کے پیشواؤں نے قرار دیا کہ مرزا صاحب مسلمان نہیں ہیں بلکہ کافر ہیں اور دجّال کا چچا ہیں۔ میں عیسائیوں کی طرف سے پریذیڈنٹ کمیٹی مناظرہ تھا۔ دو مرتبہ عبداللہ آتھم کی جگہ ہم کو مناظرہ میں بیٹھنا پڑا اور مرزا غلام احمد کو سخت زک اٹھانا پڑا۔ مرزا صاحب نے اظہار کیا کہ وہ معجزات دکھلاتے ہیں۔ ہم نے اندھوں، لنگڑوں کو اچھا کرنے کے واسطے کہا جو موجود کئے گئے تھے۔ مگر وہ نہ کر سکے۔ پھر مرزا صاحب نے پیشگوئی کی کہ عیسائی

﴿۱۴۱﴾

بقیہ حاشیہ

کے پائے جاتے ہیں تو میں اسلامی سلطنت کے محفوظ رکھنے کے لئے کوشش کرتا کہ ایّام کسل اور نالیاقتی اور بدوضعی ملوک چغتائیہ میں اسی کو تخت دہلی پر بٹھایا جائے۔

اس جگہ اس بات کا لکھنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرے پردادا صاحب موصوف یعنی میرزا گل محمد نے ہچکی کی بیماری سے جس کے ساتھ اور عوارض بھی تھے وفات پائی تھی۔ بیماری کے غلبہ کے وقت اطبّاء نے اتفاق کر کے کہا کہ اس مرض کے لئے اگر چند روز شراب کو استعمال کرایا جائے تو غالباً اس سے فائدہ ہوگا مگر جرأت نہیں رکھتے تھے کہ ان کی خدمت میں

مخالف پندرہ ماہ کے اندر مر جاوے گا۔ یعنی جو شخص فریقین سے راستی پر نہیں ہے پندرہ ماہ کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ کتاب جنگ مقدس چھاپہ شدہ پیش کرتا ہوں۔ اور جس جگہ مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی لکھی ہے نشان ۸ کر دیا ہے۔ بعد ازیں لوگوں کے خیالات عبداللہ آتھم صاحب کی طرف تھے۔ عبداللہ آتھم ضعیف آدمی تھا۔ بہت سے آدمی عبداللہ آتھم کی تیمارداری پر تھے۔ عبداللہ آتھم پر بہت حملہ کئے گئے جس سے اس کو اپنے مکان کی تبدیلی کرنی پڑی۔ وہ امرتسر سے لدہانہ اور لدہانہ سے فیروز پور گیا۔ پیش گوئی کے آخری دو ماہ میں عبداللہ آتھم کی خاص نگرانی بذریعہ پولس کرائی گئی۔ دن رات خاص حملہ جو کیا گیا ایک امرتسر میں ہوا تھا یعنی ایک سانپ (کوبرا) ایک برتن میں بند کر کے ایک شخص پادری عبداللہ آتھم عیسائی کے مکان میں ڈال گیا۔ گو ہم نے خود نہیں دیکھا۔ مگر یہ امر سچ ہے کہ وہ سانپ مارا گیا تھا۔ اور عام لوگ کہتے تھے۔ مسٹر آتھم نے بھی ہمیں اطلاع دی ہے کہ ایسا ہوا۔ فیروز پور میں دو دفعہ عبداللہ آتھم کی طرف بندوق چلائی گئی۔ اور ایک مرتبہ عبداللہ آتھم کے سونے کے کمرہ کا دروازہ توڑا گیا☆

بقیہ حاشیہ ﴿۱۴۱﴾

عرض کریں۔ آخر بعض نے ان میں سے ایک نرم تقریر میں عرض کر دیا۔ تب انہوں نے کہا کہ اگر خدا تعالیٰ کو شفا دینا منظور ہو تو اس کی پیدا کردہ اور بھی بہت سی دوائیں ہیں مَیں نہیں چاہتا کہ اس پلید چیز کو استعمال کروں اور میں خدا کے قضا و قدر پر راضی ہوں آخر چند روز کے بعد

☆ اگر واقعی میعاد کے اندر تین حملے ہماری طرف سے ہوئے تھے تو کیا خیال میں آ سکتا ہے کہ آتھم اور اس کے عزیز باوجود تین حملوں کے ایسے چپ رہتے کہ نہ نالش کرتے اور نہ اخباروں میں چھپواتے اور نہ ہمیں ضمانت کے لئے طلب کرواتے بلکہ میعاد گذرنے کے بعد اس وقت شور مچایا کہ جب آتھم کے ڈر جانے کے بارے میں پانچ ہزار اشتہار ہماری طرف سے نکلا تا کوئی بہانا نہ ہاتھ آ جائے۔ اگر ہمارے اشتہار سے پہلے آتھم کی طرف سے کوئی تحریر شائع ہوئی ہے تو وہ پیش کرنی چاہئے۔ آتھم میعاد کے اندر جب کہ اس پر حملے ہوئے تھے کیوں چپ رہا اور پھر میعاد کے بعد ہمارے اشتہارات سے پہلے کیوں اس کے منہ پر قفل لگا رہا حاضرین جانتے ہیں کہ پیش گوئی کو سنتے ہی آثار خوف اُس پر ظاہر ہو گئے تھے۔ منہ

مرزا غلام احمد دولت مند آدمی ہے وہ ہمیشہ اپنے دعاوی کے بطلان کرنے کے واسطے بڑی بڑی
نقل مطابق اصل
رقمیں شرطیہ لکھتے ہیں۔ چنانچہ اشتہار معیار الاخیار والاشرار میں پانچ ہزار انعام کا وعدہ انہوں نے

﴿۱۴۲﴾

لکھا ہے۔ مجھ کو علم ہوا ہے کہ وہ بہت روپیہ اپنے پیروان سے حاصل کرتا ہے۔ ڈاک خانہ کی
معرفت اس کو بہت روپیہ حاصل ہوتا ہے۔ عبداللہ آتھم کی زندگی پر حملے جو ہوئے وہ عام طور پر
مرزا صاحب کی طرف منسوب کئے گئے۔ اخباروں میں اسی طرح درج ہوتا رہا۔ مگر مرزا صاحب
نے کبھی ان کی تردید نہیں کی☆ بلکہ ایک طرح پر خوشی منائی اور یہ اظہار کیا کہ عبداللہ آتھم

بقیہ حاشیہ

اسی مرض سے انتقال فرما گئے۔ موت تو مقدر تھی مگر یہ ان کا طریق تقویٰ ہمیشہ کے لئے یادگار رہا کہ
موت کو شراب پر اختیار کر لیا۔ موت سے بچنے کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا لیکن انہوں نے
معصیت کرنے سے موت کو بہتر سمجھا۔ افسوس ان بعض نوابوں اور امیروں اور رئیسوں کی حالت

﴿۱۴۲﴾

☆ یہ کس قدر صریح دروغ ہے کہ میری طرف سے حملوں کی کوئی تردید نہیں ہوئی۔ میں نے تو صدہا اشتہارات اور تین ضخیم کتابیں
اسی غرض سے شائع کیں کہ اگر میری طرف سے حملے ہوئے ہیں تو آتھم میرے پر عدالت میں نالش کرے یا قسم کھائے۔ بلکہ
اسی حُجّت کے پوری کرنے کے لئے قسم کھانے پر چار ہزار روپیہ دینا بھی کیا۔ سو اس سے زیادہ اس بے ہودہ اور بے اصل الزام کی
اور کیا تردید کی جاتی۔ آتھم تو ایسا چپ ہوا کہ کوئی ثبوت پیش نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ میرے دوسرے الہام کے موافق فوت ہو گیا۔
عجیب بات ہے کہ میعاد پیشگوئی کے اندر تین حملے ہوئے ہوں اور آتھم ایسے وقت چپ رہے کہ جب شور و غوغا کرنا اس کا فرض تھا
اور پھر میعاد کے بعد بھی میرے اشتہارات کے شائع ہونے تک چپ رہے۔ اور جب اس کو پیش گوئی سے ترساں و لرزاں ہونے
پر بار بار ملزم کیا جائے تو اس وقت تین حملے پیش کئے جائیں اور پھر قسم کے لئے بلانے کے وقت بھاگ جائے کہ ہمارے مذہب
میں منع ہے اور نہ نالش کرے۔ افسوس پادری صاحبوں کی یہ دیانت ہے۔ ڈاکٹر کلارک اور وارث دین وغیرہ نے عدالت میں قسم کھا
کر اس عقیدہ کو بھی حل کر دیا کہ آتھم کا قسم سے انکار کرنا صحت نیت پر مبنی تھا یا فساد نیت پر۔ یہ بھی یاد رہے کہ آتھم کو ڈرتے رہنے کا
تو اقرار تھا اور تنقیح طلب یہ امر تھا کہ وہ خوف پیش گوئی سے تھا یا حملوں سے۔ سو آتھم نے قسم نہ کھانے اور نالش نہ کرنے اور چپ
رہنے سے ثابت کر دیا کہ وہ خوف محض پیش گوئی سے تھا ورنہ دشمن ایک حملہ پر بھی چپ نہیں رہ سکتا۔ چہ جائیکہ تین حملے ہوں۔ پیش
گوئی سے ڈرتے رہنے کا تو صریح ثبوت ہے کہ آتھم نے نہ نالش کی نہ قسم کھائی اور نہ میعاد کے اندر اور اشتہار سے پہلے کچھ شائع
کیا لیکن تین حملوں کا کیا ثبوت ہے جن کا بار ثبوت اس کی گردن پر تھا۔ منه

اندر سے مسلمان ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب اپنے آپ کو مسیح موعود کہتے ہیں۔ ان کا مدعا یہ ہے کہ ایک قسم کا خوف عام پیدا ہووے۔ اور مسیح موعود ہونے کے دعوے سے لوگوں کے دلوں میں رعب قائم کرے اور لوگ اس دعوے کو مان لیویں۔ مرزا صاحب نے یہ حصہ بیان کیا (کتاب جنگ مقدس میں جو الہامی فقرات صفحہ ۱۶ و ۱۷ پر درج ہیں وہ میری طرف سے ہیں۔ اور اشتہار B میں جو پانچ ہزار کا وعدہ ہے وہ بھی میری طرف سے ہے اور کتاب شہادۃ میں صفحہ ۱۸۸ پر جو پیشگوئیوں کا ذکر ہے وہ قریباً میرے الفاظ ہیں) کتاب شہادۃ میں پیشگوئیاں موت کی تین مذاہب کے واسطے کی گئی ہیں۔ ایک احمد بیگ کے داماد کی نسبت مسلماناں سے۔ دوسرے لیکھرام پشاوری کی نسبت ہندوؤں سے اور تیسرے عبداللہ آتھم کی نسبت عیسائیوں سے جس سے مرزا صاحب کی مراد ڈرانے کی تھی۔ میں عبداللہ آتھم کی حفاظت کا انتظام کرتا رہا اور جب

بقیہ حاشیہ

﴿۱۴۲﴾

پر کہ اس چند روزہ زندگی میں اپنے خدا اور اس کے احکام سے بکلّی لاپرواہ ہو کر اور خدا تعالیٰ سے سارے علاقے توڑ کر دل کھول کر ارتکاب معصیت کرتے ہیں اور شراب کو پانی کی طرح پیتے ہیں اور اس طرح اپنی زندگی کو نہایت پلید اور ناپاک کر کے اور عمر طبعی سے بھی محروم رہ کر اور بعض ہولناک عوارض میں مبتلا ہو کر جلد تر مر جاتے ہیں اور آئندہ نسلوں کے لئے نہایت خبیث نمونہ چھوڑ جاتے ہیں۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب میرے پردادا صاحب فوت ہوئے تو بجائے ان کے میرے دادا صاحب یعنی مرزا عطا محمد فرزند رشید ان کے گدی نشین☆ ہوئے۔ ان کے وقت میں خدا تعالیٰ

حاشیہ در حاشیہ

☆ ہمارا شجرہ نسب اس طرح پر ہے۔ میرا نام غلام احمد ابن مرزا غلام مرتضیٰ صاحب ابن مرزا عطا محمد صاحب ابن مرزا گل محمد صاحب ابن مرزا فیض محمد صاحب ابن مرزا محمد قائم صاحب ابن مرزا محمد اسلم صاحب ابن مرزا محمد دلاور صاحب ابن مرزا الہ دین صاحب ابن مرزا جعفر بیگ صاحب ابن مرزا محمد بیگ صاحب ابن مرزا عبدالباقی صاحب ابن مرزا محمد سلطان صاحب ابن میرزا ہادی بیگ صاحب مورث اعلیٰ۔ منہ

﴿۱۴۳﴾

عبداللہ آتھم کی نسبت پیشگوئی پوری نہ☆ ہوئی تو میں نے عام طور پر مرزا صاحب کے جھوٹا ہونے کی بابت مشتہر کیا اور عام جلسہ کئے گئے۔ جس سے مسلمانان نے مرزا صاحب کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھا اور ان کی بہت حقارت ہوئی۔ اور مرزا صاحب میرے سخت مخالف ہوگئے۔ ایک شخص مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے ایک اشتہار چھاپا (حرف D) جس میں مرزا صاحب کی نسبت انہوں نے لکھا کہ اس نے آریہ وغیرہ سے بزرگوں کو گالیاں دلوائی ہیں۔ پھر قرآن کا اردو ترجمہ مولوی عمادالدین صاحب نے کیا جس سے مولویوں نے مرزا صاحب کو کہا کہ کیوں مولوی عمادالدین کو ابھارا کہ اس نے ترجمہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں ایک تعداد اشخاص کی عیسائی ہوگئی جن میں سے ایک شخص محمد یوسف خان جو ایک اچھا معزز آدمی ہے اور پرہیزگار دیندار و مجاہد سمجھا جاتا تھا اور سکریٹری وایلچی⁜ مباحثہ کا رہا تھا عیسائی ہوگیا۔ دوسرا آدمی میر محمد سعید تھا جو مرزا صاحب کے بہنوئی⁂ کا خالہ زاد بھائی تھا وہ بھی عیسائی ہوا اور خاص ہمارے ساتھ اس کا تعلق تھا اور جس سے اور بھی مرزا صاحب

حاشیہ

﴿۱۴۳﴾

کی حکمت اور مصلحت سے لڑائی میں سکھ غالب آئے۔ دادا صاحب مرحوم نے اپنی ریاست کی حفاظت کے لئے بہت تدبیریں کیں مگر جب کہ قضا وقدر ان کے ارادہ کے موافق نہ تھی اس لئے ناکام رہے اور کوئی تدبیر پیش نہ گئی اور روز بروز سکھ لوگ ہماری ریاست کے دیہات پر قبضہ کرتے گئے یہاں تک کہ دادا صاحب مرحوم کے پاس صرف ایک قادیاں رہ گئی اور قادیاں اس وقت ایک قلعہ کی صورت پر قصبہ تھا اور اس کے چار بُرج تھے اور برجوں میں فوج کے آدمی رہتے تھے اور چند توپیں تھیں اور فصیل بائیس فٹ کے قریب

﴿۱۴۳﴾

☆ کیسی بددیانتی ہے کہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ کیا پیش گوئی میں قطعی طور پر موت کا حکم تھا؟ اور کوئی شرط نہ تھی؟ کس قدر بے انصافی ہے کہ آفتاب پر خاک ڈالتے ہیں۔ منہ

⁜ یہ سفید جھوٹ ہے۔

⁂ یہ غلط ہے بلکہ وہ بیوی کا خالہ زاد بھائی تھا۔

ہمارے برخلاف ہوگئے۔ جب محمد یوسف خاں عیسائی ہوا اس کو مسلمانوں نے پوچھا کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی آتھم صاحب کی بابت پوری کرنے آئے ہو۔ یہ بات خلوت میں انہوں نے پوچھی تھی۔ پیشگوئی جو نسبت احمد بیگ کے داماد کے ہوئی وہ پوری نہیں ہوئی☆۔ پیشگوئی جو عیسائیوں سے آتھم صاحب کی بابت تھی وہ بھی پوری نہیں ہوئی۔✠ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ مرزا صاحب کی عزت اور آمدنی میں فرق آیا دوکان اس کی بند ہوگئی اور لوگ ٹھٹھا کرنے لگے۔ اب صرف پیشگوئی برخلاف ہندوؤں کے باقی رہی تھی کچھ عرصہ گذرا ہے کہ لیکھرام قتل کیا گیا جس کے مرنے سے عام آگ ملک میں

﴿۱۴۴﴾

بقیہ حاشیہ

اونچی اور اس قدر چوڑی تھی کہ تین چھکڑے آسانی سے ایک دوسرے کے مقابل اس پر جا سکتے تھے۔ اور ایسا ہوا کہ ایک گروہ سکھوں کا جو رام گڑھیہ کہلاتا تھا اول فریب کی راہ سے اجازت لے کر قادیاں میں داخل ہوا اور پھر قبضہ کرلیا۔ اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی اور اسرائیلی قوم کی طرح وہ اسیروں کی مانند پکڑے گئے اور ان کے مال و متاع سب لوٹی گئی۔ کئی مسجدیں اور عمدہ عمدہ مکانات مسمار کئے گئے اور جہالت اور تعصب

☆ یہ پیشگوئی بھی شرطی تھی جس کا ایک حصہ پورا ہوگیا یعنی احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہوگیا اور اس کے مرنے پر اس کے عزیزوں نے نہایت درجہ خائف اور ترساں ہوکر شرط کو پورا کیا اور ضرور تھا کہ شرط کے موافق ظہور میں آتا۔ مگر یہ بھی ضرور ہے کہ دلوں کے سخت ہونے پر خدا کے اصل ارادہ کی پیشگوئی کے مطابق تکمیل ہو جائے جیسا کہ آتھم کی پیشگوئی میں شرط بھی پوری ہوئی اور آخر موت کی سزا بھی ملی غرض ساری کی ساری پیش گوئی پوری ہوئی۔ منہ

✠ یہ کہنا کہ آتھم کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی سچائی کا خون کرنا ہے۔ آتھم نے آپ اپنے قول اور فعل سے ثبوت دے دیا کہ وہ پیشگوئی کے اثر سے ڈرتا رہا۔ اس لئے ضرور تھا کہ الہامی شرط سے فائدہ اٹھاتا پھر دوسرا الہام یہ تھا کہ وہ بعد اخفائے شہادت جلد فوت ہو جائے گا۔ سو وہ فوت ہوگیا۔ اب دیکھو کیسی صفائی سے یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ منہ

لگا دی۔ حالات قتل کے عجیب ہیں۔ قاتل نے اپنے آپ کو ہندو ظاہر کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوگیا تھا اور اب پھر ہندو ہونا چاہتا ہوں۔ اس نے اپنا رسوخ اور اعتبار لیکھرام کے ساتھ پیدا کیا اور یہ واقعہ قتل اس کے چند ہفتہ بعد ظہور میں آیا یہ قتل عام طور پر نسبت مرزا غلام احمد کے قریباً منسوب کیا جاتا ہے۔ میں ایک کتاب مصنفہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پیش کرتا ہوں حرف E جس میں وہ مرزا صاحب کو اس قتل کا الزام لگاتے ہیں☆ (میں نے مرزا صاحب کچھ کچھ کتاب حرف E کو دیکھا ہے) مرزا صاحب نے ۲۲/ مارچ ۹۷ء کو ایک بل ضیاء الاسلام پریس قادیان شائع کیا جو اس امر پر بڑا زور دیتا ہے کہ ہم کو خبر تھی کہ لیکھرام ۶/ مارچ ۹۷ء کو ۶ بجے شام کے مارا جاوے گا۔ مگر واقعہ کے بعد یہ بل شائع کیا گیا تھا اور کہ یہ امر ہماری پیشگوئی کے مطابق تھا۔ (جواب مرزا صاحب ﴿۱۴۵﴾

حاشیہ

سے باغوں کو کاٹ دیا گیا اور بعض مسجدیں جن میں سے اب تک ایک مسجد سکھوں کے قبضہ میں ہے دھرم سالہ یعنی سکھوں کا معبد بنایا گیا۔ اس دن ہمارے بزرگوں کا ایک کتب خانہ بھی ﴿۱۴۴﴾ جلایا گیا جس میں سے پانسو نسخہ قرآن شریف کا قلمی تھا جو نہایت بے ادبی سے جلایا گیا اور آخر سکھوں نے کچھ سوچ کر ہمارے بزرگوں کو نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام مرد و زن چھکڑوں میں بٹھا کر نکالے گئے اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزین ہوئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ان ہی دشمنوں کے منصوبے سے میرے دادا صاحب کو زہر دی گئی۔ پھر رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں میرے والد صاحب مرحوم مرزا غلام مرتضٰی قادیاں میں واپس آئے اور مرزا صاحب موصوف کو اپنے والد صاحب کے دیہات میں سے پانچ گاؤں واپس ملے کیونکہ اس عرصہ میں رنجیت سنگھ نے دوسری اکثر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو دبا کر ایک بڑی ریاست اپنی بنالی تھی۔ سو ہمارے تمام دیہات بھی رنجیت سنگھ کے قبضہ میں آ گئے تھے ﴿۱۴۵﴾ اور لاہور سے لے کر پشاور تک اور دوسری طرف لودھیانہ تک اس کی ملک داری کا سلسلہ

☆ **نوٹ**:- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد حسین نے ضرور کلارک سے کہا ہوگا کہ لیکھرام کا قاتل یہی شخص ہے لعنة اللّٰه علی الکاذبین ۔منه

ہم نے پہلے سے یہ تمام پیش گوئی کی ہوئی تھی اوراس کے حوالہ سے الہامی طور پر اشتہار دیا ہوگا) قاتل کبھی نہیں ملے گا۔ یہ امر مرزا صاحب نے کہا تھا☆۔ عام مشہور ہے۔ ہمارا قیاس یہ ہے کہ لیکھرام کا قاتل بھی قتل کیا گیا ہے۔ جو کاغذات اس بارے میں ہمارے پاس تھے وہ سرکار میں ہم نے بھیج دیئے تھے۔ اور ایک اور وجہ ہم کو ایذاء پہنچانے کے واسطے یہ تھی کہ جب سے مسٹر عبداللہ آتھم انتقال کر گئے صرف میں ہی اس مباحثہ کے متعلق ایک سرگروہ رہ گیا ہوں۔ اور مرزا صاحب ہر طرح سے ہم کو حقارت کی نظر سے دیکھتا اور ہماری نسبت واہیات طریقہ اختیار کر رکھا ہے اپنی قلم اور زبان کو قابو میں نہیں رکھا ہوا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے ایک کتاب انجام آتھم شائع کی جو ہر قسم کی ہزلیات سے پُر ہے اور اس کتاب میں صفحہ ۴۴ پر اس قدر جرأت کی ہے کہ ہمارے حق میں لکھا ہے کہ مقابلہ کے واسطے آوٴ۔ اس کتاب پر حرف F لگایا گیا (مرزا صاحب۔ تسلیم کیا کہ واقعی یہ کتاب ہم نے شائع کی تھی۔ ۱۴ ستمبر ۹۶ء کو شائع کی تھی) مرزا صاحب۔ مجھ کو الہامی طور پر خبر دی گئی تھی کہ دیانند مرجاوے گا اور یہ خبر قبل از وقت دی گئی تھی اور بعض آریہ لوگوں کو علم تھا میں نے بعض کو اطلاع کر دی تھی۔ لیکھرام کے مرنے سے قریب پانچ سال پہلے میں نے اس کے مرنے کی اطلاع دی تھی۔ سرسید احمد خاں کی بابت میں نے پیشگوئی کی تھی کہ اس پر آفت آئے گی۔ احمد بیگ اور اس کی لڑکی کے بارے میں اور داماد کے بارے میں مَیں نے پیشگوئی کی تھی۔ نمبر۹ مولوی محمد حسین بٹالوی کی بابت ۴۰ یوم کے مرنے یا تکلیف کی بابت کوئی پیش گوئی نہیں کی آئینہ کمالات مشتہر ۹۳ء صفحہ ۶۰۴۔ نمبر۱۰ عبداللہ آتھم کی بابت۔

بقیہ حاشیہ

پھیل گیا تھا۔ غرض ہماری پرانی ریاست خاک میں مل کر آخر پانچ گاؤں ہاتھ میں رہ گئے۔ پھر بھی بلحاظ پرانے خاندان کے میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضٰی اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے گورنر جنرل کے دربار میں بزمرہ کرسی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے ۱۸۵۷ء میں انہوں نے سرکار انگریزی کی خدمت گذاری میں پچاس گھوڑے معہ پچاس

﴿۱۴۶﴾

☆ یہ بالکل جھوٹ ہے ایسا لفظ کبھی میرے منہ سے نہیں نکلا۔ منہ

﴿۱۴۶﴾

نمبر۱۱ عبداللہ آتھم صاحب کو ایک ہزار انعام کا وعدہ دیا گیا تھا شرطیہ طور پر (تسلیم کیا گیا)۔ نمبر۱۲ عبداللہ آتھم صاحب کو دو ہزار روپیہ کے انعام کا وعدہ دیا گیا۔ نمبر۱۳ ایضاً تین ہزار ایضاً۔ نمبر۱۴ ایضاً چار ہزار ایضاً۔ نمبر۱۵ انجام آتھم شائع کیا گیا (تسلیم ہوا) نمبر۱۶ انجام آتھم میں مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی کہ ۹۴ مولوی اور ۶۸ چھاپہ والے اگر ہمارے پر ایمان نہیں لاویں گے تو مر جائیں گے (مرزا صاحب نے اس کو تسلیم نہیں کیا)۔ نمبر۱۷ اس پیشگوئی میں لیکھرام کے مرنے کی بابت وہ لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ مباہلہ کریں (تسلیم کیا گیا)۔ نمبر۱۸ گنگا بشن کو مباہلہ کے واسطے بلایا گیا (تسلیم کیا) نمبر۱۹ مولوی محمد حسین بٹالوی کو مباہلہ کے واسطے بلایا گیا (تسلیم کیا گیا) نمبر۲۰ رائے جندر سنگھ کو مباہلہ کے واسطے بلایا گیا (تسلیم کیا گیا) نمبر۲۱ پیشگوئی بابت مرنے لیکھرام کی۔ (تسلیم کیا گیا) نمبر۲۲ نسبت

بقیہ حاشیہ

سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دیئے تھے اور آئندہ گورنمنٹ کو اس قسم کی مدد کا عند الضرورت وعدہ بھی دیا۔ اور سرکار انگریزی کے حکام وقت سے بجلد وے خدمات عمدہ عمدہ چٹھیات خوشنودی مزاج ان کو ملی تھیں۔ چنانچہ سرلیپل گریفن صاحب نے بھی اپنی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ غرض وہ حکام کی نظر میں بہت ہردلعزیز تھے۔ اور بسا اوقات ان کی دلجوئی کے لئے حکام وقت ڈپٹی کمشنر، کمشنر اُن کے مکان پر آکر ان کی ملاقات کرتے تھے۔ یہ مختصر میرے خاندان کا حال ہے میں ضروری نہیں دیکھتا کہ اس کو بہت طول دوں۔

اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے☆ اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا۔ اور ابھی ریش و بردت کا آغاز نہیں تھا۔ میری پیدائش سے پہلے میرے والد صاحب نے بڑے بڑے مصائب دیکھے۔ ایک دفعہ ہندوستان کا پیادہ پا سیر بھی کیا۔ لیکن میری پیدائش

﴿۱۴۶﴾

حاشیہ در حاشیہ

☆نوٹ:۔ میں توام پیدا ہوا تھا ایک لڑکی جو میرے ساتھ تھی وہ چند دنوں کے بعد فوت ہوگئی تھی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس طرح پر خدا تعالیٰ نے انثیت کا مادہ مجھ سے بکلی الگ کر دیا۔ منہ

شیخ مہر علی کے دھمکی دی گئی کہ اگر وہ بیعت نہ کرے تو عذاب اس پر نازل ہوگا (تسلیم نہیں کیا گیا) پیشگوئیاں مذکورہ بالا (دستی تحریر شدہ) کاغذ نمبر J میں درج ہیں جو عدالت میں داخل کیا گیا ہے۔ لیکھرام کے قتل کے بعد ہم کو مخفی طور پر آگاہ کیا گیا کہ ہم کو خبردار رہنا چاہیے مبادا مرزا صاحب نقصان پہنچائے۔ ایک اشتہار میں مرزا صاحب نے یہ لکھا تھا کہ کچھ حصّہ کفر کا مٹ گیا ہے اور کچھ حصہ جلد مٹنے والا ہے۔ یہ فقرات جو ہیں ان کی بابت میرا خیال ہے کہ جو حصہ کفر کا مٹ گیا ہے وہ لیکھرام کی بابت ہے اور جو باقی ہے وہ میری نسبت ہے اور اس لئے میں نے سرکار میں اطلاع دی تھی۔ اشتہار وغیرہ جو میرے پاس آتے ہیں وہ ہمیشہ قادیان سے آتے ہیں۔ حالانکہ میں نہ چندہ دیتا ہوں اور نہ کوئی تعلق ہے۔ بعد مناظرہ کے ہماری خط و کتابت چند عرصہ تک رہی اور پھر بعد ازیں ہر طرح سے ہم نے خط و کتابت وغیرہ کا مرزا صاحب سے قطع تعلق کر دیا۔ سہ۳ ماہ گذشتہ سے ہم نے کوئی اشتہار وغیرہ مرزا صاحب کی طرف سے وصول نہیں پایا۔ جس سے میرا خیال ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ میری طرف سے وہ غافل ہیں۔ ۱۶؍ جولائی ۹۷ء کو ایک شخص جوان عمر میرے پاس آیا اور اس نے عیسائی ہونے کی درخواست کی۔ اس نے اپنا نام

﴿۱۴۷﴾

بقیہ حاشیہ

کے دنوں میں ان کی تنگی کا زمانہ فراخی کی طرف بدل گیا تھا اور یہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ میں نے انؔ کے مصائب کے زمانہ سے کچھ بھی حصّہ نہیں لیا اور نہ اپنے دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملک داری سے کچھ حصّہ پایا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح جن کے ہاتھ میں صرف نام کی شہزادگی بوجہ داؤد کی نسل سے ہونے کی تھی اور ملک داری کے اسباب سب کچھ کھو بیٹھے تھے ایسا ہی میرے لئے بھی بگفتن یہ بات حاصل ہے کہ ایسے رئیسوں اور ملک داروں کی اولاد میں سے ہوں۔ شاید یہ اس لئے ہوا کہ یہ مشابہت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری ہو۔ اگرچہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میرے لئے سر رکھنے کی جگہ نہیں مگر تاہم میں جانتا ہوں کہ وہ تمام صف ہمارے اجداد کی ریاست

﴿۱۴۷﴾

عبدالمجید بتلایا اور کہا کہ میں جنم کا برہمن ہوں اور کہ میرا ہندو نام رلیارام ہے اور والد کا نام رام چند ہے اور کھجوری دروازہ بٹالہ کا رہنے والا ہوں ۱۵؁ سال[1] کی عمر میں مرزا نے مجھے مسلمان کیا تھا جس کو سات سال گذرے ہیں وہ ایک ہندو دوست کی ترغیب سے مسلمان ہوا تھا اور وہ دوست بھی اسی وقت مسلمان ہوگیا تھا۔ میرا دوست اروڑہ قوم کا تھا اور کرپارام اس کا نام تھا اب اس کا نام عبدالعزیز ہے اور بٹالہ میں کپوری دروازہ کے اندر تمبا کو فروشی کرتا ہے۔ سات سال کے عرصہ میں مرزا صاحب کے یہاں طالب علم رہا اور قرآن کی تعلیم پاتا رہا۔ حال میں جو مرزا صاحب کے دعاوی کی نسبت الہامات باطل ثابت ہوئے تو اس کو یقین ہوا کہ مرزا صاحب نبی نہیں ہیں اور اس نے خیال کیا کہ مرزا صاحب اچھے آدمی نہیں ہیں اور شرانگیز ہیں۔ میں سیدھے قادیان سے آیا ہوں۔ اور عام طور پر علانیہ میں نے مرزا صاحب کو گالیاں دی تھیں۔ جب میں وہاں سے چلا تھا میں اپنے ساتھ کچھ نہیں لایا۔ خداوند مسیح کا قول ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ پیچھے چلو میں اور کچھ نہیں چاہتا صرف بپتسمہ لینا چاہتا ہوں اپنی معاش ٹوکری اٹھا کر قلی گری کر کے بسر کروں گا۔ ہم کو کوئی کافی وجہ اس نے نہ بتلائی کہ وہ امرتسر کیوں آیا ہے

﴿۱۴۸﴾

حاشیہ

اور ملک داری کی لپیٹی گئی اور وہ سلسلہ ہمارے وقت میں آ کر بالکل ختم ہوگیا اور ایسا ہوا تا کہ خدا تعالیٰ نیا سلسلہ قائم کرے جیسا کہ براہین احمدیہ میں اُس سبحانہ کی طرف سے یہ الہام ہے سُبحان اللّٰہ تبارک و تعالٰی زاد مجدک ینقطع آباء ک و یبدء منک یعنی خدا جو بہت برکتوں والا اور بلند اور پاک ہے اس نے تیری بزرگی کو تیرے خاندان کی نسبت زیادہ کیا۔ اب سے تیرے آبا کا ذکر قطع کیا جائے گا اور خدا تجھ سے شروع کرے گا۔ اور ایسا ہی اس نے مجھے بشارت دی کہ ”میں تجھے برکت دوں گا اور بہت برکت دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“

پھر میں پہلے سلسلہ کی طرف عود کر کے لکھتا ہوں کہ بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم

﴿۱۴۸﴾

[1] پندرہ سال (ناشر)

کیونکہ بٹالہ اور گورداسپور میں مشنری صاحب موجود ہیں اور نہ اس نے کوئی خاص وجہ بتلائی کہ وہ کیوں خاص کر میرے پاس آیا ہے جب کہ اور بھی مشنری صاحب موجود ہیں۔ اس نے صرف یہ کہا کہ اتفاقیہ ایک شخص کے آپ کی کوٹھی بتلانے پر آیا ہوں۔ جب ہم نے اس سے پوچھا کہ تم نے کرایہ ریل کا کہاں سے لیا تو وہ بتلا نہ سکا۔ ان باتوں پر ہماری خاص توجہ غور کے واسطے ہوئی اور غور طلب معاملہ ہم نے سمجھا اور یہ میرے دل میں گذرا کہ اس کے بیانات لیکھرام کے قاتل کے بیانات سے عجیب تشبیہ رکھتے ہیں۔ پس ہم نے اس کی طرف ﴿۱۴۹﴾ خاص دھیان رکھا۔ پس اس سے گفتگو کر کے ہم نے قصد مذکور کیا۔ اس شخص نے واقفیت دینِ عیسوی سے ظاہر کی ہم نے پوچھا کہاں سے یہ واقفیت حاصل کی اس نے کہا کہ قادیاں میں ایک عیسائی بٹالہ کا رہتا ہے جو مسلمان ہو کر مرزا صاحب کے یہاں رہتا ہے نام اس کا سائیاں ہے۔ اس کے پاس انجیل مقدس تھی اور مطالعہ کیا کرتا تھا۔ جہاں سے مجھے شوق ورغبت ہوئی۔ میں نے اس نوجوان کو مہاں سنگھ گیٹ والے شفاخانہ میں بھیج دیا کہ وہاں طالب علموں کے پاس رہے اور تعلیم پائے۔ اور ہم نے اس کو بوتلوں کے صاف کرنے وغیرہ کا کام دیا۔ قریباً پانچ چھ یوم تک وہ اس جگہ رہا۔ **اوّل** اس میں قابل توجہ یہ بات تھی کہ وہ مرزا صاحب

بقیہ حاشیہ

﴿۱۴۹﴾ اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلّم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ اور جب میری عمر تقریباً دس برس کے ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے۔ وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صَرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نَحو اُن سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا

کے حق میں بہت ہی بُرا بکتا تھا۔ دوم وہ بپتسمہ لینے کی از حد خواہش رکھتا تھا اور سوم وہ بلا وجہ اور بلا طلبی ہماری کوٹھی پر آ کر گشت اور سیر اور ملاقات چاہتا تھا۔ اور باوجودیکہ ۳۵ سال کی عمر میں وہ محمدی ہوا تھا۔ اپنی گوت (برہمن) سے ناواقف تھا اور نانکوں سے ناواقف تھا اور مختلف اشخاص سے مختلف قسم کی اپنی نسبت کہانی بیان کی۔ مثلاً ایک شخص سے اس نے اپنے دوست ایسر داس نام کو بجائے کرپارام کے بتلایا۔ بعد انقضائے پانچ روز ہم نے اپنے ہسپتال واقع بیاس پر اسے بھیج دیا۔ وہاں بھی میرے طالب علم پڑھتے ہیں۔ جاتے ہی اس نے ایک خط مولوی نور الدین کے نام جو میرزا صاحب کا دہنے ہاتھ کا فرشتہ ہے لکھا۔ یہ اُسی شخص کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ خط اُس نے لکھا ہے۔ مطلب اس خط کا یہ تھا کہ میں عیسائی ہونے لگا ہوں آپ روک سکتے ہیں تو روک لیں۔ یہ مطلب بھی اُس کی زبانی ہی معلوم ہوا تھا اور دیگر شہادت بھی ہے۔ باعث خط لکھنے کا یہ تھا کہ ہم نے اس کو کہا تھا۔ کہ یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم مرزا صاحب کو لکھیں کہ یہ شخص عیسائی ہونا چاہتا ہے۔ کل کو یہ نہ کہیں کہ تم ان کے چور ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں میں خود ہی خط لکھتا ہوں۔ اور اس نے خط لکھ کر بیرنگ ڈاک میں ڈالا۔ اور مجھے خط کے ذریعہ سے خط لکھنے سے منع کیا تھا جب تک میرے بپتسمہ کا وقت ہو۔ وہ خط

﴿۱۵۰﴾

حاشیہ

﴿۱۵۰﴾ اتفاق ہوا۔ ان کا نام گلؔ علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیاں میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔ میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہئے کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آوے اور نیز ان کا یہ بھی مطلب تھا کہ میں اس شغل سے الگ

ہمارے پاس ہے اور ہم پیش کریں گے۔ پھر ہم نے اس نوجوان لڑکے کے حالات کی بابت دریافت کرنا شروع کیا۔ ایک آدمی بٹالہ میں دریافت کے واسطے بھیجا گیا اس آدمی کا نام مولوی عبدالرحیم ہے۔ اس نے بٹالہ کے متعلق حالات عبدالحمید کے محض جھوٹے پائے۔ ذرہ بھر بھی اس میں سچ نہ تھا۔ تب مولوی عبدالرحیم سیدھا قادیاں میں مرزا صاحب کے پاس پہنچا اور مکان پر پہنچ کر اس نے دریافت کیا کہ آیا کوئی شخص عبدالمجید نام یہاں پر ہے۔ ایک لڑکا وہاں تھا۔ اس نے کہا کہ ہاں تھا مگر مرزا صاحب کو گالیاں دے کر چلا گیا ہے۔ پھر مولوی عبدالرحیم مرزا صاحب کے پاس گیا اور دریافت پر کہا کہ میں عیسائی ہوں۔ اور عبدالمجید کی بابت دریافت کیا۔ مرزا صاحب نے کہا کہ وہ جھوٹا ہے۔ پیدائشی مسلمان ہے اور اس کا پیدائشی نام عبدالحمید ہے اور وہ مولوی برہان الدین جہلمی کا بھتیجا ہے۔ وہ راولپنڈی میں عیسائی ہوا تھا اور یہاں قادیان میں آ کر پھر ﴿۱۵۱﴾ مسلمان ہو گیا تھا اور چند عرصہ محنت ٹوکری اٹھا کے کرتا رہا۔ اور قریباً سات آٹھ یوم سے یہاں سے چلا گیا ہے۔ اور یہ عرصہ اُس عرصہ سے مطابق ہے جب وہ ہماری کوٹھی پر آیا تھا۔ اور آخر کار مرزا صاحب نے کہا کہ اس کی اچھی طرح خاطر مدارات کرو اور خوراک پوشاک عمدہ دو تو وہ تمہارے پاس رہے گا۔ پھر ہم نے جہلم سے دریافت کیا وہاں سے ہم کو معلوم ہوا کہ اس نوجوان آدمی کا نام

بقیہ حاشیہ

﴿۱۵۱﴾ ہو کر ان کے غموم و ہموم میں شریک ہو جاؤں آخر ایسا ہی ہوا۔ میرے والد صاحب اپنے بعض آباء اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے انہوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا رہا۔ ان کی ہمدردی اور مہربانی میرے پر نہایت درجہ پر تھی مگر وہ چاہتے تھے کہ دنیاداروں کی طرح مجھے رو بخلق بنا دیں

عبدالمجید نہیں ہے اور کہ اس کا والد مر گیا ہے اس کی ماں نے اس کے ایک چچا سے نکاح کر لیا ہے۔ اور دوسرا چچا اور خاندان کا بڑا ممبر مولوی برہان الدین ہے جو مولوی برہان الدین غازی کے نام سے مشہور ہے۔ وہ قوم کے گکھڑ ہیں۔ برہان الدین معہ اپنے کل خاندان کے نہایت ہی پکے محمدی ہیں۔ برہان الدین مجاہدین میں سے ہے۔ میرا مطلب ہے کہ جو مجاہدین سرحد سے باہر ہیں ان سے اس کا واسطہ تعلق رہا ہے اور وہ بڑا لادھڑک ہے اگرچہ اب عمر رسیدہ ہے جہاں تک سنا ہے نیک معاش ضرور ہے اور نسبت سب خاندان خاص کر کے برہان الدین مرزا صاحب پر جاں نثار ہیں۔ نوجوان آدمی کی کچھ حقیت قریباً للعہ ☆ بیگہ اراضی ہے اور کچھ نقدی بھی ہے جو بوقت وفات والدش اس کے چچوں کے قبضہ میں آیا۔ یہ تحقیقات محمد یوسف خاں نے کی تھی جو مرزا صاحب کا مرید سابق تھا اور خود بھی مجاہدوں کی بو رکھتا تھا اور برہان الدین کا دوست قدیمی تھا۔ اس کا خط ہمارے پاس ہے جو پیش کیا جاتا ہے۔ مکرر۔ ضرورت پیش کرنے کی نہیں ہے۔ اسؔ نوجوان کو کبھی بپتسمہ نہیں دیا گیا تھا اور وہ نہایت وحشیانہ اور ناشائستہ زندگی بسر کر آیا تھا۔ اور اس نے اپنے چچا کے للعہ * چوری کر کے شہوت پرستی میں خراب کئے تھے رات و دن وہ بدمستوں عیاشوں اور رنڈی بازیوں میں پھرتا رہتا تھا۔ پھر ہم نے اس کے عیسائی ہونے کے متلاشی ہونے کی بابت گجرات سے دریافت کیا بذات خود ہم نے دریافت کیا تھا۔ ﴿۱۵۲﴾

بقیہ حاشیہ

اور میری طبیعت اس طریق سے سخت بیزار تھی۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کمشنر نے قادیاں میں آنا چاہا میرے والد صاحب نے بار بار مجھ کو کہا کہ انؔ کی پیشوائی کے لئے دو تین کوس جانا چاہیے مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی اور میں بیمار بھی تھا اس لئے نہ جا سکا۔ پس یہ امر بھی ان کی ناراضگی کا موجب ہوا اور وہ چاہتے تھے کہ میں دنیوی امور میں ہر دم غرق رہوں جو مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کے لئے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کے لئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں ﴿۱۵۲﴾

☆ چار بیگہ * چالیس روپے۔ (ناشر)

معلوم ہوا کہ وہ گجرات کے ضلع مونگ کے ریلیف ورکس پر میٹ رہا تھا اور روز منادی کے وقت آ کر پادری صاحب یا عیسائیوں کو دق کرتا تھا اور اپنی بہن کے پاس جو کھوا میں رہتی تھی سکونت رکھتا تھا اور کہا کہ ایک روز میں انجیل پڑھتا تھا ایک دن بہنوئی نے نکال دیا اور پادری صاحب کے پاس گجرات چلا آیا۔ ہماری دریافت کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ لڑکا نہایت بدچلن اور مشکوک سا آدمی گجرات میں تھا۔ اور اس لئے زنا کاری کی علّت میں گجرات سے مشن والوں نے نکال دیا تھا۔ کسی صورت سے اس کو عیسائی نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ نہایت ہی بُرا محمدی سمجھا جاتا تھا۔ گجرات میں اس کی دوست بازاری عورتیں تھیں یا ایک شخص میراں بخش جولاہا تھا جو مرزا صاحب کا سخت عقیدت مند مرید ہے۔ جب ہم نے یہ باتیں سنیں تو ہمارا اشتباہ مرزا صاحب کی نسبت اور زیادہ ہوا کہ وہ قادیان میں ٹوکری اٹھاتا رہا تھا اور آخر کار گالیاں دے کر چلا آیا ہے۔ جس کا اصل مدعا یہ ہے کہ اس امر کا اشتباہ نہ ہو کہ اس نوجوان کی مرزا صاحب سے سازش ہے اور مرزا ﴿۱۵۳﴾ صاحب جب مجھ سے دریافت کیا گیا تو جو معلوم تھا کہہ دیا تھا۔ ہم نے جرائم کے ارتکاب کے اصول کا جو قانون ہے اس کی مطالعہ کیا ہے اور ہم کو معلوم ہے کہ بموجب اس علم کے جو شخص زنا پر آمادہ ہو اس کو قتل پر آمادہ کرنا آسان ہے۔ نیز ایسے اشخاص جن کو حوران بہشت کی تمنا ہو اور ایسے نوجوان کو جن کو زنا کی لت ہو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یعنی ایسے

بقیہ حاشیہ

اپنے تئیں محو کر دیا تھا اور ان کے لئے دعا میں بھی مشغول رہتا تھا اور وہ مجھے دلی یقین سے برّ بالوالدین جانتے تھے اور بسا اوقات کہا کرتے تھے کہ میں صرف ترحم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں کہ جس طرف اس کی توجہ ہے یعنی دین کی طرف صحیح اور سچ بات یہی ہے ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں‘‘۔ ایسا ہی ان کے زیر سایہ ہونے کے ایّام میں چند سال تک میری عمر کراہت طبع کے ساتھ انگریزی ﴿۱۵۴﴾ ملازمت میں بسر ہوئی۔ آخر چونکہ میرا جدا رہنا میرے والد صاحب پر بہت گراں تھا

شخص کے واسطے حوران بہشت کا خیال بڑھ کر لقمہ ہے۔ جان جائے تو چلی جائے حوران بہشت تو ملیں گی۔ نیز ہم کو یہ بھی علم ہوا کہ وہ نوجوان ایک نکمے مسلمان خاندان جہلمی سے تھا جن کو مرنے کا ذرا خوف نہیں ہے۔ اور اگر وہ بطور مرید مرزا صاحب کے مرتا تو مرزا صاحب کی عزت تھی۔ اور اگر وہ بطور مسلمان کے مرتا تو شہید کہلاتا اور اگر یونہی مرجاتا تو اس کے چچوں کو جائیداد سے فائدہ تھا۔ ان باتوں کو مدنظر رکھ کر ہم بیاس گئے اور روبروئے گواہان ہم نے اس نوجوان سے گفتگو کی اور میرے وعدہ پر کہ ہم تمہارا بُرا نہیں چاہتے اس لڑکے نے پانچ کس گواہان کے روبروئے اقرار کیا اور خود لکھ کر (حرف H) دیا جو ہمارے روبروئے اس نے لکھا تھا اور پھر روبروئے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر امرتسر کے تصدیق بھی کرا دیا تھا۔ علاوہ اس اقرار نامہ کے اس نوجوان نے از خود مجھے کہا کہ میں بایماء مرزا صاحب جان بوجھ کر ان کو گالیاں دیکر آیا تھا۔ اور یہ بھی اس نے ہم کو کہا کہ ریل کا کرایہ بطور مزدوری ٹوکری اٹھانے کے مرزا صاحب نے دیا ہے اور پھر یہ بھی اس نے ہم کو کہا کہ جو خط مولوی نورالدین کو بیاس سے بھیجا تھا اس سے غرض یہ تھی کہ میری سکونت کا اس کو پتہ ملے۔ ﴿۱۵۴﴾

حاشیہ

اس لئے ان کے حکم سے جو عین میری منشاء کے موافق تھا میں نے استعفا دے کر اپنے تئیں اس نوکری سے جو میری طبیعت کے مخالف تھی سبکدوش کر دیا اور پھر والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ اس تجربہ سے مجھے معلوم ہوا کہ اکثر نوکری پیشہ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جو پورے طور پر صوم اور صلوٰۃ کے پابند ہوں اور جو اُن ناجائز حظوظ سے اپنے تئیں بچا سکیں جو ابتلا کے طور پر ان کو پیش آتے رہتے ہیں۔ میں ہمیشہ ان کے منہ دیکھ کر حیران رہا اور اکثر کو ایسا پایا کہ ان کی تمام دلی خواہشیں مال و متاع تک خواہ حلال کی وجہ سے ہو یا حرام کے ذریعہ سے محدود تھیں۔ اور بہتوں کی دن رات کی کوششیں صرف اسی مختصر زندگی کی دنیوی ترقی کے لئے ﴿۱۵۴﴾

اس نے یہ بھی کہا کہ مولوی نورالدین کو اس سازش کا کچھ علم نہیں ہے اور نہ اس نے کبھی کچھ اس بارے میں کہا تھا۔ پریم داس کی زبانی ہم کو معلوم ہوا کہ اس نوجوان کے پیچھے دو آدمی اور پھرتے تھے اور ہمارا خیال لیکھرام کے قاتل کے نہ پائے جانے پر غور کر کے یہ تھا کہ وہ دو آدمی اس کو بھی مار ڈالیں گے بعد اس کے کہ وہ مجھے قتل کرے۔ اس لئے ہم نے بڑے خرچ و احتیاط سے اس نوجوان لڑکے کی جان کی حفاظت کی۔ ۳۱؍جولائی ۹۷ء کو ہم اس کو پھر امرتسر لے گئے اور حکام ضلع کو اطلاع دیا۔ پھر تحقیقات ہوئی جس کا ہم کو حال معلوم نہیں۔ ہم کو اندیشہ ہے کہ مرزا صاحب کی ایماء سے نقض امن ہونے کا احتمال ہے اور ہم کو اندیشہ ہے کہ وہ اور بھی سازشیں کرنا چاہتا ہے۔ جو پیشگوئی مرزا صاحب نے ہماری نسبت کی ہے وہ ہتک آمیز ہے اور ممکن ہے کہ ہماری طرف سے وہ نقض امن کرانا چاہتے ہیں کہ میں خود ان بے عزتی کے الفاظ کو دیکھ کر نقض امن کروں۔ ہم کو اپنی حفاظت کا اکثر انتظام کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ ہم ڈاکٹر ہیں ہم کو اکثر اوقات ہر قسم کے اشخاص سے تعلق پڑتا ہے اور اگر اس قسم کا اندیشہ لاحق حال رہے تو شاید نقض امن ہو جائے۔ ہمارے خیال میں آئندہ کے لئے

﴿۱۵۵﴾

بقیہ حاشیہ

مصروف پائیں۔ میں نے ملازمت پیشہ لوگوں کی جماعت میں بہت کم ایسے لوگ پائے کہ جو محض خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے اخلاق فاضلہ حلم اور کرم اور عفت اور تواضع اور انکسار اور خاکساری اور ہمدردی مخلوق اور پاک باطنی اور اکل حلال اور صدق مقال اور پرہیزگاری کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں۔ بلکہ بہتوں کو تکبر اور بدچلنی اور لاپروائی دین اور طرح طرح کے اخلاق رذیلہ میں شیطان کے بھائی پایا۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ ہر ایک قسم اور ہر ایک نوع کے انسانوں کا مجھے تجربہ حاصل ہو اس لئے ہر ایک صحبت میں مجھے رہنا پڑا۔ اور بقول صاحب مثنوی رومی وہ تمام ایام سخت کراہت اور درد کے ساتھ میں نے بسر کئے۔

من بہر جمعیتے نالاں شدم جفت خوش حالاں و بدحالاں شدم

کوئی پیشگوئی جو میری نسبت نقصان یا موت وغیرہ کی کی جائے اس کو نقض امن تصور کیا جاوے۔ بیاس پر ایک زندہ سانپ پکڑا گیا تھا تو عبدالحمید نے بڑی منت اور زاری کی تھی کہ ڈاکٹر صاحب نے حکم دیا ہے کہ جب سانپ کوئی پکڑا جائے تو ہمارے پاس لانا۔ حالانکہ ہم نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا تھا۔ دستخط حاکم

نقل بیان مشمولہ مقدمہ عدالت فوجداری باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

مرجوعہ	فیصلہ	نمبر بستہ	نمبر مقدمہ
۹؍اگست ۹۷ء	زیر تجویز	ازمحکمہ	۳/۳

(مہر عدالت)

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی

جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

دستخط حاکم 15/8/97

تتمہ بیان ڈاکٹر کلارک صاحب باقرار صالح ۱۲؍اگست ۹۷ء

پیشگوئی جو برخلاف سلطان محمد کے مسلمانوں سے کی گئی تھی اور عبداللہ آتھم کی بابت جو عیسائیوں

حاشیہ در حاشیہ ﴿۱۵۵﴾

ہر کسے از ظن خود شد یار من وز درون من نجست اسرار من

اور جب میں حضرت والد صاحب مرحوم کی خدمت میں پھر حاضر ہوا تو بدستور ان ہی زمینداری کے کاموں میں مصروف ہوگیا۔ مگر اکثر حصہ وقت کا قرآن شریف کے تدبّر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف ہوتا تھا اور بسا اوقات حضرت والد صاحب کو وہ کتابیں سنایا بھی کرتا تھا اور میرے والد صاحب اپنی ناکامیوں کی وجہ سے اکثر مغموم اور مہموم رہتے تھے۔ انہوں نے پیروی مقدمات میں ستر ہزار روپیہ کے قریب خرچ کیا تھا جس کا انجام آخر ناکامی تھی۔ کیونکہ ہمارے بزرگوں کے دیہات مدّت سے ہمارے قبضہ سے نکل چکے تھے اور ان کا واپس آنا ایک خیال خام تھا۔ اسی نامرادی کی وجہ سے حضرت والد صاحب مرحوم ایک نہایت عمیق گرداب غم اور حزن اور اضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے۔

سے مرزا صاحب نے کی تھی وہ پوری نہ ہوئی☆۔ اور صرف پیشگوئی برخلاف لیکھرام کے جو ہندوؤں کے واسطے تھی باقی تھی۔ پیشگوئیوں کے پورا نہ ہونے کے واسطے مرزا صاحب کو آمدنی میں نقصان پہنچا۔ بعد مرگ لیکھرام کے مرزا صاحب نے ایک اشتہار (حرف M) جاری کیا جس میں وہ لیکھرام کے قتل کا ذکر کرتے ہیں (اشتہار پیش کیا گیا) ایک اور اشتہار جاری ہوا تھا (حرف N) مرزا صاحب کی طرف سے جس میں مرزا صاحب ——— ایک اور اشتہار پیش کیا جاتا ہے (حرف D) جس میں عبداللہ آتھم کے مرجانے پیشگوئی بابت[1] صفائی سے تحریر ہوجانے کا مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے۔ بسوال عدالت ایک خط امرتسر سے عبدالحمید نے قادیاں کسی شخص کے نام

﴿۱۵۶﴾

بقیہ حاشیہ

اور مجھے ان حالات کو دیکھ کر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے کا موقعہ حاصل ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت والد صاحب کی تلخ زندگی کا نقشہ مجھے اس بے لوث زندگی کا سبق دیتا تھا جو دنیوی کدورتوں سے پاک ہے۔ اگرچہ حضرت مرزا صاحب کے چند دیہات ملکیت باقی تھے اور سرکار انگریزی کی طرف سے کچھ انعام بھی سالانہ مقرر تھا اور ایام ملازمت کی پنشن بھی تھی۔ مگر جو کچھ وہ دیکھ چکے تھے اس لحاظ سے وہ سب کچھ ہیچ تھا۔ اسی وجہ سے وہ ہمیشہ مغموم اور محزون رہتے تھے۔ اور بارہا کہتے تھے کہ جس قدر میں نے اس پلید دنیا کے لئے سعی کی ہے اگر میں وہ سعی دین کے لئے کرتا تو شاید آج قطب وقت یا غوث وقت ہوتا اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

﴿۱۵۶﴾

☆ میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ یہ دونوں پیشگوئیاں بڑی صفائی سے پوری ہوگئی ہیں۔ سلطان محمد یعنی احمد بیگ کا جو داماد ہے اس کی نسبت جو پیشگوئی تھی اس میں احمد بیگ اس کا خسر بھی شامل تھا اور پیشگوئی میں شرط توبہ تھی۔ چنانچہ احمد بیگ نے شوخی اور تکذیب پر اصرار کیا اس لئے میعاد کے اندر فوت ہوگیا دیکھو یہ پیشگوئی کیسی صفائی سے پوری ہوئی۔ رہا اس کا داماد سو احمد بیگ کی موت نے ان سب پر لرزہ ڈال دیا اور لرزاں اور ترساں ہوگئے۔ اس لئے خدا نے اس کے داماد سلطان محمد کو کسی اور وقت تک مہلت دیدی اور آتھم بھی الہامی شرط کی وجہ سے اور اخفائے شہادت سے بموجب ہمارے الہام کے مرگیا۔ پھر یہ کیسا ظلم ہے کہ سچ کو جھوٹ سمجھتے ہیں۔ **منہ**

﴿۱۵۵﴾

[1] نقل مطابق اصل۔

بھیجا تھا جس کا پتہ نہیں کون تھا۔عبدالحمید نے مجھ سے کہا تھا جب وہ امرتسر آیا تھا کہ میں سات سال ہندو سے مسلمان ہوکر مرزا صاحب کے پاس رہا تھا اور تعلیم پاتا رہا تھا۔ مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ برہان الدین ولقمان کے درمیان ناراضگی ہے یا نہ۔ برہان الدین جو خاندان کا سرگروہ مرزا صاحب کا مرید ہے۔ بجواب وکیل مدعا علیہ۔ عبدالمجید ۴۔۵ بجے شام کے میری کوٹھی پر ۱۶؍ جولائی ۹۷ء کو مجھے آکر ملا تھا میں اپنے دفتر کے کمرے میں تھا اس نے ہمارے پوچھنے پر کون ہو کیوں آئے ہو اس نے اپنا نام وغیرہ سلسلہ وار بتلایا۔ آدھ گھنٹہ تک میرے پاس بیٹھا رہا تھا۔ جو کچھ اس نے مجھ سے گفتگو کی تھی وہ میں نے اپنے بیان میں لکھا دی۔ اس کے علاوہ اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ عبدالحمید کے آتے ہی شکل دیکھ کر ہم کو اس کی نسبت شک ہوا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو مرزا صاحب نے میرے قتل کے واسطے بھیجا ہے۔ میں نے کسی کو یعنی پولیس وغیرہ کو اطلاع نہیں دی۔ مگر اپنے لوگوں کو کہا کہ اس کو رکھو اور دھیان رکھو مگر اپنا پتہ اس کو نہ دو۔ عبدالحمید کے پاس کوئی ہتھیار اور کوئی چیز نہیں تھی۔ ہم نے کسی سے یہ ذکر نہیں کیا کہ ہمارا اشتباہ اس شخص کی نسبت ہے کہ وہ ہم کو قتل کرے گا۔ باہر کمرے کے دو تین آدمی تھے مگر ہماری باتیں نہیں سنتے تھے۔ میرا حق ہے کہ اگر کوئی شخص مارنے کے واسطے بھی آوے میں اس کو تعلیم عیسوی دوں خواہ ہم کو شبہ ہو کہ وہ

﴿۱۵۷﴾

حاشیہ

عمر بگذشت و نماندست جز ایّامے چند   بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

اور میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ وہ ایک اپنا بنایا ہوا شعر رقت کے ساتھ پڑھتے تھے اور وہ یہ ہے۔ از درِ تو اے کسِ ہر بیکسے۔ نیست امیدم کہ روم نا امید۔ اور کبھی درد دل سے یہ شعر اپنا پڑھا کرتے تھے۔ بآب دیدۂ عشاق و خاکپائے کسے۔ مرادلے ست کہ در خوں تپد بجائے کسے۔ حضرت عزت جلّ شانہٗ کے سامنے خالی ہاتھ جانے کی حسرت روز بروز آخری عمر میں ان پر غلبہ کرتی گئی تھی بارہا افسوس سے کہا کرتے تھے کہ دنیا کے بیہودہ خرخشوں کے لئے میں نے اپنی عمر ناحق ضائع کر دی۔ ایک مرتبہ حضرت والد صاحب نے یہ خواب بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۵۷﴾

مارنے آیا ہے میں اس کو تعلیم دوں گا۔ اور دوم ہم نے اس نوجوان کو اس واسطے رکھا کہ اگر کوئی شرارت بھی کرے تو اچھا ہے کہ ان کو لینے کے دینے پڑ جاویں (سوال۔ کیا آپ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے) یہ سوال بے تعلق ہے میں جواب نہیں دیتا۔ عبدالحمید کو جلال الدین ملازم شفاخانہ ہسپتال میں بعد گفتگو لے گیا تھا۔ کیونکہ اسی جگہ ہمارے طالب علم رہتے ہیں اور جلال الدین کو بھی ہم نے کہا تھا کہ عبدالحمید پر نظر رکھنا مگر کسی بھید سے واقف نہ کرنا۔ کسی خاص بھید کا ذکر نہ تھا عام طور پر کہا تھا ۲۲؍ جولائی ۹۷ء کی شام تک عبدالحمید کو شفاخانہ میں رکھا گیا تھا۔ ۱۶ سے ۲۲ تاریخ تک شاید پیر کے دن ۱۹؍ تاریخ ۴۔۵ بجے شام کے قریب ہماری کوٹھی پر آیا خواہ مخواہ آیا بلایا نہ تھا اور اِدھر اُدھر جھانکتا تھا۔ میں نے برآمدہ میں اس کو ڈانٹا کہ کیوں بلا بلائے چلا آیا ہے جا چلا جا۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں کوئی پتھر وغیرہ نہ تھا۔ ہمارے ڈاکٹر شفاخانہ نے ہم سے کہا تھا کہ عبدالحمید کو سوزاک ہے ڈاکٹر نے اس کا علاج کیا تھا۔ بیاس میں بھی ہمارے طالب علم ہیں اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ وہاں اس کو بھیج دیا جاوے

﴿۱۵۸﴾

بقیہ حاشیہ

کو دیکھا کہ ایک بڑی شان کے ساتھ میرے مکان کی طرف چلے آتے ہیں جیسا کہ ایک عظیم الشان بادشاہ آتا ہے تو میں اُس وقت آپ کی طرف پیشوائی کے لئے دوڑا جب قریب پہنچا تو میں نے سوچا کہ کچھ نذر پیش کرنی چاہئے۔ یہ کہہ کر جیب میں ہاتھ ڈالا جس میں صرف ایک روپیہ تھا اور جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی کھوٹا ہے۔ یہ دیکھ کر میں چشم پُرآب ہو گیا اور پھر آنکھ کھل گئی‘‘۔ اور پھر آپ ہی تعبیر فرمانے لگے کہ دنیاداری کے ساتھ خدا اور رسول کی محبت ایک کھوٹے روپیہ کی طرح ہے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میری طرح میرے والد صاحب کا بھی آخر حصہ زندگی کا مصیبت اور غم اور حزن میں ہی گذرا اور جہاں ہاتھ ڈالا آخر ناکامی تھی اور اپنے والد صاحب یعنی میرے پردادا صاحب کا ایک شعر بھی سنایا کرتے تھے جس کا ایک مصرع راقم کو بھول گیا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ ع ’’جب تدبیر کرتا ہوں تو پھر تقدیر ہنستی ہے‘‘۔ اور یہ غم اور درد ان کا پیرانہ سالی میں

﴿۱۵۸﴾

سانوں مہتر بیاس سے آیا ہوا تھا اس کے ہمراہ یہی تھا اور ہدایت کی تھی کہ عبدالحمید کو پریم داس کے حوالہ کردو اور یہ خط دیدو۔ پریم داس کو ہدایت کی تھی کہ دین عیسوی کی تعلیم دو اور اس سے کام لو نازک اندام نہیں ہے۔ جب وہ امرتسر میں رہا تھا اس کی ظاہراً شکل شباہت سے وہ قاتل معلوم ہوتا تھا۔ اب ویسی اس کی شکل شباہت نہیں رہی جب سے اس نے اقبال کرا ہے اسکی رگ ہائے میں ایک قسم کی حرکت معلوم ہوتی تھی اور آشوب والی آنکھیں تھیں جو بعد اقبال نہیں رہی۔ مولوی عبدالرحیم نے بھی یہ تغیر اس میں معلوم کیا تھا جب تک وہ ہسپتال میں رہا اور اس کی حالت حسب مذکورہ بالا ہم دیکھتے تھے جب سے ہمارا وہ شک جڑ پکڑ گیا اور پختہ ہوا۔ جب بیاس بھیجا تھا کسی کو نہیں کہا تھا کہ اپنا بھید نہ دینا اور اس کا دھیان رکھنا امرتسر میں سب کو کہا تھا کہ اس کا حال دریافت کرو کہ کون ہے اور اس کے حالات کیا ہیں۔ یہ اپنے حالات مختلف قسم کے بتلاتا تھا۔ خاص کر عبدالرحیم نے ہم سے کہا تھا کہ پتہ نہیں لگتا کہ کون ہے۔ ۲۲/ جولائی ۹۷ء سے ۳۱/ جولائی ۹۷ء تک عبدالحمید بیاس میں رکھا گیا تھا۔ دو تین دفعہ غالباً ہم بیاس گئے مگر خلوت میں اس کو نہیں دیکھا تھا عام طور پر دیکھتے رہے تھے اس نے کبھی ﴿۱۵۹﴾

بقیہ حاشیہ

بہت بڑھ گیا تھا۔ اسی خیال سے قریباً چھ ماہ پہلے حضرت والد صاحب نے اس قصبہ کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کی کہ جو اس جگہ کی جامع مسجد ہے۔ اور وصیّت کی کہ مسجد کے ایک گوشہ میں میری قبر ہو تا خدائے عزّ و جلّ کا نام میرے کان میں پڑتا رہے کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو۔ چنانچہ جس دن مسجد کی عمارت بہمہ وجوہ مکمّل ہوگئی اور شاید فرش کی چند اینٹیں باقی تھیں کہ حضرت والد صاحب صرف چند روز بیمار رہ کر مرض پیچش سے فوت ہوگئے اور اس مسجد کے اسی گوشہ میں جہاں انہوں نے کھڑے ہو کر نشان کیا تھا دفن کئے گئے۔ **اللّٰھم ارحمہ و ادخلہ الجنّۃ۔ آمین۔** قریباً اسّی ۸۰ یا پچاسی ۸۵ برس کی عمر پائی۔ ﴿۱۵۹﴾

ان کی یہ حسرت کی باتیں کہ میں نے کیوں دنیا کے لئے وقت عزیز کھویا اب تک میرے دل پر دردناک اثر ڈال رہی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو دنیا کا طالب ہوگا

کوئی کوشش مجھ پر حملہ کرنے کی نہیں کی تھی ۳۱؍جولائی ۹۷ء کو اس نے اقبال کیا تھا۔ میں خاص اس کام کے واسطے وہاں اس روز گیا تھا اور اس کو کہا کہ سچ سچ بتلا۔ اس نے اپنے آپ کو دو چار دفعہ رلیا رام بھی بتلایا بعد میں اقبال کیا۔ بغیر کسی دباؤ اس نے اقبال کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر مجھے کوئی خطرہ نہ ہووے تو بتلاتا ہوں اور پھر میرے وعدہ پر کہ تمہارا نقصان نہ ہوگا اقبال کیا تھا۔ پانچ آدمی موجود تھے۔ پریم داس۔ وارث دین۔ عبد الرحیم۔ دیال چند اور ایک اور آدمی نام یاد نہیں۔ وارث دین میرے ماتحت نہیں ہے وہ عیسائی نہیں☆ ہے۔ بیاس میں ہماری کوٹھی کے کھانے والے کمرہ میں یہ گفتگو عبد الحمید سے ہوئی تھی اور اسی وقت اس کی قلم سے اقبال لکھوایا تھا۔ اس کی قلم کا لکھا ہوا بھی کاغذ ہم نے دیا تھا اوّل ایک اور کاغذ بطور مسودہ لکھا تھا۔ پھر اس کاغذ حرف II پر نقل کیا تھا۔ جہاں تک ﴿۱۶۰﴾ مجھے علم ہے ہم نے یا ہمارے متعلقین نے کوئی لفظ یا حرف اس کو نہیں بتلایا تھا۔ ۴ اور ۶ بجے شام کے درمیان کا یہ واقعہ ہے ۵ بجے کے بعد ۶ بجے سے پہلے لکھا گیا تھا۔ تین کس دیگر تھے۔ ایک سب پوسٹماسٹر۔ پوسٹماسٹر و تار بابو بلائے گئے تھے اور ان کو کہا گیا تھا کہ اس نوجوان سے پوچھ لو اور انہوں نے دریافت کیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ میں اپنی خوشی سے لکھتا ہوں اور یہ امر سچ ہے۔ یہ تینوں گواہ ہندو ہیں۔ ہم کو معلوم نہیں کہ آریہ ہیں یا نہ۔ چونی لال کو ہم پیش کریں گے۔ ہماری کوٹھی پر تینوں

حاشیہ

آخر اس حسرت کو ساتھ لے جائے گا۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھے۔ میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔ مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب ان کے ﴿۱۶۰﴾ انتقال کا وقت قریب ہے۔ میں اس وقت لاہور میں تھا جب مجھے یہ خواب آیا تھا۔ تب میں جلدی سے قادیاں میں پہنچا اور ان کو مرض زحیر میں مبتلا پایا۔ لیکن یہ امید ہرگز نہ تھی کہ وہ دوسرے دن میرے آنے سے فوت ہو جائیں گے کیونکہ مرض کی شدت کم ہوگئی تھی اور وہ بڑے استقلال سے بیٹھے رہتے تھے دوسرے دن شدت دوپہر کے وقت ہم سب عزیز ان کی خدمت میں حاضر تھے کہ مرزا صاحب نے مہربانی سے مجھے فرمایا کہ اس وقت تم ذرہ آرام کرلو کیونکہ جون کا مہینہ تھا اور

☆ یہ بات غلط ہے بلکہ وارث دین عیسائی ہے۔

شخص بلائے ہوئے آئے تھے ان کے آنے سے پہلے اقبال لکھا ہوا تھا اسی روز رات کی گاڑی میں ہم اس کو اپنے ساتھ لائے اور سلطان ونڈ کے شفاخانہ میں یعنی احاطہ مشن میں رات کو رکھا پہرہ بھی اس پر لگایا تھا کہ مبادا بھاگ نہ جائے اس اقبال کو جب لکھا گیا ہم نے سب سچ سمجھا گویا نہایت ہی سچ سمجھا تھا یہ بالکل ہی ناممکن ہے کہ کسی اور نے اس کو ہمارے پاس بھیجا ہو سوائے مرزا صاحب کے اور نہ یہ ہم نے سمجھا کہ کسی کی ترغیب سے وہ اقبال کر رہا ہے۔ میری رائے پہلے یہ تھی کہ مولوی نور الدین کا کوئی تعلق اس سے نہیں ہے۔ جب عبدالحمید نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ جب خط مولوی نور الدین کے نام اس نوجوان نے بھیجا کچھ ہمارا شک ہوا کہ ان کا بھی تعلق ہے گو نور الدین کے تعلق کی بابت اب بھی ہم کو شک ہے۔ لیکن جو بیان مرزا صاحب کی نسبت عبدالحمید نے کیا ہے اس کی بابت ہم کو اب بھی کوئی شک نہیں ہے مطلق نہیں ہے جو بیان پہلے لکھنے سے یعنی اقبال سے عبدالحمید نے کیا تھا اس کو ہم نے جھوٹ سمجھا تھا یعنی جو بابت ہندو ہونے وغیرہ کے بیان کیا تھا وہ جھوٹا سمجھا تھا باقی بیانات کی بابت نہ ہم نے اعتبار کیا تھا اور نہ بے اعتباری تھی۔ ہندو سے مسلمان ہونے کا جو اس نے بیان کیا تھا یہ بھی جھوٹ سمجھا ہم نے یقین کیا تھا کہ وہ قادیاں سے آیا ہے۔ ہم نے یقین کیا تھا کہ وہ قلی کا کام کرتا رہا ہے اور ہم نے یقین کیا تھا کہ ایک شخص سنا تھا کہ قادیاں میں ہے

﴿۱۶۱﴾

بقیہ حاشیہ

گرمی سخت پڑتی تھی۔ میں آرام کے لئے ایک چوبارہ میں چلا گیا اور ایک نوکر پیر دبانے لگا کہ اتنے میں تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے الہام ہوا **وَالسَّماءِ وَالطَّارق** یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا و قدر کا مبدء ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائے گا‘‘۔ سبحان اللہ کیا شان خداوند عظیم ہے کہ ایک شخص جو اپنی عمر ضائع ہونے پر حسرت کرتا ہوا فوت ہوا ہے اس کی وفات کو عزا پرسی کے طور پر بیان فرماتا ہے۔ اس بات سے اکثر لوگ تعجب کریں گے کہ خدا تعالیٰ کی عزا پرسی کیا معنے رکھتی

﴿۱۶۱﴾

اور ہم نے زیادہ یقین اس امر کا کیا تھا کہ اس کے حالات کی تحقیقات مناسب ہے باقی جملہ حالات کو یا تو شکی تصور کیا تھا یا یقین کیا تھا قادیاں سے دریافت کرنے سے مراد پختہ حالات معلوم کرنے کی تھی مرزا صاحب کے برخلاف مقدمہ کرنے کے واسطے نہ تھی۔ ۳۱؍ جولائی ۹۷ء تک ہمارا کوئی ارادہ مقدمہ مرزا صاحب سے کرنے کا نہ تھا دریافت اس واسطے نہ کی تھی کہ مرزا صاحب پر مقدمہ بنایا جاوے گا ۳۱؍ جولائی ۹۷ء سے پہلے ۳۰؍ جولائی ۹۷ء کو ہمیں معلوم ہو گیا تھا اور یقین ہوا تھا کہ عبدالحمید بدمعاش زانی اور لچّا وغیرہ ہے۔ ۲۵؍ جولائی ۹۷ء کو مرزا صاحب سے عبدالحمید کی بابت حالات کی خبر ہم کو ملی تھی۔ ۳۰؍ جولائی ۹۷ء کو حالات جہلم سے معلوم ہوئے تھے مرزا صاحب کا بیان بغیر زیادہ دریافت کے ہم نے باور نہیں کیا تھا۔ ہم کو تحقیقات سے معلوم ہوا تھا کہ عبدالحمید کبھی عیسائی نہیں ہوا تھا۔ قریب تین ماہ سے زیادہ وہ گجرات میں عیسائیوں ﴿۱۶۲﴾ کے پاس رہا تھا۔ فروری مارچ اور کچھ حصہ ماہ اپریل کا شاید تھا سوائے گجرات کے اور کہیں ہم نے خود ذاتی تحقیقات نہیں کی باقی شخص جنہوں نے تحقیقات کی تھی سب زندہ ہیں۔ عبدالحمید ایک جوان طاقتور ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم سے طاقتور ہے یا نہ۔ جب میں اس کو امرتسر لایا تھا صاحب مجسٹریٹ ضلع نے میرا اور اس کا بیان لکھا اور اقبال کی تصدیق کی اور عـــ،،،[۱] کی ضمانت کا وارنٹ

حاشیہ

ہے۔ مگر یاد رہے کہ حضرت عزت جلّ شانہٗ جب کسی کو نظر رحمت سے دیکھتا ہے تو ایک دوست کی طرح ایسے معاملات اس سے کرتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا ہنسنا بھی جو حدیثوں میں آیا ہے ان ہی معنوں کے لحاظ سے ہے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب مجھے حضرت والد صاحب مرحوم کی وفات کی نسبت اللہ ﴿۱۶۲﴾ جلّ شانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہوا جو میں نے ابھی ذکر کیا ہے تو بشریت کی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدن حضرت والد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلا ہمیں پیش آئے گا تب اسی وقت یہ دوسرا الہام ہوا **اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ** یعنی کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے اور اس الہام نے عجیب سکینت اور اطمینان بخشا اور فولادی میخ کی طرح

[۱] دوہزار روپیہ۔

جاری کیا ہم نے کوئی نیا استغاثہ ضلع گورداسپور میں نہیں کیا۔ روبروئے صاحب مجسٹریٹ ضلع کے قبل از ثمن بنام ملزم کے جو چٹھی مولوی نورالدین کے نام عبدالمجید نے لکھی تھی ہم نے نہیں دیکھی۔ یوسف خاں سے سنا تھا کہ برہان الدین غازی ہے۔ یوسف برہان الدین کا پرانا دوست ہے۔ برہان الدین کو ہم نے کبھی نہیں دیکھا جو کچھ اس کی بابت ہم نے بیان کیا ہے یوسف خان کی زبانی ہے اور اس سے سنا ہوا ہے ہم کو ذاتی علم نہیں ہے۔ عبدالحمید کی جائداد نقدی وغیرہ کی بابت بھی سنی سنائی بات ہے پادری دیدار سنگھ صاحب سے سنا تھا ہم گکھڑوں سے واقف ہیں ہم کو معلوم نہیں ہے کہ وہ نمک حلال گورنمنٹ کے ہیں یا نہ۔ ۳۱؍ جولائی ۹۷ء سے جو میری نسبت پیشگوئی مرزا صاحب نے کی تھی وہ حرف A جنگ مقدس میں صفحہ ۱۸۸ پر درج ہے اور فریق کے لفظ میں ہم اپنے آپ کو شامل سمجھتے ہیں۔ اور دوم انجام آتھم کے صفحہ ۴۴ حرف F ہماری نسبت پیشگوئی موت کی، کی ہے پہلی پیشین گوئی میں پندرہ ماہ کی میعاد تھی جو گذر چکی ہے اور دوسری پیشگوئی کی تاریخ ۱۴؍ ستمبر ۹۷ء تک ہے۔ لیکن ایک اور اشتہار میں اس تاریخ کو وسعت دی گئی ہے حرف F ہماری نسبت ﴿۱۶۳﴾

بقیہ حاشیہ

میرے دل میں دھنس گیا۔ پس مجھے اس خدائے عزّوجلّ کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے اس مبشرانہ الہام کو ایسے طور سے مجھے سچا کر کے دکھلایا کہ میرے خیال اور گمان میں بھی نہ تھا۔ میرا وہ ایسا متکفل ہوا کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز ایسا متکفل نہیں ہوگا۔ میرے پر اس کے وہ متواتر احسان ہوئے کہ بالکل محال ہے کہ میں ان کا شمار کر سکوں۔ اور میرے والد صاحب اسی دن بعد غروب آفتاب فوت ہو گئے۔ یہ ایک پہلا دن تھا جو میں نے بذریعہ خدا کے الہام کے ایسا رحمت کا نشان دیکھا۔ جس کی نسبت میں خیال نہیں کر سکتا کہ میری زندگی میں کبھی منقطع ہو۔ میں نے اس الہام کو ان ہی دنوں میں ایک نگینہ میں کھدوا کر اس کی انگشتری بنائی جو بڑی حفاظت سے اب تک رکھی ہوئی ہے۔ غرض میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گذری۔ ایک طرف ان کا دنیا سے اٹھایا جانا تھا اور ایک طرف بڑے زور شور سے سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا مجھ سے شروع ہوا۔ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا کہ ﴿۱۶۳﴾

خاص طور پر پیشگوئی ہے اور ہمارا نام موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے اشتہار حرف O میں عداوت اور دشمنی کی زندگی مرنے کے قریب قریب ہے۔ میری زندگی سے مراد ہے گواہ نے ازخود بیان کیا
دستخط
اشتہار حرف Q ستمبر ۹۴ء کے بہت عرصہ بعد قبل از مرگ مسٹر عبداللہ آتھم ہم نے جاری کیا تھا جب عبداللہ آتھم نہ مرا۔ مرزا صاحب کے برخلاف جہان اٹھ کھڑا ہوا کہ وہ جھوٹا ہے۔ مرزا صاحب نے کہا کہ عبداللہ آتھم اس لئے نہیں مرا کہ وہ اندر سے مسلمان ہوگیا تھا جو خوف کا نتیجہ تھا تب مرزا صاحب نے اشتہار جاری کئے کہ اگر وہ خوف زدہ نہیں ہوا اور رجوع بحق نہیں ہوا تھا تو مباہلہ کرے اور قسم اٹھاوے عبداللہ آتھم نے قسم اٹھانے سے انکار کیا کہ مسیحی مذہب میں قسم کھانا منع ہے ☆۔ تب ہم نے اس اشتہار حرف Q کو جاری کیا تھا کہ مرزا خوک کا گوشت کھا کر ثابت کرے کہ وہ مسلمان ہے کیونکہ اور مسلمان اس کو مسلمان نہیں مانتے تب عبداللہ آتھم کو یہ کہنا اس کے برابر ہوگا۔ وکیل کی جرح شروع ہوئی عبدالحمید کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ اور تین بھائی اس کے ہیں۔ ہم کو معلوم نہیں کہ عبدالحمید کب قادیاں میں آیا تھا۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ کب تک ﴿۱۶۴﴾

بقیہ حاشیہ

میرا کون سا عمل تھا جس کی وجہ سے یہ عنایت الٰہی شامل حال ہوئی۔ صرف اپنے اندر یہ احساس کرتا ہوں کہ فطرتاً میرے دل کو خدا تعالیٰ کی طرف وفاداری کے ساتھ ایک کشش ہے جو کسی چیز کے روکنے سے رک نہیں سکتی۔ سو یہ اسی کی عنایت ہے۔ میں نے کبھی ریاضات شاقہ بھی نہیں کیں اور نہ زمانہ حال کے بعض صوفیوں کی طرح مجاہدات شدیدہ میں اپنے نفس کو ڈالا اور نہ گوشہ گزینی کے التزام سے کوئی چلہ کشی کی اور نہ خلاف سنت کوئی ایسا عمل رہبانیت کیا جس پر خدا تعالیٰ کے ﴿۱۶۴﴾

☆ڈاکٹر کلارک نے معہ اپنے تمام عیسائی گواہوں کے اس مقدمہ میں انجیل اٹھا کر قسم کھائی۔ اب اُسی منہ سے آتھم کا ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا قسم کھانی ہمارے مذہب میں منع ہے۔ یہ عجیب بات ہے دکھانے کے دانت اور کھانے کے اور۔ اور ڈاکٹر صاحب نے آپ سخت گوئی کی شکایت کی اور مسلمانوں کے آگے خنزیر کھانے کے لئے پیش کرتے ہیں کیا ایک مسلمان کو کہنا کہ خنزیر کھا یہ سخت لفظ نہیں ہے؟ منہ

وہاں رہا تھا۔عبدالرحیم کے بیان پر ہم کہتے ہیں کہ وہ قادیاں سے آیا تھا۔ ۳۱؍ جولائی ۹۳ء کو پریم داس نے مجھ سے کہا تھا کہ دو آدمی اس کی بابت ذکر کرتے تھے۔ اقبال سے پہلے اس نے ہم سے کہا تھا، اس نے کہا تھا کہ بیاس میں وہ دو آدمی دیکھے تھے ہم نے خود عبدالحمید سے دو آدمیوں کی بابت پوچھا تھا جن کا پریم داس نے ذکر کیا تھا عبدالحمید نے کہا کہ مجھے ان کا کچھ علم نہیں ہے پچاس یا پچیس ہزار کے انعام کا اشتہار حال میں دیا ہے کہ جو مرزا صاحب کی طرف سے جاری شدہ دیکھا تھا مگر پیش نہیں کرسکتا، یاد نہیں کب دیکھا تھا معلوم نہیں کس کی بابت وہ اشتہار تھا ان اشتہارات سے ہم نے یہ رائے قائم کی تھی کہ وہ اشتہارات کا روپیہ ادا کرسکتے ہیں مگر ادا نہیں کریں گے میں کبھی قادیاں نہیں گیا اور نہ ذاتی علم ان کی دانش مندی کا ہے میر محمد سعید بذریعہ ناطہ مرزا صاحب کا رشتہ دار ہے مجھے زیادہ تشریح معلوم نہیں یوسف خاں کے عیسائی ہونے کے بعد میر محمد سعید عیسائی ہوا تھا ۹۳ء کے مباحثہ سے ہمارے سے دشمنی مرزا صاحب کی طرف سے ہوئی ہم کو ذرہ بھر بھی دشمنی ان سے نہیں ہے ۹۴ء میں جب محمد سعید عیسائی ہونے آیا ہم کو کوئی اشتباہ اس کی نسبت نہیں ہوا کہ وہ ہم کو مارے گا یوسف خان بھی ۹۴ء میں عیسائی ہوا تھا اس کی نسبت مجھے تو

بقیہ حاشیہ

کلام کو اعتراض ہو۔ بلکہ میں ہمیشہ ایسے فقیروں اور بدعت شعار لوگوں سے بیزار رہا جو انواع اقسام کے بدعات میں مبتلا ہیں۔ ہاں حضرت والد صاحب کے زمانہ میں ہی جبکہ ان کا زمانہ وفات بہت نزدیک تھا ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا اور اس نے یہ ذکر کرکے کہ " کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے"۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنت اہل بیت رسالت کو بجالاؤں۔ سو میں نے کچھ مدت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اس امر کو مخفی طور پر بجالانا بہتر ہے پس میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ گھر سے مردانہ نشست گاہ میں اپنا کھانا منگواتا اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر بعض یتیم بچوں کو جن کو میں نے

﴿۱۶۵﴾

﴿۱۶۵﴾ کوئی شک نہیں ہوا تھا۔لیکن اور عیسائیوں بلکہ محمد یوں کو بھی شک ہوا تھا کہ آتھم کی پیشگوئی پوری کرنے آیا ہے۔ہم سے عیسائیوں نے کہا تھا کہ تم اچھا نہیں کرتے کہ اس کو آتھم صاحب کے پاس جانے دیتے ہو۔ہم نے مطلق خیال نہیں کیا تھا کہ وہ آتھم کو مار ڈالے گا کیونکہ اس کو میں جانتا تھا کہ راست آدمی ہے سوائے کتاب مولوی محمد حسین کے ہم خود مرزا صاحب کے اشتہارات سے قیاس کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کو علم لیکھرام کے قتل کا خوب تھا۔ میں

بقیہ حاشیہ

پہلے سے تجویز کر کے وقت پر حاضری کے لئے تاکید کر دی تھی دے دیتا تھا اور اس طرح تمام دن روزہ میں گذارتا اور بجز خدا تعالیٰ کے ان روزوں کی کسی کو خبر نہ تھی۔ پھر دو تین ہفتہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر روٹی کھالیتا ہوں مجھے کچھ بھی تکلیف نہیں بہتر ہے کہ کسی قدر کھانے کو کم کروں سو میں اس روز سے کھانے کو کم کرتا گیا یہاں تک کہ میں تمام دن رات میں صرف ایک روٹی پر کفایت کرتا تھا اور اسی طرح میں کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ شاید صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسا ہی کیا اور باوجود اس قدر قلت غذا کے کہ دو تین ماہ کا بچہ بھی اس پر صبر نہیں کر سکتا خدا تعالیٰ نے مجھے ہر ایک بلا اور آفت سے محفوظ رکھا۔ اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے۔ چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس امت میں گذر چکے ہیں ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معہ حسنین وعلی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا۔ اور یہ خواب نہ تھی بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی غرض اسی طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جن کا ذکر کرنا موجب تطویل ﴿۱۶۶﴾ ہے اور علاوہ اس کے انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش و دلستان

﴿۱۶۶﴾

مولوی محمد حسین کو جانتا ہوں ۹۳ء میں جب عبدالحق کا مرزا صاحب سے مباہلہ ہوا تھا ایک یا دو دفعہ ہم سے ملے تھے یاد نہیں پہلے کب ملا تھا چھ ماہ گذشتہ سے میں نے اس کو نہیں دیکھا سب سے آخری دفعہ ۹۵ء میں اس کو دیکھا تھا مولوی محمد حسین و محمد علی آج سے چھ ماہ گذشتہ کے اندر ہم نے نہیں دیکھا اور نہ ہم نے ان کو ۱۰/اگست ۹۷ء یا ۹/اگست ۹۷ء کو بمقام بٹالہ دیکھا ہے ہرگز بٹالہ میں نہیں دیکھا میں جانتا ہوں کہ مولوی محمد حسین اور مرزا صاحب کی سخت دشمنی ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آریہ لوگ بھی مرزا صاحب کے مخالف ہیں کسی خاص

بقیہ حاشیہ

طور پر نظر آتے تھے جن کا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے ہوئے تھے جن میں سے بعض چمکدار سفید اور سبز اور بعض سرخ تھے ان کو دل سے ایسا تعلق تھا کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوگی جیسا کہ ان کو دیکھ کر دل اور روح کو لذت آتی تھی۔ میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور بندہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے یعنی وہ ایک نور تھا جو دل سے نکلا اور دوسرا وہ نور تھا جو اوپر سے نازل ہوا اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہوگئی یہ روحانی امور ہیں کہ دنیا ان کو نہیں پہچان سکتی کیونکہ وہ دنیا کی آنکھوں سے بہت دور ہیں لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے۔

غرض اس مدت تک روزہ رکھنے سے جو میرے پر عجائبات ظاہر ہوئے وہ انواع اقسام کے مکاشفات تھے۔ ایک اور فائدہ مجھے یہ حاصل ہوا کہ میں نے ان مجاہدات کے بعد اپنے نفس کو ایسا پایا کہ میں وقت ضرورت فاقہ کشی پر زیادہ سے زیادہ صبر کر سکتا ہوں۔ میں نے کئی دفعہ خیال کیا کہ اگر ایک موٹا آدمی جو علاوہ فربہی کے پہلوان بھی ہو میرے ساتھ فاقہ کشی کے لئے مجبور کیا جائے تو قبل اس کے کہ مجھے کھانے کے لئے کچھ اضطرار ہو وہ فوت ہو جائے۔ اس سے مجھے یہ بھی ثبوت ملا کہ انسان کسی حد تک فاقہ کشی میں ترقی کر سکتا ہے اور جب تک کسی کا جسم ایسا سختی کش نہ ہو جائے میرا یقین ہے کہ ایسا تنعم پسند روحانی منازل کے

﴿۱۶۷﴾

﴿۱۶۷﴾

آریہ کا نام امرتسر میں یا اور جگہ ہمیں معلوم نہیں جس نے مجھے کہا ہو کہ مرزا صاحب نے لیکھرام کو قتل کیا یا کرایا ہے۔ لالہ رام بھج دت جو ہماری طرف سے وکیل ہے اور موجود عدالت ہے آریہ ہے کوئی فیس ہم نے اِن کو نہیں دی۔ اشتہار حرف P.O.N.M. ہم نے لالہ رام بھج سے لئے ہیں۔ آج سے پہلے قبل از تقرری بطور پیروکار منجانب سرکار ہے ہم بھی آپ کو گواہ سمجھتے تھے یہ بھی ہم کو معلوم ہے کہ مسلمان بھی عموماً مرزا صاحب کے برخلاف ہیں۔ (اوّل گواہ نے جواب نہ دیا پھر اپنے وکیل سے یہ صلاح لے کر جواب دوں یا نہ دوں کہا) کہ مرزا صاحب کی نسبت میری ذاتی رائے یہ ہے کہ وہ ایک خراب فتنہ انگیز اور خطرناک آدمی ہے اچھا نہیں ہے مرزا صاحب کی اپنی تصنیفات سے ہم نے رائے مذکور قائم کی ہے۔ عیسوی مذہب کے برخلاف بھی مرزا صاحب نے

بقیہ حاشیہ

لائق نہیں ہوسکتا۔ لیکن میں ہر ایک کو یہ صلاح نہیں دیتا کہ ایسا کرے اور نہ میں نے اپنی مرضی سے ایسا کیا۔ میں نے کئی جاہل درویش ایسے بھی دیکھے ہیں جنہوں نے شدید ریاضتیں اختیار کیں اور آخر یبوست دماغ سے وہ مجنون ہوگئے اور بقیہ عمر ان کی دیوانہ پن میں گذری یا دوسرے امراض سل اور دق وغیرہ میں مبتلا ہوگئے۔ انسانوں کے دماغی قویٰ ایک طرز کے نہیں ہیں۔ پس ایسے اشخاص جن کے فطرتاً قویٰ ضعیف ہیں ان کو کسی قسم کا جسمانی مجاہدہ موافق نہیں پڑ سکتا اور جلد تر کسی خطرناک بیماری میں پڑ جاتے ہیں۔ سو بہتر ہے کہ انسان اپنی نفس کی تجویز سے اپنے تئیں مجاہدہ شدیدہ میں نہ ڈالے اور دین العجائز اختیار رکھے۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی الہام ہو اور شریعتِ غرّاء اسلام سے منافی نہ ہو تو اس کو بجا لانا ضروری ہے لیکن آج کل کے اکثر نادان فقیر جو مجاہدات سکھلاتے ہیں ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ پس ان سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

یاد رہے کہ میں نے کشف صریح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر جسمانی سختی کشی کا حصہ آٹھ یا نو ماہ تک لیا اور بھوک اور پیاس کا مزہ چکھا اور پھر اس طریق کو علی الدوام بجا لانا چھوڑ دیا اور کبھی کبھی اس کو اختیار بھی کیا یہ تو سب کچھ

﴿۱۶۸﴾

بہت کچھ لکھا ہے جس سے ہم ناخوش ہیں۔ مرزا صاحب کے مرید امرتسر میں بھی ہیں معلوم نہیں کہ کس قدر ہیں۔ میں قطب الدین۔ یعقوب اخبار نویس اور ایک اور شخص مریدان سے واقف ہوں۔ یہ معلوم نہیں کہ عبداللہ آتھم نے سانپ فیروز پور والے کو بچشم خود دیکھا تھا یا نہ۔ میں نے دو دفعہ بندوق عبداللہ آتھم پر چلتے نہیں دیکھی رائے میّا داس اکسٹرا اسسٹنٹ نے ہم سے ذکر کیا تھا۔ مکان میں آدمیوں کے داخل ہونے کی بابت بھی رائے میّا داس نے کہا تھا۔ ان حملوں کی بابت پولیس میں معلوم نہیں کہ کوئی رپٹ دی گئی تھی یا نہ یا کوئی استغاثہ

﴿۱۶۸﴾

بقیہ حاشیہ

ہوا لیکن روحانی سختی کشی کا حصہ ہنوز باقی تھا۔ سو وہ حصہ ان دنوں میں مجھے اپنی قوم کے مولویوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور تکفیر اور توہین اور ایسا ہی دوسرے جہلاء کے دشنام اور دل آزاری سے مل گیا۔ اور جس قدر یہ حصہ بھی مجھے ملا میری رائے ہے کہ تیرہ سو برس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کم کسی کو ملا ہوگا۔ میرے لئے تکفیر کے فتوے طیّار ہو کر مجھے تمام مشرکوں اور عیسائیوں اور دہریوں سے بدتر ٹھہرایا گیا اور قوم کے سفہاء نے اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے مجھے وہ گالیاں دیں کہ اب تک مجھے کسی دوسرے کے سوانح میں ان کی نظیر نہیں ملی۔ سو میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ دونوں قسم کی سختی سے میرا امتحان کیا گیا۔

اور پھر جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا۔ تو خدا تعالیٰ نے **الہام** کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ **تو اس صدی کا مجدّد ہے** اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ **الرحمٰن علّم القران لِتُنذر قومًا مَا اُنذِرَ آباء ھُم وَ لتستبین سبیل المُجرمین. قل انّی اُمِرتُ وَ انا اوّل المُؤمنین** ۔ یعنی خدا نے تجھے قرآن سکھلایا اور اس کے صحیح معنے تیرے پر کھول دیئے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا تو ان لوگوں کو بدانجام سے ڈراوے کہ جو

﴿۱۶۹﴾

کیا گیا تھا۔ اگر کوئی استغاثہ ہوتا تو ضروری نہ تھا کہ ہم کو اطلاع ہوتی۔ عبدالرحیم حکمت کا کام کرتا ہے اور پریم داس ہمارا واعظ ہے۔ عبدالرحیم آٹھ نو ماہ سے ہمارے ماتحت ہے اور پریم داس ۱۳-۱۴☆ سال سے۔ **سوال**۔ کس نے آپ کو مخفی طور پر اطلاع دی تھی کہ مرزا صاحب سے خبردار رہو۔ **جواب**۔ ہم اس سوال کا جواب دینے کے قابل نہیں ہیں۔ **سوال**۔ کسی ہندو آریہ یا مسلمان یا عیسائی یا سرکاری افسر نے آپ کو خبردار کیا؟ **جواب**۔ اس سوال کا جواب

بقیہ حاشیہ

﴿۱۶۹﴾

بباعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متنبّہ کئے جانے کے غلطیوں میں پڑ گئے اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جائے کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے ان کو کہہ دے کہ میں مامور من اللہ اور اوّل المومنین ہوں۔ اور یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے جو انُ ہی دنوں میں جس کو آج اٹھارہ سال کا عرصہ ہوا ہے میں نے تالیف کر کے شائع کی تھی۔ اس کتاب کے الہامات پر نظر غور ڈالنے سے ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا نے کیوں اور کس غرض سے مجھے اس خدمت پر مامور کیا۔ اور کیا حالت موجودہ زمانہ کی اور صدی کا سر اس بات کو چاہتا تھا یا نہیں کہ کوئی شخص ایسے غربت اسلام کے زمانہ اور کثرت بدعات اور سخت بارش بیرونی حملوں کے دنوں میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید اور تجدید دین کے لئے آوے۔

اور اس جگہ یہ بات بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ براہین احمدیہ کے زمانہ تک اس ملک کے اکثر علماء میرے دعویٔ مجدّد ہونے کی تصدیق کرتے تھے اور کم سے کم یہ کہ نہایت حسن ظن سے میرے الہامات پر بڑے بڑے سخت **متعصبوں** کو بھی کوئی جرح نہ تھی۔ اور اکثر ان میں سے بڑی خوشی سے کہتے تھے کہ خدا نے اسلام کے لئے چودھویں صدی کو مبارک کیا کہ اپنی طرف سے ایک مجدّد بھیجا اور بعض نے ان میں سے نہایت اخلاص سے براہین احمدیہ کا ریویو بھی لکھا اور اس میں اس قدر میری تعریف کی کہ جس قدر ایک انسان کسی کامل درجہ کے راستباز اور پاک باطن اور خدارسیدہ

☆ تیرہ چودہ سال سے

﴿۱۷۰﴾

بھی دینے سے معذور ہوں۔ لیکھرام عیسوی مذہب کے خلاف تھا۔ اس کی تحریریں برخلاف عیسائی مذہب کے ہم نے دیکھی ہیں شاید ایک دیکھی ہے وہ اچھا آدمی تھا گو اس کی اور میری رائے کا خلاف تھا۔ لیکھرام عیسائی مذہب پر حملہ کیا کرتا تھا۔ جہاں تک مجھ کو علم ہے لیکھرام کی ذات کے برخلاف کوئی عیسائی نہ تھا۔ **سوال**۔ آپ کو معلوم ہے کہ بعض آریہ جس فریق کا لیکھرام نہ تھا اور پرانے عقائد کے ہندو اور مسلمان لوگ لیکھرام کے برخلاف تھے۔ **جواب**۔ میں نہیں بتلا سکتا میں اخبار عام۔ سماچار۔ ٹربیون۔ پایونیر اخبارات کو نہیں دیکھا کرتا۔ ستیارتھ پرکاش کتاب ہم نے دیکھی ہے مگر پڑھی نہیں۔ ہم کو علم نہیں ہے کہ لیکھرام کے برخلاف دہلی

حاشیہ

﴿۱۷۰﴾

اور ہمدرد اسلام کی تعریف کر سکتا ہے۔ حالانکہ اُس مولوی صاحب کو یہ بھی معلوم تھا کہ براہین احمدیہ میں وہ الہام بھی ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے میرا نام **عیسیٰ** اور **مسیح موعود** رکھا ہے۔ غرض اس وقت تک کہ تصریح کے ساتھ میری طرف سے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہیں ہوا تھا اور صرف مجدّد چودھویں صدی ہونا عام لوگوں میں مشہور تھا کوئی بڑی مخالفت علماء کی طرف سے نہیں ہوئی بلکہ اکثر ان میں مصدق اور مطیع رہے۔ مگر اس دعویٰ **مسیحیّت** کے وقت میں عجب طور کا شور علماء میں پھیلا اور ان میں سے اکثر لوگوں نے انواع اقسام کی خیانت سے عوام کو دھوکہ دیا اور بعض نے ان میں سے میری تکفیر کے بارے میں استفتاء طیار کیا اور بڑی کوشش کر کے صدہا کم فہم اور موٹی عقل والے لوگوں کے اُس پر دستخط کرائے۔ مگر جیسا کہ پہلے آثار نبویہ میں لکھا گیا تھا کہ ''اُس آنے والے امام موعود کی تکفیر ہوگی'' اس پیشگوئی کو پورا کیا کیونکہ ان پاک نوشتوں کا پورا ہونا ضروری تھا۔ اور تعجب کہ مسیح موعود ہونے کے دعوے میں کوئی ایسی نئی بات نہیں تھی کہ جو براہین احمدیہ میں اس وقت سے اٹھارہ برس پہلے درج نہیں ہو چکی تھی۔ مگر پھر بھی نادان مولویوں نے اس دعوے پر بڑا شور برپا کیا۔ آخر ان کی فتنہ انگیزیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ گھر گھر میں عداوت پڑ گئی مسلمانوں کا ایک گروہ

﴿۱۷۱﴾

بمبئی ۔ ملتان ۔ پشاور میں نالشات ہوئی تھیں یا نہ ۔عبداللہ آتھم کی بابت پیشگوئی اس کی درخواست پر نہیں کی گئی تھی ۔مرزا صاحب نے زبردستی یہ پیشگوئی کی تھی ۔عبداللہ آتھم کی تحریر کو ہم پہچانتے ہیں ۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اور لوگوں کے برخلاف درخواست یا بلا درخواست پیشگوئیاں مرزا صاحب نے کی تھیں ۔ میں اپنے اصلی باپ کا نام نہیں جانتا۔ میں ہمیشہ سے عیسائی ہوں ۔ہم نے کبھی عبدالحمید سے نہیں کہا تھا کہ مرزا صاحب کا ایک مرید قادیاں سے آیا ہے اس سے حال تمہارا دریافت کرتے ہیں ۔(بسوال لالہ رام بھج وکیل استغاثہ) ہسپتال میں اور بھی متلاشی بھیجے جاتے ہیں ۔عبدالحمید اپنا حال جہلم کا پیشی سے پہلے مقبل ہو گیا تھا اور اس نے اقبال لکھ دیا تھا۔ مولوی نورالدین مرزا صاحب کے ساتھ مل کر قتل کے مشورہ میں شامل ہے ۔ میں لالہ رام بھج کو ۸½ بجے رات کے کل ملا تھا۔اور فقط مقدمہ کا حال پوچھتے رہے تھے ۔ سنایا گیا درست تسلیم ہوا۔ دستخط حاکم

بقیہ حاشیہ

﴿۱۷۱﴾

میرے ساتھ ہو گیا اور ایک گروہ کج فہم مولویوں کے پیچھے لگا اور ایک گروہ ایسا رہا کہ نہ موافق اور نہ مخالف ۔اور اگرچہ ہمارا گروہ ابھی بکثرت دنیا میں نہیں پھیلا لیکن پشاور سے لیکر بمبئی اور کلکتہ اور حیدرآباد دکن اور بعض دیار عرب تک ہمارے پیرو دنیا میں پھیل گئے ۔ پہلے یہ گروہ پنجاب میں بڑھتا پھولتا گیا اور اب میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان کے اکثر حصوں میں ترقی کر رہا ہے۔ ہمارے گروہ میں عوام کم اور خواص زیادہ ہیں ۔ اس گروہ میں بہت سے سرکار انگریزی کے ذی عزت عہدہ دار ہیں ۔ جو ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور تحصیلدار وغیرہ معزز عہدوں والے آدمی ہیں ایسا ہی پنجاب اور ہندوستان کے کئی رئیس اور جاگیردار اور اکثر تعلیم یافتہ ایف اے ۔ بی اے ۔ اور ایم اے اور بڑے بڑے تاجر اس جماعت میں داخل ہیں ۔ غرض ایسے لوگ جو عقل اور علم اور عزت اور اقبال رکھتے تھے یا بڑے بڑے عہدوں پر سرکار انگریزی کی طرف سے مامور تھے یا رئیس اور جاگیردار اور تعلقہ دار اور نوابوں کی اولاد تھے

﴿۱۷۲﴾

نقل تتمہ بیان ڈاکٹر کلارک بصیغہ فوجداری اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر

مرجوعہ	فیصلہ	نمبر بستہ	نمبر مقدمہ	ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور
۹؍اگست ۹۷ء	متدائرہ	ازمحکمہ	$\frac{۳}{۳}$	مہر عدالت

دستخط 15/8/97

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام میرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

تتمہ بیان ڈاکٹر کلارک باقرار صالح ۔۱۳؍اگست ۹۷ء

ہمارے والد کلارک صاحب نے ہم کو اطلاع دی تھی کہ خبردار رہو مرزا صاحب نقصان پہنچائیں گے۔ کل ہم نے جواب مصلحتاً نہیں دیا تھا۔ ڈاکٹر کلارک سنایا گیا درست ہے دستخط حاکم

بقیہ حاشیہ

اور یا ہندوستان کے قطبوں اور غوثوں کی نسل تھے جن کے بزرگوں کو لاکھوں انسان اعلیٰ درجہ کے ولی اور قطب وقت سمجھتے تھے وہ لوگ اس جماعت میں داخل ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کے فضل اور قدرت نے مولویوں کو ان کے ارادوں سے نامراد رکھ کر ہماری جماعت کو فوق العادت ترقی دی ہے اور دے رہا ہے۔ وہ لوگ جو درحقیقت پارسا طبع اور خداترس اور نوع انسان سے ہمدردی کرنے والے اور دین کی ترقی کے لئے بدل و جان کوشش کرنیوالے اور خدا تعالیٰ کی عظمت کو دل میں بٹھانے والے اور عقلمند اور ذی فہم اور اولوالعزم اور خدا اور رسول سے سچی محبت رکھنے والے ہیں وہ اس جماعت میں بکثرت پائے جائیں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ خداوند کریم اس بات کا ارادہ کر رہا ہے کہ اس جماعت کو بڑھاوے اور برکت دے اور زمین کے کناروں تک سعادت مند انسانوں کو کھینچ کر اس میں داخل کرے۔

اس جگہ اس بات کا لکھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرا یہ دعویٰ کہ **میں مسیح موعود ہوں** ایک ایسا دعویٰ ہے جس کے ظہور کی طرف مسلمانوں کے تمام فرقوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں اور احادیث نبویہ کی متواتر پیشگوئیوں کو پڑھ کر ہر ایک شخص اس بات کا منتظر تھا کہ کب وہ بشارتیں ظہور میں آتی ہیں۔ بہت سے اہل کشف نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر خبر دی تھی کہ وہ مسیح موعود چودھویں صدی

﴿۱۷۲﴾

﴿۱۷۳﴾

نقل بیان عدالت فوجداری باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

مرجوعہ	فیصلہ	نمبر بستہ	نمبر مقدمہ
۹؍اگست ۹۷ء	زیر تجویز	از محکمہ	۳/۳

مہر عدالت

دستخط حاکم 15/8/97

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری بنام مرزا غلام احمد قادیانی

بیان مرزا غلام احمد بلاحلف ۱۳؍اگست ۹۷ء

ہم نے کبھی پیشگوئی نہیں کی کہ ڈاکٹر کلارک صاحب مرجائیں گے۔ ہرگز ہمارا منشا کسی لفظ سے یہ نہ تھا کہ صاحب موصوف مرجاویں گے۔ عبداللہ آتھم کی بابت ہم نے شرطیہ پیشگوئی کی تھی کہ اگر رجوع بحق نہ کرے گا تو مرجاوے گا۔ عبداللہ آتھم صاحب کی درخواست پر پیشگوئی صرف اس کے واسطے کی تھی۔ کل متعلقین مباحثہ کی بابت پیشگوئی نہ تھی۔ لیکھرام کی درخواست پر اس کے واسطے بھی پیشگوئی کی گئی تھی۔ ہم نے کی تھی چنانچہ پوری ہوئی۔

سنایا گیا درست ہے۔ سب بیان درست درج ہوا ہے۔ دستخط حاکم

بقیہ حاشیہ

﴿۱۷۳﴾

کے سر پر ظہور کرے گا۔ اور یہ پیشگوئی اگرچہ قرآن شریف میں صرف اجمالی طور پر پائی جاتی ہے۔ مگر احادیث کے رو سے اس قدر تواتر تک پہنچی ہے کہ جس کا کذب عندالعقل ممتنع ہے۔ اگر تواتر کچھ چیز ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی پیشگوئیوں میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلیں کوئی ایسی پیشگوئی نہیں جو اس درجہ تواتر پر ہو جیسا کہ اس پیشگوئی میں پایا جاتا ہے۔ جس شخص کو اسلامی تاریخ سے خبر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اسلامی پیشگوئیوں میں سے کوئی ایسی پیشگوئی نہیں جو تواتر کے رو سے اس پیشگوئی سے بڑھ کر ہو۔ یہاں تک کہ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص اس پیشگوئی کا انکار کرے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ متواترات سے انکار کرنا گویا اسلام کا انکار ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ باوجود اس تواتر کے ہمارے زمانہ فیج اعوج کے علماء نے اس پیشگوئی کے صحیح صحیح معنے سمجھنے میں بڑا دھوکہ کھایا ہے اور بباعث سخت غلط فہمی کے اپنے عقیدہ میں قابل شرم تناقضات جمع کر لئے ہیں۔ یعنی ایک طرف تو قرآن شریف پر ایمان لا کر اور احادیث صحیحہ

《۱۷۴》

نقل بیان گواہ مشمولہ مثل اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

مہر عدالت دستخط حاکم مصدقہ عدالت

سرکار بذریعہ ہنری مارٹن کلارک ڈاکٹر مشنری امرتسر بنام مرزا غلام احمد سکنہ قادیان

مستغیث جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مستغاث علیہ

بیان گواہ استغاثہ باقرار صالح

عبدالحمید ولد سلطان محمود ساکن جہلم ذات گکھڑ عمر معہ نمبر مد ۱۷ سال بیان کیا:۔

میں اب متلاشی عیسائی ہوں پہلے محمدی تھا۔ میں عیسائی لوگوں کے پاس گجرات میں گیا تھا چار ماہ ہوئے ہیں۔ اس وقت مرزا صاحب سے میری واقفیت نہ تھی۔ مونگ رسول رلیف ورکس پر جان محمد بابو کے تحت میٹ تھا۔ دو تین ماہ عیسائیوں کے پاس گجرات میں رہا تھا۔ وہاں محمدی لوگوں نے مجھے بدلا لیا تھا۔ اس لئے گجرات میں چلا آیا تھا۔ مرزا صاحب کے بہت مرید گجرات میں ہیں۔ انہوں نے مجھے قادیان میں بھیجا۔ جب میں وہاں گیا میرا چچا برہان الدین اس وقت قادیاں میں نہ تھا۔ مجھے صلاح دی گئی تھی کہ جو شکوک تمہارے ہیں قادیاں جا کر رفع کرلو۔ مجھے مولوی نورالدین

بقیہ حاشیہ

《۱۷۴》

کو تسلیم کر کے ان کو یہ ماننا پڑا کہ حضرت عیسٰی درحقیقت فوت ہو گئے ہیں اور دوسری طرف یہ عقیدہ بھی انہوں نے رکھا کہ کسی زمانہ میں خود حضرت عیسٰی علیہ السلام آخر زمانہ میں نازل ہوں گے اور وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں فوت نہیں ہوئے۔ اور پھر ایک طرف آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء قرار دیا اور دوسری طرف یہ عقیدہ بھی رکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک نبی آنے والا ہے یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام جو کہ نبی ہیں۔ اور ایک طرف یہ عقیدہ رکھا کہ مسیح موعود دجال کے وقت آئے گا اور دجال کا تمام روئے زمین پر بجز حرمین شریفین تسلط ہو جائے گا۔ اور دوسری طرف بموجب حدیث صحیح مرفوع متّصل صحیح بخاری اس بات کو بھی انہیں ماننا پڑا کہ مسیح موعود صلیب کے غلبہ کے وقت آئے گا یعنی اس وقت جبکہ عیسائی مذہب دنیا میں زور کے ساتھ

اور مرزا صاحب نے سکھلایا تھا۔ قرآن کی تعلیم نہیں دی تھی۔ گجرات سے آ کر صرف چار روز قادیاں میں مظہر رہا تھا۔ میں جہلم واپس چلا گیا تھا۔ اور چچا لقمان کے گھر میں جا کر رہا تھا۔ برہان الدین کے گھر نہیں گیا تھا۔ وہاں میرا چچا مولوی برہان الدین غازی ہے اور وہ مرزا صاحب کا مرید ہے دوسرا چچا میر القمان ہے مگر وہ مرید مرزا صاحب کا نہیں ہے۔ میری ماں نے بعد میرے والد کے مرجانے کے لقمان سے نکاح کر لیا ہوا ہے اور اس سے اولاد بھی ہے۔ میرے دونوں چچوں نے میری پرورش کی۔ دو تین دن جہلم رہ کر پھر میں قادیاں میں چلا آیا۔ مرزا صاحب مجھ سے بہت پیار کیا کرتے تھے۔ ایک روز ایک علیحدہ مکان میں مجھے لے گئے اور کہا کہ جاؤ امرتسر میں اور ڈاکٹر کلارک صاحب کو پتھر مار کر مار دے۔ میں نے کہا کہ میں کیوں یہ کام کروں۔ تو مرزا صاحب نے کہا کہ اگر دین محمدی پر ہو کر تم یہ قتل کرو گے تو تم مقبول ہو جاؤ گے۔ پہلے مجھے پڑھایا کرتے تھے پھر جب مجھے قتل کرنے کے واسطے مرزا صاحب نے کہا تو مجھے یہ کہا کہ اب تم چار پانچ روز مزدوری کرو تا کہ لوگ یہ کہیں کہ مزدوری کرتا آیا ہے اور پھر یہ کہا کہ جب تو جانے لگے تو ہم کو گالیاں نکال کر جاؤ۔ میں امرتسر چلا گیا اور ڈاکٹر صاحب مستغیث مقدمہ ھٰذا کے پاس گیا اور کہا کہ میں عیسائی ہونے آیا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے میری بڑی خاطر تواضع کی اور مجھے ہسپتال میں بھیج دیا۔ مجھے مرزا صاحب نے کہا تھا کہ پہلے اپنا نام رلا رام بتلانا پھر عبدالمجید بتلانا کہ مسلمان ہو کر

﴿۱۷۵﴾

حاشیہ

پھیلا ہوا ہوگا اور عیسائی طاقت اور دولت سب طاقتوں اور دولتوں سے بڑھی ہوئی ہوگی۔ اور پھر ایک طرف یہ عقیدہ رکھنا پڑا کہ مسیح اپنے وقت کا حاکم اور امام اور مہدی ہوگا۔ اور پھر دوسری طرف یہ عقیدہ رکھا کہ مسیح مہدی اور امام نہیں بلکہ مہدی کوئی اور ہوگا جو بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔ غرض اس قسم کے بہت سے تناقضات جمع کر کے اس پیشگوئی کی صحت کی نسبت لوگوں کو تذبذب اور شک میں ڈال دیا۔ کیونکہ جو امر کئی تناقضات کا مجموعہ ہو ممکن نہیں کہ وہ صحیح ہو۔ پھر اہل عقل لوگ کیونکر اس کو قبول کر سکیں اور کیونکر اپنے جوہر عقل کو پیروں کے نیچے کچل کر اس ٹیڑھے طریق پر قدم ماریں۔ اسی وجہ سے حال کے ان نو تعلیم یافتہ لوگوں کو جو نیچر اور قانون

﴿۱۷۵﴾

یہ نام حاصل کیا ہے۔ قریب ایک ماہ مَیں ڈاکٹر صاحب کے پاس امرتسر میں رہا۔ پہلے پانچ چھ روز امرتسر رہا۔ پھر بیاس پر رہا۔ کاغذ حرف H مشمولہ مثل میری قلم کا لکھا ہوا ہے جو بطور اقبال کے میں نے ڈاکٹر صاحب کو لکھ کر دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت موجود تھے جب میں نے لکھ کر دیا تھا۔ بیاس سے ایک خط میں نے مولوی نور الدین صاحب کو لکھا تھا کہ میں عیسائی ہو جاؤں گا۔ یہ سچا دین ہے محمدی دین سچا نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا تھا کہ ایک مرید مرزا صاحب کا ہمارے پاس آیا ہے ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ اس کو عیسائی بنائیں یا نہ۔ جب مولوی نور الدین صاحب کو خط لکھا ڈاکٹر صاحب کو علم نہ تھا اور عیسائیوں کو بتلایا تھا۔ کاغذ حرف H کے لکھنے سے پہلے خط مولوی نور الدین صاحب کو لکھا تھا۔ بھگت رام اور ایک اور منشی جس کا نام یاد نہیں موجود تھے۔ جب میں نے خط مولوی نور الدین صاحب کو لکھا تھا وہ دیکھ رہے تھے۔ قریب ایک ماہ کے ہوا ہے کہ میں قادیاں سے روانہ ہو کر امرتسر مرزا صاحب کے پاس سے ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تھا۔ مولوی نور الدین کی طرف خط بھیجنے سے یہ مطلب تھا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ میں بیاس میں ہوں۔ جب قادیاں سے امرتسر گیا تھا ۴۰ رکرایہ دیا تھا اور قادیاں میں ٹوکری اٹھانے کی اجرت میں ۱۲ ر مرزا صاحب نے مجھے دیئے تھے۔ میں نے عبداللہ آتھم کی بابت سنا ہوا ہے ان کو

«۱۷۶»

بقیہ حاشیہ

قدرت اور عقلی نظام کو واقعات کی صحت یا عدم صحت کے لئے ایک معیار قرار دیتے ہیں اس پیشگوئی سے باوجود اعلیٰ درجہ کے تواتر کے جو اس میں ہے انکار کرنا پڑا اور درحقیقت اگر اس پیشگوئی کے یہی معنے کئے جائیں کہ جو اس قدر تناقضات کو اپنے اندر رکھتے ہیں تو انسانی عقل ان تناقضات کی تطبیق سے عاجز آ کر آخر اس پریشانی سے رہائی اسی میں دیکھتی ہے کہ اس پیشگوئی کی صحت سے بھی انکار کرے۔ **سو یہی سبب تھا** کہ نیچر اور عقل کے دلدادہ باوجود پیشگوئی کے اس قدر تواتر کے اس عظیم الشان پیشگوئی سے انکاری ہو گئے۔ لیکن افسوس کہ ان لوگوں نے بھی انکار کرنے میں بڑی شتاب کاری سے کام لیا ہے کیونکہ اخبار متواترہ سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا اور جو خبر تواتر کے درجہ پر پہنچ جائے ممکن نہیں کہ اس میں کذب کا شائبہ ہو۔ پس

«۱۷۶»

«۱۷۷»

دیکھا نہیں۔ ان پر حملہ کئے جانے کی بابت مجھے کوئی علم نہیں ہے کہ کب حملے ہوئے اور کیا کیا حملے ہوئے اور کس نے حملے کئے۔ جب میں پہلے ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تو میرا ارادہ مارنے کا تھا۔ بعد میں ارادہ بدل گیا۔ مجھے لقمان نے مرزا صاحب کے پاس نہیں بھیجا تھا اور نہ ڈاکٹر صاحب کے پاس بھیجا ہے۔ ہمارے خاندان میں کوئی رنج مولوی برہان الدین کے مرزا صاحب کا مرید ہو جانے سے نہیں ہے۔ لقمان اس وقت جہلم میں ہے اور برہان الدین کا پتہ نہیں ہے کہ کہاں ہے۔ (بسوال مستغیث کہا) کہ بھگت رام سے میری مراد بھگت پریم داس سے ہے۔ جس کی موجودگی میں خط مولوی نور الدین کو لکھا تھا۔ مرزا صاحب نے مجھے کہا تھا کہ جب موقعہ لگے ڈاکٹر صاحب (مستغیث) کو مار دینا اور ہمارے پاس چلے آنا پھر تمہیں کوئی نہ مارے گا۔ امرتسر جا کر ملاقات ڈاکٹر صاحب سے کرنے پر میرا ارادہ بدل گیا تھا۔ امرتسر جانے سے پہلے کبھی ڈاکٹر صاحب کو آگے نہیں دیکھا تھا اور نہ جان پہچان تھا۔ (بسوال مرزا صاحب) جب میں مرزا صاحب کا مرید ہوا تھا تو مرزا صاحب نے مجھے کہا تھا کہ کہو میں احمد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہوں اور کہا کہ پچھلے گناہوں کی معافی خدا سے چاہو اور آئندہ نماز پڑھو۔ قرآن پڑھو۔ ((نوٹ) مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ہم کو یاد نہیں ہے کہ گواہ ہمارا دست بیع ہوا تھا یا نہ) چھاپہ شدہ شرائط بیعت کی شرط چہارم مجھ کو وقت بیعت کے مرزا صاحب نے نہیں سنائی اور نہ سمجھائی تھی۔ حرف K

﴿۱۷۷﴾

بقیہ حاشیہ

طریق انصاف اور حق پرستی یہ تھا کہ خبر متواتر کو رد نہ کرتے۔ ہاں ان **معنوں** کو رد کر دیتے جو نادان مولویوں نے کئے جن سے کئی قسم کے تناقض لازم آئے اور کئی تناقض جمع بھی کر لئے اور درحقیقت یہ ناقص الفہم مولویوں کا قصور ہے جو انہوں نے ایک سیدھی اور صاف پیشگوئی کے ایسے معنے کر کے جو تناقضات کا مجموعہ تھے محقق طبع لوگوں کو بڑی پریشانی اور سرگردانی میں ڈال دیا۔ **اب خدا تعالیٰ نے** اس کے سچے اور صحیح معنے کھول کر جو تناقضات اور نامعقولیت سے بالکل پاک ہیں ہر ایک انصاف پسند محقق کو یہ موقعہ دیا ہے کہ وہ اس خبر متواتر کو مان کر اس کے مصداق کی تلاش میں لگ جائے اور خدا تعالیٰ

﴿۱۷۸﴾

شامل مثل کیا گیا۔ سنایا گیا درست تسلیم ہوا۔ عبدالحمید بقلم خود

گواہ نے بعد بیان کرنے کے عرض کی کہ چونکہ اس نے صاف صاف حالات بیان کر دیئے ہیں اس کو جان کا اندیشہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ وہ اپنی حفاظت میں اس کو رکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ گواہ کو اجازت ڈاکٹر صاحب کے پاس رہنے کی دی گئی۔ دستخط حاکم

﴿۱۷۸﴾

نقل تتمہ بیان مشمولہ مثل اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

مرجوعہ	فیصلہ	نمبر بستہ	نمبر مقدمہ
۱۵/اگست ۹۷ء	زیر تجویز		۳/۳

مہر عدالت

دستخط حاکم 10/8/97 ☆

سرکار دولتمدار مستغیث جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری بنام مرزا غلام احمد سکنہ قادیاں مستغاث علیہ

تتمہ بیان عبدالحمید باقرار صالح

قادیاں سے جہلم لقمان کے پاس صرف ملنے ملاقات کے واسطے مظہر گیا تھا اور کوئی کام نہ تھا۔

بقیہ حاشیہ

کی صریح پیشگوئی سے انکار کر کے مکذبین میں داخل نہ ہو۔

اس بیان کی تفصیل یہ ہے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرما کر اس پیشگوئی کی معقولیت کو کھول دیا اور ظاہر فرما دیا کہ مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا اسی رنگ اور طریق سے مقدر تھا جیسا کہ ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا گیا تھا۔ کیونکہ صحیفہ ملاکی میں اس بات کا بہ تصریح ذکر تھا کہ وہ مسیح موعود جس کا یہودیوں کو انتظار تھا وہ دنیا میں نہیں آئے گا جب تک کہ ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں نہ آلے۔ اگر ہمارے مخالفین میں سعادت اور حق جوئی کا مادہ ہوتا تو وہ ملاکی نبی کی اس پیشگوئی سے جس پر یہود اور نصاریٰ دونوں کا اتفاق ہے بہت فائدہ اٹھاتے۔ کیونکہ صحیفہ ملاکی کی ظاہر نص کے لحاظ سے ضرور کہنا پڑتا ہے کہ ایلیا اب تک دنیا میں واپس نہیں آیا۔ حالانکہ حضرت مسیح کو دنیا میں آئے ہوئے قریباً انیس سو برس کے ہو گیا۔ پس اگر جیسا کہ ملاکی کے ظاہر الفاظ سے نکلتا ہے جس پر علماء یہود آج تک بڑے زور سے جمے بیٹھے ہیں یہی صحیح ہے کہ ضرور مسیح سے پہلے ایلیا نبی کا بذاتہٖ

☆ سہو کتابت سے 10-8-97 لکھا گیا ہے درست 15-8-97 ہے۔ (ناشر)

دو تین روز وہاں رہا تھا۔ چالیس روپیہ چچا لقمان کے گھر سے پہلی دفعہ لے آیا تھا۔

سنایا گیا درست ہے۔ عبدالحمید دستخط حاکم

﴿۱۷۹﴾

نقل تتمہ بیان عبدالحمید مشمولہ مثل فوجداری باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ

مرجوعہ	فیصلہ	نمبر بستہ	نمبر مقدمہ
۹/اگست ۹۷ء	زیر تجویز	از محکمہ	۳/۴

مہر عدالت دستخط حاکم 15/8/97

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری بنام میرزا غلام احمد قادیانی

تتمہ بیان عبدالحمید باقرار صالح بسوال عدالت

۲ بجے دن نماز ظہر کے وقت مرزا صاحب نے مجھے کہا تھا کہ جاؤ کلارک صاحب کو مارو۔ مسجد کے

بقیہ حاشیہ

﴿۱۷۹﴾

دوبارہ دنیا میں آنا ضروری ہے تو اس صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سچے نبی نہیں ٹھہر سکتے اور سچے اسی حالت میں ٹھہر سکتے ہیں کہ جب ایلیا نبی کے واپس آنے کی کوئی تاویل کی جائے۔ یعنی یہ کہ ایلیا کے دوبارہ آنے سے کسی مثیل ایلیا کا آنا مراد لیا جائے اور وہ مثیل یوحنا تھا یعنی یحییٰ زکریا کا بیٹا۔ جیسا کہ یہی تاویل یہودیوں کے مطالبہ کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کی اور اس تاویل سے جو ایک نبی کے منہ سے ثابت ہوئی صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ مسیح کا دنیا میں دوبارہ آنا بھی ایلیا کے دوبارہ آنے کی مانند ہے۔ اور ایک نظیر جو قائم ہو چکی ہے اس سے منہ پھیرنا اور ظاہری معنے کر کے کئی تناقضات کو اپنے عقیدہ میں جمع کر لینا یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کو عقل اور فہم سے بہت ہی کم حصہ ملا ہے۔ پیشگوئیوں پر اکثر مجازات اور استعارات غالب ہوتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ کوئی حماقت نہیں ہوگی کہ پیشگوئی کے کسی لفظ کو اس حالت میں بھی ظاہر پر حمل کیا جائے کہ جبکہ ظاہر پر حمل کرنے سے کئی تناقضات جمع ہو جاتے ہیں۔ اسی عادت سے تو یہود ہلاک ہوئے۔

اور مسیح کے بارے میں ایسی ہی ایک اور پیشگوئی تھی کہ وہ بادشاہ ہوگا اور کافروں سے لڑے گا۔ سو یہودیوں نے اس سے بھی ٹھوکر کھائی کیونکہ حضرت مسیح کو ظاہری بادشاہت نہیں ملی۔ اسی واسطے اب تک یہودی کہتے ہیں کہ جو مسیح کے حق میں پیشگوئیاں تھیں آج تک

ساتھ کمرہ میں مرزا صاحب مجھے لے گئے اور کہا کہ ایک بات کہتا ہوں میں نے کہا دل وجان سے مانوں گا۔ مرزا صاحب کے مکان میں وہ کمرہ ہے۔ امرتسر میں ایک شخص قطب الدین مرید مرزا صاحب کا ہے۔ مرزا صاحب نے بتلایا تھا کہ تم اس کے پاس جانا۔ میں سیدھا اس کے پاس گیا تھا۔ امرتسر کرموں کی ڈیوڑھی میں برتنوں کا کام کرتا ہے۔ آدھ گھنٹہ اس کے پاس ٹھہرا تھا۔ میں نے اس کو کہا تھا کہ مرزا صاحب نے مجھے کلارک صاحب کے قتل کے واسطے بھیجا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اچھا جب تم یہ کام

﴿۱۸۰﴾

بقیہ حاشیہ

ایک حرف بھی ان میں سے پورا نہیں ہوا۔ یہی حجت یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آگے پیش کی تھی اور بار بار یہ جتلایا تھا کہ سچے مسیح سے پہلے ایلیا کا دوبارہ دنیا میں آنا ضروری ہے نہ یہ کہ کوئی اس کا مثیل آوے کیونکہ ملاکی نبی کی کتاب میں ایلیا نبی کا بذاتہٖ واپس آنا لکھا ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ اس کا کوئی مثیل آوے گا‘‘۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو یہ جواب دیا کہ ایلیا نبی کے دوبارہ آنے سے مراد ان کے مثیل کا آنا ہے جو ان کی خُو اور طبیعت پر ہو۔ اور بیان کیا کہ وہ شخص یوحنا ذکریا کا بیٹا یعنی یحیٰی ہے۔ اور بادشاہی کی نسبت انہوں نے یہ تاویل کی تھی کہ میری آسمانی بادشاہت ہے زمینی نہیں ہے‘‘۔ اور ان تاویلوں کو یہودیوں نے نہایت بعید اور تکلفات رکیکہ سمجھا تھا اور اب تک یہی سمجھ رہے ہیں کیونکہ وہ اپنی کتابوں کے ظاہر الفاظ پر زور مارتے تھے اور بظاہر یہودی لوگ سچ پر معلوم ہوتے تھے اس لئے کہ وہ لوگ کتب مقدسہ کے نصوص صریحہ پیش کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تاویلات سے کام لیتے تھے جو رکیک اور خفیف معلوم ہوتی تھیں۔

ہمارے علماء بڑے خوش قسمت ہوتے اگر وہ ایلیا کے دوبارہ آنے کے قصے کو یاد کر کے اس سے نصیحت پکڑتے اور حضرت عیسیٰ کے آسمان سے دوبارہ نازل ہونے کے وہی معنے کرتے جو خود حضرت عیسیٰ نے ایلیا نبی کے دوبارہ نازل ہونے کے معنے کئے ہیں۔ کاش وہ اس بات کو سوچتے کہ یہ راقم جو نزول مسیح کے معنے کرتا ہے وہ نئے معنے نہیں ہیں بلکہ وہی معنے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے پہلے نکل چکے ہیں کیونکہ نزول مسیح ابن مریم کا مقدمہ نزول ایلیا نبی کے مقدمہ سے بالکل ہم شکل ہے۔ پس

﴿۱۸۱﴾

﴿۱۸۱﴾

کر چکو میرے پاس آنا میں قادیاں میں پہنچا دوں گا۔ ڈاکٹر صاحب کو مل کر اسی روز شام کو میں پھر واپس قطب الدین کے پاس گیا اور کہا کہ ڈاکٹر صاحب سے مل آیا ہوں۔ اس نے مجھے ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی کا نشان و پتہ دیا تھا۔ مرزا صاحب مجھ سے بہت پیار کرتے تھے اور مجھ سے مٹھیاں بھروایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہماری بات (قتل) یاد ہے۔ میں کہا کرتا تھا کہ ہاں یاد ہے۔ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ کلارک صاحب رحم دل ہیں جب تم جاؤ گے وہ پاس رکھ لیں گے۔ تم ان کے سونے اٹھنے بیٹھنے کے حالات دریافت کر کے جب موقعہ ملے پتھر مار کر یا اور طرح سے ہلاک

بقیہ حاشیہ

جس حالت میں آج تک یہودیوں کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی کہ ایلیا نبی آسمان سے اترتا اور اسی وجہ سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منکر رہے تو ان مولویوں کی تمنا کیونکر پوری ہو سکتی ہے کہ کسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود آسمان سے نازل ہوگا۔ عقلمند وہ ہے جو دوسرے کے ٹھوکر کھانے سے عبرت پکڑے۔ یہودی جو حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے سے بے نصیب رہے اس کی یہی وجہ وہ آج تک بیان کرتے ہیں کہ ان کو وہی ملاکی نبی کی پیشگوئی تاکیداً سنائی گئی تھی کہ جب تک ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں نہ آئے وہ مسیح نہیں آئے گا جس کا ان کو وعدہ دیا گیا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ وہ مسیح بادشاہ کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ مگر یہ دونوں پیشگوئیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صادق نہ آئیں۔ اسی لئے یہودی آج تک اسی بات کو روتے ہیں کہ ہم کیونکر یسوع بن مریم کو مان لیں۔ حالانکہ نہ ایلیا نبی اس سے پہلے آیا اور نہ وہ بادشاہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور بظاہر یہودی حق پر معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں کے نصوص صریحہ سے یہی نکلتا ہے کہ درحقیقت مسیح سے پہلے ایلیا نبی آئے گا اور آخر مسیح بادشاہ ہو کر آئے گا۔

غرض یہ ایک ایسا مقدمہ تھا کہ مسیح موعود کے نزول اور دوسری علامات کو اس مقدمہ نے صاف کر دیا تھا اور منصفوں کے لئے ایلیا نبی کے نزول کی طرز مسیح کے نزول کے لئے ایک تشفی بخش نظیر تھی۔ مگر تعصب انسان کو نابینا کر دیتا ہے۔ زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ صحیح بخاری میں صاف لکھا تھا کہ **اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ** یعنی وہ مسیح موعود

﴿۱۸۲﴾

کر دینا۔ میرے باپ کا نام لقمان ہے۔ سلطان محمود غلطی سے لکھایا تھا۔ سلطان محمود کے ساتھ شادی مکرر میری ماں نے کی تھی۔ پہلے غلطی سے لکھایا ہے کہ لقمان سے شادی ہوئی تھی۔ سلطان محمود کی ایک لڑکی ہے۔ لقمان کا اور بیٹا ہے جو میرا بھائی ہے۔ ہم تین بھائی ہیں۔ میں نے بپتسمہ کبھی نہیں لیا متلاشی رہا تھا۔ مالاکنڈ میں فوج کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ بوجہ کام نہ ہوسکنے کے مجھے برخاست کیا گیا تھا۔ جب واپس مالاکنڈ سے آیا متلاشی نہ تھا۔ محمدی تھا۔ دو سال کے قریب اس بات کو ہوئے ہیں۔ قادیان آنے سے پہلے سلطان محمود مجھ سے ناراض ہوا تھا۔

﴿۱۸۲﴾

بقیہ حاشیہ

اسی امت میں سے ہوگا۔ اور اسی طرح صحیح مسلم میں فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ لکھا تھا یعنی مسیح تم میں سے ایک امتی آدمی ہوگا اور تمہارا امام ہوگا۔ کیا یہ باتیں تسلی پانے کے لئے کافی نہ تھیں؟ کیا یہ امر تسلی بخش نہ تھا کہ قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہوجانا بیان فرمایا؟ حدیثوں میں ان کی عمر ایک سو بیس برس لکھ کر یہ اشارہ فرمایا کہ وہ ۱۲۰ سنہ عیسوی میں ضرور فوت ہوگئے ہیں۔ توفّی کے معنے مارنا بیان فرمایا گیا اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ [1] نے صاف طور پر خبر دے دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے اور وہ جھگڑا جو اس سے پہلے ہو چکا ہے جو یہود اور حضرت عیسیٰ میں ایلیا نبی کے نزول کے بارے میں تھا کوئی ایسا مسلمان نہیں کہ اس میں یہود کو سچا قرار دے۔ سو دنیا میں دوبارہ آنے کے معنے جو ایک نبی نے کئے وہی معنے ہم حضرت عیسیٰ کے نزول کے بارے میں کرتے ہیں۔ مگر ہمارے مخالف مولوی جو معنے کرتے ہیں ان کے پاس ان معنوں کی کوئی سند موجود نہیں۔

اب سوچنا چاہئے کہ ہم تو اس عقیدہ کو پیش کرتے ہیں جس کی پہلی کتابوں میں نظیر موجود ہے اور جس کا قرآن مصدق ہے۔ اور ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ کے نزول کے بارے میں اس عقیدہ کو پیش کرتے ہیں جس کی تمام انبیاء کے سلسلہ میں کوئی نظیر موجود نہیں اور قرآن اس کا مکذب ہے۔ پھر ہمارے مخالف جبکہ اس بحث میں عاجز آجاتے ہیں تو افترا کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے **نبوت** کا دعویٰ کیا ہے اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ تمام افترا ہیں۔ ہمارا ایمان ہے

[1] المائدۃ : ۱۱۸

﴿۱۸۳﴾

اس نے نکالا نہ تھا۔ وہاں سے نہر پر چلا گیا تھا۔ بوجہ نہ کام کرنے کے سلطان محمود ناراض ہوا تھا۔ برہان الدین اور سلطان محمود کا مذہبی تفرقہ ہے۔ برہان الدین مرزا صاحب کا مرید ہے۔ سلطان محمود نہیں ہے۔ اس بات سے ایک دوسرے کو بُرا سمجھتے ہیں۔ قادیاں میں جوبلی کے موقعہ پر میں نہ تھا۔ بعد میں آیا تھا۔ برہان الدین کو میں نے جب گیا وہاں دیکھا تھا۔ تین چار دفعہ مرزا صاحب نے قتل کی بابت مجھ سے ذکر کیا تھا کہ دین محمدی پر ہو کر قتل کرو گے تو مقبول ہو گے کیونکہ کلارک صاحب مخالف مذہب ہے۔ پانچوں وقت مرزا صاحب جب مسجد میں نماز کے واسطے آیا

﴿۱۸۴﴾

بقیہ حاشیہ

کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہل سنت کے قائل ہیں۔ صرف یہ فرق ہے کہ ہمارے مخالف اپنی جہالت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو حقیقی طور پر انتظار کرتے ہیں اور ہم **بروزی طور پر** جیسا کہ تمام متصوّفین کا مذہب ہے اور ہم مانتے ہیں کہ نزول مسیح کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔

رہی یہ بات کہ میرے اس دعویٰ مسیح ہونے پر دلیل کیا ہے تو واضح ہو کہ آثار صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص عیسائیت کے فتنہ کے وقت عیسیٰ پرستی کے فتنہ کو دور کرنے کے لئے صدی کے سر پر بطور مجدّد کے ظاہر ہوگا اسی مجدّد کا نام مسیح ہے۔ پھر بعد اس کے احادیث کی غلط فہمی سے عوام نے یوں سمجھ لیا کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر صدی کا مجدّد ہوگا اور صدی کے سر پر آئے گا اور اکثر علماء کی یہی رائے قائم ہوئی کہ وہ چودھویں صدی ہوگی۔ لیکن اس خیال میں غلطی یہ ہوئی کہ اصل منشاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ جس مجدّد کو اس امت کے مجدّدوں میں سے عیسائی حملوں کی مدافعت میں اسلام کی نصرت کرنی پڑے گی اس کا نام بلحاظ عیسائیت کی اصلاح کے مسیح ہوگا۔ مگر ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ خود مسیح کسی زمانہ میں آسمان سے اتر آئے گا حالانکہ یہ صریح غلطی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فصیح اور پُر حکمت بیان میں یہ غیر موزوں اور بے تعلق اور

﴿۱۸۴﴾

کرتے تھے میں مٹھیاں بھرتا تھا۔ اور وہ مجھ سے پیار کیا کرتے تھے۔ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ ۲۰، ۳۰ ثار کا پتھر اٹھا کر سوتے وقت یا اور موقعہ پا کر کلارک صاحب کو مارنا اور مار دینا۔ میں نے یہ سب حال قطب الدین کو بتلایا تھا۔ اور اس نے کہا تھا کہ بیشک تو یہ کام کر اور میرے پاس چلا آ۔ (بسوال عدالت) اس وقت برہان الدین اور سلطان محمود مجھ سے ناراض ہیں کہ میرا روپیہ و جائداد ان کے پاس ہے اور وہ دینا نہیں چاہتے۔ مولوی نور الدین کے پاس اس واسطے خط بھیجا تھا کہ مرزا صاحب اور وہ ایک ہی ہیں۔ جب میں امرتسر ہسپتال میں تھا میرا کوئی تعلق قطب الدین سے نہیں رہا تھا اور نہ کسی کے پاس میں نے کوئی خط لکھا تھا۔ خط ما☆ میں نے بیاس میں

﴿۱۸۴﴾

بقیہ حاشیہ

غیر معقول بات ہرگز مقصود نہ تھی کہ ایک نبی جو اپنی زندگی کے دن پورے کر کے عادۃ اللہ کے موافق خدا تعالیٰ اور نعیم آخرت کی طرف بلایا گیا پھر وہ اس دار تکالیف اور دار الفتن میں بھیجا جائے گا اور وہ نبوت جس پر مہر لگ چکی ہے اور وہ کتاب جو خاتم الکتب ہے فضیلت ختمیت سے محروم رہ جائے گی۔ بلکہ نہایت لطیف استعارہ کے طور پر یہ پیشگوئی کی گئی کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جب عیسائی لوگ اپنی مخلوق پرستی اور صلیب کے باطل خیالات میں انتہا درجہ کے تعصب تک پہنچ جائیں گے اور اپنی کمال تحریف اور دجل کی وجہ سے مسیح دجّال ہو جائیں گے تب خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کی اصلاح کے لئے ایک آسمانی مسیح پیدا کرے گا جو دلائل شافیہ سے ان کی صلیب کو توڑ دے گا۔

اس پیشگوئی کے سمجھنے میں اہل عقل اور تدبر کرنے والوں کے لئے کچھ بھی دقت نہ تھی کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مقدسہ ایسے صاف تھے کہ خود اس مطلب کی طرف رہبری کرتے تھے کہ ہرگز اس پیشگوئی میں نبی اسرائیلی کا دوبارہ دنیا میں آنا مراد نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ

☆ غالبًا یہ صرف J ہے جو کاتب نے الٹا لکھ دیا ہے۔ (ناشر)

﴿۱۸۵﴾

ڈاکٹر صاحب کو لکھا تھا۔ (بسوال وکیل ملزم) لقمان جب میں چھ سال کی عمر کا تھا مر گیا تھا۔ میں نے ۱۰؎ روپیہ بغیر علم سلطان محمود کے گھر سے لئے تھے۔ گھر والی عورتوں کو اطلاع کر دی تھی اور نہر پر چلا گیا تھا۔ میرے دو بھائی اور محمد کامل و محمد عالم گھر پر ہیں۔ میں نے محمد عالم کا زیور نہیں لیا۔ اس نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا کہ اس کے پاس میرا روپیہ تھا۔ پانچ چھ سال کی بات ہے۔ باپ کی زمین پر دوسرے بھائی میرے قابض ہیں۔ حصہ پیداوار لیتا ہوں وہ میری طرف سے کاشت کرتے ہیں۔ جائداد کی وجہ سے اور سوتیلے بھائی ہونے کی وجہ سے مجھ سے خفا رہتے ہیں۔ سات ماہ سے جہلم سے نکلا ہوا ہوں۔ برہان الدین کا لڑکا محمد کامل کی لڑکی سے منسوب ہے

﴿۱۸۵﴾

بقیہ حاشیہ

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ[1] سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریف لاوے۔ اس سے تو تمام تار و پود اسلام درہم برہم ہو جاتا تھا۔ اور یہ کہنا کہ ”حضرت عیسیٰ نبوت سے معطل ہو کر آئے گا“۔ نہایت بے حیائی اور گستاخی کا کلمہ ہے۔ کیا خدا تعالیٰ کے مقبول اور مقرب نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اپنی نبوت سے معطّل ہو سکتے ہیں؟ پھر کون سا راہ اور طریق تھا کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آتے۔ غرض قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین رکھ کر اور حدیث میں خود آنحضرت نے لَا نَبِیَّ بَعْدِی فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا اور پھر اس بات کو زیادہ واضح کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ آنے والا مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث **اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ** اور صحیح مسلم کی حدیث **فامّکم منکم** جو عین مقام ذکر مسیح موعود میں ہے صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ وہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔!!!

پھر دوسرا فیصلہ کہ جو اس بارے میں قرآن اور حدیث نے کر دیا یہ موجود تھا کہ

[1] الاحزاب:۴۱

﴿۱۸۶﴾

برہان الدین بھی میرے سے دشمنی کرتا ہے۔ برہان الدین اور سلطان محمود الگ الگ مسجدوں میں ہیں۔ جہلم سے پہلے پھل مونگ رسول گیا تھا۔ پادری ڈال گئی صاحب کے پاس گجرات میں رہا تھا۔ گجرات میں پادری صاحب کے پاس تین چار ماہ رہا تھا۔ وہاں بائبل پڑھی تھی۔ اس وقت مذہب عیسائی پسند آیا تھا۔ چال چلن کی وجہ سے بپتسمہ نہیں ملا تھا۔ کیونکہ میں محمدی لوگوں کو پسند کرتا تھا۔ پادری صاحب نے ایک آدمی اللہ دتا عیسائی میرے ساتھ کیا تھا اور کہا تھا کہ پنڈی کا اس کو ٹکٹ لے دو۔ اور پنڈی جاوے۔ میں یوسف کو جانتا ہوں۔ اس کے پاس جانا تھا۔ اس لئے جاتا تھا۔ اللہ دتا میرے ہمراہ اسٹیشن پر نہیں آیا تھا۔ امیر الدین مرزا صاحب کا مرید مجھے

﴿۱۸۶﴾

حاشیہ

قرآن شریف نے صاف صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ دیکھو آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي[1] صاف ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور نیز حدیث نبوی سے اس بات کا ثبوت دے دیا ہے کہ اس جگہ توفّی کے معنے مار دینے کے ہیں۔ اور یہ کہنا بیجا ہے کہ ”یہ لفظ توفیتنی جو ماضی کے صیغہ میں آیا ہے در اصل اس جگہ مضارع کے معنے دیتا ہے یعنی ابھی نہیں مرے بلکہ آخری زمانہ میں جا کر مریں گے“۔ کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ میری امت کے لوگ میری زندگی میں نہیں بگڑے بلکہ میری موت کے بعد بگڑے ہیں۔ پس اگر فرض کیا جائے کہ اب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اب تک نصاریٰ بھی نہیں بگڑے۔ کیونکہ آیت میں صاف طور پر بتلایا گیا کہ نصاریٰ کا بگڑنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد ہے اور اس سے زیادہ اور کوئی سخت بے ایمانی نہیں ہوگی کہ ایسی نصّ صریح سے انکار کیا جائے۔

اب جس حالت میں قرآن شریف کے صاف لفظوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہی ثابت ہوتی ہے اور دوسری طرف قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین

☆ حدیث میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اور حلیہ تھا اور آنے والے مسیح موعود کا اور حلیہ۔ سو یہ دو مختلف حُلیے بتلا رہے ہیں کہ وہ مسیح اور تھا یہ اور ہے۔ دیکھو صحیح بخاری۔ منہ

[1] المائدۃ:۱۱۸

﴿۱۸۷﴾

مل گیا اور اس کے ہاتھ میں مظہر آ گیا۔ اس نے مجھے قادیاں میں بھیج دیا۔ اور کہا کہ اوّل لاہور شیخ رحمت اللہ کے پاس جاؤ۔ پھر قادیاں جانا۔ دوسرے تیسرے روز گجرات جانے کے بعد واقف ہوئے تھے۔ مجھے عیسائیوں نے نکال دیا تھا کرایہ راولپنڈی کا مجھے نہیں دیا۔ امیر الدین مجھے روز روز سمجھایا کرتا تھا کہ مرزا صاحب کے پاس جاؤ۔ وہ پڑھا ہوا ہے۔ جہلم اور گجرات میں اچھے اچھے مولوی ہیں۔ مگر کسی سے میں نے اپنے شکوک کی بابت نہیں پوچھا۔ مہینہ ڈیڑھ ماہ سے سوزاک ہو گیا۔ زیادہ آم کھانے سے۔ کنجری بازی سے سوزاک نہیں ہوا۔ ڈنگہ میں عیسائی مذہب کی بابت لوگوں کو میں مسائل بتایا کرتا تھا۔ پہلے پہل قادیاں میں جو بلی سے ماہ ڈیڑھ ماہ پہلے گیا تھا۔ پانچ چھ دن وہاں رہا تھا۔ پھر لاہور اور وہاں سے جہلم گیا تھا۔ راستہ میں گجرات بھی ٹھہرا تھا۔ پادری صاحب کے پاس گیا تھا اور کہا تھا کہ قادیاں مرزا صاحب کے پاس سے ہو کر آیا ہوں مجھ سے محبت پیار کرتے تھے۔ پہلی دفعہ مرزا صاحب نے قتل کی بابت کچھ نہیں کہا تھا۔ گجرات کے پادری صاحب ناراض ہوئے تھے کہ کیوں قادیاں گئے ہو۔ میں نے کہا کہ میں بھول گیا معاف کرو۔

﴿۱۸۷﴾ حاشیہ

رکھتا ہے اور حدیث ان دونوں باتوں کی مصدق ہے۔ اور ساتھ ہی حدیث نبوی یہ بھی بتلا رہی ہے کہ آنے والا مسیح اس امت میں سے ہوگا گو کسی قوم کا ہو۔ تو اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باوجود ایسی نصوص صریح کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور آنے والے مسیح کے امتی ہونے پر دلالت کرتی تھیں پھر کیوں اس بات پر اجماع ہو گیا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے اتر آئیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس امر میں جو شخص اجماع کا دعویٰ کرتا ہے وہ سخت نادان یا سخت خیانت پیشہ اور دروغ گو ہے۔ کیونکہ صحابہ کو اس پیشگوئی کی تفاصیل کی ضرورت نہ تھی وہ بلا شبہ بموجب آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ اس بات پر ایمان لاتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ تبھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اس بات کا احساس کر کے کہ بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں شک رکھتے ہیں زور سے یہ بیان کیا کہ

﴿۱۸۸﴾ اور مجھے رکھو۔ انہوں نے کہا کہ گھر جاؤ اور بائبل پڑھو۔ مجھ کو رکھانہ تھا۔ پھر میں جہلم چلا گیا۔ اس واسطے کہ میرا چچا میرے عیسائی ہونے سے ناراض تھا۔ مرزا صاحب نے میرے شکوک رفع کر دیئے تھے۔ چچا کو راضی کرنے کے واسطے گیا تھا۔ پھر دوبارہ جوبلی کے دو چار روز بعد میں مظہر قادیاں گیا تھا کہ مرزا صاحب نے پہلی دفعہ بیعت نہیں کیا تھا۔ ۱۷۔۱۸ یوم وہاں رہا۔ جانے کے دو روز بعد دست بیع مرزا صاحب سے ہوا۔ بہت سارے آدمی موجود تھے۔ حکیم نور الدین۔ حکیم فضل الدین وغیرہ قریب عنہ ۳۰ آدمی تھے۔ اوپر والی مسجد میں بیعت کی تھی۔ بیعت سے ۹۔۱۰ روز بعد مرزا صاحب زنانہ مکان کے بالاخانہ میں لے گئے تھے۔ جب ظہر کی نماز ہو چکی تو مرزا صاحب نے مجھے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو۔ جب لوگ سارے چلے گئے تو دروازہ کی راہ سے مرزا صاحب مجھے اس کمرہ میں لے گئے۔ کوئی آدمی نہ تھے۔ اس وقت اوپر کے حصہ مسجد میں نہ تھا۔ اندر جا کر مجھے مرزا صاحب نے بٹھلا دیا اور کہا کہ تم امرتسر میں جاؤ اور اپنے آپ کو ہندو ظاہر کرنا اور کلارک صاحب کو پتھر مار کر مار دینا۔ میں نے اقرار کرلیا۔ اندر اس لئے

بقیہ حاشیہ

﴿۱۸۸﴾ کوئی بھی نبی زندہ نہیں ہے سب فوت ہوگئے۔ اور یہ آیت پڑھی کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ[1] اور کسی نے ان کے اس بیان پر انکار نہ کیا۔ پھر ماسوا اس کے امام مالک جیسا امام عالم حدیث وقرآن ومتقی اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔ ایسا ہی امام ابن حزم جن کی جلالت شان محتاج بیان نہیں قائل وفات مسیح ہیں۔ اسی طرح امام بخاری جن کی کتاب بعد کتاب اللہ اصحّ الکتب ہے، وفات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔ ایسا ہی فاضل و محدث ومفسر ابن تیمیہ و ابن قیّم جو اپنے اپنے وقت کے امام ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں۔ ایسا ہی رئیس المتصوفین شیخ محی الدین ابن العربی صریح اور صاف لفظوں سے اپنی تفسیر میں وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصریح فرماتے ہیں۔ اسی طرح اور بڑے بڑے فاضل اور محدث اور مفسر برابر یہ گواہی دیتے آئے ہیں اور فرقہ معتزلہ کے تمام اکابر اور

[1] ال عمران: ۱۴۵

لے گئے تھے کہ شاید کوئی آدمی آ جاوے۔ روز روز کہتے تھے کہ وہ کام یاد ہے کہ نہ۔ اور تیار ہو کہ نہ۔ میں کہتا تھا کہ یاد ہے اور تیار ہوں۔ یہ اس وقت پوچھتے تھے جب میں مٹھیاں بھرا کرتا تھا۔ محبت بہت کرتے تھے جیسے باپ بیٹے سے۔ سر پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ پانچوں وقت مٹھیاں بھرتا تھا۔ لوگ بھی بھرا کرتے تھے۔ مسجد میں مٹھیاں بھرتے تھے۔ غسل خانہ میں مٹھیاں نہیں بھرا کرتا تھا۔ وہ غسل خانہ نہانے اور پیشاب کرنے کی جگہ ہے۔ جس کمرہ بالا خانہ میں مجھے مرزا صاحب لے گئے تھے وہ بھی غسل خانہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ قریب ۱۸×۱۲ فٹ کا کمرہ ہے۔ ہر ایک کونہ میں غسل کرنے کی جگہ بنائی ہوئی ہے۔ پکی جگہ نہیں ہے تختے لگائے ہوئے ہیں۔ اقبال حرف H میں نے خود لکھا تھا۔ کسی نے مسودہ نہیں بنایا تھا۔ پہلے ایک دفعہ لکھا صحیح نہ تھا۔ پھر دوبارہ صاف کر کے لکھا تھا۔ (**نوٹ**۔ گواہ سے ایک پرچہ پر نقل اقبال کرائی گئی۔ تین۳ جگہ تحریر میں ہجوں میں غلطی کی۔ جن پر نشان X کیا گیا ہے اور نشان حرف H/ لگایا گیا ہے)۔ گواہ۔ میں نے اس کمرہ کو غسل خانہ سمجھا تھا۔ روبروئے

﴿۱۸۹﴾

حاشیہ

امام یہی مذہب رکھتے ہیں۔ پھر کس قدر افترا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر واپس آنا اجماعی عقیدہ قرار دیا جائے۔ بلکہ یہ اس زمانہ کے عوام الناس کے خیالات ہیں جبکہ ہزارہا بدعات دین میں پیدا ہوگئی تھیں اور یہ وسط کا زمانہ تھا جس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج رکھا ہے۔ اور فیج اعوج کے لوگوں کی نسبت فرمایا ہے کہ **لَيْسُوْا مِنِّیْ وَ لَسْتُ مِنْهُمْ** یعنی نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان میں سے ہوں۔ ان لوگوں نے اس عقیدہ کو اختیار کرنے سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے اور وہاں قریباً انیس سو برس سے زندہ بجسم عنصری موجود ہیں اور پھر کسی وقت زمین پر واپس آئیں گے قرآن شریف کی چار جگہ مخالفت کی ہے۔ **اوّل** یہ کہ قرآن شریف صریح لفظوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ظاہر فرماتا ہے جیسا کہ بیان ہوا اور یہ لوگ ان کے زندہ ہونے کے قائل

﴿۱۸۹﴾

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر امرتسر غسل خانہ کا لفظ نہیں لکھوایا تھا۔ صبح کی نماز پڑھ کر تھوڑا سا دن نکل آیا تھا جب قادیاں سے آیا تھا اسماعیل بیگ کے سالے کا یکہ شاید تھا۔ اسی روز ریل پر چڑھ کر امرتسر چلا گیا تھا۔ ۱۱ بجے وہاں پہنچا۔ سیدھا قطب الدین کے پاس گیا۔ آدھ گھنٹہ اس کے پاس ٹھہرا۔ تاریخ نہیں بتلا سکتا۔ قطب الدین نے پتہ ڈاکٹر صاحب کے مکان کا دیا۔ کوٹھی پر میں جا ملا۔ ہال بازار مسجد میں سو رہا تھا۔ قریب تین بجے کے کوٹھی پر گیا تھا۔ دو آدمی میرے ساتھ نہ تھے۔ دس بارہ منٹ میں کوٹھی پر پہنچ گیا۔ اپنے دفتر کے کمرہ میں ڈاکٹر صاحب تھے۔ اوّل خانساماں کو ملا پھر بیرہ کو۔ اس نے صاحب کو اطلاع دی۔ مجھے اندر بلایا گیا۔ ایک سردار کسی کام کے واسطے وہاں کھڑا تھا۔ چٹھی لیکر چلا گیا تھا۔ اندر جاتے ہی میں نے کہا کہ میں متلاشی ہوں عیسائی ہونے آیا ہوں۔ صاحب نے پوچھا کہاں سے آیا ہے۔ میں نے کہا کہ قادیاں سے۔ پھر میں نے اپنا ہندو نام رلا رام بیان کیا اور سب حالات بیان کئے جو پہلے بیان کر چکا ہوں۔ مگر وہ سارا بیان جھوٹ تھا۔ میرے دل میں تھوڑا خیال ہوا تھا کہ میں قتل نہیں کروں گا۔ تین چار روز

﴿۱۹۰﴾

بقیہ حاشیہ

ہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن شریف صاف اور صریح لفظوں میں فرماتا ہے کہ کوئی انسان بجز زمین کے کسی اور جگہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ [1] یعنی تم زمین میں ہی زندہ رہو گے اور زمین میں ہی مرو گے اور زمین سے ہی نکالے جاؤ گے۔ مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ ”نہیں اس زمین اور کرہ ہوا سے باہر بھی انسان زندہ رہ سکتا ہے۔ جیسا کہ اب تک جو قریباً انیسویں صدی گذرتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں“۔ حالانکہ زمین پر جو قرآن کے رو سے انسانوں کے زندہ رہنے کی جگہ ہے باوجود زندگی کے قائم رکھنے کے سامانوں کے کوئی شخص انیس سو برس تک ابتدا سے آج تک کبھی زندہ نہیں رہا تو پھر آسمان پر انیس سو برس تک زندگی بسر کرنا باوجود اس امر کے کہ قرآن کے رو سے ایک قدر قلیل بھی بغیر زمین کے انسان زندگی بسر نہیں کرسکتا۔

﴿۱۹۰﴾

[1] الاعراف: ۲۶

کے بعد جب میں بیاس گیا تو میرا ارادہ قتل کا بدل گیا تھا۔ پانچ چھ روز میں امرتسر رہا تھا۔ امرتسر ہسپتال کے ڈاکٹر کے ماتحت میں کام کرتا تھا اور تعلیم پاتا تھا۔ زخموں کو دھویا کرتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب سوائے ایک روز کے روز بروز ملا کرتے تھے۔ دو دفعہ کوٹھی پر میں گیا تھا۔ اسی دفتر والے کمرہ میں مظہر ملا تھا۔ اسی طرح اکیلا ملا تھا جیسے کہ پہلے روز ملا تھا۔ ہر دفعہ ڈاکٹر صاحب پوچھتے تھے کہ تم کون تھے اور کہاں سے آئے ہو۔ میں نے پہلا بیان کر دیا تھا۔ کوئی خاص ارادہ سوائے اس کے کہ بائبل صاحب سے لینی تھی اور نہ تھا۔ پہلی دفعہ کتاب مجھ کو دی گئی تھی مگر دوسری کی سی دوسری دفعہ کتاب مجھ کو دی گئی تھی۔ بیاس تعلیم کے واسطے ڈاکٹر صاحب نے بھیج دیا تھا اور ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ مولوی عبدالرحیم ڈرتا ہے کہ تم اس کو مار نہ ڈالو۔ اس لئے بیاس چلے جاؤ اور لوگ بھی کہتے ہیں کہ تم خون کرنے آئے ہو۔ سوائے قطب الدین کے میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا تھا کہ میں قتل کرنے کے ارادہ سے آیا ہوں۔ سانون سنگھ بیاس میرے ساتھ گیا تھا۔ ایک ہفتہ اس جگہ رہا تھا۔ تین چار روز کے بعد میں نے مولوی نور الدین کو چٹھی لکھی تھی۔ ایک کوٹھی

﴿۱۹۱﴾

حاشیہ

کس قدر خلاف نصوص صریح قرآن ہے جس پر ہمارے مخالف ناحق اصرار کر رہے ہیں۔ **تیسرے** یہ کہ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ کسی انسان کا آسمان پر چڑھ جانا عادۃ اللہ کے مخالف ہے جیسا کہ فرماتا ہے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا [1] لیکن ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ کو ان کے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھاتے ہیں۔ **چوتھے** یہ کہ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم الانبیاء ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کے نام سے یاد کیا ہے وہاں حقیقی نبوت مراد ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب وہ اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء ٹھہر سکتے ہیں؟ نبی ہونے

﴿۱۹۱﴾

[1] بنی اسرآئیل:۹۴

نئی بن رہی تھی وہاں میں نے چٹھی لکھی تھی۔ بھگت رام کے سامنے لکھی تھی۔ دوراج دو تین مزدور بھی وہاں تھے۔ بھگت سے پیسہ یا ٹکٹ خط روانہ کرنے کے واسطے نہیں مانگے تھے۔ اقبال ۵½ کے قریب لکھا تھا بیٹھنے کے کمرہ میں خط لکھا تھا۔ کھانے والے کمرے کے پاس ہے۔ (پھر کہا کہ) پتہ نہیں کھانے والا کمرہ کون ہے۔ میرے اقبال لکھنے کے وقت اسٹیشن ماسٹر، تار بابو اور ڈاک بابو موجود تھے (پھر کہا کہ) لکھ چکا تھا۔ دستخط کر رہا تھا جب وہ آئے تھے۔ دو تین آدمی اور تھے جن کے روبرو لکھا تھا۔ وہ عبدالرحیم، بھگت رام۔ شیخ وارث تھے اور ڈاکٹر صاحب بھی تھے۔ بیاس میں مظہر نے کسی سے

﴿۱۹۲﴾

حاشیہ

کی حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبوت کے لوازم سے کیونکر محروم رہ سکتے ہیں؟!

غرض ان لوگوں نے یہ عقیدہ اختیار کر کے چار طور سے قرآن شریف کی مخالفت کی ہے۔ اور پھر اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے؟ تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث دکھلا سکتے ہیں۔ صرف نزول کے لفظ کے ساتھ اپنی طرف سے آسمان کا لفظ ملا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ کسی حدیث **مرفوع متّصل** میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا اور **نزول** کا لفظ محاورات عرب میں مسافر کے لئے آتا ہے اور **نزیل** مسافر کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک کا بھی یہی محاورہ ہے کہ ادب کے طور پر کسی وارد شہر کو پوچھا کرتے ہیں کہ آپ کہاں اترے ہیں اور اس بول چال میں کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ شخص آسمان سے اترا ہے۔ اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو **بیس ہزار روپیہ** تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام اپنی

﴿۱۹۲﴾

نہیں کہا تھا کہ میں ڈاکٹر صاحب کو مارنے آیا ہوں۔ بھگت پریم داس سے بھی نہیں کہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب مجھ کو ہمراہ امرتسر لے آئے تھے اور مجھے انہوں نے معافی دے دی تھی کہ نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ بیاس سے چل کر اسی دن سورج غروب ہونے سے پہلے امرتسر پہنچ گئے تھے۔ رات کو ڈاکٹر صاحب نے سلطان پنڈ میں جو امرتسر سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے بھیج دیا اور وارث اور پریم داس وعبدالرحیم میرے ساتھ رہے تھے۔ ﴿۱۹۳﴾

بقیہ حاشیہ

کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں تسلی کرلیں۔

افسوس ہے کہ ہمارے سادہ لوح علماء صرف نزول کا لفظ احادیث میں دیکھ کر اس بلا میں گرفتار ہوگئے ہیں کہ خواہ نخواہ امیدیں باندھ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے واپس آئیں گے اور وہ دن ایک بڑے تماشے اور نظارہ کا دن ہوگا کہ ان کے دائیں بائیں فرشتے ساتھ ساتھ ہوں گے جو ان کو آسمان سے اٹھا کر لائیں گے۔ ﴿۱۹۳﴾ افسوس کہ یہ لوگ کتابیں تو پڑھتے ہیں مگر آنکھ بند کر کے۔ فرشتے تو ہر ایک انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور بموجب حدیث صحیح کے طالب العلموں پر اپنے پروں کا سایہ ڈالتے ہیں۔ اگر مسیح کو فرشتے اٹھائیں تو کیوں نرالے طور پر اس بات کو مانا جائے۔ قرآن شریف سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ ہر ایک شخص کو خدا تعالیٰ اٹھائے پھرتا ہے حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ [1] مگر کیا خدا کسی کو نظر آتا ہے؟ یہ سب استعارات ہیں۔ مگر ایک بیوقوف فرقہ چاہتا ہے کہ ان کو حقیقت کے رنگ میں دیکھیں اور اس طرح پر ناحق مخالفوں کو اعتراض کا موقعہ دیتے ہیں۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر حدیثوں کا مقصد یہ تھا کہ وہی مسیح جو آسمان پر گیا تھا واپس آئے گا تو اس صورت میں **نزول** کا لفظ بولنا بے محل تھا۔ ایسے موقعہ پر یعنی جہاں کسی کا واپس آنا بیان کیا جاتا ہے عرب کے فصیح لوگ **رجوع** بولا کرتے ہیں نہ نزول۔ پھر کیونکر ایسا غیر فصیح اور بے محل لفظ اس **افصح الفصحاء** اور **اعرف النّاس** صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جائے جو تمام فصحاء کا سردار ہے۔

[1] بنی اسرآئیل:۷۱

ایک دیسی عیسائی کے گھر ہم سارے رہے تھے۔ جب قادیاں سے بٹالہ آیا تھا مولوی غلام مصطفیٰ چھاپہ والے کے مکان پر نہیں گیا تھا۔ مرزا صاحب نے بوجہ بدچلنی مجھے قادیاں سے نہیں نکلوایا تھا۔ ڈاکٹر صاحب پیار اور خلق سے جب پہلے میں گیا پیش آئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب میرے سے مضبوط ہیں۔ لیکن حملہ کرنیوالا جو بھیجا جائے اس کو اپنا کام کرنا پڑتا ہے۔ اپنی زندگی کے

حاشیہ

ایک بڑا دھوکہ ان کم فہم علماء کو یہ لگا ہوا ہے کہ جب قرآن شریف میں یہ لوگ یہ آیت پڑھتے ہیں کہ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ [1] اور نیز یہ آیت کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ [2] تو اپنی غایت درجہ کی نادانی سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ نفی قتل اور نفی صلیب اور لفظ رفع اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود کے ہاتھ سے بچ کر اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے۔ گویا بجز آسمان کے اور کوئی جگہ ان کے پوشیدہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کو زمین پر نہیں ملتی تھی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کے ہاتھ سے محفوظ رکھنے کے لئے تو ایک وحشت ناک اور سانپوں سے بھری ہوئی غار کفایت ہوگئی مگر مسیح کے دشمن زمین پر اس کو نہیں چھوڑ سکتے تھے خواہ اللہ تعالیٰ ان کو بچانے کے لئے زمین پر کیسی ہی تدبیر کرتا اس لئے مجبوراً یہودیوں سے اللہ تعالیٰ نے نعوذ باللہ عاجز آکر ان کے لئے آسمان تجویز کیا۔ قرآن میں تو **رفع الی السماء** کا ذکر بھی نہیں بلکہ **رفع الی اللہ** کا ذکر ہے جو ہر ایک مومن کے لئے ہوتا ہے۔

یہ لوگ یہ بھی نہیں سوچتے کہ اگر یہی قصہ صحیح ہے تو قرآن شریف نے جو اس قصہ کو لکھا تو ان آیات کی شان نزول کیا تھی اور کون سا جھگڑا یہود اور نصاریٰ میں حضرت عیسیٰ کے آسمان پر معہ جسم عنصری کے جانے کے متعلق تھا جس جھگڑے کو قرآن شریف نے ان آیات کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہا۔ ظاہر ہے کہ قرآن شریف کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے اختلافات کو حق اور راستی کے ساتھ فیصلہ کرے۔ سو یاد رہے کہ

﴿۱۹۴﴾

[1] النسآء:۱۵۸ [2] النسآء:۱۵۹

﴿۱۹۴﴾ پہلے کبھی ایسا ارادہ میں نے نہیں کیا اور نہ کبھی مارنے پر مامور ہوا تھا۔ جب میں مسلمان تھا میں قتل کرنا جرم اور گناہ سمجھتا تھا مگر جب مرزا صاحب نے کہا کہ تم مقبول ہو جاؤ گے تو میرے خیال میں تبدیلی ہوئی اور پکا یقین ہو گیا کہ میں بہشت میں جاؤں گا اس سے پہلے کہ میں مرزا صاحب سے ملوں میرا اپنا خیال یہ تھا کہ قتل کرنا گناہ ہے۔ گو محمدی مذہب کے رو سے کسی کافر کو مارنا ثواب ہے۔ یہ بات قرآن میں درج ہے۔ میں نے خود پڑھا ہے۔ ترجمہ لکھا ہوا دیکھ کر پڑھ

بقیہ حاشیہ

یہود اور نصاریٰ میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اختلاف تھا اور اب بھی ہے وہ اختلاف ان کے رفع روحانی کے بارے میں ہے۔ یہود نے صلیب دیئے جانے سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ حضرت عیسیٰ کا رفع روحانی نہیں ہوا اور نعوذ باللہ وہ ملعون ہیں۔ کیونکہ ان کے مذہب کے رو سے ہر ایک مومن کا مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہوتا ہے لیکن جو شخص صلیب کے ذریعہ سے مارا جائے اس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا یعنی وہ شخص لعنتی ہوتا ہے۔ پس یہودیوں کی یہی حجت تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہو گئے اس لئے ان کا رفع روحانی نہیں ہوا اور ﴿۱۹۵﴾ وہ لعنتی ہیں اور نالائق عیسائیوں نے بھی تین دن کے لئے حضرت عیسیٰ کو رفع سے محروم سمجھا اور لعنتی ٹھہرایا۔ اب قرآن شریف کا اس ذکر سے مدعا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے روحانی رفع پر گواہی دے۔ سو اللہ تعالیٰ نے مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ[1] کہہ کر نفی صلیب کی اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکالا کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ[2] اور اس طرح پر جھگڑے کا فیصلہ کر دیا۔

اب انصافاً دیکھو کہ اس جگہ رفع جسمانی کا تعلق اور واسطہ کیا ہے۔ یہودیوں میں سے اب تک لاکھوں تک زندہ موجود ہیں۔ ان کے عالموں فاضلوں کو پوچھ لو کہ کیا آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ان کا رفع روحانی نہیں ہوا یا یہ کہ ان کا رفع جسمانی نہیں ہوا۔ ایسا ہی یہود یہ کہتے تھے کہ سچا مسیح اس وقت آئے گا کہ جب ایلیا نبی ملاکی کی پیشگوئی کے موافق دوبارہ دنیا میں آ جائے گا۔ پھر جبکہ

۱؎ النسآء:۱۵۸ ۲؎ النسآء:۱۵۹

﴿۱۹۵﴾ لیتا ہوں۔ میرے چچے نے پڑھایا تھا۔ اور ایک مُلّا نے بھی پڑھایا تھا۔ میں بلامعنے کے قرآن پڑھتا رہا ہوں۔ ۳۱/جولائی ۹۷ء کو وعدہ معافی مجھے دیا گیا تھا اس لئے میں نے اقبال لکھ دیا تھا اگر کوئی شخص کسی کو مارنے جائے اور مار دیوے تو مجرم ہے ورنہ نہیں۔ تاریخ تحریر اقبال سے برابر ڈاکٹر صاحب کے پاس میں رہا ہوں۔ تین چار روز ہوئے انار کلی میں مولوی محمد حسین کو دیکھا تھا۔ پہلے اس سے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے کوئی خط مرزا صاحب کو نہیں لکھا۔ بائبل میں لکھا ہے کہ تو خون نہ کر اس لئے میرا ارادہ بدل گیا کہ کیوں ایسے نیک آدمی کو جیسے کہ ڈاکٹر کلارک ہے قتل کروں۔ ہمارے خاندان سے کسی نے کبھی قتل نہیں کیا۔ غازی کا مطلب مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہے۔ بیاس میں بھگت پریم داس نے ایک سانپ سیاہ رنگ کا پکڑا تھا۔ مار کر ڈاکٹر صاحب کے پاس میں لایا تھا۔ دوسرا سانپ جو پکڑا تھا وہ بھاگ گیا تھا۔ یعنی پہلے دن دو سانپ پکڑے گئے تھے ایک مر گیا اور دوسرا بھاگ گیا تھا۔ تیسرے روز ایک اور سانپ پکڑا گیا تھا۔ اس کو بھی مار ڈالا تھا۔ صرف ڈاکٹر صاحب کو دکھلانے کے واسطے سانپ لے جانا چاہا تھا۔ (بسوال عدالت) بھگت پریم داس نے روک دیا تھا۔ (وکیل) قطب الدین کو میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ مرزا صاحب نے کوئی خط اس کی طرف نہیں دیا تھا۔ قطب الدین نے کہا تھا کہ تم کوٹھی دیکھ آؤ۔ پتھر ﴿۱۹۶﴾ میں بتلاؤں گا اٹھا لے جانا اور اسے مار دینا۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا تھا کہ

بقیہ حاشیہ

﴿۱۹۶﴾ خدا تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت سے جس کی حقیقت انسانوں پر نہیں کھل سکتی یہود کو اس امتحان میں ڈالا کہ ایلیا نبی جس کا ان کو انتظار تھا آسمان سے نازل نہ ہوا اور حضرت ابن مریم نے مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا تو یہ دعویٰ یہودیوں کو خلاف نصوص صریحہ معلوم ہوا اور انہوں نے کہا کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر نعوذ باللہ توریت باطل ہے اور ممکن نہیں کہ خدا کی کتابیں باطل ہوں۔ پس تمام جڑ انکار کی یہی تھی۔ اسی وجہ سے یہودی حضرت مسیح کے سخت دشمن ہو گئے اور ان کو کافر اور مرتد اور دجّال اور ملحد کہنے لگے اور تمام علماء کا فتویٰ ان کے کفر پر ہو گیا

ہم مرزا صاحب کو چٹھی لکھتے ہیں کہ یہ شخص عیسائی ہونے کو آیا ہے میں نے منع کیا تھا۔ اس لئے کہ جب بپتسمہ ہو جاوے تب چٹھی لکھنا۔ آج میں قادیاں گیا تھا۔ عبدالرحیم اور دو سپاہی اور وارث دین۔ دو سپاہی اور بھی ساتھ گئے۔ (بسوال پیروکار) ایک دفعہ پہلے پہل بھی مرزا صاحب مجھے اُس اوپر والے کمرہ میں لے گئے تھے۔ خیرالدین کی مسجد واقعہ امرتسر میں میں سو گیا تھا۔ اس لئے ٹھہر گیا۔ مجھ سے پوچھا نہ گیا اس لئے میں نے پہلے اقبال نہیں کیا تھا۔ سلطان محمود نے مجھے قرآن پڑھایا تھا۔ چچا برہان الدین مالاکھنڈ نہیں گیا تھا۔ دونوں دفعہ جب میں امرتسر کوٹھی پر ملا تھا ڈاکٹر صاحب خوشی سے ملے تھے دونوں دفعہ از خود گیا تھا۔ بلایا نہ گیا تھا۔ بیاس جاتے وقت طلب کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے جھڑکی برانڈہ میں نکل کر نہیں دی تھی کہ کیوں بے بلائے آئے ہو۔ عبدالحمید (دستخط حاکم)

سنایا گیا درست ہے۔ دستخط حاکم

بقیہ حاشیہ

اوران میں زاہد اور راہب اور ربّانی بھی تھے وہ سب ان کے کفر پر متفق ہو گئے کیونکہ انہوں نے سمجھا کہ یہ شخص ظاہر نصوص کو چھوڑتا ہے۔ یہ تمام فتنہ صرف اس بات سے پڑا کہ حضرت مسیح نے ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کے بارے میں یہ تاویل پیش کی تھی کہ اس سے مراد ’’ایسا شخص ہے جو اس کی خُو اور طبیعت پر ہو۔ اور وہ یوحنا یعنی یحیٰی زکریا کا بیٹا ہے‘‘ مگر یہ تاویل یہودیوں کو پسند نہ آئی۔ اور جیسا کہ میں نے ابھی لکھا ہے انہوں نے ان کو ملحد قرار دیا کہ جو نصوص کو ان کے ظاہر سے پھیرتا ہے۔ لیکن چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت سچا نبی تھا اور ان کی تاویل بھی گو بظاہر کیسی ہی بعید از قیاس تھی مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک درست تھی اس لئے بعض لوگوں کے دلوں میں یہ بھی خیال تھا کہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو راستبازی کے انوار کیوں اس میں پائے جاتے ہیں اور کیوں سچے رسولوں کی طرح اس سے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ پس اس خیال کے دور کرنے کے لئے یہودیوں کے مولوی ہر وقت

﴿۱۹۷﴾

﴿۱۹۷﴾

نقل تحریر مشمولہ مثل فوجداری اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

مرجوعہ	فیصلہ	نمبر بستہ	نمبر مقدمہ
۹؍اگست ۹۷ء	متدائرہ	ازمحکمہ	۳/۳

مہر عدالت

دستخط حاکم 15/8/97

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

منکہ عبدالحمید ولد سلطان محمود سکنہ جہلم کا ہوں حال وارد بیاس۔ جو کہ میں موضع قادیاں میں سے مرزا صاحب غلام احمد قادیاں سے روانہ کیا گیا تھا کہ تم ڈاکٹر کلارک صاحب نقیضان کر دیں یعنی مار ڈالا۔ اور مجھ کو اس کام کے واسطے میں چلا آیا ہوں۔ یہ قادیاں میں زبانی غسل خانہ میں کہی۔ دستخط حاکم ....

نوٹ۔ یہ پرچہ عبدالحمید گواہ سے لکھوایا گیا۔ دستخط 13/8/97

بقیہ حاشیہ

اسی تدبیر میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح عوام کو یہ یقین دلایا جائے کہ یہ شخص نعوذ باللہ کاذب اور ملعون ہے آخر ان کو یہ بات سوجھی کہ اگر اس کو صلیب دی جائے تو البتہ ہر ایک پر صاف طور پر ثابت ہو جائے گا کہ یہ شخص نعوذ باللہ لعنتی اور اس رفع سے بے نصیب ہے جو راستبازوں کا خدا تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور اس سے اس کا کاذب ہونا ثابت ہوگا۔ کیونکہ توریت میں یہ لکھا تھا کہ جو شخص صلیب پر کھینچا جائے وہ لعنتی ہے یعنی اس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ سو انہوں نے اپنی دانست میں ایسا ہی کیا یعنی صلیب دیا۔ اور یہ امر نصاریٰ پر بھی مشتبہ ہو گیا اور انہوں نے بھی گمان کیا کہ حضرت مسیح حقیقت میں مصلوب ﴿۱۹۸﴾ ہو گئے ہیں۔ اور پھر اس اعتقاد سے یہ دوسرا عقیدہ بھی انہیں اختیار کرنا پڑا کہ وہ لعنتی بھی ہیں۔ مگر لعنت کے چھپانے کے لئے اور اس کا کلنک دور کرنے کے لئے یہ تجویز سوچی گئی کہ ان کو خدا تعالیٰ کا بیٹا بنایا جائے۔ ایسا بیٹا جس نے دنیا کے تمام گنہگاروں کی لعنتیں اپنے سر پر اٹھالیں اور بجائے دوسرے ملعونوں کے آپ ملعون بن گیا اور پھر

﴿۱۹۸﴾

نقل بیان مشمولہ مثل اجلاسی کپتان ایم ڈبلیوڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپورہ

سرکار دولت مدار بنام مرزا غلام احمد سکنہ قادیاں جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

۱۰؍اگست ۹۷ءِ بیان عبدالرحیم باقرار صالح

(مہر عدالت) دستخط حاکم 18/8/97

ولد جے سنگھ ذات عیسائی ساکن حال امرتسر عمر ۵۰☆ سال بیان کیا کہ مجھے ڈاکٹر صاحب مستغیث نے عبدالحمید گواہ کے حالات دریافت کرنے کے واسطے تعینات کیا تھا۔ ۲۰ یوم کے قریب اس بات کو ہوئے ہیں۔ بٹالہ میں مَیں نے دریافت کیا تو جو بیانات عبدالحمید نے کئے تھے سب جھوٹ پائے گئے۔ دوسرے روز قادیاں میں مظہر گیا۔ وہاں سیدھا

﴿۱۹۹﴾

بقیہ حاشیہ

ملعونوں کی موت سے مرا یعنی مصلوب ہوا۔ کیونکہ بنی اسرائیل میں قدیم سے یہ رسم تھی کہ جرائم پیشہ اور قتل کے مجرموں کو بذریعہ صلیب ہی ہلاک کیا کرتے تھے۔ اس مناسبت سے صلیبی موت لعنتی موت شمار کی گئی تھی مگر عیسائیوں کو یہ بڑا دھوکہ لگا کہ انہوں نے اپنے پیرومرشد اور نبی کو ملعون ٹھہرایا۔ وہ بہت ہی شرمندہ ہوں گے جب وہ اس بات میں غور کریں گے کہ لعنت کا مفہوم لغت کی رو سے اس بات کو چاہتا ہے کہ شخص ملعون درحقیقت خدا سے مرتد ہو گیا ہو۔ کیونکہ لعنت ایک خدا کا فعل ہے اور یہ فعل انسان کے اس فعل کے بعد ظہور میں آتا ہے کہ جب انسان عمداً بے ایمان ہو کر خدا تعالیٰ سے تمام تعلقات توڑ دے اور خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا اس سے بیزار ہو جائے۔ سو جب ایسے شخص سے خدا بھی بیزار ہو جائے اور اس کو اپنی درگاہ سے رد کر دے اور اس کو دشمن پکڑے تو اس صورت میں اس مردود کا نام ملعون ہوتا ہے اور یہ امر ضروری ہوتا ہے کہ یہ شخص ملعون خدا سے بیزار ہو اور خدا تعالیٰ اس سے بیزار ہو اور شخص ملعون خدا تعالیٰ کا دشمن ہو جائے اور خدا تعالیٰ اس کا دشمن ہو جائے۔ اور شخص ملعون خدا تعالیٰ کی معرفت سے بکلی بے نصیب ہو جائے اور اندھا اور گمراہ ہو جائے

☆ سہو کتابت ہے۔ درست ۵۰ یعنی ۵۰ سال ہے۔ (ناشر)

مرزا صاحب کے مکان حجرہ میں جہاں وہ رہتے ہیں چلا گیا۔ اور کسی شخص سے بات چیت نہیں کی ان سے کہا کہ ایک شخص رلا رام نام تھا جو مسلمان ہوا عبدالمجید کے نام سے اب اپنے آپ کو بتلاتا ہے اس کا کیا حال ہے۔ مرزا صاحب نے کہا کہ وہ ہندو سے مسلمان نہیں ہوا بلکہ پیدائشی مسلمان ہے جہلم کا رہنے والا ہے۔ برہان الدین کا بھتیجا ہے۔ راولپنڈی میں اس ﴿۲۰۰﴾

بقیہ حاشیہ

﴿۱۹۹﴾ اور ایک ذرہ خدا کی محبت اس کے دل میں نہ رہے۔ اسی لئے لغت کے رو سے لعین شیطان کا نام ہے۔

پس ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالکل اس تہمت سے پاک ہیں کہ نعوذ باللہ ان کو ملعون کہا جائے اور رفع الی اللہ سے ان کو بے نصیب سمجھا جائے۔ لیکن عیسائیوں نے اپنی حماقت سے اور یہودیوں نے اپنی شرارت سے ان کو ملعون قرار دیا اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں لعنت کا لفظ رفع کے لفظ کی نقیض ہے۔ پس اس سے یہ لازم آیا کہ وہ نعوذ باللہ موت کے بعد خدا کی طرف نہیں بلکہ جہنم کی طرف گئے کیونکہ لعنتی یعنی وہ شخص جس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہ ہوا وہ جہنم کی طرف جاتا ہے۔ یہ متفق علیہ اہل اسلام اور یہود کا عقیدہ ہے اسی لئے نصاریٰ کو یہ عقیدہ رکھنا پڑا کہ حضرت عیسیٰ مرنے کے بعد تین دن تک جہنم میں رہے۔ بہرحال ایک سچے نبی کی ان دونوں قوموں نے بڑی بے ادبی کی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس الزام سے بَری کرے۔ پس اوّل تو خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ فرمایا کہ مسیح ابن مریم درحقیقت سچا نبی اور وجیہ اور خدا تعالیٰ کے مقربوں میں سے تھا۔ اور پھر یہود اور نصاریٰ کے اس وسوسہ کو بھی دور کیا کہ وہ مصلوب ہو کر لعنتی ہوا۔ اور فرمایا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ [1]۔ اور یہ بھی فرمادیا کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ [2]۔ پس اس طرح پر وہ لعنت اور عدم رفع کی تہمت جو چھ سو ۶۰۰ برس سے یہود اور نصاریٰ کی طرف سے ان پر وارد کی گئی تھی اس کو دور فرمایا۔

[1] النسآء:۱۵۸ [2] النسآء:۱۵۹

لڑکے نے بپتسمہ پایا تھا۔ پھر مسلمان ہوگیا۔ اب قریباً آٹھ یوم سے چلا گیا ہے۔ تم اس کو اگر اچھا کھانا اور اچھے کپڑے دو گے تو تمہارے پاس ٹھہر جاوے گا۔ پھر میں نیچے مکان کے اتر آیا۔ تو ایک شخص جوان عمر سابق عیسائی نے جس کا نام سائیداس ہے اور ایک لڑکے نے کہا کہ عبدالحمید مرزا صاحب کو علانیہ گالیاں دے کر چلا گیا ہے۔ مرزا صاحب

بقیہ حاشیہ

﴿۲۰۰﴾

سو ان آیات کی شان نزول یہی ہے کہ اس وقت کے یہود اور نصاریٰ حضرت مسیح کو ملعون خیال کرتے تھے اور نہایت ضروری تھا کہ ان شریروں اور احمقوں کی غلطی ظاہر کر کے ان کے جھوٹے الزام سے حضرت مسیح کو بَری کر دیا جائے۔ پس اس ضرورت کے لئے قرآن شریف نے یہ فیصلہ کر دیا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا اور جبکہ مصلوب نہ ہوا تو یہ اعتراض سراسر غلط ٹھہرا کہ خدا کی طرف اس کا رفع نہیں ہوا اور نعوذ باللہ وہ ملعون ہوا بلکہ خدا تعالیٰ نے اور مقربوں کی طرح اس کو بھی رفع کی خلعت سے ممتاز کیا اور خدا تعالیٰ نے اس فیصلہ میں حضرت عیسیٰ کے ملعون اور غیر مرفوع ہونے کے بارے میں عیسائیوں اور یہودیوں دونوں کو جھوٹا ٹھہرایا۔

اب اس تمام تحقیق سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کی بریّت اور ان کا صادق اور غیر کاذب ہونا جسمانی رفع پر موقوف نہ تھا۔ اور جسمانی رفع کے نہ ہونے سے ان کا کاذب اور ملعون ہونا لازم نہ آتا تھا۔ کیونکہ اگر صادق اور مقرب الٰہی ہونے کے لئے جسمانی رفع کی ضرورت ہے تو بموجب عقیدہ ان نادان علماء کے لازم آتا ہے کہ صرف حضرت عیسیٰ ہی خدا کے مقرب ہوں اور باقی تمام نبی جن کا جسمانی رفع جسم عنصری کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوا وہ نعوذ باللہ قرب الٰہی سے بے نصیب ہوں۔ اور جبکہ جسمانی رفع کچھ شئ نہ تھا اور کسی نبی کے صادق اور مقرب الٰہی ہونے کے لئے جسمانی طور پر اس کا آسمان پر جانا ضروری نہ تھا تو کیونکر ممکن تھا کہ خدا کی

﴿۲۰۱﴾

نے یہ بھی کہا تھا کہ عبدالحمید قلی یعنی ٹوکری اٹھانے کا کام بھی کرتا ہے۔

گواہ کو سنایا گیا درست ہے۔ دستخط حاکم عبدالرحیم بقلم خود

نقل تتمہ بیان عبدالرحیم باقرار صالح بصیغہ فوجداری اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

مہر عدالت دستخط حاکم 15/8/97

تتمہ بیان عبدالرحیم باقرار صالح

۱۳؍اگست ۹۷ء۔ میں پہلے ہندو تھا نائی۔ پھر مسلمان ہوا۔ سال مسلمان رہا۔
۱۱؍اکتوبر ۹۶ء کو عیسائی ہوا۔ یکم فروری ۹۷ء سے ڈاکٹر صاحب کے ماتحت ہوں۔

﴿۲۰۱﴾

بقیہ حاشیہ

کلام میں جو پُر حکمت ہے یہ فضول اور لغو اور بے تعلق جھگڑا شروع کیا جاتا۔ حالانکہ یہود کا یہ مدعا اور مقصود نہ تھا کہ حضرت مسیح کے رفع جسمانی میں بحثیں کریں اور ایسی بحث سے ان کو کچھ حاصل نہ تھا۔ ان کا تمام مقصد جس کے لئے ان کی قوم میں معاندانہ جوش پیدا ہوا تھا اور اب تک ہے صرف یہ تھا کہ وہ ان کے مصلوب ہونے سے یہ نتیجہ نکالیں کہ ان کا روحانی رفع نہیں ہوا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنی دانست میں ان کو صلیب دیا۔ اور توریت میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ جو شخص لکڑی پر لٹکایا جائے یعنی صلیب دیا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب اس کو میسر نہیں ہوتا دوسرے لفظوں میں یہ کہ رفع الی اللہ نہیں ہوتا بلکہ اسفل السافلین میں گرایا جاتا ہے۔ پس یہ صلیب کا لفظ اور جو اس کا نتیجہ لعنت بیان کیا گیا ہے یہی پکار پکار گواہی دے رہا ہے کہ یہود کا تمام شور وغوغا اس وقت یہی تھا کہ صلیب ملنے سے مسیح کا لعنتی ہونا ثابت ہے اور لعنتی ہونے سے عدم رفع ثابت۔ پس جو جھوٹا الزام لگایا گیا تھا خدا نے اسی کا فیصلہ کرنا تھا۔ ہاں اگر مصلوب ہونے کا نتیجہ توریت کے رو سے یہ بیان کیا جاتا کہ جو شخص مصلوب ہو اس کا جسمانی رفع نہیں ہوتا تو ممکن تھا کہ خدا تعالیٰ مسیح کو جسمانی طور پر آسمان پر پہنچاتا اور کچھ بھی شبہ نہ رہنے دیتا مگر اب تو یہ خیال سراسر بے تعلق

﴿۲۰۲﴾

سے تنخواہ پاتا ہوں۔ جب مرزا صاحب سے دریافت کیا تو جو کچھ مرزا صاحب نے عبدالحمید کی بابت بیان کیا سچ معلوم ہوا۔ عبدالحمید کا بیان جھوٹ پایا گیا۔ ۲۳؍ جولائی ۹۷ء کو قادیاں گیا تھا۔ اتوار کو واپس آ کر صاحب کو اطلاع دی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کو لڑکے پر شبہ ہوا۔ مجھ سے رائے پوچھی۔ میں نے کہا کہ میں رائے نہیں دے سکتا کہ اس کو عیسائی کیا جائے یا نہ۔ پھر لڑکے کو بیاس بھیجا گیا اور میں ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ بیاس گیا۔ عبدالحمید سے ڈاکٹر صاحب کے

﴿۲۰۲﴾ بقیہ حاشیہ

اور اصل جھگڑے اور اس کے فیصلہ سے کچھ لگاؤ نہیں رکھتا اور خدا تعالیٰ کی شان اس سے منزّہ ہے کہ اس بیہودہ اور لغو اور بے تعلق امر کی بحث میں اپنے تئیں ڈالے۔ خدا کی تعلیمیں نجات اور قرب الٰہی کی راہیں بتلاتی ہیں اور ان الزاموں کا نبیوں پر سے ذَبّ اور دفع کرتی ہیں جن کی رو سے ان کے مقرب اور ناجی ہونے پر حرف آتا ہے۔ مگر آسمان پر اس جسم کے ساتھ چڑھ جانا نجات اور قرب الٰہی سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ ورنہ ماننا پڑتا ہے کہ بجز حضرت مسیح کے نعوذ باللہ باقی تمام نبی نجات اور قرب الٰہی سے محروم ہیں اور یہ خیال صریح کفر ہے۔

ہمارے نادان مولوی اتنا بھی نہیں سوچتے کہ یہ تمام جھگڑا رفع اور عدم رفع کا صلیب کے مقدمہ سے شروع ہوا ہے یعنی توریت نے صلیب پر مرنے والوں کو روحانی رفع سے محروم ٹھہرایا ہے۔ پھر اگر توریت کے معنے یہ کئے جائیں کہ صلیب پر مرنے والا رفع جسمانی سے بے نصیب رہتا ہے تو ایسے عدم رفع سے نبیوں اور تمام مومنوں کا کیا حرج ہے۔ ہاں اگر یہ فرض کر لیں کہ نجات کے لئے رفع جسمانی شرط ہے تو نعوذ باللہ ماننا پڑتا ہے کہ بجز مسیح تمام انبیاء نجات سے محروم ہیں۔ اور اگر رفع جسمانی کو نجات اور ایمان اور نیک بختی اور مراتب قرب سے کچھ بھی تعلق نہیں جیسا کہ فی الواقع یہی سچ ہے تو قرآن کے لفظ رفع کو اصل مقصد اور مراد سے پھیر کر اور اس کی شان نزول سے لاپرواہ ہو کر خود بخود رفع جسمانی مراد لے لینا کس قدر گمراہی ہے۔ قرآن شریف میں تو یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے بلعم کا رفع

﴿۲۰۳﴾ روبروئے دریافت کیا کہ تم نے جو بیان کیا درست معلوم نہیں ہوتا۔اس نے کہا کہ منہ چھوٹا اور بڑی بات ہے۔صاحب نے معافی دی اوراس نے سچ سچ بتلا دیا کہ ڈاکٹر صاحب کو مارنے کے واسطے آیا ہوں۔ جب میں امرتسر میں قادیاں سے واپس آ کر پہنچا تھا اس سے دوسرے یا تیسرے روز امرتسر سے بیاس ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ گیا تھا۔ بیاس میں شاید بیٹھنے کے کمرہ میں صاحب نے اورمَیں نے لڑکے سے پوچھا تھا۔ وارث دین۔ پریم داس ایک اورعیسائی موجود تھا۔ پھرڈاکٹر صاحب نے اس کو کہا کہ لکھ دو۔عبدالحمید نے میرے روبروئے لکھا ۶ /بجے شام سے پہلے لکھا تھا۔لکھ کر مجھے☆ اور گواہ حاشیہ بلائے گئے تھے۔ پھراسی روز ۶/بجے کی گاڑی پرسوار ہوکرامرتسر چلے آئے تھے۔ ریل سے اتر کرڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس لڑکے کی حفاظت کرو۔ میں پریم داس اور وارث ہمراہ ہوکرلڑکے کوسلطان ونڈ لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب کوٹھی پر شاید عبدالحمید کو لے گئے تھے یا نہ ہم سیدھا اس کوسلطان ونڈ لے گئے تھے۔**بسوال عدالت**۔ جب لڑکا پہلے پہل آیا تواس کی شکل وشباہت خونی کی معلوم ہوتی تھی۔ بازار سے روٹی لاکر کھائی تھی۔

عبدالرحیم بقلم خود سنایا گیا درست ہے۔ دستخط حاکم

حاشیہ

﴿۲۰۳﴾ کرنا چاہا تھا لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا۔تو کیا اس جگہ بھی یہ کہو گے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ بلعم کو بجسم عنصری آسمان پر اٹھاوے۔سو ہر ایک شخص یاد رکھے اور بے ایمانی کی راہ کو اختیار نہ کرے کہ قرآن شریف میں ہر ایک جگہ رفع سے مراد رفع روحانی ہے۔

بعض نادان کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں یہ آیت بھی ہے کہ رَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا[1] اوراس پر خود تراشیدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص ادریس تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے معہ جسم آسمان پر اٹھا لیا تھا۔لیکن یاد رہے کہ یہ قصہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصے کی طرح ہمارے کم فہم علماء کی غلطی ہے اور اصل حال یہ ہے کہ اس جگہ بھی رفع روحانی ہی مراد ہے۔تمام مومنوں اور رسولوں اور نبیوں کا مرنے کے بعد رفع روحانی ہوتا ہے اور کافر کا رفع روحانی نہیں ہوتا۔ چنانچہ آیت لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ[2] کا اسی کی

☆ یہ لفظ پڑھا نہیں گیا [1] مریم:۵۸ [2] الاعراف:۴۱

﴿۲۰۴﴾

نقل بیان مشمولہ مثل اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور
سرکار دولت مدار بنام مرزا غلام احمد سکنہ قادیاں جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری
۱۰/ اگست ۹۷ء بیان پریم داس باقرار صالح

ولد ہیرا ذات عیسائی ساکن حال امرتسر عمر للعہ سال بیان کیا کہ اقبال حرف H میرے روبروئے عبدالحمید نے لکھا تھا۔ ایک اور خط بھی اس نے میرے روبروئے مولوی نورالدین صاحب کی طرف لکھا تھا۔ یہ دونوں خط واقبال بمقام بیاس لکھے گئے تھے۔ خط میں عبدالحمید نے مولوی نورالدین صاحب کو لکھا تھا کہ دین محمدی جھوٹا ہے اور دین عیسوی سچا ہے۔ میں عیسائی ہونے لگا ہوں۔ میں اس وقت بیاس میں ہوں۔ اگر اب مجھے سمجھانا چاہتے ہیں تو آ کر سمجھا دیویں۔ اور مجھ سے ٹکٹ کے واسطے پیسے مانگے۔ میں نے کہا تھا کہ تم مولوی صاحب کو اتنا پیار کرتے ہو تو بیرنگ خط بھیج دو۔ اس نے بھیج دیا۔ پھر جواب کوئی اس خط کا نہ آیا۔ ڈاکٹر صاحب بیاس گئے تھے ان کے روبروئے عبدالحمید نے کہا تھا کہ پہلے وہ برہمن تھا رلا رام نام تھا۔ پھر مسلمان ہوگیا۔ اب مسلمان ہوں اور عبدالحمید نام ہے۔

﴿۲۰۴﴾ بقیہ حاشیہ

طرف اشارہ ہے۔ اور اگر حضرت ادریس معہ جسم عنصری آسمان پر گئے ہوتے تو بموجب نصّ صریح آیت فِيهَا تَحْيَوْنَ [1] جیسا کہ حضرت مسیح کا آسمانوں پر سکونت اختیار کر لینا ممتنع تھا ایسا ہی ان کا بھی آسمان پر ٹھہرنا ممتنع ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اس آیت میں قطعی فیصلہ دے چکا ہے کہ کوئی شخص آسمان پر زندگی بسر نہیں کر سکتا بلکہ تمام انسانوں کے لئے زندہ رہنے کی جگہ زمین ہے۔

علاوہ اس کے اس آیت کے دوسرے فقرہ میں جو فِيهَا تَمُوْتُوْنَ ہے یعنی زمین پر ہی مرو گے صاف فرمایا گیا ہے کہ ہر ایک شخص کی موت زمین پر ہوگی۔ پس اس سے ہمارے مخالفوں کو یہ عقیدہ رکھنا بھی لازم آیا کہ کسی وقت حضرت ادریس بھی آسمان پر سے نازل ہوں گے۔ حالانکہ دنیا میں یہ کسی کا عقیدہ نہیں اور طرفہ یہ کہ زمین پر حضرت ادریس کی قبر بھی موجود ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ کی قبر موجود ہے۔

بعض علماء ان پختہ ثبوتوں سے تنگ آ کر یہ کہتے ہیں کہ فرض کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے مگر کیا اللہ تعالیٰ قادر نہیں کہ آخری زمانہ میں ان کو پھر زندہ کرے

[1] الاعراف: ۲۶

﴿۲۰۵﴾ عبدالحمید کے آنے کے ۸ روز بعد میں ریل پر پرچہ مسیحی دین کے تقسیم کرنے کے واسطے گیا تھا جب واپس آیا تو کھوہ کے پاس ایک شخص تھا اور ایک اور فاصلہ پر تھا۔ ایک نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو میں نے کہا کہ گھر جاتا ہوں۔ اس نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی لڑکا عبدالحمید ہے میں نے کہا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ وہ لڑکا پہلے ہندو تھا۔ رلا رام اس کا نام ہے۔ بٹالہ اس کے گھر ہیں پہلے بے ایمانی اس نے کی کہ مسلمان ہوا اور اب عیسائی ہونے آیا ہے۔ میں نے کہا کہ جو تاریکی اس کے دل میں تھی دور ہو جائے گی اور تم کو تکلیف پھر نہیں دے گا۔ پھر وہ دونوں شخص وہیں رہے اور میں اپنے ہسپتال کو چلا گیا۔ سفید پوش آدمی تھے۔ ٹھیک نہیں کہہ سکتا کہ ہندو تھے یا مسلمان تھے۔ داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ پنجابی بولی تھی۔ سرحدی بولی نہ تھی۔ پھر ان آدمیوں کو نہیں دیکھا۔ اس شخص نے اسٹیشن ماسٹر سے بھی ذکر کیا تھا کہ یہ لڑکا ہندوؤں کا ہے۔ مجھے سٹیشن ماسٹر نے کہا تھا۔ میں نے عبدالحمید سے ان دو آدمیوں کی بابت ذکر کیا تھا کہ وہ تمہارے پنڈ کے ہیں یا کیا۔ اس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پریم داس سنایا گیا درست ہے۔ دستخط حاکم

شہادت استغاثہ ہو چکی ہے مستغاث علیہ کی طرف سے وکیل نے پرسوں آنا ہے پرسوں پیش ہووے۔ دستخط حاکم

حاشیہ

﴿۲۰۵﴾ مگر ہم کہتے ہیں کہ قطع نظر اس بات کے کہ قرآن شریف کے رو سے مردہ کا زندہ ہو کر دنیا میں آ کر آباد ہونا بالکل ممتنع ہے اور آیت فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ[1] اس دوبارہ روح کے آنے سے مانع ہے پھر اگر بطور فرض محال مان بھی لیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہو کر آئیں گے تو ہمیں کسی حدیث یا اثر صحابی سے نشان بتلانا چاہئے کہ کونسی قبر پھٹے گی جس سے وہ زندہ ہو کر نکل آئیں گے۔ افسوس کہ ہمارے مخالف ایک جھوٹے عقیدہ میں پھنس کر ناحق گلے پڑا ڈھول بجا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے ایسے بیہودہ اور لغو عقائد سے دین کو بہت نقصان پہنچایا ہے اور مخالفوں کو اعتراض کرنے کا موقعہ دیا ہے۔ ایک فرقہ مسلمانوں کا جو نیچر اور قانون قدرت کا عاشق ہو رہا ہے وہ ان ہی لوگوں کی نہایت غیر معقول تقریروں سے مسیح کے دوبارہ آنے

[1] الزمر : ۴۳

﴿۲۰۶﴾ نقلؔ بیان پریم داس مشمولہ مثل فوجداری باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ سرکار بذریعہ ڈاکٹر صاحب ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی۔ جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

بیان پریمداس باقرار صالح واقعہ ۱۳؍ اگست ۱۸۹۷ء

میں قریب ۱۶ سال یا کم و بیش سے عیسائی ہوں ڈاکٹر صاحب کے ماتحت ۱۲۔۱۳☆ سال ہو گئے ہیں۔ اس وقت بیاس پر تعینات ہوں۔ عبدالحمید ۲۱۔۲۲ جولائی ۹۷ء کو میرے پاس بھیجا گیا

بقیہ حاشیہ

﴿۲۰۶﴾ کیؔ پیشگوئیوں سے منکر ہو گیا جو اسلامی تواریخ میں اعلیٰ درجہ کے تواتر پر ہے کیونکہ جب کہ ان لوگوں نے جو نو تعلیم یافتہ اور محققانہ طرز پر خیالات رکھتے تھے ان لوگوں کی یہ تقریریں سنیں کہ ’’آخری زمانہ میں ایک دجّال پیدا ہو گا جس کا گدھا قریباً تین سو ہاتھ لمبا ہو گا اور وہ دجّال اپنے اختیار سے مینہ برسائے گا اور آفتاب نکالے گا اور مُردے زندہ کرے گا اور بہشت اور دوزخ اس کے ساتھ ہوں گے اور خدا کی تمام چیزوں اور دریاؤں اور ہواؤں اور آگ اور خاک اور چاند اور سورج وغیرہ مخلوقات پر اس کی حکومت ہو گی اور ایک آنکھ سے کانا اور ایک آنکھ میں پھولا ہو گا اور خدا کے پرستار اس کے وقت میں تنگی اور اِمساک باراں سے مریں گے۔ ان کی دعا بھی قبول نہیں ہو گی اور دجّال کے پرستار بڑے مزے میں ہوں گے۔ عین وقتوں پر دجّال ان کی کھیتیوں میں مینہ برسا دے گا اور پھر آسمان سے مسیح بڑی شان سے اترے گا۔ دائیں بائیں اس کے فرشتے ہوں گے جہاں تک اس کا سانس پہنچے گا کافر لوگ اس سے مریں گے مگر دجّال کو اپنے سانس سے مار نہیں سکے گا۔ آخر بڑی جدوجہد اور جاں کاہی سے حربہ کے ساتھ اس کا کام تمام کرے گا‘‘۔ ان تقریروں سے نو تعلیم یافتہ لوگ بہت گھبرائے اور درحقیقت گھبرانے کا محل تھا۔ کیونکہ اگر دجّال ایسا ہی ذوالاقتدار ہے تو جس حالت میں کہ مخلوق پرست لوگ بغیر اس کے کہ اپنے معبودوں سے کوئی خدائی کا کرشمہ دیکھیں ناحق مخلوق پرستی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور کروڑہا تک ان کی نوبت پہنچ گئی

☆ بارہ تیرہ سال ہو گئے

﴿۲۰۷﴾

تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے چٹھی میں لکھا تھا کہ اس عزیز کو دین عیسائی سکھلاؤ اور کام لو۔ ٹوکری اٹھا سکتا ہے نازک اندام نہیں ہے۔ ۳۱/ جولائی ۹۷ء تک جب تک اقبال لکھا گیا عبدالحمید نے نہیں کہا تھا کہ وہ ڈاکٹر کلارک کو مارنے آیا ہے۔ بیاس میں ایک نیا کمرہ ڈاکٹر صاحب کا بنتا ہے وہاں عبدالحمید نے روبروئے یوسف خان اور میرے مولوی نور الدین کو خط لکھا تھا۔ میرے دل میں ۳۱/ جولائی ۹۷ء تک کوئی شک عبدالحمید کی نسبت نہیں ہوا تھا۔ بلکہ دو آدمیوں نے اس کی بابت کہا تھا کہ یہ ہندوؤں کا لڑکا ہے اور مجھ کو اس سے ہمدردی ہے۔ ایک روز دو سانپ پکڑے گئے تھے۔ پریم داس بقلم خود سنایا گیا درست ہے۔ (دستخط حاکم)

﴿۲۰۷﴾

بقیہ حاشیہ

ہے تو پھر ایسا شخص کہ جو درحقیقت خدائی کی قدرتیں دکھلائے گا اس کے پرستاروں کا کہاں تک شمار پہنچے گا اور ایسے لوگوں کو کیوں معذور نہ سمجھا جائے جنہوں نے اس کی پوری خدائی دیکھ لی ہوگی۔ دیکھو مسیح ابن مریم دنیا میں آ کر ایک چوہا بھی پیدا نہ کر سکا تب بھی چالیس کروڑ کے قریب مخلوق پرست لوگ اس کی پوجا کر رہے ہیں۔ پھر ایسا شخص جس کے ہاتھ میں خدا کی قدرت کا تمام نظام ہوگا وہ کس قدر دنیا میں فتنہ ڈال سکتا ہے اور خدائے کریم و رحیم کی سنت اور عادت سے بالکل بعید ہے کہ ایسے ایمان سوز فتنہ میں لوگوں کو مبتلا کرے۔ اس سے تو نعوذ باللہ قرآن شریف کی ساری توحید خاک میں ملتی ہے اور تمام فرقانی تعلیم درہم برہم ہو جاتی ہے۔ پھر کیونکر ایسا دجّال اہل عقل اور بصیرت کو سمجھ آ سکتا۔ اسی طرح مسیح ابن مریم کا برخلاف نصوص صریحہ کتاب اللہ کے صدہا برس آسمان پر زندگی بسر کر کے اور پھر ملائک کے گروہ میں ایک مجمع عظیم میں نازل ہونا اور سانس سے تمام کافروں کو مارنا اور یہ نظارہ دنیا کے لوگوں کو دکھائی دینا جو ایمان بالغیب کے بھی منافی ہے درحقیقت ایسا ہی امر تھا جو نیچر اور قانون قدرت کے ماننے والے اس سے انکار کرتے۔ کیونکہ اس قسم کے معجزات کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں اور قرآن اس کا مکذب ہے جیسا کہ آیت قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ [1] سے ظاہر ہے۔

[1] بنی اسرآئیل: ۹۴

﴿۲۰۸﴾

نقل بیان گواہ استغاثہ بصیغہ فوجداری اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع گورداسپور سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری بنام مرزا غلام احمد قادیانی

بیان مولوی نورالدین گواہ استغاثہ باقرار صالح......۱۳/۱۷/اگست ۹۷ء

مہر عدالت دستخط حاکم 15/8/97

ولد غلام رسول ساکن بھیرہ ضلع شاہ پور قوم قریشی عمر ۵۵ سال۔ بیان کیا۔

میں مرزا صاحب کا مرید ہوں۔ بہت عرصہ سالہا سال سے۔ مجھے کبھی دائیں ہاتھ کے فرشتے کا لقب نہیں ملا۔ اور نہ خلیفہ کا لقب ملا ہے۔ مجھے سب سے بزرگ نہیں کہا جاتا۔ عبدالحمید ہماری برادری سے نہیں ہے۔ ہم قریشی ہیں اور عبدالحمید گکھڑ ہے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مجھے کوئی خط عبدالحمید کا بیرنگ نہیں آیا۔ میں تین قسم کا خط بیرنگ لیتا ہوں۔ گھر سے آئے ہوئے یا اگر کوئی ٹکٹ لگا کر بھیجے اور بیرنگ اتفاقیہ ہو جائے تو میں اس کا محصول دے دیتا ہوں یا کتابوں کی بلٹیوں والے خط بیرنگ لیتا ہوں باقی میں بیرنگ خط واپس کرتا ہوں۔ عبدالحمید سے میں واقف ہوں دو دفعہ قادیاں میں آیا تھا اور مجھ سے کہا تھا کہ مرزا صاحب کی بیعت کرا دو۔ میں نے مرزا صاحب سے

﴿۲۰۸﴾ بقیہ حاشیہ

سو یہ تمام گناہ ہمارے علماء کی گردن پر ہے کہ دجّال کو خدائی کا پورا جامہ پہنا کر اور مسیح کو ایسی طرز پر آسمان سے اتار کر جس کی نظیر تمام سلسلہ معجزات اور قانون قدرت میں پائی نہیں جاتی محققوں کو نہایت توحش اور حیرانی میں ڈال دیا۔ آخر وہ بے چارے ان دونوں پیشگوئیوں سے منکر ہو گئے۔ حالانکہ یہ دونوں پیشگوئیاں اسلامی تواریخ اور احادیث اور آثار صحابہ میں اس درجہ تواتر پر ہیں کہ یہ تواتر کسی دوسری پیشگوئی میں پایا نہیں جاتا اور کوئی عقلمند اخبار متواترہ سے انکار نہیں کر سکتا۔ پس اگر یہ نافہم علماء ان پیشگوئیوں کے سیدھے اور صحیح معنے کرتے تو یہ فرقہ لائق رحم اس بلاء انکار میں نہ پڑتا۔ اور ان عقلمندوں پر ہرگز امید نہ تھی کہ اگر وہ سیدھے اور صاف اور قریب قیاس معنے پاتے تو اس اعلیٰ درجہ کی پیشگوئی کو جس پر اسلام کے تمام فرقوں کا اتفاق ہے بلکہ نصاریٰ کی انجیل بھی اس پر گواہ ہے ردّ کر دیتے۔ کیونکہ دجّال کے یہ سیدھے

﴿۲۰۹﴾ عرض کی انہوں نے کہا کہ ہم اس قدر جلدی بیعت نہیں کرتے اور نہ ایسی بیعت کو ہم پسند کرتے ہیں کہ بیعت کرنیوالے کا حال اچھی طرح معلوم نہ ہووے۔ عبدالحمید دو چار روز رہ کر چلا گیا۔ یاد نہیں کہ کب آیا تھا۔ پھر معلوم نہیں کہ کس عرصہ کے بعد دوبارہ آیا تھا مگر زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا۔ دوسری دفعہ کی بابت یاد نہیں کہ کتنے روز رہا تھا۔ مرزا صاحب عبدالحمید سے نہ سختی اور نہ پیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اجنبی لوگوں کو زیادہ مت رہنے دیا کرو تاوقتیکہ شرافت کا حال معلوم نہ ہو۔ بنگال میں معلوم نہیں کہ کوئی مرید مرزا صاحب کا ہے یا نہ۔ حیدرآباد میں دو مرید ہیں۔ بمبئی میں ایک شخص۔ کرانچی میں کوئی نہیں۔ کابل میں کوئی نہیں۔ لکھنؤ میں کوئی نہیں۔ دہلی میں ایک ہے۔ پنجاب میں مرید ہیں تعداد یاد نہیں۔ مرزا صاحب کتابیں تصنیف کرتے ہیں۔ بعض ان کے مرید مفت کتابیں لے جاتے ہیں اور بعض قیمت دے جاتے ہیں اور نذر بھی دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں

بقیہ حاشیہ

﴿۲۰۹﴾ معنے ہیں جو خود دجل کے لفظ سے ہی معلوم ہو رہے ہیں یعنی یہ کہ جو فروش گندم نما کے طور پر دھوکہ دہی کے پیشہ کو کمال کی حد تک پہنچانا یہی معنے پیشگوئی میں مقصود ہیں جو کوئی معقول پسند ان کے ماننے میں تامّل نہیں کرسکتا اور اسی دجّالیت کے لحاظ سے حدیثوں میں دو قسم کے صفات دجّال معہود کے بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور دوسرے یہ کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ ان دونوں باتوں کو اگر حقیقت پر حمل کیا جائے تو کسی طرح تطبیق ممکن نہیں کیونکہ نبوت کا دعویٰ اس بات کو مستلزم ہے کہ شخص مدعی خدا تعالیٰ کا قائل ہو۔ اور خدائی کا دعویٰ اس بات کو چاہتا ہے کہ شخص مدعی آپ ہی خدا بن بیٹھے اور کسی دوسرے خدا کا قائل نہ ہو۔ پس یہ دونوں دعوے ایک شخص سے کیونکر ہو سکتے ہیں۔

پس اصل بات یہ ہے کہ دجال ایک شخص کا نام نہیں ہے۔ لُغت عرب کے

کہ مرزا صاحب صـ؎ روپیہ تک انعام دے سکتے ہیں۔ یوسف خان جب تک قادیاں میں رہا ہم سے الگ رہا مگر اس کی خرابی کوئی نہیں دیکھی۔ مرزا صاحب نے عبدالحمید کو کرایہ نہیں دیا تھا حکم دیا تھا۔ کہ نکال دو نکمے آدمیوں کو وہ نہیں رہنے دیتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اور یاد ہے میں نے ۲/ اس کو دیئے تھے۔ مرزا صاحب نے اس کو کچھ نہیں دیا تھا۔ عبدالحمید کو چھاپہ خانہ میں کام کرتے میں نے خود نہیں دیکھا۔ سنا تھا کہ کام کرتا تھا۔ گالیوں کی بابت سنا تھا کہ مرزا صاحب کو گالیاں اس نے دی ہیں۔ میرے روبروئے گالیاں مرزا صاحب کو اس نے نہیں دی تھیں۔ جوبلی کے دن عبدالحمید کی بابت نہیں کہہ سکتا کہ وہاں تھا یا نہیں۔ جوبلی پر برہان الدین آیا تھا اس نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ لڑکا اچھا نہیں ہے تم اس سے خطا کھاؤ گے۔ یعنی تم کو تکلیف دے گا۔ خبر نہیں کس نے عبدالحمید کو کہا تھا کہ چلے جاؤ۔ میں نے نہیں کہا تھا۔ بسوال وکیل ملزم۔ جب پہلی دفعہ عبدالحمید قادیاں آیا

﴿۲۱۰﴾

حاشیہ

رو سے دجّال اُس گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے تئیں امین اور متدیّن ظاہر کرے مگر دراصل نہ امین ہو اور نہ متدیّن ہو بلکہ اس کی ہر ایک بات میں دھوکہ دہی اور فریب دہی ہو۔ سو یہ صفت عیسائیوں کے اس گروہ میں ہے جو پادری[1] کہلاتے ہیں۔ اور وہ گروہ جو طرح طرح کی کلوں اور صنعتوں اور خدائی کاموں کو اپنے ہاتھ میں لینے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں جو یورپ کے فلاسفر[2] ہیں وہ اس وجہ سے دجال ہیں کہ خدا کے بندوں کو اپنے کاموں سے اور نیز اپنے بلند دعووں سے اس دھوکہ میں ڈالتے ہیں کہ گویا کارخانۂ خدائی میں ان کو دخل ہے۔ اور پادریوں کا گروہ اس وجہ سے نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ لوگ اصل آسمانی انجیل کو گم کر کے محرّف اور مغشوش مضمون بنام نہاد ترجمہ انجیل کے دنیا میں پھیلاتے ہیں۔ اور اگر اس اصل انجیل کا مطالبہ کیا جائے جو حضرت عیسیٰ کی تین[3] برس کی الہامی کلام تھی جس کی نسبت وہ بیان کرتے ہیں کہ ”میں کچھ نہیں کہتا مگر وہی جو خدا نے مجھ کو کہا“۔ تو اس کا کچھ بھی پتہ نہیں بتلا سکتے کہ وہ کتاب کہاں غائب ہوگئی۔ اور یہ ترجمے جو پیش کرتے ہیں تو

﴿۲۱۰﴾

میں اس سے واقف ہوا تھا۔ جہاں عام لوگ ملاقاتی یا فقیر وغیرہ رہتے ہیں وہاں وہ رہتا تھا۔ مرزا صاحب کے گھر سے سو گز دور جگہ ہے۔ مرزا صاحب وہاں نہیں آیا کرتے۔ چار سال سے برابر مرزا صاحب کے پاس رہتا ہوں۔ وہ خلوت میں رہتے ہیں۔ صرف پانچ وقت نماز کے واسطے باہر نکلتے ہیں اور کبھی کبھی ہوا خوری کے واسطے باہر جاتے ہیں۔ صبح۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب اور عشا کے وقت باہر آتے ہیں اس وقت عام مجمع ہوتا ہے۔ ہر ایک آدمی وہاں موجود ہوتا ہے۔ کوئی شخص اندر مکان مرزا صاحب کے نہیں جاتا۔ میں خود کبھی نہیں گیا۔ عام طور پر مرزا صاحب نے حکم دیا تھا کہ جو اجنبی لوگ ہیں سوائے مخلصوں کے باقی لوگوں کو نکال دیا جائے۔ جب برہان الدین نے کہا تھا کہ یہ لڑکا اچھا نہیں ہے میں نے مرزا صاحب سے اس کی بابت ذکر نہیں کیا تھا۔ بلکہ برہان الدین سے کہا تھا کہ بُرے اچھے ہو جاتے ہیں آپ کیوں ایسی بدظنّی اس پر رکھتے ہیں۔ اس نے کہا تھا میں زیادہ تجربہ اس کی بابت رکھتا ہوں۔ عبدالحمید میرے درس میں کبھی نہیں بیٹھا اور مرزا صاحب سے تو ملا ہی نہیں۔ اس کو سوزاک کی بیماری ہے۔ میں نے

﴿۲۱۱﴾

بقیہ حاشیہ

بلاشبہ یہ ان کی اپنی طبع زاد انجیلیں ہیں جن کی صحت کا وہ کچھ بھی ثبوت نہیں دے سکتے۔ پس جس گستاخی اور دلیری سے وہ ان بے اصل تراجم کو شائع کر رہے ہیں یہی فعل ان کا دوسرے لفظوں میں گویا نبوت کا دعویٰ ہے۔ کیونکہ انہوں نے جعل سازی سے نبوت کے منصب کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ جو چاہتے ہیں ترجمہ کے بہانہ سے لکھ دیتے ہیں اور پھر اس کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ پس یہ طریق ان کا نبوت کے دعوے سے مشابہ ہے اور اس دام میں گرفتار اکثر عوام عیسائی ہیں۔ اور یہ دجل پادریوں کا منصب ہے۔

اور دجّال کی دوسری جزو جن کے افعال خدائی کے دعوے سے مشابہ ہیں وہ جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے یورپ کے فلاسفروں اور کلوں کے ایجاد کرنے والوں کا گروہ ہے۔ جنہوں نے اسباب اور عِلل کے پیدا کرنے کے لئے اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچا دیا ہے

﴿۲۱۱﴾

اُس کا علاج کیا تھا۔ دوبارہ جب وہ قادیاں آیا میں اسی جگہ تھا۔ دوبارہ آنے پر نکالا گیا تھا۔ شاید برہان الدین اس وقت اس جگہ نہ تھا یہ غالب امید ہے۔ محمد یوسف کے نکالے جانے کی بابت اب میں نے لفظ سنا ہے کہ وہ نکالا گیا تھا۔ دراصل وہ خود چلا گیا تھا۔ حرف F صفحہ ۴۴ میں جو عبارت درج ہے وہ راستی اور جھوٹ کی بابت ہے کہ کوئی شخص جو راستی پر نہ ہووے اس کو خدا ضائع کرے گا خواہ کوئی ہووے۔ اسؔ میں مرزا صاحب بھی شامل ہیں یہ عبارت پیشگوئی نہیں ہے۔ کوئی شخص ہوشریر اور جھوٹے کا انجام اچھا نہیں ہے۔ عبارت کے آخر میں لفظ جھوٹ کا درج ہے جھوٹے کا نہیں ہے۔ محمد سعید کو جو عیسائی ہو گیا ہے،

﴾۲۱۲﴿

بقیہ حاشیہ

اور بہت سی کامیابیوں کی وجہ سے آخر اس ردّی اعتقاد تک پہنچ گئے ہیں کہ خدا کی قدرت اور اُس پر ایمان رکھنا کچھ چیز نہیں ہے۔ اور اس گروہ کے تابع اکثر یورپ کے خواص عیسائی ہیں اور وہ دن رات ان تلاشوں میں لگےؔ ہوئے ہیں کہ ہم خود ہی کسی طرح پر اس راز کے مالک ہو جائیں کہ جب چاہیں بارش برسا دیں اور جب چاہیں کسی کے گھر میں لڑکا یا لڑکی پیدا کر دیں اور جب چاہیں کسی کو عقیمہ بنا دیں۔ پس کچھ شک نہیں کہ یہ طریق دوسرے لفظوں میں خدائی کا دعویٰ ہے۔

غرض دجّال کی نبوّت اور الوہیت کے دعوے کے یہ ایک ایسے معنے ہیں کہ کوئی دانشمند اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور بلاشبہ پادریوں نے نبوّت کی امانت میں جو الہام اور وحی الٰہی ہے ایسی بے جا دست اندازی کی ہے کہ ایک مدعی کے طور پر منصب نبوّت میں ہاتھ ڈالا ہے۔ اور ہر ایک ترجمہ جو انجیل کے نام سے یہ لوگ شائع کرتے ہیں وہ گویا ایک نئی انجیل ہوتی ہے جو اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا تو جس قدر ترجمے شائع کئے گئے ہیں ساتھ ان کے اصل کو بھی شائع کرتے جیسا کہ قرآن شریف کے شائع کرنے میں مسلمانوں کا طریق ہے۔ مگر ان لوگوں نے اصل کو چھپایا اور ان ترجموں کو

﴾۲۱۲﴿

جانتا ہوں۔اس کو مرزا صاحب نے قادیاں سے نکال دیا تھا۔ یوسف خان اور محمد سعید اکٹھے یکجا رہتے تھے۔دونوں قادیاں سے اکٹھے نہیں گئے علیحدہ علیحدہ گئے تھے۔اندر مکان غسل خانہ کا حال مجھے معلوم نہیں کہ کہاں ہے۔مسجد کا عام غسل خانہ ہے۔(بسوال پیروکار) مرزا صاحب کا کوئی حجرہ مسجد میں نہیں ہے۔(بسوال عدالت) عبدالحمید کی بیعت نہیں ہوئی تھی۔بیعت کی شرائط اس کو کوئی میں نے نہیں پڑھائی تھیں۔(حرف K) نورالدین

سنایا گیا درست ہے نورالدین دستخط حاکم۔

﴿۲۱۳﴾

نقل بیان گواہ استغاثہ بصیغہ فوجداری اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع گورداسپور سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری ۱۳؍ اگست ۹۷ء

بیان شیخ رحمت اللہ باقرار صالح

مہر عدالت   دستخط حاکم 15/8/97

ولد شیخ عبدالکریم ذات شیخ ساکن گجرات حال لاہور عمر ۔ سال بیان کیا کہ میں تجارت کا کام کرتا ہوں۔مرزا صاحب کا مرید ہوں قریب چھ سال سے۔تعداد مریدوں کی مجھے معلوم نہیں۔ عبدالحمید کو غالباً ماہ مئی میں بمقام لاہور دیکھا تھا میری دوکان پر آیا تھا۔میرے پاس گجرات

بقیہ حاشیہ

شائع کیا جو خود ان کے ہاتھوں کے کرتب ہیں۔پس بلاشبہ ایک طور سے یہ دعویٰ نبوّت ہے کہ کسی اپنی کلام کو پیش کر کے پھر اس کو خدا کی طرف منسوب کرنا۔

﴿۲۱۳﴾

ایسا ہی دعویٰ الوہیت ان کے فلاسفروں کی ان حرکات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ راز آفرینش الٰہی میں ایسے طور سے ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں جس سے تمام الوہیت کے کاموں پر قبضہ کر لیں اور یہ ایک طبعی امر ہے کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے نظام برّی اور بحری اور ارضی اور سماوی میں دخل دینا چاہے اور طبعی تحقیقاتوں میں پڑ کر اور ہر ایک شئے کی کُنہ تک پہنچ کر نظام عالم کے سلسلہ کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہے تو جس قدر اُس کو اس فلسفیانہ تحقیقات اور تفتیش اور کھوج لگانے اور جانچ اور پڑتال میں کامیابیاں ہوتی ہیں اور

کے محمدیوں نے اس کو نہیں بھیجا تھا۔ امیر الدین نے میرے پاس نہیں بھیجا تھا۔ ٹھیک تاریخ یاد نہیں۔ اس نے مجھے کہا تھا کہ میں برہان الدین کا بھتیجا ہوں عیسائی ہو گیا تھا۔ مگر اب میرا عقیدہ پھر گیا ہے مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے پہلے بھی سنا ہوا تھا کہ ایک بھتیجا برہان الدین کا عیسائی ہے۔ معلوم نہیں کس نے کہا تھا۔ دو یا تین روز میرے مردانہ مکان پر رہا تھا۔ اس نے قادیاں آنے کا ارادہ کیا اور مجھ سے کرایہ مانگا۔ میں نے ۸/ کے پیسے اس کو دیئے تھے۔ مجھے کوئی اطلاع نہیں آئی تھی کہ وہ پہنچ گیا ہے۔ کسی آئے گئے سے معلوم ہوا تھا کہ پہنچ گیا ہے۔ چوتھے پانچویں روز بعد پھر واپس آیا۔ مگر میں وہاں نہ تھا۔ میرے آدمیوں نے کہا کہ آیا تھا اور جہلم گیا ہے۔ اس کے بعد پھر میں نے اس کو نہیں دیکھا۔ میں عموماً قادیاں میں جاتا ہوں اور بفضل خدا مالدار ہوں ماسے ٹیکس ادا کرتا ہوں۔ قادیاں میں مہمان خانہ میں رہتا ہوں جو مرزا صاحب کے مکان سے الگ ہے۔ مرزا صاحب کا خلوت خانہ نہیں ہے۔ مسجد میں عوام الناس سے عام لوگوں سے

﴿۲۱۴﴾

بقیہ حاشیہ

الٰہی نظام کے کاموں کو اپنے طور پر بھی ادا کرنے لگتا ہے یہ تمام کامیابیاں اس میں وہ متکبرانہ صفات پیدا کر دیتی ہیں جو خاصّہ حضرت کبریائی ہے۔ اور اس غرور کے نشے میں ایسے ایسے طور سے انانیت کا رنگ اس کے نفس رذیل پر چڑھ جاتا ہے جس کو دوسرے لفظوں میں خدائی کا دعویٰ کہہ سکتے ہیں۔ بالخصوص جبکہ ایسا متکبر فلسفی کسی اپنی عملی حکمت سے مثلاً کسی طوفان ہوا یا طوفان آب کے پیدا کرنے پر قادر ہو جاتا ہے یا مینہ برسانے پر قدرت پاتا ہے تو اس قسم کی کامیابیاں تقاضا کرتی ہیں کہ وہ ایک الوہیت کا نشان اپنے اندر ملاحظہ کرے اور حضرت عزت جلّ شانہٗ کو تحقیر کی نظر سے دیکھے۔ پس ایسے انسان کے دل سے وقتاً فوقتاً خدا تعالیٰ کی عظمت گھٹتی جاتی ہے اور اس کے دل میں یہ بات جم جاتی ہے کہ شاید اسی طرح سلسلہ علل و معلول کی ناسمجھی کی وجہ سے لوگ خدا کے وجود کے قائل ہو گئے ہیں۔ پس وہ ان منحوس کامیابیوں کی شامت سے جو آب و ہوا اور دریاؤں اور سمندر اور نباتات اور حیوانات اور

﴿۲۱۴﴾

ملتے ہیں۔ میرے علم میں کوئی خاص جگہ نہیں ہے جہاں وہ مشورے کرتے ہوں۔ اگر میری طاقت ہو اور اسلام کی خاطر روپیہ کی ضرورت ہووے تو میں مرزا صاحب کو امداد دینے کو حاضر ہوں۔ ۱۶/ اور ۲۲/ جولائی ۹۷ء کے درمیان میں گجرات گیا تھا۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ عبدالحمید نے میرے پاس کیا نام ظاہر کیا تھا۔ یوسف خان کو جانتا ہوں۔ میرے سامنے کبھی امامت نہیں کی اور نہ وہ اس قابل ہے کہ امام مقرر ہو۔ (بسوال وکیل ملزم) عبدالحمید کو میں بدمعاش جانتا ہوں۔ اس نے مجھے کہا تھا کہ کچھ شکوک ہیں جو مٹانے کے واسطے قادیاں جاتا ہوں۔ مسجد کے ساتھ ایک غسل خانہ ہے اس میں پیشاب کرتے اور نہاتے ہیں۔ بیٹھنے کی جگہ وہاں نہیں ہے۔ حجرہ کوئی نہیں ہے۔ چھ سال کے عرصہ میں مجھے کبھی مرزا صاحب سے مکان کے اندر خلوت میں ملنے کا موقعہ نہیں ہوا۔ اگر کبھی تین چار سو آدمی جمع ہوں کسی جلسہ کے موقعہ پر تو زنانہ مکان خالی کر دیا جاتا ہے اور سب لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں ورنہ کوئی اُس جگہ نہیں جاتا۔ سوائے پانچ وقت کی نمازوں کے کسی سے وہ نہیں ملتے۔ سوال۔ رات کو قادیاں یکّہ یا کلارک صاحب نے بھیجے تھے۔ جواب۔ تین یکّے صاحب موصوف نے بھیجے تھے۔ سوال۔ گردھاری لعل آریہ کو آپ جانتے ہیں۔ جواب

﴿۲۱۵﴾

بقیہ حاشیہ

جمادات اور طرح طرح کے کاموں اور طرح طرح کی ایجادوں اور اجرام فلکی اور نظام شمسی کے متعلق فلسفہ جدیدہ اور کیمسٹری وغیرہ کے ذریعہ سے اس کو حاصل ہو جاتی ہیں اور دوربینوں کے ذریعہ سے آفتاب اور چاند اور ستاروں کی کیفیتوں کو دریافت کرتا ہے اور نہ صرف یہ کہ ان چیزوں کے طبعی نظام پر اس کو علم ہوتا ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرح عملی طور پر کئی امور کر کے بھی دکھا دیتا ہے تو اس صورت میں یہ ضروری امر ہے کہ جو طبعاً پیش آ سکتا ہے کہ اس ناقص العقل کو یہ خیال پیدا ہو کہ یہ تمام امور جو لوگ اپنی نادانی سے دعاؤں کے ساتھ خدا تعالیٰ سے مانگا کرتے تھے یہ طریق تو کچھ چیز نہیں ہے بلکہ انسان خود اپنی حکمت عملیوں سے یہ تمام امور پیدا کر سکتا ہے اور کچھ شک نہیں کہ یہی خدائی کا دعویٰ ہے کہ جو اس زمانہ میں یورپ کے لوگوں کے

﴿۲۱۵﴾

دیکھا ہے ذاتی واقفیت نہیں ہے رات کے وقت قادیاں گیا تھا۔عبدالحمید صبح قادیاں گیا ہے گنگارام کو جانتا ہوں۔ وہ مدرس تھا قادیاں میں اور وہ بھی قادیاں عبدالحمید کے ساتھ گیا ہے۔ گنگارام کو میں جانتا ہوں کہ آریہ ہے۔بسوال پیروکار۔غسلخانہ کا ایک دروازہ ہے جو بند ہوجاتا ہے۔اس کے اوپر ایک منزل ہے۔صاف میدان اور عام طور پر نماز میں استعمال آتا ہے اور اُس جگہ مرزا صاحب بھی آتے ہیں۔مسجد میں سے ایک دروازہ مرزا صاحب کے مکان کو جاتا ہے اور ایک سیڑھیوں میں سے۔دستخط بخط انگریزی۔ سنایا گیا درست ہے۔ دستخط حاکم

﴿۲۱۶﴾

نقل بیان گواہ استغاثہ بصیغہ فوجداری اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری ۱۳ر اگست ۹۷ء

مولوی محمد حسین گواہ استغاثہ باقرار صالح

ولد شیخ رحیم بخش ذات شیخ ساکن بٹالہ عمر ــــ سال بیان کیا کہ میں مرزا صاحب کو بہت دیر سے جانتا ہوں۔انہوں نے بہت پیشگوئیاں کی ہیں۔۲۰۔۲۵ پیشگوئیاں کی ہیں۔انجام آتھم میں

بقیہ حاشیہ

دلوں میں بھرا ہوا ہے اور وہ تو وہ دوسرے لاکھوں انسان ان کی تعجب انگیز طبعی تحقیقاتوں اور عجیب در عجیب ایجادوں اور حکمت عملیوں سے اس عظمت کی نظر سے ان کو دیکھتے ہیں کہ گویا ایک حصہ خدائی کا ان میں ثابت کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ ہمارا ایک چشم دید ماجرا ہے کہ ایک ہندو جو ایک معزز عہدہ پر تھا اس کے روبروئے کچھ ذکر خدا تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کا ہوا تو اس نے بڑے غیظ اور غضب میں آکر کہا کہ ’’لوگ جب کُنہِ اشیاء کے سمجھنے سے عاجز آجاتے ہیں تو خدا کی قدرت بیان کرنے لگتے ہیں۔انگریزوں نے وہ خدائی دکھلائی ہے کہ قدرتوں کا پردہ کھول دیا ہے اور طبعی تحقیقاتیں انسان کو خدائی کا مرتبہ دیتی جاتی ہیں‘‘۔سو اس ہندو نے جو انگریزوں کو خدا ٹھہرا دیا اس کی یہی وجہ تھی کہ ان کی عجائب صنعتیں اس کے خیال میں ایسی عظیم الشان معلوم ہوئیں جو اس نے خدا کے وجود کو غیر ضروری سمجھا اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ اثر مسلمانوں خاص کر نو تعلیم یافتہ لوگوں میں

﴿۲۱۶﴾

صفحہ۴۴ پر جو عبارت آخر صفحہ کے درج ہے کہ جھوٹ کی بیخ کنی خدا کرے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ ضائع ہوگا۔ اس عبارت سے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی خاص ذاتی دشمنی مرزا صاحب کی کلارک صاحب سے ہے۔ مباحثہ مذہبی ہے۔ مذہبی معاملات میں میرا مرزا صاحب سے اتفاق نہیں ہے اس بارے میں انہوں نے کہ مسلمانان وعیسائیوں وغیرہ میں پھوٹ پیدا کرائی ہے۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوگئے ہیں یہ ان کی تعلیم کا اثر ہے۔ وہ فتنہ انگیز آدمی ہے۔ محمدیوں کے خیالات مذہبی سے مَیں واقف ہوں۔ اگر کلارک صاحب مرجائیں تو مرزا صاحب کو اپنے تابعین سے بہت عزت ہوگی اور ان کی شراکت ثابت ہوگی۔ ﴿۲۱۷﴾ عبداللہ آتھم بعد میعاد فوت ہوا اور انجام آتھم میں مرزا صاحب نے لکھا کہ اس کی پیشگوئی کے مطابق فوت ہوا ہے۔ ۹۵ء میں مظہر کلارک صاحب سے ملا تھا۔ پھر اس کے بعد کبھی نہیں ملا بلکہ ان سے شکایت ہے اور رنج ہے کہ ایک خاص امر کے واسطے ان کو ملا تھا اور انہوں نے ہمدردی نہ کی۔ میرے بھائی سے وہ کبھی نہیں ملے۔ میں نے ایک کتاب ۸۰ صفحہ کی لکھی ہے لیکھرام کے قتل کی بابت۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ لیکھرام کے قتل کی نشاندہی

بقیہ حاشیہ

بہت پھیلا ہوا ہے اور یوروپین فلاسفروں کی ایک ایسی عظمت ان کے دلوں میں بیٹھ گئی ہے کہ اگر جھوٹ کے طور پر بھی کوئی شخص مثلاً یہ بیان کرے کہ ’’یورپ کے فلاں ملک میں یہ نئی ایجاد ہوئی ہے کہ وہ ایک حکمت عملی سے آم کے بیج کو زمین میں بوکر اور بعض چیزوں کی قوت اس کو پہنچا کر ایک ہی دن میں اس کو ایسا نشوونما دے دیتے ہیں کہ پھل بھی لگ جاتا ہے اور شام تک خوب کھانے کے لائق ہو جاتا ہے تو نوتعلیم یافتہ لوگوں میں سے شاید کوئی بھی انکار نہ کرے۔ بہتیرے نادان کہتے ہیں کہ یورپینوں سے کوئی بات انہونی نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ آئندہ زمانہ میں کسی حکمت عملی سے آسمان تک بھی پہنچ جائیں۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ چند تجربوں سے کسی شخص کی قوت اور قدرت ایسی مان لیتا ہے کہ مبالغہ کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی حال اس ملک کے اکثر لوگوں کا ہو رہا ہے۔ مثلاً ﴿۲۱۷﴾ اگر چند کس جو معتبر ہوں محض ہنسی کے طور پر ہندوستان کے ایک مشہور رئیس اور معزز نامور

کے مرزا صاحب ذمہ وار ہیں۔ کیونکہ بقول ان کے خدا ان کو ہر بات کی خبر دیتا ہے۔ قاتل کا کیوں پتہ نہیں دیتا۔ سوا اس کے جو صفحہ ۴۴ حرف F پر پیشگوئی ہے اور کوئی پیشگوئی کلارک صاحب کی بابت مرزا صاحب نے نہیں کی۔ سوال۔ میں اہل حدیث ہوں جن کو پہلے غلطی سے وہابی کہتے تھے۔ (اہل حدیث کے برخلاف دیگر مذاہب کے مسلمان یعنی حنفی شیعہ وغیرہ ہیں یا نہ۔ عدالت نے یہ سوال نامنظور کیا۔) خون کا پیاسا ہونے سے میرا مطلب ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب کے برخلاف ہوں ان کو ان کے پیرو کاٹ ڈالیں یعنی کاٹنے والے سمجھیں۔ یہ ان کی تعلیم ہے۔ گواہ نے کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۰۱ پیش کر کے بیان کیا کہ صفحہ ۶۰۰ پر جو ﴿۲۱۸﴾

بقیہ حاشیہ

مثلاً سر سید احمد خاں صاحب بالقابہ کے پاس یہ ذکر کریں کہ یورپینوں نے ایک ایسا مادہ جاذبہ نباتات کا پیدا کیا ہے کہ اس مادہ کو ایک درخت کے مقابل رکھنے سے فی الفور وہ درخت معہ بیخ و بُن اُکھڑ کر اس مادہ کے پاس حرکت کرتا ہوا آ جاتا ہے تو کیا ممکن ہے کہ سید صاحب ذرہ بھی انکار کریں۔ لیکن اگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ پیش کیا جائے کہ کئی مرتبہ آپ کے پاس آپ کے اشارے سے بعض درخت حرکت کر کے آ گئے تھے تو سید صاحب ضرور اس معجزہ سے انکار کریں گے اور معاً اس فکر میں لگ جائیں گے کہ کسی طرح اس حدیث کو موضوع ٹھہرایا جائے!!!

اب سوچنا چاہئے کہ اس زمانہ کی حالت کس حد تک پہنچ گئی ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی عظمت اس قدر بھی لوگوں کے دلوں میں نہیں رہی جس قدر ان لوگوں کی عظمت ہے جن کو کافر کہا جاتا ہے۔ اس تمام تقریر سے ہماری غرض یہ ہے کہ دراصل یہی لوگ دجّال ہیں جن کو **پادری یا یوروپین فلاسفر** کہا جاتا ہے۔ یہ پادری اور یوروپین فلاسفر دجّال معہود کے دو جبڑے ہیں جن سے وہ ایک اژدہا کی طرح لوگوں کے ایمان کو کھاتا جاتا ہے۔ اول تو احمق اور نادان لوگ پادریوں کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں اور ﴿۲۱۸﴾

سوال حرف S ہے وہ میں نے لکھا ہے اور جواب حرف R ہے وہ مرزا صاحب کا ہے۔ براہین احمدیہ پر ریویو میں نے تصنیف کیا تھا۔ حرف T صفحہ ۱۷۶ الغایت ۱۸۸۔ اس وقت مرزا صاحب کے حالات اچھے تھے اور میں نے ایسا ہی لکھا تھا اور لکھا تھا کہ مرزا صاحب کے والد نے غدر میں امداد دی تھی۔ کتاب اشاعة السنه جلد ۱۳ حرف U میں مَیں نے مرزا صاحب کی نسبت کفر کا فتویٰ دیا تھا مرزا صاحب کو میں مسلمان نہیں سمجھتا دہریہ ہے۔ مولوی غلام قادر حنفی مجھ کو فتنہ انگیز نہیں کہتا اور نہ اہل حدیث کو کافر کہتا ہے۔ ہماری تحریرات اور تعلیمات کی وجہ سے بھی لوگوں میں تنازعات ہیں مگر ایسے نہیں ہیں جس سے خون ہوں۔ عدالت میں بھی مقدمات ہوئے ہیں۔ میں نے سلطان روم ﴿۲۱۹﴾

بقیہ حاشیہ

اگر کوئی شخص ان کے ذلیل اور جھوٹے خیالات سے کراہت کر کے ان کے پنجے سے بچا رہتا ہے تو وہ یوروپین فلاسفروں کے پنجے میں ضرور آ جاتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ عوام کو پادریوں کے دجل کا زیادہ خطرہ ہے اور خواص کو فلاسفروں کے دجل کا زیادہ خطرہ۔

اب یقیناً سمجھو کہ یہی دجّال ہے جس کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ یہ تو ہرگز ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر کسی میں خدائی کی طاقتیں پیدا ہو جائیں۔ تمام قرآن شریف اول سے آخر تک اس کا مخالف ہے۔ پس دجّال کی خدائی سے مراد یہی امور اور اس کے عجائبات ہیں جو آج کل یورپ کے فلاسفروں سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہی پیشگوئی کا منشا تھا جو ظہور میں آ گیا۔ دجّال کا لفظ بھی بیان کر رہا ہے کہ دجّال میں کوئی حقیقی قدرت نہیں ہوگی صرف دجل ہی دجل ہوگا۔ اب اگر کوئی سعید ہے تو اس بات کو قبول کرے۔ درحقیقت یہ فتنہ جو پادریوں اور یوروپین فلاسفروں سے ظہور میں آیا ہے ایسا فتنہ ہے کہ آدم کے وقت سے آج تک اس کی کوئی نظیر نہیں پائی جاتی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اس فتنہ سے لوگوں کے ایمان کو ضرر عظیم پہنچا ہے اور لاکھوں انسانوں کے دلوں سے خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہوگئی ہے۔ بعض دلوں پر تو یہ فتنہ پورا محیط ﴿۲۱۹﴾

کی تائیداور ہمدردی میں ایک آرٹیکل لکھا ہے۔مرزاصاحب نے سلطان روم کے برخلاف لکھا ہے۔

(اس موقعہ پرانگریزی چٹھی میں جوعدالت نے نوٹ دیا ہے وہ ہم ذیل میں درج کردیتے ہیں)

"I consider sufficient evidence has been recorded regarding the hostility of the witness to the Mirza and there is no necessity to stray further from the main lines of the case"

ترجمہ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ کافی شہادت لکھی جا چکی ہے کہ گواہ کومرزاصاحب سے عداوت ہے۔اوراب زیادہ ضرورت نہیں کہ مقدمہ کے خاص امر سے ہم دوسری طرف چلے جاویں۔

(بقیہ بیان گواہ) لیکھرام کے قتل کی بابت جوکچھ ہم نے کہا ہے کہ مرزاصاحب کی سازش سے قتل ہوا ہے وہ خودمرزاصاحب کی تحریروں سے اخذ ہے۔(مکرر کہا کہ) مرزاصاحب اس قتل کے ذمہ وار ہیں ان کو قاتل نہیں کہتا نہ سازش ہے وہ ذمہ وار ہے نشاندہی کا اپنی تحریروں سے۔ ﴿۲۲۰﴾

بقیہ حاشیہ

ہوگیا ہے۔اور بعض پر کچھ نہ کچھ اس کا اثر پڑ گیا ہے۔اے بندگان خدا سوچو کہ سچ یہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو نیچر اور صحیفہ قدرت کے پیرو بننا چاہتے ہوں۔ان کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ نہایت عمدہ موقعہ دیا ہے کہ وہ میرے دعوے کو قبول کریں کیونکہ وہ لوگ ان مشکلات میں گرفتار نہیں ہیں جن میں ہمارے دوسرے مخالف گرفتار ہیں کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے۔اور پھر ساتھ اس کے انہیں یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ مسیح موعود کی نسبت جو پیشگوئی احادیث میں موجود ہے وہ ان متواترات میں سے ہے جن سے انکار کرنا کسی عقلمند کا کام نہیں۔پس اس صورت میں یہ بات ضروری طور پر انہیں قبول کرنی پڑتی ہے کہ آنے والا مسیح اسی اُمت میں سے ہوگا۔البتہ یہ سوال کرنا ان کا حق ہے کہ ہم کیونکر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا قبول کریں؟ اور اس پر دلیل کیا ہے کہ ﴿۲۲۰﴾

جو لوگ مرزا صاحب کے پیرو ہیں ان کی تعداد بموجب ایک فہرست کے بقدر ماٹ یا اس کے قریب ہے۔ **سوال**۔ سوائے ان مریدان کے اور مسلمان لوگ مرزا صاحب کے ہندوستان میں برخلاف ہیں۔ (عدالت نے سوال نامنظور کیا) عبدالحمید کو ۸ یا ۹ راگست ۹۷ء کو دیکھا تھا ایک عیسائی اس کو ساتھ لئے جاتا تھا۔ بٹالہ میں مَیں ڈاکٹر کلارک صاحب کی کوٹھی پر نہیں گیا۔ پیشگوئی ہو یا نہ ہو کلارک صاحب کے مرنے سے مرزا صاحب فائدہ اٹھائیں گے۔ میرے مرنے سے بھی مرزا صاحب کو فائدہ ہوگا۔ میں عیسائیت کے بڑا برخلاف ہوں۔ بقلم محمد حسین

سنایا گیا درست تسلیم ہوا۔ دستخط حاکم

حاشیہ

وہ مسیح موعود تم ہی ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس زمانہ اور جس ملک اور جس قصبہ میں مسیح موعود کا ظاہر ہونا قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے اور جن افعال خاصّہ کو مسیح کے وجود کی علّت غائی ٹھہرایا گیا ہے اور جن حوادث ارضی اور سماوی کو مسیح موعود کے ظاہر ہونے کی علامات بیان فرمایا گیا ہے اور جن علوم اور معارف کو مسیح موعود کا خاصّہ ٹھہرایا گیا ہے، وہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے مجھ میں اور میرے زمانہ میں اور میرے ملک میں جمع کر دی ہیں اور پھر زیادہ تر اطمینان کے لئے آسمانی تائیدات میرے شامل حال کی ہیں۔

چوں مرا حکم از پئے قوم مسیحی دادہ اند	مصلحت را بن☆ مریم نام من بنہادہ اند
آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمیں	ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

اب تفصیل اس کی یہ ہے کہ اشارات نصّ قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں اور آپ کا سلسلہ خلافت حضرت موسیٰ کے سلسلہ خلافت سے بالکل مشابہ ہے۔ اور جس طرح حضرت موسیٰ کو وعدہ دیا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں یعنی جبکہ سلسلہ اسرائیلی نبوت کا انتہا تک پہنچ جائے گا اور بنی اسرائیل کئی فرقے ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کی تکذیب کرے گا یہاں تک کہ بعض بعض کو کافر

﴿۲۲۱﴾

☆ سہو کتابت ہے۔ درست ''را ابن مریم'' ہے۔ (ناشر)

﴿۲۲۱﴾

نقل بیان پر بھدیال گواہ استغاثہ مشمولہ مثل فوجداری باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

مہر عدالت

دستخط حاکم

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

پر بھدیال گواہ استغاثہ باقرار صالح ۱۳/اگست ۹۷ء

ولد رام چند ذات برہمن ساکن قادیاں عمر ـــ سال۔ بیان کیا کہ میں حلوائی کی دوکان کرتا ہوں۔ میری دوکان سے شیرینی خریدا کرتا تھا یہ یاد نہیں ہے کہ کس کس تاریخ کو مٹھائی خریدی تھی۔ قریب ایک ماہ کے ہوا ہے کہ وہاں اُس کو دیکھا تھا اور کچھ معلوم نہیں ہے۔ اُس وقت اور کپڑے تھے۔ سر پر پگڑی لال اور بوٹ پاؤں میں تھے۔ پاجامہ بھی پہنا ہوا تھا۔ کپڑے اتار کر ننگا ٹوکری اٹھانے کا کام کرتا تھا۔ مرزا صاحب کو ہم رئیس مانتے ہیں۔ محل ماڑیاں زمینات کے مالک ہیں۔ (بسوال وکیل ملزم) ہندو لوگ بھی اچھا سمجھتے ہیں۔ آج سپاہی لایا ہے۔

پر بھدیال سنایا گیا درست ہے۔ دستخط حاکم

بقیہ حاشیہ

کہیں گے تب اللہ تعالیٰ ایک خلیفہ حامی دین موسیٰ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرے گا۔ اور وہ بنی اسرائیل کی مختلف بھیڑوں کو اپنے پاس اکٹھی کرے گا اور بھیڑیئے اور بکری کو ایک جگہ جمع کر دے گا اور سب قوموں کے لئے ایک حَکَم بن کر اندرونی اختلاف کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ اور بُغض اور کینوں کو دور کر دے گا۔

یہی وعدہ قرآن میں بھی دیا گیا تھا جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ[1]۔ اور حدیثوں میں اس کی بہت تفصیل ہے چنانچہ لکھا ہے کہ یہ اُمّت بھی اسی قدر فرقے ہو جائیں گے جس قدر کہ یہود کے فرقے ہوئے تھے۔ اور ایک دوسرے کی تکذیب اور تکفیر کرے گا اور یہ سب لوگ عناد اور بغض باہمی میں ترقی کریں گے۔ اس وقت تک کہ مسیح موعود حَکَم ہو کر دنیا میں آوے۔ اور جب وہ حَکَم ہو کر آئے گا تو بغض اور شحناء کو دور کر دے گا اور اس کے زمانہ میں بھیڑیا اور بکری ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔ چنانچہ یہ

[1] الجمعة:۴

﴿۲۲۲﴾

نقل بیان عبدالحمید بصیغہ فوجداری باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ

مرجوعہ فیصلہ نمبر مقدمہ نمبر بستہ

۹؍اگست ۹۷ء متدائرہ ۳/۳ از محکمہ

مہر عدالت دستخط حاکم 21/8/97

سرکار بذریعہ مسٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ تعزیرات ہند

یہ عبارت انگریزی چٹھی سے ترجمہ کی گئی ہے۔

[اس بیان کی بنا پر جو عبدالحمید نے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس کے آگے بیان کیا ہے عبدالحمید کو بطور ایک سرکاری گواہ کے پھر شہادت کے لئے بلایا گیا اور اس کا بیان لیا گیا]

بیان عبدالحمید گواہ باقرار صالح ۲۰؍اگست ۹۷ء بسوال عدالت

میں نے کپتان صاحب پولیس کے روبروئے بٹالہ میں ایک بیان کیا تھا۔ ایک تھانہ دار مجھ کو صاحب کے پاس لایا تھا۔ نام نہیں جانتا۔ اس وقت میں انارکلی (بٹالہ) میں تھا۔ ہم تین آدمی گاڑی میں تھے۔ ایک مَیں ایک تھانہ دار اور ایک سائیس۔ اس وقت میں وارث دین عیسائی بھگت پریم داس اور دو پولیس سپاہیوں کی حفاظت میں تھا۔ تھانہ دار سیدھا صاحب کے پاس مجھے لے گیا تھا۔ میں سب سے پہلے امرتسر ہال دروازہ میں نورالدین عیسائی کے پاس

﴿۲۲۲﴾

بقیہ حاشیہ

بات تمام تاریخ جاننے والوں کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہی وقت میں آئے تھے کہ جب اسرائیلی قوموں میں بڑا تفرقہ پیدا ہو گیا تھا اور ایک دوسرے کے مکفر اور مکذب ہو گئے تھے۔ اسی طرح یہ عاجز بھی ایسے وقت میں آیا ہے کہ جب اندرونی اختلافات انتہا تک پہنچ گئے اور ایک فرقہ دوسرے کو کافر بنانے لگا۔ اس تفرقہ کے وقت میں امّت محمدیہ کو ایک **حَکَم** کی ضرورت تھی سو خدا نے مجھے **حَکَم** کر کے بھیجا ہے۔

اور یہ ایک عجیب اتفاق ہو گیا ہے جس کی طرف نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کا اشارہ پایا جاتا ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ سے تیرہ سو برس

﴿۲۲۳﴾ گیا تھا۔ قادیاں سے آ کر دو روز چھاپہ خانہ غلام مصطفٰی میں مظہر رہا تھا۔ ملازمت چھاپہ خانہ کے واسطے وہاں ٹھہرا تھا مگر وہاں کام نہ تھا۔ پھر میں امرتسر نور دین کے پاس گیا۔ نور دین نے پادری گرے صاحب کے نام مجھے چٹھی دی تھی۔ نور دین کے پاس بطور متلاشی عیسائیت گیا تھا۔ میں قطب الدین کے پاس ہرگز نہیں گیا تھا۔ میرا پہلا بیان کہ اس کے پاس گیا تھا سچ نہیں ہے۔ اس سے مظہر واقف تک بھی نہیں ہے۔ پادری گرے صاحب سے میں نے عرض کی تھی کہ مجھے عیسائی کرو۔ انہوں نے مجھے نور دین کے پاس واپس بھیج دیا اور کہا کہ اپنا خرچ کھاؤ تو عیسائیت سکھلائیں گے۔ میں نے یہ شرط منظور کی اور نور دین کے پاس واپس گیا۔ اس نے مجھے کہا کہ ڈاکٹر کلارک صاحب کے پاس جاؤ وہ روٹی بھی دیں گے اور عیسائیت بھی سکھلائیں گے۔ میں ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ ہندو سے مسلمان ہوا ہوں۔ یہ بھی☆ بات نور دین سے بھی کہی تھی اور میں نے کہا کہ قادیاں سے آیا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اچھا ہم دریافت کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ جب بپتسمہ ہو جائے تب دریافت کرنا۔ تب ڈاکٹر صاحب نے مجھے ہسپتال میں بھیج دیا وہاں عبدالرحیم عیسائی تھا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا میں نے اس سے بھی کہا کہ قادیاں سے آیا ہوں۔ دوسرے تیسرے روز وہ مجھے ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر لے گیا۔ مجھے ڈاکٹر صاحب نے بلایا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مولوی عبدالرحیم کہتا ہے کہ تو خون کرنے

بقیہ حاشیہ

﴿۲۲۳﴾ بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوئے اسی طرح یہ عاجز بھی چودھویں صدی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی لحاظ سے بڑے بڑے اہل کشف اسی بات کی طرف گئے کہ وہ مسیح موعود چودھویں صدی میں مبعوث ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرا نام **غلام احمد قادیانی** رکھ کر اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا کیونکہ اس نام میں تیرہ سو کا عدد پورا کیا گیا ہے۔ غرض قرآن اور احادیث سے اس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے کہ آنے والا مسیح چودھویں صدی میں ظہور کرے گا اور وہ تفرقہ مذاہب اسلام اور غلبہ باہمی عناد کے وقت میں آئے گا۔

☆سہو کتابت ہے۔ درست ''یہی'' ہے۔ (ناشر)

آیا ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ یہ بچہ ہے یہ ایسا کام کس طرح کر سکتا ہے۔ پھر مجھے بیاس میں بھیج دیا۔ عبدالرحیم نے مجھے دو تین دفعہ یہ بات کہی کہ مجھے پتہ مل گیا ہے کہ تم کس کام کے واسطے آئے ہو۔ میں نے کہا کہ میں صرف عیسائی ہونے آیا ہوں اور کسی کام کے واسطے نہیں آیا۔ پھر میں بیاس چلا گیا۔ وہاں عبدالرحیم دو روز کے بعد آیا۔ چار بجے دن کے وقت آیا تھا۔ مجھ سے ملا۔ ہسپتال میں جہاں میں پڑھ رہا تھا۔ مجھے کہا کہ بتلاؤ تم کس طرح آئے ہو کہ ہم کو پتہ لگ گیا ہے۔ سچ بتلاؤ ورنہ کپتان صاحب پولیس کے حوالہ کر دیں گے۔ میں نے کہا کہ عیسائی ہونے آیا ہوں اور کوئی بات نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ تم خون کرنے آئے ہو۔ مگر یہ نہیں کہا تھا کہ کس کو مارنے کے واسطے۔ پھر وہ چلا گیا۔ دوسرے تیسرے روز ڈاکٹر صاحب معہ یوسف خان اور ایک اور بوڑھا سا آدمی کے آئے۔ اور میرا فوٹو ڈاکٹر صاحب نے اتارا اور امرتسر چلے آئے۔ اس وقت اور نوکروں کی بھی تصویریں لیں۔ اس وقت تک کوئی ذکر ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے نہیں کیا۔ اس کے بعد دو روز گذر کر تار آئی کہ ڈاکٹر صاحب مجھے امرتسر بلاتے ہیں۔ ایک سانپ مارا۔ بھگت پریم داس نے مارا تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ یہ سانپ مرا ہوا ساتھ لے جاؤ صاحب کو دکھلانا۔ اسٹیشن پر سے محمد یوسف مجھے کوٹھی پر لے گیا اور وہاں میرا فوٹو لیا گیا۔ خراب نکلا۔ پھر مجھے ڈاکٹر صاحب نے محمد یوسف کے ہمراہ بازار میں بھیجا اور وہاں میری

﴿۲۲۴﴾

بقیہ حاشیہ

علاوہ ان سب امور کے ایک عظیم الشان علامت مسیح موعود کی احادیث صحیحہ میں یہ لکھی گئی ہے کہ وہ ایسے وقت میں آئے گا کہ جبکہ صلیبی مذہب زمین پر بڑے جوش سے پھیلا ہوا ہوگا۔ جیسا کہ حدیث یکسر الصلیب جو صحیح بخاری میں ہے اسی پر دلالت کرتی ہے۔ سو ایسے وقت میں اور ایسے زمانہ میں یہ عاجز آیا ہے۔

اور دوسری علامت اشارات احادیث سے مسیح موعود کے لئے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ ممالک مشرقیہ میں مبعوث ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجّال کا پتہ ونشان مشرق ہی بتلایا تھا۔ جیسا کہ حدیث وَ أَوْمَی اِلَی الْمَشْرِق سے ظاہر ہے

تصویر اتاری گئی۔ پھر میں کھانا کھانے بازار گیا اور بعد کھانا کھانے کے محمد یوسف مجھے کوٹھی پر لے گیا۔ اسی بازار میں دوکان تھی جہاں یوسف تھا۔ دام کھانے کا یوسف نے دیا تھا۔ جب کوٹھی گیا وہاں سے بیاس پر مجھے بھیجا گیا۔ بیاس جانے سے پہلے مجھے ہسپتال میں بھیجا گیا تھا اور وہاں سے پرچہ جات سٹیشن پر لانے کے واسطے اکیلا بھیجا گیا۔ عبدالرحیم وہاں تھا۔ اس نے کہا کہ تو سچ سچ بتلا دے جس بات کے واسطے آیا ہے مجھ کو معلوم ہو گیا ہے۔ ورنہ قید ہو جاوے گا۔ اس کے بعد میری فوٹو لی گئی اور کوٹھی پر گیا اور پھر یوسف نے مجھے ٹکٹ لے دیا اور میں بیاس چلا گیا۔ دو روز کے بعد ڈاکٹر صاحب ۔عبدالرحیم ۔ وارث دین۔ بھگت پریم داس اور ایک اور جوان عیسائی وہاں آئے۔ اور وارث دین، عبدالرحیم نے سب کے روبروئے مجھے کہا کہ اب بتلاؤ جس کام کے واسطے تو آیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں عیسائی ہونے کو آیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تجھ کو مرزا نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں اس نے مجھے کچھ نہیں کہا ہے۔ عبدالرحیم میرے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے مجھے کہا کہ تو یہ بات کہہ کہ مرزا غلام احمد نے مجھے بھیجا ہے کہ ڈاکٹر کلارک کو پتھر سے مار دے۔ مجھے تصویر دکھلائی اور کہا کہ جہاں جاؤ گے پکڑے جاؤ گے ورنہ یہ بات کہہ دو۔ میں نے اس کے کہنے کے بموجب ویسا ہی کہہ دیا۔ تب ڈاکٹر صاحب نے اور دوسروں نے کہا کہ ہم کو ایسا تحریر کر دو میں نے تحریر کر دیا۔ اور لکھا ’’نقصان کر‘‘ تو مجھے عبدالرحیم

﴿۲۲۵﴾

حاشیہ

پس اس صورت میں اس حدیث سے صاف طور پر یہ اشارہ نکلتا ہے کہ مسیح موعود مشرق سے پیدا ہوگا۔ کیونکہ جبکہ دجال کا مستقر اور مقام مشرق ہوا تو مسیح جو دجّالی کارروائیوں کو نابود کرنے کے لئے آئے گا ضرور ہے کہ وہ بھی مشرق میں ظہور کرے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ ہمارا ملک ہند خاص کر پنجاب کا حصہ مکہ معظّمہ سے بجانب مشرق واقعہ ہے۔ اور عجب تر یہ کہ دمشقی حدیث میں بھی جو مسلم میں ہے منارہ مشرقی کا ذکر کر کے مسیح موعود کے ظہور کے لئے مشرق کی طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے۔

ایسا ہی احادیث میں یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ مہدی موعود ایسے قصبہ کا رہنے

﴿۲۲۵﴾

نے کہا کہ لفظ ’’مارڈال‘‘ کا بھی لکھ دو۔ کان میں یہ بات کہی تھی۔ میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وقت تحریر اقبال وہ میرے پہلو بہ پہلو بیٹھا ہوا تھا۔ دو دفعہ اقبال لکھا تھا۔ بار اوّل لفظ صرف نقصان لکھا تھا۔ دوسری دفعہ جب لکھنے لگا تو بموجب اس کے کہنے کے مارڈال کا لفظ بھی لکھ دیا۔ پھر جب دستخط کرتا تھا۔ پوسٹماسٹر وغیرہ کو انہوں نے بلایا انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ مارے ڈر کے میں نے کہا کہ ہاں رضامندی سے لکھ دیتا ہوں۔ جب میں نے لکھ دیا تو ڈاکٹر صاحب اور سب نے کہا کہ ٹھیک تو ہمارے دل کی مراد پوری ہوگئی ہے۔ پھر ۶ بجے کی ٹرین میں مجھے امرتسر لے کر ڈاکٹر صاحب وغیرہ آئے اور کوٹھی پر لے گئے۔ وارث دین، عبدالرحیم، بھگت پریم داس ساتھ تھے جس روز اقبال لکھا اس روز سوائے عبدالرحیم کے بھگت پریم داس و وارث دین بھی مجھے کہتے تھے کہ تو اس طرح بیان کر دے مرزا کو پھنسا دے۔ تجھ کو کچھ نہیں ہوگا کہ تم کو ڈاکٹر صاحب نے معافی دے دی ہے۔ رات کو مجھے سلطان ونڈ لے گئے۔ خیرالدین ڈاکٹر کے مکان پر مجھے رکھا اور مجھے سکھلاتے رہے کہ تم یہ بات کہہ دینا کہ مرزا نے بھیجا ہے کہ ڈاکٹر کو پتھر سے ماردو۔ میں نے ڈر کے مارے کہا کہ ایسا ہی کہوں گا۔ رات کو میں بڑا بے چین رہا اور بے خواب رہا کہ مجھ سے جھوٹ کہلواتے ہیں۔ صبح مجھے گاڑی میں بٹھلا کر کوٹھی پر لائے اور کہتے رہے کہ تم کو کچھ بھی نہیں کہا جائے گا یہی بیان کرنا۔ ڈپٹی کمشنر کے روبروئے میرے اظہار ہوئے۔ میں نے رلیا رام اپنا نام از خود بتلایا تھا۔ ﴿۲۲۶﴾

بقیہ حاشیہ

والا ہوگا جس کا نام کدعہ یا کدیہ ہوگا۔ اب ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ یہ لفظ کدحہ دراصل قادیان کے لفظ کا مخفف ہے۔ اور بعض روایات میں یہ جو آیا ہے کہ ’’وہ کدعہ یمن کی بستیوں میں سے ایک گاؤں ہے‘‘۔ یہ حدیث کے لفظ نہیں ہیں۔ بلکہ کسی شخص نے اجتہادی طور پر یہ خیال کیا ہے۔ شاید اس نام کے مشابہ کوئی گاؤں یمن میں دیکھ کر کسی کو خیال آ گیا ہے کہ شاید وہ یہی گاؤں ہوگا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اب ایسا کوئی گاؤں ملک یمن میں آباد نہیں ہے اور نہ اس سرزمین میں کسی نے ایسا دعویٰ کیا۔ مگر قادیاں اس وقت موجود ہے اور نیز مسیحیّت اور مہدویّت کا مدعی بھی موجود۔ ﴿۲۲۶﴾

نوردین کے پاس ایک شخص ہندو تھا یا مسلمان کے کہنے پر کہا تھا کہ وہ عیسائی کرتا ہے۔ سب سے پہلے جب میں ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تو میں نے نہیں کہا تھا کہ مرزا صاحب نے مجھے بھیجا ہے۔ اپنا پتہ کھجوری دروازے کا بھی میں نے خود بخود بتلایا تھا۔ یہ باتیں اس واسطے میں نے کی تھیں کہ پہلے میں سکاچ مشن گجرات میں تھا۔ اور بوجہ بدچلنی مجھے نکالا گیا تھا اس غرض سے میں نے اپنے آپ کو ہندو ظاہر کیا تھا کہ پہلا حال معلوم نہ ہووے۔ مولوی نوردین کو چٹھی میں نے بیاس سے ضرور لکھی تھی کہ میں عیسائی دین کو اچھا سمجھتا ہوں۔ وارث دین، بھگت پریم داس وعبدالرحیم نے مجھے کہا تھا کہ تو اس چٹھی کی بابت کہنا کہ مرزا صاحب اور مولوی نورالدین ایک ہی ہیں۔ اس لئے ان کو چٹھی لکھی تھی کہ میرے حالات کی ان کو خبر ہو جائے۔ عبدالرحیم۔ پریم داس اور وارث دین نے انار کلی میں مجھے سکھلایا تھا کہ یہ کہنا کہ مرزا صاحب کو گالیاں دے کر چلا آیا تھا۔ مرزا صاحب کے دو آدمیوں سے بوجہ ان کے نصیحت دینے کے میرا تکرار ضرور ہوا تھا۔ مگر مرزا صاحب کو میں نے کوئی گالی بُرا نہیں کہا۔ مجھے کوئی علم دو آدمیوں کا جو بیاس میں دیکھے جانے بیان کئے گئے ہیں نہیں ہے۔ سلطان ونڈ میں عبدالرحیم وغیرہ نے مجھے کہا تھا کہ تم یہ بات کہنا کہ ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر میری نیّت قتل کرنے کی بدل گئی ہے۔ جب میرا اظہار ہو چکا تھا۔ مجھے کوٹھی امرتسر میں لے جا کر بند کر دیا تھا اور عبدالرحیم و وارث دین و پریم داس کہتے تھے کہ تم کو مرزا صاحب کا کوئی آدمی مار دے گا۔ ﴿۲۲۷﴾

حاشیہ

ﷺ ایسا ہی مسیح موعود کے وجود کی علت غائی احادیث نبویہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عیسائی قوم کے دجل کو دور کرے گا اور ان کے صلیبی خیالات کو پاش پاش کر کے دکھلا دے گا۔ چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر خدا تعالیٰ نے ایسا انجام دیا کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا۔ میں نے خدا تعالیٰ سے بصیرت کاملہ پا کر ثابت کر دیا کہ وہ لعنتی موت کہ جو نعوذ باللہ حضرت مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے جس پر تمام مدار صلیبی نجات کا ہے وہ کسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔ اور کسی طرح لعنت کا مفہوم کسی راستباز پر صادق نہیں آ سکتا۔ چنانچہ فرقہ پادریان اس جدید طرز ﴿۲۲۷﴾

دو مہتر میرے ساتھ مکان میں بند کئے گئے تھے۔ وہ بھی سکھلاتے رہتے تھے۔ قطب دین کی بابت مجھے وارث دین عبدالرحیم و پریم داس نے کہا تھا کہ اس کا نام لو۔ وکیل صاحب (لالہ رام بھج) نے انار کلی میں مجھ سے پوچھا تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی اور آدمی بھی تھا یا نہ۔ جب تک کسی اور آدمی کا ذکر نہ ہووے تم پرندہ نہ تھے کہ مار کر اڑ جاتے عدالت باور نہیں کرے گی۔ اس پر وارث دین وغیرہ نے قطب دین کی شمولیت کی بابت مجھے سکھلایا تھا☆۔ میں نے وکیل صاحب کو پتہ قطب الدین کا نہیں بتلایا تھا۔ میرے ہاتھ پر پریم داس نے کرمونکی ڈیوڑھی اور قطب الدین کا پتہ لکھ دیا تھا کہ جب اظہار دو گے یاد رکھنا۔ پنسل سے لکھا تھا۔ پنسل وارث دین کی تھی۔ یہی پنسل ہے جو اس وقت وکیل کے ہاتھ میں ہے اور اسی سے لکھا تھا۔ **نوٹ**۔ (تسلیم کیا گیا کہ پنسل وارث دین کی ہے)۔ اور بھی بہت پنسلیں سکول میں تھیں۔ وارث دین وغیرہ قطب دین کا حلیہ بیان کرتے تھے مگر میں اس کو مطلق نہیں جانتا۔ رات کو انہوں نے مجھ سے حلیہ وغیرہ قطب دین کا ذکر کیا تھا۔ وکیل سے میں نے حلیہ وغیرہ کا ذکر نہیں کیا تھا۔ بھگت پریم داس، وارث دین اور عبدالرحیم کے سکھلانے پر میں نے بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب کو مٹھیاں بھرا کرتا تھا۔ میں مرزا صاحب کے مکان پر کبھی نہیں گیا تھا صرف ایک دفعہ ان کو مسجد میں دیکھا تھا۔ صرف ان لوگوں کے کہنے سے سب بیان

﴿۲۲۸﴾

بقیہ حاشیہ

کے سوال سے جو حقیقت میں ان کے مذہب کو پاش پاش کرتا ہے ایسے لاجواب ہو گئے کہ جن جن لوگوں نے اس تحقیق پر اطلاع پائی ہے وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق نے صلیبی مذہب کو توڑ دیا ہے۔ بعض پادریوں کے خطوط سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اس فیصلہ کرنے والی تحقیق سے نہایت درجہ ڈر گئے ہیں اور وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس سے ضرور صلیبی مذہب کی بنیاد گرے گی۔ اور اس کا گرنا نہایت ہولناک ہوگا۔ اور وہ لوگ درحقیقت اس مثل کے مصداق ہیں کہ یُرجی برء مَنْ جرحه السنان. ولا یرجی برء من مزّقه

﴿۲۲۸﴾

☆ اس جگہ سے ظاہر ہے کہ دیسی عیسائی کس چلن کے آدمی ہیں اور جھوٹ کو کیسا شیر مادر سمجھتے ہیں اور کیسے جھوٹے منصوبے ظلم کرنے کے لئے باندھتے ہیں۔ منہ

کیا ہے۔ان ہی کے کہنے سے بیان کیا تھا کہ امرتسر مسجد خیر الدین میں مظہر سویا رہا تھا۔ یہ بات بھی بٹالہ میں مجھے سکھلائی گئی تھی۔ مارے ڈر کے پہلے میرا بیان جھوٹا لکھواتے رہے ہیں۔ جب تھانہ دار بلانے گیا تھا وہ اندر تھا باہر وارث دین نے مجھے کہا کہ خبردار پہلا بیان مت بدلنا تم کو ڈاکٹر صاحب نے وعدہ معافی دیا ہوا ہے۔ دو سپاہی پولیس کے سکھ تھے۔انہوں نے بھی مجھے کہا تھا کہ خبردار اظہار مت بدلنا۔ ایک مدرس نہال چند نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔ آج صبح عبدالغنی عیسائی میرے پاس آیا تھا اور کہتا تھا کہ شیخ وارث دین اور یوسف کہتے ہیں کہ تم کو ڈاکٹر صاحب سے معافی دلوا دیں گے اور تم بچ رہو گے اگر پہلا اظہار دو گے۔ کپتان صاحب کو میں نے اس امر کی اطلاع دے دی تھی۔ صاحب بہادر غسل کر رہے تھے خانساماں خاکروب وغیرہ سب احاطہ والوں کو خبر ہے کہ انہوں نے اس کو دیکھا تھا۔ میں نے کوئی کمرہ مرزا صاحب کا نہیں دیکھا ہوا اور نہ غسل خانہ کا کوئی علم ہے صرف ان لوگوں کے کہنے سے میں نے ایک کمرہ کا جو مسجد کے اوپر لے حصہ سے ملا ہوا ہے نام لے دیا تھا۔ ڈر کے مارے میں سب بیان کرتا رہا تھا۔ نور الدین عیسائی نے مجھے کہا تھا کہ تمہارا گذارہ میرے پاس نہیں ہو سکے گا۔ ڈاکٹر صاحب کے پاس جاؤ۔ اس لئے میں ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تھا ورنہ پہلے کوئی واقفیت ڈاکٹر صاحب سے نہ تھی۔ اقبال کا مطلب مجھے عبدالرحیم نے بتلایا تھا اور میں نے لکھ دیا تھا۔ لفظ بھی مجھے اس نے بتلائے تھے۔ پہلے جو

﴿۲۲۹﴾

حاشیہ

البرھان۔ یعنی جو شخص نیزہ سے زخمی کیا جائے اس کا اچھا ہونا امید کی جاتی ہے لیکن جو شخص برہان سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے اس کا اچھا ہونا امید نہیں کی جاتی۔

ایسا ہی میں نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر ثابت کر دیا کہ مسیح کا رفع جسمانی بالکل جھوٹ ہے۔ عیسائی تواریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت تک عیسائیوں کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں اور ان کا رفع روحانی ہوا ہے۔ پھر بعد میں جب عیسائی لوگ یہودیوں کے مقابل پر رفع روحانی کا کوئی ثبوت نہ دے سکے کیونکہ روح نظر نہیں آتی تو یہ بات بنائی گئی کہ یسوع کو آسمان کی طرف جاتے فلاں شخص نے دیکھا تھا۔ اور

﴿۲۲۹﴾

تحریر میں نے کی تھی وہ مجھ سے لے کر انہوں نے چاک کر دی تھی۔ جو بیان میں نے اب لکھایا ہے یہ بالکل درست اور سچ ہے۔ پہلا بیان مارے خوف اور ترغیب کے لکھایا تھا۔ میں نے خود بخود یہ بیان جواب لکھوایا ہے کسی کی ترغیب یا تحریص سے نہیں لکھوایا۔ (بسوال وکیل استغاثہ) میں اس وقت تک محمدیوں سے نہیں رلا۔ یعنی نہ محمدؐ صاحب کو سچا جانتا ہوں اور قرآن کو۔ متلاشی عیسائی ہوں۔ میں لاہور سے قادیاں مولوی نورالدین کے ساتھ کبھی نہیں آیا اور نہ امرتسر میں۔ پہلے پہل جب قادیاں گیا تھا سالم یکہ بٹالہ سے لیا تھا۔ شیخ رحمت اللہ کو دو دفعہ میں نے لاہور میں دیکھا تھا یعنی ملا تھا۔ پہلی دفعہ اس نے ۸؍ مجھے دیئے تھے۔ ڈاکٹر نبی بخش کو لاہور دیکھا تھا۔ لاہور سے بٹالہ تک آیا وہ اوّل درجہ کی گاڑی میں تھا اور میں سوم درجہ میں تھا۔ بٹالہ اس کے پاس میں نہیں ٹھہرا تھا۔ صرف رات رہا اور صبح قادیاں چلا گیا تھا۔ قادیاں جانے کے وقت سے مولوی نوردین سے واقف ہوا ہوں۔ میری سفارش کسی نے مولوی نورالدین سے نہیں کی تھی۔ میراں بخش گجراتی نے مجھے کہا تھا کہ مرزا صاحب کے پاس قادیاں جاؤ اور تعلیم پاؤ۔ دوسری دفعہ گجرات نوکری کے واسطے مظہر گیا تھا۔ میرے پاس دو روپیہ تھے جب قادیاں گیا تھا۔ مولوی نورالدین کی میرے چچا برہان الدین سے خبر نہیں کہ دوستی ہے یا نہ۔ جب میں پہلی دفعہ قادیاں آیا برہان الدین وہاں نہ تھا۔ دوسری دفعہ میرے آنے سے پہلے وہ وہاں تھا۔ وہ اور میں اکٹھے

«۲۳۰»

حاشیہ

پھر رویت کے لحاظ سے دلوں میں یہ بات سما گئی کہ جسم عنصری کے ساتھ یسوع آسمان پر چلا گیا۔ آسمان پر چڑھانے سے اصل غرض تو یہ تھی کہ تا یہودیوں کے اس الزام سے یسوع کو بری کریں کہ وہ نعوذ باللہ لعنتی ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا نہیں گیا۔ مگر جن لوگوں نے اس اعتراض سے بچنے کے لئے یسوع کے جسم کو آسمان پر چڑھا دیا انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ لعنت جس پر یہود زور مارتے تھے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مصلوب ہونے سے کسی کا جسم آسمان پر نہیں جاتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ ملعون کی روح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی نہیں جاتی۔ یہودیوں کا یہ خیال نہ تھا کہ ملعون کا جسم آسمان پر نہیں جاتا اور نہ ان کا

«۲۳۰»

نہ رہتے تھے۔ برہان الدین سے میری پہلے بھی صلح تھی تب بھی تھی۔ جب بٹالہ میں یہ مقدمہ ہورہا تھا خبر نہیں برہان الدین تھا۔ اب بھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ کیونکہ میں پہرہ میں تھا۔ میں نے ٹوکری اٹھانے کا کام ازخود کیا تھا کسی کے کہنے سے نہیں کیا تھا۔ چھاپہ خانہ میں علیحدہ کام کیا تھا۔ میں نے برہان الدین کو وہاں تب نہیں دیکھا تھا۔ صرف ایک جوڑا کپڑوں کا میرے پاس تھا جب میں قادیاں گیا تھا۔ مجھے وارث دین وغیرہ کہتے تھے کہ تم کہو کہ دو تین جوڑے تھے جب گیا تھا۔ غلام مصطفٰی میرا پہلے واقف نہ تھا۔ مسلمان جان کر کھانا اس نے دو روز دیا تھا۔ بٹالہ میں دریافت کر کے اس کے چھاپہ خانہ میں گیا تھا۔ ۹ بجے دن کے گاڑی میں سوار ہوکر امرتسر گیا تھا۔ جاتے ہی حال بازار سے نورالدین کا پتہ مجھے ملا تھا کہ وہ عیسائی منّاد ہے۔ کھانا کھا کر بٹالہ سے چلا تھا۔ دو تین بجے دن کے گرے صاحب کے پاس گیا تھا اور اسی روز ڈاکٹر صاحب کے یہاں گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے میرے ناکے وغیرہ کا حال پوچھا تھا اور میں جواب کافی نہ دے سکا تھا۔ ٹم ٹم میں تھانہ دار مجھے چڑھا لایا تھا۔ سائیس کے سامنے مجھے پیچھے بٹھایا تھا۔ شام کو پریم داس و وارث دین وغیرہ کپتان صاحب کے بنگلہ پر آئے تھے کہ لڑکا ہم کو مل جاوے۔ راستہ میں تھانہ دار نے مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ میں نے پوچھا تھا کہ کیوں مجھے کپتان صاحب نے بلایا ہے اس نے کہا

﴿۲۳۱﴾

بقیہ حاشیہ

یہ خیال تھا کہ جو لوگ ملعون نہیں ہوتے وہ معہ جسم آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ توریت سے ثابت ہے کہ حضرت یوسف کی ہڈیاں چارسو برس بعد فوت کے حضرت موسیٰ کنعان کی طرف لے گئے۔ اگر وہ ہڈیاں آسمان پر چلی جاتیں تو زمین سے کیونکر دستیاب ہوتیں۔ توریت سے یہ بھی ثابت ہے کہ انسان مرنے کے بعد خاک میں جائے گا کیونکہ وہ خاک سے پیدا کیا گیا ہے۔ غرض اس میں کسی کو کلام نہیں کہ مرنے کے بعد تمام نبی زمین میں ہی دفن ہوتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ تمام نبی خدا کے مقرب تھے نہ ملعون۔ پھر اگر ملعون کی یہ علامت ہے کہ وہ معہ جسم آسمان پر نہیں اٹھایا جاتا تو نعوذ باللہ تمام نبی ملعون ہوں گے۔☆ اور ایسا خیال

﴿۲۳۱﴾

☆ اگر ملعون معہ جسم آسمان پر نہیں جاتا تو ماننا پڑے گا کہ جو لوگ ملعون نہیں وہ ضرور معہ جسم آسمان پر جاتے ہیں اور یہ صریح باطل ہے۔ منہ

﴿۲۳۲﴾

تھا کہ خبر نہیں۔ سیدھا بنگلہ پر تھانہ دار لے گیا۔ بموجب حکم کپتان صاحب کے تھانہ دار نے مجھ سے دریافت کیا۔ وہ دُوسرا تھانہ دار تھا۔ درخت کے نیچے جو احاطہ بنگلہ میں ہے تھانہ دار مجھے لے گئے اور مجھ سے دریافت کیا۔ قریب پچیس گز کے درخت دُور تھا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ سچ نہیں بولتا۔ مَیں نے جواب دیا کہ مَیں سچ کہتا ہوں جو لکھایا ہے سچ ہے۔ پھر انہوں نے کپتان صاحب سے کہا کہ یہ لڑکا سچ نہیں بتلاتا ہے۔ صاحب نے حکم دیا کہ میرے روبروئے لاؤ۔ محمد بخش پوچھنے والوں میں نہ تھا۔ صرف ایک آدمی پوچھتا تھا جو دوسرا تھانہ دار ہے نام نہیں جانتا۔ وہ تھانہ دار نہیں پوچھتا تھا جو گاڑی میں لایا تھا۔ محمد بخش نے کوئی بات مجھ سے نہیں پوچھی تھی۔ محمد بخش اور دوسرا تھانہ دار اور ایک اور سپاہی یا منشی وہاں تھے۔ وہ منشی ہندو تھا۔ وہ منشی کسی مقدمہ کے فیصلہ ہونے کا ذکر کرتا تھا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ وہ منشی ہے۔ مجھے محمد بخش نے نہیں کہا تھا کہ تم نے مرزا صاحب کے برخلاف لکھوانے میں گناہ کیا ہے۔ مجھے کوئی آدمی مرزا صاحب کا نہیں ملا۔ صرف چار پانچ منٹ درخت کے نیچے گفتگو ہوئی تھی۔ تین چار قدم کے فاصلہ پر چارپائی تھی اُس پر پھر مَیں لمبا پڑا رہا تھا۔ ایک دو گھنٹے کے بعد نوکر اُٹھا اور مظہر کو کپتان صاحب کے رُوبروئے حاضر کیا گیا۔ میرے پاس کوئی آدمی نہیں آیا۔ اور نہ کسی نے تھانہ دار سے گفتگو کی تھی۔

﴿۲۳۲﴾

بقیہ حاشیہ

صریح باطل ہے۔ لہٰذا قطعی طور پر یہ ماننا پڑا کہ ملعون سے مراد وہ شخص ہے جس کی روح کو خدا کے قرب میں جگہ نہ ملے اور **خدا کی طرف** نہ اٹھایا جائے۔

اور میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ توریت کے رو سے جو شخص لکڑی پر لٹکایا جائے یعنی مصلوب ہو وہ لعنتی ہے۔ اور اسی سے یہود نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لعنتی ہیں۔ اور اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ لعنت کو جسم سے کچھ تعلق نہیں اور نہ عدم لعنت سے جسم کا آسمان پر جانا مانا گیا ہے۔ لہٰذا یہود کا اعتراض حضرت مسیح کی نسبت صرف یہ تھا کہ وہ ان کو ملعون ٹھہرا کر اس مقام قرب اور رحمت سے بے نصیب ٹھہراتے تھے جہاں ابراہیم اور

﴿۲۳۳﴾ جب کپتان صاحب نے مجھ سے اوّل دریافت کیا تو مَیں نے وہی حالات بیان کیا جو پہلے لکھوایا تھا۔ صاحب نے کہا کہ جھوٹ بولتے ہو اب تم کو انارکلی میں نہیں بھیجا جاوے گا۔ گورداسپور لے جاویں گے۔ پھر مَیں نے کہا کہ میں نے سچ بولا ہے۔ صاحب نے کہا کہ نہیں تم جھوٹ بولتے ہو جب تمہارے شک رفع ہوگئے تھے تو کیوں پھر عیسائیوں کے پاس گئے تھے۔ مَیں نے کہا تھا کہ نوکری کے واسطے گجرات گیا تھا۔ صاحب نے کہا تھا کہ مرزا صاحب کے تم کو بھیجنے کی بابت جھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ سچ سچ بتلاؤ۔ مَیں نے خدا کے خوف سے ڈر کر پھر سب حال سچ سچ بتلا دیا جو لکھایا گیا ہے۔ انسپکٹر صاحب اور محمد بخش تھانہ دار اور ایک اور منشی اُس وقت موجود تھے جب کپتان صاحب نے میرا بیان لکھا تھا۔ صاحب سوال کرتے رہے تھے اور مَیں مسلسل بیان لکھواتا رہا تھا۔ اُسی روز مجھے گورداسپور لے آئے تھے۔ جب اقبال لکھا گیا تھا ڈاکٹر صاحب پانچ چار قدم کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ عبدالرحیم کہتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب تم کو بچالیں گے اور دھمکی بھی دی گئی تھی کہ تمہاری تصویر ہمارے پاس ہے جہاں جاؤ گے پکڑے جاؤ گے۔ لفظ ''مار ڈال'' کا میرے کان میں عبدالرحیم نے کہا تھا کہ لکھو۔ جس رات لالہ رام بھج نے مجھ سے پوچھا تھا اُس سے دوسرے دن میری شہادت دوبارہ ہوئی تھی اور پیشی عدالت سے پہلے عبدالرحیم وغیرہ نے قطب الدین وغیرہ کی بابت سِکھلایا تھا۔ پہلی دفعہ

حاشیہ ﴿۲۳۳﴾

اسرائیل اور یعقوب وغیرہ نبیوں کی روحیں گئی ہیں ۔ پس اس مقام میں یہ خیال پیش کرنا کہ حضرت مسیح معہ جسم آسمان پر چلے گئے ہیں پھر اس سے ان کی خدائی نکالنا یہ ایک ایسا امر ہے جو یہودیوں کے اعتراض سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے گذرنے کے بعد یہ دعویٰ کہ یسوع آسمان پر چلا گیا ہے اس غرض سے کیا گیا تھا کہ تا یہودیوں کے اعتراض لعنت کو دفع کیا جائے اور اس وقت تک عیسائیوں کا یہی خیال تھا کہ خدا کی طرف مسیح کی روح اٹھائی گئی۔ کیونکہ خدا کی طرف روح جاتی ہے نہ کہ جسم اور پھر دوسرے زمانہ میں اصل بات بگڑ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ مسیح کا جسم آسمان پر چلا گیا ہے اور وہ خدا ہے ۔ حالانکہ اصل مدعا یہ تھا کہ مسیح کو

﴿۲۳۴﴾

جب وکیل بارہ بجے آیا اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم پرند نہیں ہو کہ اُڑ کر امرتسر گئے تھے کوئی اور آدمی بھی تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور تب عبدالرحیم وغیرہ نے مجھے قطب الدین کی شمولیت کی بابت کہا تھا۔ **نوٹ** وکیل استغاثہ نے تسلیم کیا کہ ہم نے دُوسرے آدمی کی شمولیت کی بابت گواہ سے شام کے وقت بھی پوچھا تھا۔'' شام کے وقت پھر وکیل نے پوچھا تھا اور مَیں نے حسب گفتہ عبدالرحیم وغیرہ قطب الدین کا نام بتلایا تھا۔ وکیل نے مجھے کہا تھا کہ عدالت اِس بات کو نہیں مانے گی کہ تو اکیلا مار کر چلا گیا یا چلا جاوے گا۔ کسی اور آدمی کی شمولیت ضرور ہوگی۔ تب بارہ بجے کے بعد حسب سکھلاوٹ قطب الدین کا نام بیان کیا تھا۔ مسجد کے ساتھ ایک کمرہ ہے جس کی بابت مَیں نے ذکر کیا تھا۔ پہاڑ کی طرف ہے۔ معلوم نہیں اُس کا دروازہ کدھر کو ہے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ قطب الدین کا رنگ وحُلیہ کیا ہے۔ اور نہ کسی نے مجھے بتلایا تھا۔ نہ اب تک میں اُس کے حلیہ وغیرہ سے آگاہ یا واقف ہوُا ہوں۔ (بسوال عدالت) پیشی عدالت سے پہلے بارہ بجے دن کے وقت وکیل رام بھج میرے پاس آیا اور مجھے کہا کہ تم پرند نہیں ہو کہ مار کر اُڑ جاتے۔ اِس کے بعد وارث دین وغیرہ نے مجھے قطب دین کا نام بتلایا اور جب شام کو وکیل نے پھر مجھ سے ذکر کیا تو قطب الدین کا نام مَیں نے بتلایا تھا اور میری ہتھیلی پر دوسری

﴿۲۳۴﴾

بقیہ حاشیہ

صلیب کے نتیجہ سے بچا لیا جائے۔ اور وہ روحانی رفع پر موقوف تھا۔ اور روحانی رفع اسی غرض سے تھا کہ تا یہ دکھلایا جائے کہ وہ لعنت کے داغ سے پاک ہے مگر توریت کے منشاء کے موافق لعنت کے داغ سے وہ پاک ہوسکتا ہے جس کی روح خدا کی طرف اٹھائی جائے نہ کہ جسم آسمان کی طرف جائے۔ عیسائی اس بات کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح بقول ان کے صلیبی موت سے اس الزام کے نیچے آ گئے تھے کہ وہ لعنتی ہوں اور اس لعنت سے مراد ابدی لعنت تھی۔ پھر اس عقیدہ کے موافق اول اعتراض تو یہی ہوتا تھا کہ وہ ابدی لعنت یعنی یہ کہ رحمتِ الٰہی سے مردود ہوجانا اور خدا کا دشمن ہوجانا اور خدا سے بیزار ہوجانا اور شیطان سیرت ہو جانا

﴿۲۳۵﴾

دفعہ عدالت میں پیش ہونے سے پہلے پریمداس نے پتہ قطب دین کا لکھا تھا۔ (بسوال وکیل ملزم) جب دوبارہ شہادت بٹالہ میں ہوئی اُسکے بعد ڈاکٹر صاحب کے پاس رہا تھا۔ دو سپاہی اور دو چوہڑے اور تین عیسائی میری حفاظت پر تھے یعنی اُنکے پہرہ میں مظہر تھا۔ مرزا صاحب کا کوئی آدمی مجھے نہیں ملا اور نہ اُس بیان کو مَیں نے کسی کی ترغیب اور تحریص سے لکھایا جو پولیس والے صاحب کے رُوبروئے لکھایا گیا ہے۔ صرف صاحب نے کہا تھا کہ ہم سچ دریافت کرنا چاہتے ہیں اور مَیں نے خدا کے خوف سے سچ لکھا دیا۔ تھانہ داروں نے مجھے کوئی خوف یا ترغیب نہیں دی تھی۔ مرزا صاحب نے ہرگز مجھے نہیں کہا تھا کہ تم جا کر ڈاکٹر صاحب کو مارڈالو۔ مسجد کے ساتھ والے کمرے میں کوئی شخص نہیں جا سکتا۔ وہ زنان خانہ صاحب مکان کا ہے۔ مجھے اُس کے دروازے کا بھی حال معلوم نہیں ہے۔ شیخ وارث دین، بھگت پریمداس اور ایک اور عیسائی بوڑھا اور عبدالرحیم مجھے سکھلاتے رہے تھے۔ اُس رات کو جس کے دوسرے دن میری دوبارہ شہادت ہوئی ہے تالا باہر سے مکان کو لگا کر مجھے اندر مکان کے بند رکھتے تھے۔ انارکلی میں مجھے سکھلاتے رہے تھے کہ تم بیان کرنا کہ مرزا صاحب نے مجھے مارنے کے واسطے بھیجا تھا۔ وکیل نے جب شام کے وقت مجھ سے پُوچھا تھا اُسوقت ڈاکٹر صاحب ذرا فاصلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وکیل نے کہا تھا کہ جو سوال ملزم کی طرف سے وکیل کرے اُس کا جواب

﴿۲۳۵﴾ **حاشیہ**

جیسا کہ لغت کی رو سے مفہوم لعنت کا ہے وہ تین دن تک کیوں محدود ہوگئی۔ کیا توریت کا مطلب صرف تین دن ہیں یا ابدی لعنت ہے؟ اس **خودتراشیدہ** عقیدہ سے تو توریت باطل ہوتی ہے اور ممکن نہیں کہ خدا کا نوشتہ باطل ہو۔

علاوہ اس کے توریت کا مطلب تو یہ تھا کہ صلیب پر مارے جانے سے خدا کی طرف روح اٹھائی نہیں جاتی بلکہ جہنم کی طرف جاتی ہے۔ چنانچہ یہ مؤخر الذکر جزو عیسائیوں کے عقیدہ میں داخل ہے اسی وجہ سے وہ لوگ نعوذ باللہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تین دن تک جو لعنت کے دن تھے وہ نعوذ باللہ جہنم میں رہے اور

﴿۲۳۶﴾

اُلٹا دینا۔ مَیں یہ بات سچ اور ایمان سے کہتا ہوں کہ وکیل رام بھج نے مجھ کو حسب مذکورہ بالا کہا تھا۔ میرے ساتھ ایک سپاہی آریہ قادیاں گیا تھا۔ آریوں کے ہاں ٹھہرا تھا اور آریوں نے گواہ بنا دیئے تھے۔ نہال چند مدرس عیسائی ہے۔ عبدالحمید بقلم خود

سُنایا گیا درست ہے تسلیم کیا گیا دستخط حاکم

نقل ترجمہ بیان ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

دستخط حاکم

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

ترجمہ بیان ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب باقرار صالح ۲۰؍ اگست ۱۸۹۷ء

ہم کو عبدالحمید کے اس دوسرے بیان کی نسبت کچھ معلوم نہیں ہے۔ عبدالرحیم ۳؍ بجے اور چھ بجے کے درمیان بیاس جا کر امرتسر واپس آ سکتا تھا۔ جب ہم سب بیاس گئے تو کسی شخص کو عبدالحمید کے ساتھ علیحدہ بات کرنے کا موقعہ نہیں تھا۔ عبدالحمید کے اقبال کے وقت عبدالرحیم ذرا فاصلے پر موجود تھا اور کان میں بات نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے ہمارے پاس اقبال کیا۔ عبدالرحیم اقبال کرنے کے وقت نہیں بولا۔ اقبال میں لفظ نقصان اوّل عبدالحمید نے لکھا تھا اور پھر لفظ مار ڈالنا اُس نے از خود لکھا تھا۔ ہم نے لڑکے کو مسٹر اہل ساپ صاحب

﴿۲۳۶﴾ بقیہ حاشیہ

جب لعنت کے دن ختم ہو چکے تو وہ اسی جسم کے ساتھ جو لعنتی صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور بذریعہ سزا جہنم صاف نہیں کیا گیا تھا خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے گئے۔ سو عیسائی لوگ اس بات کو خود مانتے ہیں کہ لعنت کے دنوں نے تقاضا کیا کہ تا حضرت یسوع کی روح جہنم میں جائے اور پھر جو لعنت سے پاک ہونے کے دن تھے ان دنوں نے تقاضا کیا کہ تا ان کی روح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی جائے۔ اب چونکہ وہ لعنت کے دنوں کی نسبت اقرار کر چکے ہیں کہ یسوع کی محض روح ہی جہنم میں گئی تھی اس لئے انھیں اس دوسرے پہلو میں بھی یہی اقرار کرنا پڑے گا کہ

﴿۲۳۷﴾

ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس بہادر کی درخواست اور اُس کی اپنی درخواست پر رکھا تھا۔ ہم نے مسٹر گرے اور اُس کے پاس جانے کی نسبت بعد میں سُنا۔ (بسوال وکیل ملزم۔) ہم ڈاکٹر مشنری ہیں۔ ہم نے اپنے وکیل کا سفر خرچہ اور محنتانہ نہیں دیا۔ ہم کو یاد نہیں ہے کہ آیا ہم نے رام بھج دت کو وکیل مقرر کیا یا وہ از خود آیا۔ ہم لوگ ایک شخص جو سب کا دشمن ہے کے بارے میں مل کر کارروائی کرتے ہیں۔ (بسوال عدالت) عبدالرحیم ۳۲ سال ملازمت مشن میں رہا۔ جب لڑکا آیا۔ عبدالرحیم ایک بڑی خوف زدہ حالت میں تھا اور اقبال کیا کہ وہ اُس کو مار ڈالنے آیا ہے۔ لڑکے کی روانگی کے دن ہم عبدالرحیم کو اُس کے ظاہر ارادوں کے بارے میں ناراض ہوئے۔ ہم کو سوجھ گئی تھی کہ اشارہ نادرست نہیں تھا۔ اور لڑکے کے چہرے پر ظاہرًا ایک رنگ آتا تھا اور دُوسرا جاتا تھا 20-8-97 کوئی سوال نہیں ہؤا۔ دستخط حاکم

نقل بیان مسٹر لیمار چنڈ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور بعدالت فوجداری اجلاسی مسٹر ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور (مہر عدالت)

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک — بنام مرزا غلام احمد قادیانی — جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری — دستخط حاکم

۲۰/ اگست ۹۷ء بیان مسٹر لیمار چنڈ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس باقرار صالح۔

۱۳/ تاریخ کو صاحب مجسٹریٹ ضلع نے ہم سے فرمایا تھا کہ عبدالحمید کے بیان سے پوری تسلّی ان کی نہیں

﴿۲۳۷﴾ بقیہ حاشیہ

خدا کی طرف بھی محض ان کی روح ہی گئی تھی اور اس کے ساتھ وہ جسم نہیں تھا جو نعوذ باللہ لعنتی صلیب سے ناپاک ہو چکا تھا۔ کیونکہ جس حالت میں لعنت کے دنوں میں جسم تین دن تک قبر میں رہا اور جہنم میں لعنت کا نتیجہ بھگتنے کے لئے محض روح گئی تو پھر خدا جو بموجب قول ان کے روح ہے کیونکر اس کی طرف جسم اٹھایا گیا۔ حالانکہ جسم کا جہنم میں جانا ضروری تھا کیونکہ گو لعنت یسوع کے دل پر پڑی مگر جسم بھی دل کے ساتھ شریک تھا بالخصوص اس وجہ سے کہ عیسائیوں کا جہنم محض ایک جسمانی آتش خانہ ہے کوئی روحانی عذاب اس میں نہیں۔ غرض

﴿۲۳۸﴾

ہوئی اور زیادہ حال دریافت کرنا ضروری ہے۔ ہم نے ڈاکٹر کلارک صاحب سے قبل اس کے کہ وہ جائیں دریافت کیا کہ کس طرح عبدالحمید کو ہم بلائیں۔ انہوں نے نہال چند منشی کا پتہ دیا کہ اُس کو لکھ کر بُلا لیں۔ ۱۴ ؍تاریخ کو محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ مسانیاں سے واپس بٹالہ آیا اور ہم نے اس کو نہال چند کے پاس معہ ایک چٹھی کے بھیجا۔ جب وہ عبدالحمید کو لایا ہمارے پاس بہت کام تھا۔ ہم نے محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو باہر درخت کے نیچے اپنے زیر نگرانی رکھو۔ انسپکٹر صاحب جلال الدین کو بھی حکم دیا تھا کہ حفاظت رکھو۔ ہم کو علم ہے کہ یہ دونوں افسر قادیاں والے مرزا صاحب کے ہرگز مرید نہیں ہیں۔ جب کام سے ہم فارغ ہوئے۔ ہم نے عبدالحمید کو بلوایا۔ درخت کے نیچے جہاں وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم دیکھ سکتے تھے۔ قریب دو گھنٹہ کے بعد ہم نے صرف عبدالحمید کو بلوایا تھا۔ دونوں افسر اس کو لائے تھے۔ قبل اس کے کہ عبدالحمید کو لاویں انسپکٹر صاحب نے ہم سے کہا کہ اگر فرصت نہیں ہے تو عبدالحمید کو واپس انارکلی بھیج دیا جاوے کیونکہ وہ جانا چاہتا ہے اور مقدمہ کی بابت کچھ اصلیت ظاہر نہیں کرتا۔ ہم نے تب کہا کہ اس کو ہمارے روبروئے حاضر کرو۔ جب وہ آیا تو وہی کہانی اس نے بیان کی جو پہلے مرزا صاحب کے اس کو امرتسر برائے قتل ڈاکٹر کلارک صاحب بھیجنے کی نسبت بیان کی تھی۔ ہم نے دو صفحے لکھے اور اس کو کہا کہ ہم اصلیت صرف دریافت کرنا چاہتے ہیں ناحق وقت کیوں ضائع کرتے ہو۔ اس

﴿۲۳۸﴾ **حاشیہ**

اس تمام تحقیق سے ثابت ہوا کہ عیسائیوں نے یسوع کا معہ جسم اٹھایا جانا قرار دے کر اپنے عقیدہ کو غلطیوں اور تناقضوں سے پُر کر دیا ہے اور اصل بات یہی ہے کہ اس کی فقط روح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی گئی اور وہ بھی صلیب سے ایک مدت دراز کے بعد۔

اور اس تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یسوع کا خدا کی طرف اٹھائے جانا جو اس کے خدا ہونے کی دلیل ٹھہرائی گئی ہے یہ سراسر بیہودگی اور حماقت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب یہودی لوگ اپنے زعم میں حضرت مسیح کو مصلوب کر چکے تو انہوں نے ہر روز عیسائیوں کو

﴿۲۳۹﴾

بات کے کہنے پر عبدالحمید ہمارے پاؤں پر گر پڑا اور زار زار رونے لگا۔ بڑا پشیمان معلوم ہوتا تھا اور کہا کہ میں اب سچ سچ بیان کرتا ہوں جو اصل واقعہ ہے اور تب اس نے وہ بیان ہمارے روبروئے کہا جو ہم نے حرف بحرف اس کی زبان سے لکھا اور عدالت میں پیش ہے۔ ہم نے تب ڈپٹی کمشنر بہادر کو تار دی اور گواہ کو گورداسپور لائے۔ وہ جب سے بیان لکھا ہے ہمارے احاطہ میں رہتا ہے اور اپنی مرضی سے جہاں جی چاہتا ہے آتا جاتا ہے۔ آج صبح عبدالحمید نے ہم سے کہا تھا کہ ایک شخص نے (عبدالغنی۔ یاد دلانے پر گواہ نے نام کی بابت کہا کہ یہی نام ہے) اس کو کہا ہے کہ پہلے بیان کے مطابق پھر بیان لکھوانا ورنہ قید ہو جاؤ گے۔ ہمارے خدمتگاروں نے اس شخص کو دیکھا تھا جب عبدالحمید ہم کو کہنے آیا تو معلوم ہوا کہ عبدالغنی احاطہ سے چلا گیا تھا۔ ڈاکٹر گرے صاحب نے ہم سے دریافت کیا تھا اور انہوں نے ہم کو چٹھی لکھی ہے جو پیش کی جاتی ہے۔

حرف V ۔ دستخط بخط انگریزی۔ سنایا گیا درست ہے، تسلیم ہوا۔ دستخط حاکم

نقل بیان وارث دین گواہ بحلف بمقدمہ فوجداری اجلاسی مسٹر ایم ڈبلیو ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہادر گورداسپور سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

مہر عدالت

دستخط حاکم

۲۰ راگست ۹۷ء۔ بیان وارث دین گواہ بحلف۔

ولد احسان علی ذات عیسائی ساکن جنڈیالہ عمر ۳۰ سال بیان کیا کہ جب محمد بخش تھانہ دار عبدالحمید کو

﴿۲۳۹﴾

بقیہ حاشیہ

تنگ کرنا شروع کیا کہ یسوع نعوذ باللہ لعنتی اور خدا سے دور اور مہجور تھا تبھی تو مصلوب ہو گیا۔ اور یسوع گو زندہ بچ گیا تھا مگر اس کا پھر ظالم یہودیوں کے سامنے جانا مصلحت نہ تھی اس لئے عیسائیوں نے یہ بات کہہ کر پیچھا چھڑایا کہ فلاں عورت یا مرد کے روبروئے یسوع لعنت کے دنوں کے بعد آسمان پر چلا گیا ہے۔ مگر یہ بات یا تو بالکل جھوٹا منصوبہ اور یا کسی مراقی عورت کا وہم تھا۔ کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ ہوتا کہ یسوع کو جسم کے سمیت آسمان پر پہنچا دے اور اس طرح پر مشاہدہ کرا کر لعنت کے داغ سے پاک کرے تو ضروری تھا کہ دس

﴿۲۴۰﴾

لینے کے واسطے انارکلی گیا تو بہادر سنگھ سپاہی گاڑی میں ساتھ بیٹھنے لگا تھا تو تھانہ دار نے کہا کہ سائیس مہتر ہے ساتھ نہ بیٹھو۔ پھر شام کے وقت میں گیا تو تھانہ دار نے کہا کہ اب لڑکا نہیں مل سکتا۔ جب اقبال عبدالحمید نے بیاس میں لکھا تھا اس وقت ڈاکٹر صاحب میز کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ جیسے کہ مجسٹریٹ عدالت میں اس وقت بیٹھا ہوا ہے اور عبدالحمید سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ عبدالرحیم۔ پریمداس و دیال چند بیٹھے ہوئے تھے اور بائیں ہاتھ مظہر تھا۔ دائیں طرف اوّل پریمداس دوم دیال چند اور سوم عبدالرحیم تھے۔ میں نے سنا تھا کہ لڑکے نے وکیل صاحب کو بتلایا ہے کہ وہ امرتسر میں ایک آدمی کو ملا تھا جب وہ پہلے امرتسر گیا تھا۔ بمقام انارکلی بٹالہ نہال چند کی زبانی مجھے معلوم ہوا تھا کہ ایک اور شخص بھی قتل کرنے کے مشورہ میں امرتسر شامل ہے۔ تب میں نے عبدالحمید سے دریافت کیا تو اُس نے نام قطب الدین اور پتہ دوکان کا بتلایا۔ شاید ۱۲؍ تاریخ ماہ حال تھی شام کا وقت تھا۔ حلیہ کسی کو اس نے نہیں بتلایا تھا۔ (بسوال وکیل ملزم) میں پہلے مسلمان تھا۔ ۱۸۷۴ء میں عیسائی ہوا تھا ڈاکٹر صاحب سے صرف صاحب سلامت ہے اور کوئی تعلق نہیں ہے۔ مشن کی طرف سے مدارس کا ملاحظہ کیا کرتا ہوں۔ لڑکے نے پہلے مسودہ لکھا تھا اور پھر نقل دوبارہ کیا تھا۔ دیال چند نے قلم دوات اور کاغذ لا دیا تھا۔ عبدالحمید نے جو مسودہ لکھا تھا وہ پڑھا نہیں گیا تھا

﴿۲۴۰﴾ بقیہ حاشیہ

بیّس یہودیوں کے رئیسوں اور سردار کاہنوں اور مولویوں کے روبروئے یسوع کو آسمان پر معہ جسم اٹھایا جاتا تا ان پر حجت پوری ہوتی نہ یہ کہ کوئی ایسی مجہول الحال عورت عیسائیوں میں سے دیکھتی یا ایسا ہی کوئی اور عیسائی مشاہدہ کرتا جن کے بیان پر لوگ ٹھٹھا کرتے اور ان کو مصداق مثل مشہور ''پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند'' کا ٹھہراتے۔ آخر اس بیہودہ صعود سے فائدہ کیا ہوا جس کا کوئی بھی ثبوت نہیں اور عیسائی اس قول سے خود جھوٹے ٹھہرتے ہیں کہ جبکہ جہنم کی طرف لے جانے کے وقت جسم کو ساتھ نہیں کرتے۔

﴿۲۴۱﴾

میرےؔ سامنے لکھا گیا اور نقل بھی کیا گیا تھا۔ پہلے غلطی ہوگئی تھی اس لئے دوبارہ نقل کیا تھا۔ لفظ ’’نقصان‘‘ اور ’’مارڈال‘‘ خود عبدالحمید نے لکھے تھے۔ میرا دستخط اس اقبال پر نہیں ہے۔ عبدالحمید نقل کررہا تھا جب پوسٹ ماسٹر وغیرہ آئے تھے قریباً ختم ہونے والا تھا۔ کھانے والے کمرہ میں دری پر ہم سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ صرف ڈاکٹر صاحب دری پر نہ تھے، وہ کرسی پر تھے ڈاکٹر صاحب میز کے ایک پہلو کے ساتھ بیٹھے ہوئے اور ہم لوگ ان کے آگے بیٹھے ہوئے تھے۔ عبدالحمید کو ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ جو کچھ کہتے ہو لکھ کر دے دو اور اس نے بلا حیل و حجت لکھدیا تھا۔ میں دوران مقدمہ میں بٹالہ آیا تھا۔ جب ڈاکٹر صاحب چلے گئے تو میں پیچھے رہا تھا۔ رات کو یہاں آیا ہوں۔ خرچ آمد و رفت کا اپنے پاس سے کیا ہے۔ بیاس سے امرتسر آتے ہوئے لڑکے کو رائے ونڈ☆ رکھا تھا اور میں وہاں ساتھ رہا تھا۔ اوّل ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر گئے تھے اور پھر سلطان ونڈ گئے تھے۔ کوٹھی پر ساتھ میں گیا تھا اور جب صاحب ڈپٹی کمشنر کے روبروئے امرتسر بیان ہوا تب بھی ساتھ گیا تھا۔ وارث دین سنایا گیا درست تسلیم ہوا۔ دستخط حاکم

﴿۲۴۱﴾ بقیہ حاشیہ

یہؔ کیسا صاف مسئلہ ہے کہ جبکہ جہنم کی طرف صرف روح لعنت کے اثر سے گئی تھی تو وہی روح پاک ہونے کی حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف جانی چاہیئے تھی جسم کا کیا دخل تھا۔ اور اثر لعنت سے جسم ناپاک بھی تھا۔ مگر یاد رہے کہ ہم تو اس بات کو نہیں مانتے کہ نعوذ باللہ کسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملعون بھی ہو گئے تھے اور جیسا کہ لعنت کا مفہوم ہے خدا سے بیزار اور خدا کے دشمن اور شیطان کی راہ کو پسند کرنے والے ہوگئے تھے۔ ہاں اگر مصلوب ہوگئے تھے تو یہ سب کچھ ماننا پڑے گا۔ اس وقت تو ہماری بحث یہ ہے کہ ہماری اس جدید تحقیق سے جو **کسر صلیب** کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم کو عطا ہوئی ہے یہ دوؔ باتیں خوب صفائی سے ثابت ہوگئی ہیں یعنی ایک یہ کہ مسیح علیہ السلام کا ہرگز رفع جسمانی

☆ انگریزی میں سلطان ونڈ ہے۔

﴿۲۴۲﴾

نقل بیان یوسف خان بمقدمہ فوجداری اجلاسی مسٹر ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع گورداسپور سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری (مہر عدالت) دستخط حاکم

۲۰؍ اگست ۹۷ء یوسف خان گواہ باقرار صالحہ

ولد اخوند احمد شاہ خاں ذات افغان عیسائی ساکن گجرات تحصیل مردان عمر ۲۵ سال۔ بیان کیا کہ میں زمینداری کرتا ہوں۔ میں پہلے محمدی تھا۔ ۲۲ سال کی عمر تک محمدی رہا۔ میں مرزا صاحب کا مرید ہوا تھا اور محمد سعید کا میں مددگار تھا جو کتب خانہ کے چارج میں تھا۔ بعد محمد سعید کے چلے جانے کے میں انچارج ہوا تھا۔ میں جنڈیالہ میں قبل از مناظرہ ۹۳ء گیا تھا کہ مسلمان لوگ مرزا صاحب کو مباحثہ کے واسطے منتخب کریں۔ اختتام مباحثہ پر ۵؍ جون ۹۳ء کو مرزا صاحب نے پیشگوئی کی کہ جو حرف A پر درج ہے اور انہوں نے کہا کہ جو فریق ناحق پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ **نوٹ**۔ گواہ نے پیشگوئی کو پڑھ کر کہا کہ جو فریق غلطی پر ہے شکست کھائے گا یعنی برباد ہوگا۔ اس وقت میں نے یہ ہی سمجھا تھا کہ عبداللہ آتھم کے واسطے یہ پیشگوئی ہے۔ مگر بعد میں مرزا صاحب نے زبانی تشریح کی تھی کہ جو جو شخص فریق مخالف کا ہے ہر ایک کے واسطے یہ پیشگوئی ہے۔ قادیاں آٹھ نو روز بعد پہنچ کر دریافت کیا تھا۔ جب ڈاکٹر کلارک صاحب بیمار ہوئے تھے تو مرزا صاحب

﴿۲۴۲﴾

بقیہ حاشیہ

نہیں ہوا نہ اس رفع کا کچھ ثبوت ہے اور نہ اس کی کچھ ضرورت تھی۔ ہاں ایک سو بیس برس کے بعد رفع روحانی ہوا ہے جس کی قرآن شریف نے شہادت دی ہے۔ مگر صلیب کے دنوں میں رفع روحانی بھی نہیں ہوا بلکہ وہ اس کے بعد ستاسی برس اور زندہ رہے ہیں۔ ہمارے علماء کی یہ غلطی ہے کہ معاً صلیب کے ساتھ ہی حضرت عیسیٰ کا رفع جسمانی مانتے ہیں حالانکہ دوسری طرف یہ اقرار بھی رکھتے ہیں کہ ان کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی تھی۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ جبکہ یہود اور نصاریٰ کی تاریخ متواتر سے جس پر یونانی اور رومی کتب تاریخ بھی

﴿۲۴۳﴾ نے کہا تھا کہ ضرور اس کو بھی سزا ملنی چاہیئے یعنی سزائے موت ۔ اشتہار مورخہ ۵/ اکتوبر ۹۴ءحرف W گواہ نے پیش کیا نیز اشتہار مورخہ ۵/ستمبر ۹۴ءحرف X گواہ نے پیش کیا۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب سے مرزا صاحب سخت ناراض تھے ۔ جولائی ۹۳ء میں مرزا صاحب نے ایک روز بہت لوگوں کے روبروئے اپنی خواب بیان کی کہ ایک سانپ نے مجھے دہنے ہاتھ پر کاٹا اور میں اپنے والد کے پاس گیا۔ میرے والد نے اس زخم کو استرے سے کاٹنا شروع کر دیا اور سینہ تک کاٹ دیا۔ اور اس سے مرزا صاحب نے پیشگوئی کی کہ آتھم کو سانپ کاٹے گا۔ اس کی بابت سیالکوٹ وغیرہ میں لوگوں کو بذریعہ خط اطلاع دی گئی تھی ۔ ایک سال بعد مناظرہ کے میں عیسائی ہوا تھا ۔ مارچ ۹۴ء میں مرزا صاحب سے جدا ہوا تھا ۔ مولوی برہان الدین کو ۶۹ء سے جانتا ہوں ۔**نوٹ** ۔ پیشگوئی حرف A گواہ نے پڑھی اور اس کا مطلب اس طرح ادا کیا جیسے ڈاکٹر کلارک صاحب نے ۔ (بسوال وکیل ملزم) میں نے کوئی امتحان عربی، فارسی، انگریزی کا پاس نہیں کیا۔ **یرد الی النصارٰی** کے معنے یہ ہیں کہ ہم نے الٹا دیا اس کو طرف عیسائیوں کے ۔ مرزا صاحب عبداللہ آتھم کی طرف معنے اس پیشگوئی کے نکالتے ہیں مَیں نہیں نکالتا ۔ میں عیسائی تھا جب پیشگوئی کی میعاد گذری ۔ محمد سعید اور میں قادیاں میں اکٹھے رہتے تھے میرے سے پیچھے محمد سعید قادیاں سے چلا گیا تھا وہ بھی عیسائی ہے ۔ میں مرزا صاحب کی باتوں کو اچھا نہیں سمجھتا ۔ یوسف خاں بقلم خود ۔ سنایا گیا درست ہے تسلیم ہوا ۔ دستخط حاکم

بقیہ حاشیہ

﴿۲۴۲﴾ شہادت دیتی ہیں یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام تینتیس برس کی عمر میں مصلوب ہوئے اور یہی چاروں انجیلوں کی نصوص صریحہ سے سمجھا جاتا ہے تو پھر ایک سو بیس برس کی عمر میں کس حساب سے وہ اٹھائے گئے ۔ حالانکہ حدیث ایک سو بیس برس کی محدثین کے نزدیک صحیح اور رجال اس کے ثقات ہیں اور ایک سو بیس برس کی حد لگا دینا یہ امر بھی دلالت کرتا ہے کہ اس کے بعد ان کی موت ہوئی ۔

﴿۲۴۴﴾

نقل بیان مرزا غلام احمد قادیانی بلا حلف بمقدمہ فوجداری اجلاسی مسٹر ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور

مہر عدالت

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

دستخط حاکم

۲۰؍اگست ۹۷ء بیان مرزا غلام احمد قادیانی بلا حلف

جب مباحثہ ۹۳ء کا ختم ہوا آخر پر ہم نے حسب درخواست عبداللہ آتھم کے اس کی نسبت پیشگوئی کی تھی ۔ڈاکٹر کلارک صاحب کی بابت یہ پیشگوئی نہ تھی اور نہ وہ اس پیشگوئی میں شامل تھا۔فریق سے مراد آتھم ہی ہے ۔جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے ۔فریق اور شخص کے ایک ہی معنے ہیں اور اس میں ہم بھی شامل ہیں ۔کوئی حملہ آتھم کے اوپر نہیں کیا گیا تھا اگر ہوتا تو وہ خود کوئی استغاثہ کرتا یا رپورٹ دیتا۔مگر ایسا نہیں ہوا۔ پندرہ ماہ کے عرصہ کے بعد عبداللہ آتھم فوت ہوئے تھے ۔ پندرہ ماہ گذرنے کے بعد عبداللہ آتھم سے ہم نے سنا تھا کہ اپنے دوستوں کے پاس بیان کیا تھا کہ اس پر تین بار حملے ہوئے۔اس پر بھی ہم نے اس کو متنبہ کیا کہ میں ایسا سنتا ہوں کہ آپ میرے پر الزام لگاتے ہیں کہ میرے پر تین حملے ہوئے۔اگر یہ صحیح ہے تو چاہیئے کہ آپ قسم کھائیں یا عدالت میں نالش کریں یا خانگی طور پر باضابطہ اس کا ثبوت دیں۔مگر کوئی جواب مجھے نہیں ملا۔اس سے پہلے اس نے کبھی بیان نہیں کیا تھا نہ کسی اخبار میں نہ اور طرح پر۔میں نے کوئی پیشگوئی سانپ کی بابت نہیں کی تھی ۔عبدالحمید کو ایک دفعہ میں نے مسجد میں دیکھا تھا کسی

﴿۲۴۴﴾

بقیہ حاشیہ

اب خلاصہ کلام یہ کہ مسیح کا مصلوب ہونا توریت کے رو سے صرف اس بات کا مانع تھا کہ اور تمام صلحا اور راستبازوں کی طرح اس کا رفع روحانی ہو ۔ اور یہی بار بار یہود کا اعتراض بھی تھا۔ پس نصاریٰ کا اس پہلو کو اختیار کر لینا کہ حضرت مسیح درحقیقت مصلوب ہو گئے ہیں اور پھر یہ بات بنانا کہ گویا وہ بعض عیسائیوں کے روبروئے صلیب سے نجات پا کر تین[۳] دن بعد مع جسم آسمان پر چلے گئے تھے یہ نہایت لغو اور بیہودہ عذر ہے ۔ کیونکہ جبکہ انہوں نے توریت کے موافق اس بات کو مان لیا کہ یسوع مصلوب ہو کر درحقیقت مورد لعنت ہو گیا تھا۔

﴿۲۴۵﴾

شخص نے ذکر کیا تھا کہ یہ شخص عیسائی ہو گیا تھا اب یہاں آیا ہے۔ میرے ساتھ اس کی کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ مجھے نہیں معلوم کس نے اس کو مزدوری وغیرہ کا کوئی کام دیا تھا۔ میں نے کوئی کام نہیں دیا تھا۔ میں نے کوئی پیشگوئی نہ اشارتاً اور نہ کنایتاً ڈاکٹر کلارک صاحب کی بابت کی۔ میں نے سنا تھا کہ عبدالحمید اچھے چال چلن کا لڑکا نہیں ہے۔ اس لئے میں نے گھر سے ایک رقعہ لکھ کر بھیج دیا تھا کہ اس کو نکال دینا چاہیئے۔ مجھے پھر خبر نہیں کہ وہ کہاں چلا گیا۔ میں نے ایک پیسہ تک اس کو جاتے ہوئے نہیں دیا۔ نہ امرتسر بھیجا۔ جھوٹ کی بیخ کنی سے مراد ہے کہ جھوٹ ضائع ہو جاوے گا۔ ڈاکٹر کلارک صاحب کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ جب تک کوئی شخص رضامندی ظاہر نہ کرے پیشگوئی نہیں کی جاتی۔ خط مورخہ ۵؍مئی ۹۳ء دستخطی عبداللہ آتھم پیش کرتا ہوں جس میں وہ نشان معجزہ یا دلیل قاطع مانگتے ہیں۔ (حرف Y) حرف O میں دوبارہ روشنی ڈالنے سے مراد ہے کہ پیشگوئی کے پورا ہونے نے یقین کو زیادہ کیا۔ دستخط مرزا غلام احمد

سنایا گیا سب بیان صحیح اور درست مندرج ہے درست تسلیم ہوا۔ دستخط حاکم

ضمیمہ کتاب البریّہ☆

(ذیل کی دو شہادتیں جو بروز فیصلہ مقدمہ شامل مثل ہوئیں وہ سہواً درج کتاب نہیں ہوئیں اب ذیل میں لکھی جاتی ہیں اس کو اخیر حکم سے پہلے شامل کتاب سمجھنا چاہیئے)

﴿۲۴۵﴾

بقیہ حاشیہ

تو اب بلا شبہ توریت اس کو آسمان پر چڑھنے سے روکتی ہے ورنہ توریت خود باطل ہوتی ہے۔ یہ کیونکر مان لیا جائے کہ توریت کے لعنت کا حکم اوروں کے لئے ابدی اور یسوع کے لئے صرف تین دن تک محدود تھا۔ توریت میں کوئی ایسی تخصیص نہیں۔ بلکہ اس لعنت سے ابدی لعنت مراد ہے کہ جو کبھی بھی گلے سے نہیں اترے گی۔ اگر موسیٰ کی کتاب توریت میں کہیں تین دن کا ذکر بھی ہے تو حضرات عیسائیاں ہم کو

☆ ایڈیشن اوّل میں یہ ضمیمہ کتاب کے شروع میں شامل کیا گیا ہے اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل میں یہاں لایا گیا ہے (ناشر)

نقل چٹھی مورخہ ۱۸؍اگست ۹۷ء منجاب پادری ایچ۔جی۔گرے امرتسر بنام ڈبلیو لیمار چنڈ صاحب بہادر ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور۔ قیصرہ ہند بنام۔ مرزا غلام احمد قادیاں

بعدالت کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ

’’میں ڈرتا ہوں کہ میں اس معاملہ پر کوئی روشنی نہیں ڈال سکتا۔عبدالحمید یا جو کچھ اس کا نام ہے میرے پاس آیا تھا اور اس نے بیان کیا کہ وہ اصلی ہندو ہے اور کچھ دنوں مرزاء قادیانی کا مرید رہا ہے لیکن اب وہ عیسائی ہونا چاہتا ہے۔ مجھے وہ کوئی سچا متلاشی نہ معلوم ہوا بلکہ میں نے ایک معمولی سمجھا۔میں نے اسے کہا کہ میں اسے تعلیم دوں گا اگر وہ روزانہ یا ہفتہ میں ایک دو دفعہ میرے پاس آنا چاہے۔پھر اس نے دریافت کیا کہ اس کا گذارہ کیسے ہوگا۔ میں نے جواب دیا کہ اس امر میں مَیں اسے ایک پیسہ بھی گذارہ کے لئے نہ دوں گا۔جو کچھ میرے دل پر اس کی طرف سے خیال پیدا ہوا وہ یہ ہے کہ وہ ایک نکما اور مفتری آدمی ہے۔جو مجھ سے روپیہ یا خوراک کا گذارہ چاہتا ہے۔سو میں اس امر سے حیران نہ ہوا کہ وہ پھر کبھی میرے پاس نہیں آیا۔مجھے یاد نہیں کہ آیا وہ میرے پاس کوئی چٹھی لایا یا نہیں۔لیکن نوردین نے اتفاقیہ مجھ سے ذکر کیا تھا کہ وہ نوجوان اس کے پاس بھی گیا تھا۔‘‘ ☆

نقل بیان نورالدین عیسائی گواہ استغاثہ مشمولہ مثل عدالت فوجداری باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور۔واقعہ ۲۲؍اگست ۱۸۹۷ء

مرجوعہ	فیصلہ
۹؍اگست ۹۷ء	۲۳؍اگست ۹۷ء

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک مستغیث بنام مرزا غلام احمد قادیانی

استغاثہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

بیان نورالدین عیسائی گواہ استغاثہ بہ حلف۔۲۳؍اگست ۱۸۹۷ء

میں امرتسر میں مشن کی طرف سے واعظ ہوں اور ہال بازار میں میرا مقام صدر ہے۔عبدالحمید میرے پاس امرتسر آیا تھا۔اپنا پہلا نام رلیا رام بتلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اب میں مسلمان ہوں۔اور عبدالحمید یا عبدالمجید نام ظاہر کیا تھا۔کہتا تھا کہ پہلے میں ہندو تھا۔ میں نے پادری گرے صاحب کے پاس اس کو

☆ پادری ایچ۔جی۔گرے اور نوردین عیسائی کا بیان صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ عبدالحمید محض اپنے گذارہ کے لئے پادریوں کے دروازہ پر گیا تھا۔پادری صاحب کے بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر پادری گرے صاحب اس کو گذارہ دیتے تو وہ اسی جگہ ٹھہر جاتا ڈاکٹر کلارک کے پاس نہ جاتا۔ **منہ**

بھیج دیا تھا۔ صاحب موصوف نے واپس بھیج دیا تھا کہ اس کو تعلیم دو۔ جب طیار ہو جاوے عیسائی کیا جاوے گا۔ مگر وہ لڑکا پھر چلا گیا اور میں نے اس کو پھر کبھی نہیں دیکھا۔ شاید اس واسطے چلا گیا ہوگا کہ ہمارے ہاں روٹی کپڑا اس کو نہیں ملتا تھا۔ عبدالحمید نے اور مشنوں کی بابت بھی مجھ سے پوچھا تھا۔ شاید ڈاکٹر کلارک صاحب کے مشن کا بھی ذکر ہوا ہو۔ مگر ڈاکٹر کلارک صاحب کا صریح ذکر نہیں ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ مرزا صاحب کی طرف سے آیا ہوں۔ مکرر کہا کہ عبدالحمید نے کہا تھا کہ میں مرزا صاحب کا شاگرد ہوں۔

سنایا گیا درست ہے۔ العبد نوردین

دستخط حاکم

ذیل کا فقرہ فارسی مثل میں نہ تھا انگریزی چٹھی میں ہے کل شہادۃ کے ختم ہونے پر اخیر حکم سے پہلے یہ فقرہ درج ہے

Dr. Clark states he wishes to resign the post of prosecutor.

Adjourned to 23rd August

Sd/- M. Douglas Districrt magistrate.

ترجمہ ڈاکٹر کلارک بیان کرتا ہے کہ وہ **مستغیث** ہونے سے **دست بردار** ہوتا ہے۔

تیئیس اگست پر ملتوی کیا گیا

دستخط ایم ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

بعدالت کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور

ملکہ قیصرہ ہند بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیاں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور جرم زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

حکم

(ترجمہ از انگریزی)

کارروائی تحقیقات ھٰذا اس اطلاع سے پیدا ہوئی جو ڈاکٹر مارٹن کلارک سی ایم ایس کی جانب سے

﴿۲۴۶﴾

روبروئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر بدیں مضمون دی گئی کہ ایک نوجوان بعمر اٹھارہ سال عبدالحمید نامی نے بیان کیا ہے کہ اس کو مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کے (ڈاکٹر مارٹن کلارک) قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے غلام احمد کی گرفتاری کے لئے ایک وارنٹ جاری کیا اور نوٹس دیا کہ وہ ان کو وجہ بتلائیں کہ کیوں اس سے حفظ امن کے لئے مچلکہ نہ لیا جائے مگر بعدازاں معلوم کر کے کہ اس کو اختیار قانونی حاصل نہیں ہے اس نے مثل کو ضلع ھٰذا میں بھیج دیا کیونکہ غلام احمد کی سکونت اس ضلع میں واقع ہے۔ بادی النظر میں یہ مقدمہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس میں پولیس کی جانب سے مزید تحقیقات کی جائے اور پھر سیشن سپرد کیا جائے۔ مگر ڈاکٹر کلارک بوجہ بیماری پہاڑ پر جانا چاہتا تھا اور اس کو ڈر تھا کہ شاید اس کا سب سے بڑا گواہ ورغلایا جائے۔ اسی واسطے اس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ جہاں تک جلد ممکن ہو عدالتی تحقیقات کی جائے۔ یہ معلوم ہوا کہ بطور تمہیدی کارروائی تحقیقات زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ مذکورہ جوان حالات کی رو سے قائم ہوا اور جو اصل حقیقت پر پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے کی جائے لہٰذا جدید نوٹس غلام احمد کے نام جاری کیا گیا تا کہ وہ آن کر وجہ بیان کرے کہ کیوں اس سے ضمانت نہ لی جائے۔ شہادت ڈاکٹر مارٹن کلارک سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۸۹۳ء میں اس نے مابین عبداللہ آتھم عیسائی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مباحثہ کرایا تھا جس میں ڈاکٹر مارٹن کلارک موجود تھا اور دو موقعوں پر خود ڈاکٹر کلارک نے عیسائیوں کی

﴿۲۴۶﴾

بقیہ حاشیہ

وہ مقام دکھلاویں۔ ہم محض ثالث کے طور پر یہ گواہی دیتے ہیں کہ اگر حضرت یسوع درحقیقت مصلوب ہو گئے ہیں تو اس صورت میں یہود اُن کو لعنت ابدی اور جہنمی ہونے کا مصداق ٹھہرانے میں بلاشبہ حق پر ہیں☆ اور توریت میں ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے جو تین دن کی لعنت کے بارے میں عیسائیوں کی تائید کر سکے۔ صلیب کے قبول کرنے کے بعد عیسائیوں کو کوئی بھی گریز کی جگہ

حاشیہ در حاشیہ

☆ یسوع کا جہنم میں جانا ان کتابوں سے ثابت ہوتا ہے۔ انجیل متی کی تفسیر **خزانۃ الاسرار** تالیف پادری عمادالدین صفحہ ۴۹۸ سطر بیس ۲۰ ''خدا کا سارا غضب جو گناہ کے سبب سے ہے اس پر آ گیا''۔ اب ظاہر ہے کہ یہ غضب وہی چیز ہے جس کو دوسرے لفظوں میں جہنم کہتے ہیں۔ پھر اسی **خزانۃ الاسرار** کی بائیسویں سطر میں مسیح کی نسبت زبور ۸۸۔۶ سے یہ پیشگوئی نقل کی ہے۔ ''تو نے مجھے گڑھے کے اسفل میں ڈالا اندھیرے مکانوں میں گہراؤوں میں۔'' اب ظاہر ہے

﴿۲۴۷﴾

طرف سے کارروائی کی تھی۔ مباحثہ کے اختتام پر مرزا غلام احمد نے پیشگوئی کی کہ عیسائی جو مباحثہ میں شامل ہیں پندرہ مہینے کے اندر مر جائیں گے۔ اور ڈاکٹر کلارک بیان کرتا ہے کہ اس عرصہ کے دوران میں چار صاف حملے آتھم کی جان پر کئے گئے پیشگوئی بالآخر پوری نہیں ہوئی ☆ اور ڈاکٹر کلارک نے غلام احمد کو پبلک میں جھوٹا پیغمبر ظاہر کیا۔ مباحثہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب کے دو مرید محمد یوسف خان جو مباحثہ میں اس کا سکریٹری تھا اور محمد سعید جو بروئے نکاح رشتہ دار تھا عیسائی ہو گئے اور یہ امر بمعہ اس نقصان شعبدہ بازی کے جو اس کی پیشگوئیوں کے خطا جانے کے پیدا ہوا مرزا صاحب کے لیے باعث رنج عظیم ہوا۔ ڈاکٹر کلارک نے ایک انتخاب شہادۃ القرآن

﴿۲۴۷﴾

بقیہ حاشیہ

نہیں رہی اور اقرار صلیب کے بعد یہ عذر کہ فلاں عورت یا فلاں مرد نے ان کو آسمان پر چڑھتے دیکھا تھا نہایت نکما اور فضول اور لغو عذر ہے۔ کاش یہ چڑھنا یہود کے علماء اور فقیہوں کو دکھلایا ہوتا اور اگر وہ دیکھتے بھی تو اس کا یہی نتیجہ ہوتا کہ وہ سمجھ لیتے کہ توریت منجانب اللہ نہیں ہے مگر اب تو عیسائیوں نے خود یہود کا ہاتھ بلند کر دیا کیونکہ جب یسوع کو مصلوب مان لیا تو اب

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

کہ یہ اندھیرے کے مکان عیسائیوں کے نزدیک جہنم ہے۔ پھر کتاب **جامعۃ الفرائض** مطبوعہ امریکن مشن پریس لودھیانہ ۱۸۶۲ء صفحہ ۶۳ سطر ۱۶-۱۷ میں مسیح کی نسبت یہ عبارت ہے۔ ’’کیونکہ کوئی گناہ ایسا نہیں جس کو اس کا خون صاف نہ کر سکے اور کوئی گناہ ایسا نہیں جس کا اس نے بدلہ نہ دیا ہو اور کوئی سزاءِ گناہ ایسی نہیں جو اس نے نہ اٹھائی ہو۔‘‘ اور ظاہر ہے کہ گنہگاروں کی خاص سزا جہنم ہے جس کا اٹھانا پوری سزا اٹھانے کیلئے ضروری ہے۔

☆ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک کا یہ بیان صحیح نہیں ہے کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور ہم بارہا بیان کر چکے ہیں کہ پیشگوئی دو پہلو رکھتی تھی۔ ایک یہ کہ آتھم میعاد کے اندر عیسائیت پر استقلال دکھلا کر یعنی پیشگوئی سے خوف زدہ نہ ہونے کی حالت میں ضرور پندرہ مہینے تک فوت ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ خوف زدہ ہونے کی حالت میں جبکہ پیشگوئی کی عظمت سے خوف ہو ہرگز میعاد کے اندر فوت نہ ہوگا۔ سو چونکہ آتھم ڈرا اس لئے دوسرے پہلو کے موافق پیشگوئی پوری ہوگئی اور پھر اخفائے شہادت سے دوسرے الہام کے موافق فوت بھی ہو گیا اور ہم لکھ چکے ہیں کہ عیسائی فریق کا سرگروہ صرف آتھم ٹھہرایا گیا تھا۔ اور یہ امر بھی صحیح نہیں کہ مباحثہ کے اثر سے دو مرید ہمارے عیسائی ہو گئے تھے بلکہ یہ دونوں سخت نادان دنیا پرست جاہل تھے جن کو ہم نے اپنی جماعت سے نکال دیا تھا۔ یہ بھی کس قدر جھوٹ ہے کہ احمد بیگ کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ سب لوگ جانتے ہیں کہ احمد بیگ پیشگوئی کی میعاد میں فوت ہو گیا اور بڑی صفائی سے پیشگوئی پوری ہوئی۔ منہ

سے جو ایک رسالہ مصنفہ مرزا صاحب ہے جس میں مرزا صاحب نے تین مختلف مذاہب کے تین نامی آدمیوں عبداللہ آتھم احمد بیگ اور لیکھرام کی موت کی نسبت پیشگوئی کی تھی پیش کیا۔ آتھم اور احمد بیگ کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی لیکن لیکھرام حال ہی میں میعاد مقررہ کے اندر بُری طرح سے کسی نامعلوم شخص کے ہاتھ سے قتل کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر کلارک نے بیان کیا کہ غلام احمد کی یہ پالیسی ہے کہ اپنے مخالفوں کے دلوں میں ان کی ہلاکت کی پیشگوئی کر کے خوف بٹھانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اس کا سلوک اس کے یعنی ڈاکٹر کلارک کی نسبت مابعد مباحثہ لگاتار کینہ ورر ہا ہے۔ زیادہ تر خاص کر کے آتھم کی وفات کے روز سے ڈاکٹر کلارک بجائے اس کے عیسائی سرگروہ سمجھا جاتا ہے۔ ﴿۲۴۸﴾ ایک انتخاب اس رسالہ سے پیش کیا گیا ہے جس کو انجام آتھم کہتے ہیں اور جس کو غلام احمد نے شائع کیا ہے جس میں بموجب تصریح ڈاکٹر کلارک یہ بیان ہے کہ وہ ایک سال کے اندر مر جائے گا اور

بقیہ حاشیہ ﴿۲۴۸﴾

ابدی لعنت کو ماننا انہیں لازم آ گیا۔ اور یہ کہنا کہ ابدی لعنت یسوع پر نہیں پڑ سکتی۔ یہ ایک نیا دعویٰ ہے جس کا ثبوت اب تک عیسائیوں نے توریت کے رو سے نہیں دیا۔ درحقیقت عیسائی لوگ بڑی مصیبت میں ہیں۔ کیونکہ اگر فرض محال کے طور پر بلا دلیل یہ بھی مان لیا جائے کہ اوروں پر تو ابدی لعنت صلیب سے پڑتی ہے مگر یسوع پر صرف تین دن تک پڑی تو اس سے بھی عیسائی جھوٹے ٹھہرتے ہیں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۹۲ سطر ۱۴۔۱۵ میں سزا کی تشریح یہ لکھی ہے۔ ’’دیندار لوگ مرتے وقت ہی آرام کی جگہ میں داخل ہوتے ہیں اور بے دین اسی وقت دوزخ میں گرتے ہیں‘‘ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع نے سب گناہ اپنے پر لے کر ضرور جہنم کی سزا اُٹھائی۔ اور رسالہ معمودیۃ البالغین کے صفحہ ۲۹۱ سطر ۲ میں یسوع کی نسبت عیسائیوں کا عقیدہ یہ لکھا ہے ’’صُلِبَ ومات و قُبِر و نزل الی الجحیم☆‘‘ یعنی یسوع مصلوب ہوا اور مر گیا اور قبر میں داخل ہوا اور جہنم میں اترا۔ اب ان تمام عبارتوں سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح جہنم میں گیا اور اس نے ساری سزائیں اٹھائیں ۔ عیسائی اس بات کے بھی قائل

☆ حال کی بعض عیسائی کتابوں میں بجائے جہنم ہادس لکھا ہے جو ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنے ہاویہ ہے جس کو عبرانی میں ہاوث کہتے ہیں۔ درحقیقت یہ دونوں لفظ ہادس اور ہاوث عربی کے لفظ ہاویہ سے لئے گئے ہیں۔ منہ

یہ میعاد ۱۴؍ستمبر ۹۷ء کو ختم ہوگی۔ ڈاکٹر کلارک بیان کرتا ہے کہ ۱۸۹۴ء سے اس نے غلام احمد سے خط و کتابت بند کردی ہے اور یہ کہ اکثر رسالجات جن میں اس کا ذکر ہوتا ہے قادیاں سے اس کے پاس آتے رہے ہیں۔ لیکن تھوڑے عرصہ سے وہ لگا تار سلسلہ بند ہوگیا ہے۔ جس سے وہ استدلال کرتا ہے کہ تا وہ حفاظت سے بےفکر ہو جائے ڈاکٹر کلارک نے پیشگوئیوں کی ایک فہرست پیش کی ہے جو وقتاً فوقتاً منجانب مرزا غلام احمد شائع ہوتی رہیں جن میں بہت سے اشخاص کی نسبت موت اور نقصان کی پیش از وقت اطلاع دی گئی ہے۔ ۱۶؍جولائی ۹۷ کو ایک اٹھارہ سالہ نوجوان ڈاکٹر کلارک کے پاس امرتسر میں آیا اور کہا کہ اس کا نام عبدالمجید ہے اور وہ عیسائی ہونا چاہتا ہے وہ جنم سے برہمن تھا اس کا نام رلیارام ولد رام چند سکنہ کھجوری دروازہ شہر بٹالہ ہے۔ وہ غلام احمد کے ہاتھ سے مذہب اسلام میں داخل ہوا۔ جب وہ پندرہ برس کا تھا۔ وہ سات برس تک قادیاں میں رہا اور غلام احمد کو برا آدمی سمجھ کر چلا آیا اور اب وہ عیسائی مذہب میں اصطباغ لینا چاہتا ہے۔ ڈاکٹر کلارک کو شبہات فوراً پیدا ہوئے اس کو تعجب ہوا کہ اس قصہ کی مشابہت اس قصے سے ہے جو لیکھرام کے قاتل نے بیان کیا تھا۔ اس نے نوجوان

﴿۲۴۹﴾

بقیہ حاشیہ

کیونکہ لغت کے رو سے خود لعنت ایک ایسا لفظ ہے جو دل سے متعلق ہے اور لعین اس حالت میں کسی کو کہا جاتا ہے کہ جب شیطان کی تمام خصلتیں اس کے اندر آجاتی ہیں اور وہ مردود اور دشمن خدا ہو جاتا ہے تو کیا ایک دم کے لئے بھی یہ حالتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تجویز کرسکتے ہیں۔

﴿۲۴۹﴾

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

ہیں کہ صلیب کی سزا تو صرف چند گھنٹے تھی لیکن لعنت موت کے بعد تین دن تک رہی۔ اب ظاہر ہے کہ لعنت کے ایام میں کسی قسم کا عذاب یسوع کے شامل حال ہوگا اور وہ عذاب بجز دوزخ کے اور کوئی نہیں اور نیز جبکہ یسوع کا فرض تھا کہ وہ آپ سزا اٹھا کر خدا تعالیٰ کا عدل پورا کرے تو پھر اگر صرف دنیا کا چند گھنٹوں کا دکھ اس نے دیکھا اور جہنم میں نہیں گیا تو اس صورت میں خدا کا عدل کیونکر پورا ہوگا۔ حالانکہ انجیل متی کی تفسیر میں پادری عمادالدین لکھتے ہیں کہ ’’خدا مسیح کے دل کے سامنے سے ہٹ گیا تا کہ اپنی عدالت خوب پوری کرے‘‘۔ یعنی بباعث لعنت یسوع کا دل تاریک ہوگیا۔ اور تفسیر کتاب اعمال ملقب بہ تذکرۃ الابرار مطبوعہ ۱۸۷۹ء امریکن مشن پریس لودھیانہ میں مسیح کی نسبت یہ عبارت ہے ’’مسیح خداوند کا شکر ہو کہ اس نے شریعت کی

کی حفاظت کی اس نے اس سے گفتگو کی اور اس کی نسبت تحقیقات کرائی اس سے **معلوم ہوا** کہ عبدالحمید (عرف عبدالمجید) کسی قدر عیسائیت سے واقف ہے۔ مؤخر الذکر نے بیان کیا کہ ایک سابق عیسائی سائیاں نامی سے بمقام قادیاں سیکھتا رہا تھا چند روز کے وقفے کے بعد ڈاکٹر کلارک نے اس نوجوان کو بیاس پر اپنے شفاخانے میں بھیج دیا۔ جب وہ وہاں تھا تو اس نوجوان نے ایک چٹھی قادیان کو بنام نورالدین بھیروی بھیجی جو فی الحال غلام احمد کے مریدوں کا سرگروہ ہے جس میں اس نے مولوی مذکور کو اطلاع دی کہ وہ عیسائی ہونے کے لئے فیصلہ کر چکا ہے۔ چٹھی مذکورہ بلاعلم ڈاکٹر کلارک بھیجی گئی مگر اس کے اور عیسائی ماتحتوں کو جو بیاس میں رہتے ہیں علم تھا۔ اس اثناء میں ڈاکٹر کلارک کی تحقیقات دربارہ نوجوان جاری رہی عبدالرحیم ایک کرسٹان نو مہینے سے عیسائی ہے اور وہ غلام احمد سے نا آشنا ہے قادیاں کو گیا اس وقت مرزا صاحب نے اسے کہا کہ نوجوان مذکور قادیاں میں رہتا رہا اس کو یقین ہے کہ وہ عیسائی تھا وہ قادیاں سے اپنے ناپسندیدہ چال چلن کی وجہ سے نکال دیا گیا ہے اور یہ کہا کہ اگر اس کو کھانا اور کپڑا دیا جائے تو وہ غالباً (عبدالرحیم) کے ساتھ ٹھہر جائیگا۔ عبدالرحیم نے یہ بھی بیان کیا کہ مرزا صاحب کے ایک مرید نے اسے کہا تھا کہ ﴿۲۵۰﴾

بقیہ حاشیہ ﴿۲۵۰﴾

تو پھر وہ لعنت جو صلیب کا نتیجہ تھا کیونکر یسوع پر پڑ سکتی ہے۔ اور اگر نہیں پڑی تو یسوع مصلوب بھی نہیں ہوا۔ اس نے سچ کہا تھا کہ ’’میں یونس کی طرح تین دن قبر میں رہوں گا‘‘ اور وہ خوب جانتا تھا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں نہیں مرا تھا اور ممکن نہیں کہ اس کے منہ کی مثال غلط نکلے۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

ساری لعنت کو اپنی صلیبی موت میں اپنے اوپر اٹھا کے ہمیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں شریعت کی لعنت سے آزاد کر دیا کہ وہ آپ ہمارے بدلے لعنتی ہوا۔ ہم سب حقیقت میں لعنتی تھے اور یہ لعنت ابد تک ہمارے اوپر تھی۔ کبھی ہم اس کے نیچے سے نکل نہ سکتے کیونکہ لاچار اور کمزور تھے پر وہ ہمارے لئے لعنتی ہوا کہ ہماری لعنت اس نے اپنے اوپر اٹھالی اور ہمیں اس سے مخلصی دی اور آپ بھی اس لعنت کے نیچے سے تیسرے دن نکل آیا‘‘۔ اب اس جگہ عیسائیوں کے عدل کی حقیقت بھی کھل گئی کہ اوروں کے لئے ابدی لعنت اور بیٹے کے لئے صرف تین دن۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ایک منٹ کی لعنت بھی شیطان سیرت بنا دیتی ہے۔ چنانچہ کتاب **جامعۃ الفرائض** صفحہ ۹۲ میں لکھا ہے کہ ’’اس بے ایمانوں کے لشکر کے ساتھ شیطان ہو وینگے‘‘ بہر حال عیسائیوں کا یہی عقیدہ ہے

اس نوجوان نے جانے سے پہلے غلام احمد کو علانیہ گالیاں نکالی تھیں۔اور تحقیقات سے ظاہر ہوا کہ نوجوان ایک مشہور خاندان مولویاں سکنہ جہلم سے ہے اس کا ایک چچا جو برہان الدین غازی کے نام سے مشہور ہے مرزا صاحب کا مرید ہے۔ یہ پایا گیا کہ وہ گجرات اور پنڈی میں بطور متلاشی عیسائی کے رہتا رہا ہے مگر گجرات مشن سے زنا کاری اور دروغ گوئی کی وجہ سے نکال دیا گیا تھا۔ اس کا یہ بیان کہ وہ جنم سے برہمن ہے جھوٹا ہے اس کا اصلی نام عبدالحمید ہے۔وہ قادیان میں سات برس تک نہیں رہا بلکہ صرف چند روز رہا۔عبدالرحیم قاصد نے جو قادیان بھیجا گیا تھا ڈاکٹر کلارک کی توجہ کو اس امر واقعہ کی طرف منتقل کیا کہ نوجوان کی آنکھ خونی معلوم ہوتی ہے اور چونکہ ڈاکٹر کلارک مجرمانہ علم قیافہ کا عالم ہے اس نے اس کی وضع قطع میں وہ خط وخال معلوم کئے جو اس کے قاتلانہ میلان کے شاہد تھے۔مزید براں وہ ایک متعصب خاندان سے تعلق رکھتا ہے اس نے خیال کیا کہ چونکہ قادیاں میں عام طور سے گالیاں دی گئیں اور نیز اس خیال سے کہ عبدالحمید کو باوجود مولویوں کا رشتہ دار ہونے کے کمینہ کام کرنے کو دیا گیا ہے یہ مرزا صاحب کی طرف سے اس واسطے پیش بندی کے

﴿۲۵۱﴾

بقیہ حاشیہ

غرض اس تمام تحقیقات سے ثابت ہے کہ یسوع کا آسمان پر معہ جسم جانا ایک جھوٹا مسئلہ ہے جو عیسائیوں نے بنایا ہے۔جس حالت میں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ نعوذ باللہ یسوع جہنم میں جسم کے ساتھ نہیں گیا بلکہ محض روح گئی تھی تو وہ جسم جو جہنم کی سزا پا کر لعنت سے ابھی پاک نہیں کیا گیا وہ آسمان پر کیونکر چڑھ گیا۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

کہ تین دن جو لعنت کے دن تھے یسوع جہنم کا عذاب بھگتتا رہا☆۔اور کتاب راہ زندگی مطبوعہ الہ آباد ۱۸۵۰ء صفحہ ۶۹ سطر ۸ میں لکھا ہے کہ ”یہ سزا (یعنے گنہگار کی سزا) اکثر موت کے لفظ سے مذکور ہوتی ہے موت نہ صرف جسم کی بلکہ روح کی بھی نہ صرف دنیاوی بلکہ ابدی“۔اور اسی کتاب راہ زندگی میں جو تالیف ڈاکٹر ہاج ڈی ڈی باشندہ امریکہ ہے لکھا ہے کہ ”لعنت اور موت اور غضب اور وہ سزا جو گنہگاروں کو ملے گی سب ایک ہی چیز ہیں“ اور پھر یہی اس عقیدہ کی تائید میں لکھتا ہے کہ ”مسیح نے کہا ہے کہ گنہگار جہنم کی اس آگ میں جو کبھی نہیں بجھے گی ڈالے جائینگے“ (مرقس ۹ باب ۴۱) منہ

☆بعض نادان عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع ہادس یعنی جہنم میں تحت الثریٰ کے قیدیوں کو منادی کرنے گیا تھا مگر ایک دانا سوچ سکتا ہے کہ لعنت کے دنوں کا کیا تقاضا تھا۔کیا سزا اٹھانے کے لئے جانا یا نصیحت کے لئے۔ ایک ملعون دوسرے کو کیا نصیحت کر سکتا ہے اور پھر دوزخیوں کو نصیحت کیا فائدہ کرے گی مر کر تو ہر ایک شخص راہ راست کو سمجھ جاتا ہے اور اگر اس وقت کا سمجھنا کچھ چیز ہے تو پھر ایک بھی دوزخ میں نہیں رہ سکتا۔منہ

طور پر انتظام کیا گیا کہ شبہ عائد نہ وہ۔عبدالرحیم کا یہ خیال تھا کہ وہ نوجوان قادیاں سے اس کو قتل کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے مگر ڈاکٹر کلارک نے صورت حالات سے مطلع ہو کر یہ نتیجہ نکالا کہ میں ہی مقصود قربانی ہوں لہٰذا وہ بیاس کو گیا اور روبروئے عبدالرحیم و پریمداس و وارث الدین ونہالچند اور خود ڈاکٹر کلارک کے نوجوان عبدالحمید نے بعد انکار و عذرات اور نیز ڈاکٹر کلارک کے اس وعدہ کے بعد کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یہ اقبال کیا کہ مرزا غلام احمد نے اس سے کہا تھا کہ جاؤ اور ڈاکٹر کلارک کو کسی مناسب موقعہ پر نقصان پہنچاؤ یعنی قتل کرو۔اس نے آخر کار بموجودگی اشخاص مذکورہ بالا یہ اقبال تحریر کیا۔ بعد ازاں اس نے بیان کیا کہ اس نے قادیان کو مولوی نورالدین کے نام اس غرض سے خط لکھا ہے کہ ان کو پتہ معلوم ہو جائے کہ میں کہاں ہوں۔اس نے علانیہ مرزا صاحب کو لعنت بھیجی تا کہ مؤخر الذکر شخص کی طرف سے شبہ پیدا نہ ہو۔اس پر ڈاکٹر کلارک عبدالحمید کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کے پاس لے گیا اور بعد اس کے اس کا بیان قلمبند ہوا۔ بدرخواست ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ڈاکٹر مذکور نے نوجوان کو اپنی حفاظت میں لیا تاوقتیکہ اس کا آخری اظہار عدالت میں قلمبند نہ ہوا۔ایک گواہ پریمداس نامی نے بیان کیا کہ اس نے بیاس پر دو آدمی دیکھے تھے جو عبدالحمید کو پوچھتے پھرتے تھے اور ڈاکٹر کلارک اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اندیشہ تھا کہ مبادا اسے کچھ ضرر پہنچایا جائے۔ ﴿۲۵۲﴾ عبدالحمید کی شہادت سے جو اس نے عدالت میں دی یہ ظاہر ہوا کہ وہ قادیاں میں دو دفعہ گیا ہے ایک دفعہ ماہ مئی میں پانچ روز کے لئے اور پھر ماہ جون میں قریب دس دن کے لئے۔ وہ مرزا صاحب کو پہلے کبھی نہیں جانتا تھا اس کے دو چچوں میں سے ایک چچا برہان الدین مرزا صاحب

بقیہ حاشیہ ﴿۲۵۲﴾

اور یہ کیسا ظلم ہے کہ جہنم میں تو محض روح جائے اور خدا کے پاس جسم اور روح دونوں جائیں۔ کیا عیسائیوں کا یہ مذہب نہیں ہے کہ جہنم ایک جسمانی آتش خانہ ہے جس میں گندھک کے بڑے بڑے پتھر ہیں پھر اس آتش خانہ میں ایسا جسم کیوں نہیں جلایا گیا جس پر تمام دنیا کی لعنتیں ڈالی گئی تھیں۔ اگر باپ نے عدل سے انحراف کر کے بیٹے کی یہ **رعایتیں** کیں کہ بجائے ابدی لعنت کے تین دن رکھے اور بجائے جسمانی جہنم کے صرف روح کو جہنم میں بھیج دیا تو کاش یہ رعایتیں مخلوق سے کی جاتیں کیونکہ اگر بیٹے

کا مرید ہے اور دوسرا سلطان محمود مخالف ہے۔ اس کا گھر جہلم ہے مگر وہ وہاں بہت ہی کم جاتا ہے کیونکہ اس کے خاندان کے لوگ اس کی قدر نہیں کرتے اس نے بیان کیا کہ اس کے ارادے ونیت ڈاکٹر کلارک کے متعلق بدل گئے کیونکہ وہ اس کو نیک آدمی معلوم ہوا اس کو گجرات مشن کے نکالے جانے کے بعد ایک شخص میراں بخش نامی نے جو مرزا صاحب کا معتقد ہے قادیاں میں جانے کی ہدایت کی تھی۔ اس کی شہادت نے عموماً اس بیان کی تائید کی جو ڈاکٹر کلارک نے دیا ہے۔

تحقیقات ۱۰؍ اگست کو شروع ہوئی اور جس شہادت کا یہاں تک ذکر آچکا ہے وہ ۱۳؍ اگست تک جاری رہی۔ عبدالحمید اس وقت تک بالکل بعض ماتحت عیسائیوں کی نگرانی میں رہا جو سکاچ مشن کے ملازم ہیں۔ خاص کر عبدالرحیم، وارث الدین، پریمداس۔ ڈاکٹر کلارک کی یہ رائے کہ وہ اس سے زیادہ جانتا ہے جتنا کہ اس نے افشا کیا ہے۔ ہم نے بذات خود اس کے بیان کو جیسا کہ ہے نہایت ہی بعید العقل خیال کیا۔ اس کے اس بیان میں جو اس نے امرتسر میں لکھایا بمقابلہ اس بیان کے جو میرے سامنے لکھایا اختلافات ہیں اور ہم اس کی وضع قطع سے جبکہ وہ شہادت دے رہا تھا مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ علاوہ اس کے ہم نے یہ معلوم کیا کہ جتنی دیر تک بٹالہ میں مشن کے ملازموں کی نگرانی میں رہا اتنا ہی اس کی شہادت مفصل اور طویل ہوتی گئی۔ اس کے پہلے بیان میں جو اُس نے ۱۲؍ تاریخ کو میرے سامنے لکھایا بہت سی باتیں تھیں۔ اُس بیان میں نہیں تھیں جو اُس نے اوّل ڈاکٹر کلارک کے سامنے کیا۔ یا جب اس کا اظہار ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر نے لیا۔ اور جب اُس نے دوبارہ ہمارے سامنے ۱۳؍ اگست کو اظہار دیا تو اُس نے بہت سی باتیں زائد بڑھا دیں۔ اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ یا تو کوئی شخص اس کو یا اشخاص سکھلاتے پڑھاتے ہیں یا یہ کہ اس کو اس سے اور زیادہ علم ہے جتنا کہ وہ اب تک ظاہر کر چکا ہے

﴿۲۵۳﴾

بقیہ حاشیہ

کے ساتھ عدل سے انحراف کرنا جائز ہے تو اوروں کے ساتھ کیوں جائز نہیں؟ یہی تمام غلطیاں ہیں جن پر خدا تعالیٰ نے مجھے مطلع کیا تا میں گمراہوں کو متنبہ کروں اور ان کو جو تاریکی میں رہتے ہیں روشنی میں لاؤں۔ اور میں نے نہ صرف یہ کیا کہ معقول بیان کے ساتھ عیسائیوں کی غلطیاں ان پر کھول دوں بلکہ آسمانی نشانوں کے ساتھ بھی ان کو ملزم کیا۔ اور ایسا ہی ان مسلمانوں کو بھی جو اُن ہی خیالات

﴿۲۵۳﴾

لہٰذا میں نے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو کہا کہ آپ اس کو اپنی ذمہ واری میں لیں اور آزادانہ طور سے اس سے پوچھیں ۱۴/ اگست کو مسٹر لیمار چنڈ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ کو بھیجا کہ وہ عبدالحمید کو سی ایم ایس کوارٹر انارکلی میں جا کر حفاظت کی جگہ سے یہاں لے آوے۔ اس کو محمد بخش سیدھا مسٹر لیمار چنڈ کے پاس گاڑی میں لے گیا۔ اوّل الذکر شخص اس وقت پہلے سے کسی کام میں مصروف تھا اور کچھ عرصہ کے لئے اس کو جلال الدین انسپکٹر کے سپرد کیا۔ مؤخر الذکر نے کھلے میدان میں محمد بخش و دیگر اشخاص کی موجودگی میں اس سے پوچھا کچھ دیر کے بعد انسپکٹر مذکور نے مسٹر لیمار چنڈ کے پاس آ کر بیان کیا کہ وہ لڑکا اپنے سابقہ بیان پر قائم ہے اور کچھ ایزاد نہیں کرتا اور وہ انارکلی واپس جانے کو چاہتا ہے۔ انسپکٹر مذکور نے مسٹر لیمار چنڈ کو اطلاع دی کہ اس کو واپس بھیج دیں۔ موخر الذکر نے اس امر کو اپنا فرض سمجھا کہ جو کچھ نوجوان بیان کرے لکھ لیا جائے اس لئے اس کو بلا بھیجا۔ انہوں نے بیان کے دو تختے کم و بیش اسی شہادت کے مطابق لکھے جو سابق میں عدالت کے سامنے دی گئی تھی کہ ناگہاں نوجوان زار زار رونے لگا اور مسٹر لیمار چنڈ کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ میں اس مقدمہ میں عبدالرحیم اور وارث الدین اور پریمداس ملازمان مشن کی سازش سے جن کی تحویل میں وہ رہا برابر جھوٹ بولتا رہا۔ وہ کئی روز تک پہرے میں رکھا گیا۔ وہ سخت مصیبت میں گرفتار رہا اور فی الحقیقت اس نے خودکشی کا ارادہ کر لیا تھا۔ لہٰذا اس نے مسٹر لیمار چنڈ کے سامنے پورا پورا بیان کر دیا۔ لیمار چنڈ نے شہادت میں بیان کیا کہ اس کے خیال میں جس طرز سے یہ دوسرا بیان ہوا ہے اس سے یہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس نے نوجوان کو نہ تو دھمکایا اور نہ اسے کوئی معافی کا وعدہ کیا۔ نوجوان کی صورتِ حال اور وضع قطع سے

﴿۲۵۴﴾

بقیہ حاشیہ

میں مقید تھے اور ایک ایسے فرضی دجال اور فرضی مسیح کے منتظر تھے جن کے ماننے سے نئے سرے اس شرک کی بنیاد پڑتی ہے جس کی قرآن شریف بیخ کنی کر چکا ہے اور مسئلہ ختم نبوت بھی ہاتھ سے جاتا ہے سو خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا تا میں اس خطرناک حالت کی اصلاح کروں اور لوگوں کو خالص توحید کی راہ بتاؤں چنانچہ میں نے سب کچھ بتا دیا۔ اور نیز میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر

﴿۲۵۴﴾

ظاہر ہوتا تھا کہ وہ فی الحقیقت مصیبت اور تکلیف میں تھا۔عبدالحمید کو عدالت نے بیس۲۰ اگست پر دوبارہ طلب کیا اس نے کہا کہ جو بیان وہ اب کرنے لگا ہے صحیح ہے اور اس بیان کے کرنے میں اس کو کسی نے نہیں سکھلایا۔ یہ بات سچ ہے کہ وہ قادیاں میں گیا تھا اور کل دو ہفتے رہا اس کو بوجہ اس کے مشتبہ چال چلن کے نکال دیا گیا۔اس نے مرزا صاحب کو کبھی گالیاں نہیں دیں مگر وہاں سے چلنے سے پیشتر اس کے مریدوں میں سے ایک کے ساتھ جھگڑا ہو گیا تھا۔ وہ امرتسر چلا گیا۔اور کسی شخص سے کسی عیسائی واعظ کے مکان کا پتہ دریافت کیا۔ وہ اتفاقاً ایک شخص نورالدین امریکن مشن کے پاس بھیجا گیا۔اس نے نورالدین کے آگے بیان کیا کہ وہ قادیاں سے آیا ہے۔ وہ فی الاصل ایک ہندو رلیا رام نامی تھا پھر مسلمان ہو گیا اب وہ عیسائی ہونا چاہتا ہے۔نورالدین نے اسے مسٹر گرے کے پاس بھیجا جس نے صرف اس شرط پر اسے لینا منظور کیا کہ وہ اپنا گذارہ آپ کرے اور کچھ گفتگو کے بعد اس کو نورالدین کے پاس واپس بھیج دیا مگر وہ اپنے ہی خرچ پر عیسائی ہونے پر طیار نہیں تھا نورالدین نے اس کو صلاح دی کہ وہ ڈاکٹر کلارک کے پاس جائے کیونکہ وہ اچھا آدمی ہے (ان میں سے اکثر بیانات کی تائید بعد ازاں ڈاکٹر گرے کی چٹھی کے مضمون اور نورالدین عیسائی کی شہادت سے ہوتی ہے) وہ ڈاکٹر کلارک کے پاس چلا گیا جس نے اس کو عبدالرحیم کے حوالہ کر دیا۔ اور شہر کے شفاخانہ میں اسے کام کرنے کو دیا۔ وہ خیال کرتا ہے کہ عبدالرحیم نے اس پر شبہ کیا کیونکہ اس نے اس سے اصرار اور تاکید سے پوچھا کہ وہ قادیاں سے مشن میں کس واسطے آیا ہے اور اس نے ڈاکٹر کلارک کو بھی اس کے سامنے کہا کہ اس کا یقین ہے کہ عبدالحمید کسی شخص کو قتل کرنے آیا ہے

بقیہ حاشیہ

ثابت کر کے دکھلاؤں کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہرگز اس کو خدا تعالیٰ اور عالم آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔ حضرت مسیح نے اسی حالت میں یہود

﴿۲۵۵﴾

﴿۲۵۵﴾ جس بات کے متعلق ڈاکٹر کلارک عبدالرحیم کے سامنے اس کے ساتھ ہنسی کرتا رہا بعد ازاں ڈاکٹر کلارک نے اس کا فوٹو اتروایا۔ پھر اسی مطلب کے لئے بیاس سے جہاں پر وہ بھیجا گیا تھا امرتسر لایا گیا وہ اس موقعہ پر کتابیں لانے کے لئے ہسپتال میں بھیجا گیا اور عبدالرحیم نے پھر اسے تنگ کرنا شروع کیا اور یاد دلایا کہ اس کا فوٹو لیا جاچکا ہے وہ بھاگ نہیں سکتا اس کی رپورٹ پولیس میں کی جائے گی ورنہ بہتر ہے کہ وہ سچ سچ بیان کردے کہ وہ قتل کرنے کے ارادے پر آیا ہے کچھ دنوں کے بعد ڈاکٹر کلارک وعبدالرحیم ووارث الدین اور پریمداس سب کے سب بیاس میں آئے اس سے تاکید سے پوچھا گیا۔ عبدالحمید معہ دیگر اشخاص کی جماعت میں فرش کے اوپر بیٹھا ہوا تھا اور ڈاکٹر کلارک کچھ فاصلے پر ایک کرسی پر بیٹھا تھا وہ استقلال سے انکار کرتا رہا کہ وہ کسی بُرے ارادے سے یہاں پر نہیں آیا مگر عبدالرحیم نے اس کے کان میں کہا کہ بہتر ہے کہ وہ تسلیم کرلے کہ وہ ڈاکٹر کلارک کو مرزا صاحب کے کہنے پر ایک پتھر سے مار ڈالنے کے لئے آیا ہے ورنہ اس کے لئے زیادہ خرابی کا باعث ہوگا اور ڈاکٹر کلارک اس بات کا ذمہ وار ہوگا کہ اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اُس نے اس کو مان لیا اور اقبال لکھ دیا پہلے اس نے لفظ نقصان لکھا اور عبدالرحیم نے اسے کہا کہ بجائے اس کے لفظ مار ڈالنا درج کرو (الفاظ یہ ہیں۔ ’’نقصان یعنی مار ڈالنا‘‘) بعد ازاں انہوں نے کہا ہم تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں ہماری مراد پوری ہوگئی۔ عبدالرحیم و پریمداس اور وارث الدین بعد ازاں مفصل جھوٹی شہادت تیار کرتے رہے جو مجبوراً ان کے کہنے سے اسے عدالت میں دینی پڑی۔ اس نے یہ بھی بیان کیا کہ اس نے اپنا نام عبدالمجید بجائے عبدالحمید کے بنایا تھا اور نیز اپنا ہندو جنم محض اسی خیال سے بتایا تھا کہ وہ پہلے گجرات مشن سے نکالا جاچکا تھا اور چاہتا تھا کہ امرتسر میں گرفت نہ ہو۔ اس نے خیال کیا تھا کہ اَغلب ہے کہ مشن کے لوگ اس کی بابت تفتیش کر

بقیہ حاشیہ

کو پایا تھا اور جیسا کہ ضعف ایمان کا خاصہ ہے یہود کی اخلاقی حالت بھی بہت خراب ہوگئی تھی اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ اب میرے زمانہ میں بھی یہی حالت ہے۔ سو میں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علت غائی ہیں مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین سے نزدیک ہوگا۔ بعد اس کے کہ ﴿۲۵۶﴾

بیٹھیں۔اس نے نورالدین مولوی کو قادیان میں اس غرض سے چٹھی لکھی تھی تا ان کو معلوم ہو کہ اس کا ارادہ عیسائی بننے کا ہے۔نورالدین نے اسے قادیاں تعلیم دی تھی اور اس کی بیماری کا علاج کیا تھا(یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اس نے بیرنگ چٹھی بھیجی تھی۔نورالدین کہتا ہے کہ میں نے ایسی چٹھی کبھی نہیں لی) عبدالرحیم نے اسے بٹالہ میں کہا تھا کہ وہ اس چٹھی بھیجنے کو کسی اور امر کی طرف منسوب کردے یعنی یہ کہ اس نے نورالدین کو اس لئے چٹھی لکھی تھی کہ مرزا صاحب کو اس کا پتہ معلوم ہو جائے۔عبدالرحیم نے بٹالہ میں اسے یہ بھی کہا تھا کہ ٹھیک ہے کہ اس نے مرزا صاحب کو جانے سے پہلے گالیاں دی تھیں حالانکہ اس نے کوئی گالی نہیں دی تھی۔امرتسر میں اس کو کہا گیا کہ تو یہ کہہ دینا کہ میرا دل اس واسطے بدل گیا کہ میں نے ڈاکٹر کلارک کو اچھا آدمی پایا۔۱۳؍ تاریخ کو بوقت جرح عبدالحمید نے پہلی ہی بار مرزا غلام احمد صاحب کے ایک مرید قطب دین نام کا ذکر کیا جو امرتسر میں رہتا ہے اور کہا کہ میں سب سے پہلے قادیاں سے امرتسر میں پہنچتے ہی اسی کے پاس گیا تھا اور قطب الدین نے ایک پتھر وزنی تیس سیر جس کے ساتھ ڈاکٹر کلارک کو مار ڈالنا تھا مہیا کرنے کا ذمہ لیا تھا اور بعد اس کام کے ختم ہونے کے اس نے قطب الدین ہی کے پاس پناہ لینی تھی۔عبدالحمید نے بیان کیا کہ یہ تمام تفصیل وارث الدین نے بٹالہ میں بتائی تھی اور اس نے قطب الدین کو اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔عبدالحمید نے یہ بھی بیان کیا کہ ڈاکٹر کلارک کے وکیل رام بھج دت نامی نے اس سے کئی دفعہ بٹالہ میں سوالات کئے اور اس کے ایک ریمارک سے ہی قطب الدین کے ذکر کرنے کی ضرورت پڑی۔وکیل نے اسے کہا تھا کہ تو پرندہ نہیں ہے تو نے کس طرح امرتسر سے بھاگ کر جانے کا ارادہ کیا تھا تمہارا ضرور اس جرم میں کوئی ساتھی ہوگا اور وہ کون ہے۔عبدالحمید نے اس امر سے انکار کیا اس کے بعد وارث الدین

﴿۲۵۶﴾

بقیہ حاشیہ

بہت دور ہو گیا تھا۔سو میں ان ہی باتوں کا مجدّد ہوں اور یہی کام ہیں جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔اور منجملہ ان امور کے جو میرے مامور ہونے کی علّتِ غائی ہیں مسلمانوں کے ایمان کو قوی کرنا ہے اور ان کو خدا اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کی نسبت ایک تازہ یقین بخشنا۔اور یہ طریق ایمان کی تقویت کا دو طور سے میرے ہاتھ سے ظہور میں آیا ہے۔**اوّل** قرآن شریف کی

اس کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تم قطب الدین کا نام لے لو اور اس کی رہائش کی جگہ کا پتہ بتلایا۔ جب وکیل واپس آیا تو اس نے ایسا ہی بیان کر دیا اور یہ واقعہ ۱۳؍ اگست کو جرح میں ٹھیک ٹھیک ظاہر ہو گیا۔ اس نے یہ بھی بیان کیا کہ پیشتر اس کے کہ وہ عدالت میں گیا پریمداس نے قطب الدین کا نام اس کی یعنی عبدالحمید کے ہاتھ کی ہتھیلی پر اس واسطے لکھ دیا کہ وہ اسے بھول نہ جائے۔ مزید سوالات کرنے پر اس نے کہا کہ اس پنسل سے جو وکیل ڈاکٹر کلارک کے ہاتھ میں ہے اور پنسل مذکور کی طرف اشارہ کر کے کہا یہی ہے اور یہ وارث الدین کی ہے۔ یہ تسلیم کیا گیا کہ ایسا ہی ہے۔ شہادت میں اوّل دفعہ تو بمقام بٹالہ بیان کیا گیا تھا کہ عبدالحمید مرزا صاحب کے پاؤں پبلک میں دبایا کرتا تھا۔ عبدالحمید نے بیان کیا کہ یہ بات بھی وارث الدین کی ایجاد ہے۔ ڈاکٹر کلارک کا دوبارہ اظہار اسی کی درخواست پر لیا گیا۔ اس نے ان ترغیبوں کی بابت جو عبدالحمید کو بیاس کے مقام پر اظہار لکھانے سے پیشتر دی گئی ہیں بیان کیا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ ایسی ترغیبیں میرے علم کے بغیر دی گئی ہوں اور میں نے ہرگز نہیں دیکھا کہ کوئی اس قسم کی بات کی گئی ہو۔ خواہ عبدالحمید کا پہلا بیان سچا ہے یا دوسرا۔ تاہم یہ بات ظاہر ہے کہ اس میں وجوہات کافی نہیں ہیں کہ مقدمہ ھٰذا میں مرزا غلام احمد کے برخلاف کارروائی کی جائے۔ عبدالحمید جو بڑا گواہ ہے وہی شریک جرم ہے اور اُس نے دو مختلف بیان لکھوائے ہیں۔ ہمارا میلان اس خیال کی طرف ہے کہ فی الجملہ دوسرا بیان غالباً سچا ہے اور یہ کہ مرزا غلام احمد نے عبدالحمید کو ڈاکٹر کلارک کے پاس نہیں بھیجا اور نہ اس نے اس کو ڈاکٹر کلارک کے مار ڈالنے کو سکھلایا ہے۔ وجوہات حسب ذیل ہیں۔ (۱) خود عبدالحمید ایسی جانبازی اور ذمہ واری کے کام کے لائق نہیں وہ ایک لمبا بڑھا ہوا کمزور دل کا نوجوان ہے۔ اور یہ بات بھی مسلّم ہے کہ اسی کے خیالات بدکاری

﴿۲۵۷﴾

بقیہ حاشیہ

تعلیم کی خوبیاں بیان کرنی اور اس کے اعجازی حقائق اور معارف اور انوار اور برکات کو ظاہر کرنے سے جن سے قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ میری کتابوں کو دیکھنے والے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ کتابیں قرآن شریف کے عجائب اسرار اور نکات سے پُر ہیں

﴿۲۵۷﴾

کی طرف مائل ہیں اور نہ وہ ذرا بھی خبطی ہے۔ فی الواقع اس کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اپنا وقت عیسائیت اور اسلام میں کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر کاٹا ہے۔ جہاں کہیں اس کو روٹی کپڑے کے ملنے کا یقین ہوا تو وہ اپنی قسمت کو اسی طرح اختیار کرنے کو مستعد ہو گیا۔ مسٹر گرے بیان کرتا ہے کہ وہ اسے معاً ایک مفتری معلوم ہوا۔ جہاں تک کہ وہ اپنے معلومات عیسائیت کے متعلق ظاہر کرتا ہے۔ (۲) یہ تسلیم کیا گیا کہ غلام احمد نے صرف اس کو قریب دو ہفتہ کے دیکھا بڑے سے بڑا وقت یہی ہے وہ ایسے تھوڑے عرصہ میں کافی طور سے ایسی واقفیت پیدا نہیں کر سکتے تھے کہ ایسے نازک کام کیلئے اس پر بھروسہ کرتے۔ نہ یہ بات ہے کہ وہ اس پر کوئی بڑا اثر پیدا کر سکے ہوں۔ (۳) جس طریق سے عبدالحمید نے اس کام کو بیان کیا ہے اس کی تدبیر بھی بالکل بھونڈی اور احمقانہ معلوم ہوئی ہے۔ یہ امر قرین قیاس نہیں ہے کہ عبدالحمید کو اس بات کے کہنے کی تعلیم دی گئی ہو کہ وہ بٹالہ کا ایک ہندو تھا۔ اور یہ ایسا بیان ہے جس کی تکذیب ڈاکٹر کلارک دو ایک گھنٹے میں کر سکتا۔ غلام احمد کے پچیس[۲۵] جولائی کے اس اقبال کے بعد کہ وہ نوجوان قادیان میں آیا تھا۔ اگر ڈاکٹر کلارک پر کوئی حادثہ پڑتا تو یہ یقینی امر تھا کہ مرزا صاحب کے خلاف اس کی جان کے بدلے میں کوئی عدالتی کارروائی کی جاتی۔ اور اس امر کی نسبت خود مرزا صاحب بھی قبل از وقت پیش بینی کر سکتے تھے۔ یہ بات کسی طرح بھی باور نہیں ہو سکتی کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو ایسے خطرہ میں ڈالا ہو۔ (۴) یہ ثابت ہے کہ وہ نوجوان اوّل ڈاکٹر گرے کے پاس امرتسر میں گیا اور اگر وہ اس کو کھانے پینے اور مکان کا وعدہ کرتے تو وہ اس کے پاس رہتا۔ اگر فی الاصل ڈاکٹر کلارک کے پاس بھیجا گیا تھا تو پھر اس امر کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ مسٹر گرے امریکن مشن کے عیسائی کے پاس وہ کیوں چلا گیا۔ یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ محض اتفاق سے ڈاکٹر کلارک کی طرف رستہ بتلایا گیا۔ (۵) اس نے

﴾۲۵۸﴿

بقیہ حاشیہ

اور ہمیشہ یہ سلسلہ جاری ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جس قدر مسلمانوں کا علم قرآن شریف کی نسبت ترقی کرے گا اسی قدر ان کا ایمان بھی ترقی پذیر ہوگا۔ اور دوسرا طریق جو مسلمانوں کا ایمان قوی کرنے کے لئے مجھے عطا کیا گیا ہے تائیدات سماوی اور دعاؤں کا قبول ہونا اور

﴾۲۵۸﴿

نورالدین عیسائی امریکن مشن کو کہا تھا کہ وہ قادیان سے آیا ہے اور کہ وہ فی الاصل ہندو تھا اور ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس کا یہ بیان کرنا نہ تو مرزا صاحب کی سازش ہے اور نہ لیکھرام کے قاتل کے فعل سے مشابہت کیلئے ہے بلکہ بقول اس کے بیان کے اس واسطے ہے کہ مشنریوں سے اس امر واقعہ کو پوشیدہ رکھے کہ وہ گجرات مشن سے نکالا گیا تھا اسی وجہ سے اس نے عبدالحمید کی بجائے جھوٹا نام عبدالمجید بیان کیا۔(۶) اگر عبدالحمید کا بیان جو بمقام بیاس اس نے کیا ہے سچا ہوتا تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں اس نے بعد تسلیم کر لینے اس ضروری امر کے کہ وہ ڈاکٹر مارٹن کلارک کے مارنے کے لئے آیا ہے تفصیلات کے بیان کرنے سے رکا رہا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ بہت سی تفصیلات اس وقت ظاہر ہوئیں جبکہ وہ نوجوان وارث الدین اور پریمداس اور عبدالرحیم کی حفاظت میں بٹالہ تھا۔ لہٰذا ہماری یہ رائے ہے کہ عبدالرحیم اور وارث الدین اور پریمداس ہی صرف اس پہلی کہانی کے جوابدہ ہیں اور غالباً وہی اس کو تمام وقت ورغلاتے رہے۔ یہ تو طبعی امر ہے کہ اس نوجوان کے آنے پر مشن کے کبوتر خانہ میں بہت چرچا ہوا ہوگا خصوصاً جبکہ اس نے بیان کیا کہ وہ کسی اور جگہ سے نہیں بلکہ قادیاں ہی سے آیا ہے اور عیسائی ہونا چاہتا ہے۔ اس کی شکل وشباہت بعض عیسائی ماتحت ملازموں کے پاس اس کی سفارش نہ کر سکی اور اس نے کہہ دیا کہ وہ ہندو تھا ایسا ہی لیکھرام کے قاتل نے کیا تھا انہوں نے دونوں کو اکٹھے کر لیا اور یہ یقینی بات ہے کہ عبدالرحیم سے اکثر اس بارے میں پوچھا گیا کہ اس کے آنے کے کیا وجوہ ہیں۔ ڈاکٹر کلارک بیان کرتا ہے کہ عبدالرحیم کو خود اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا تھا۔ یہ یاد رہے کہ یہ وہی شخص ہے جس نے اوّل ہی اوّل ڈاکٹر کلارک کو کہا تھا کہ نوجوان قاتلانہ ارادہ سے آیا ہے اور جس نے

﴿۲۵۹﴾

بقیہ حاشیہ

نشانوں کا ظاہر ہونا ہے۔ چنانچہ اب تک جو نشان ظاہر ہو چکے ہیں وہ اس کثرت سے ہیں جن کے قبول کرنے سے کسی منصف کو گریز کی جگہ نہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا جو نادان عیسائی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور پیشگوئیوں سے انکار کرتے تھے اور آج وہ زمانہ ہے جو تمام پادری ہمارے سامنے کھڑے نہیں ہو سکتے۔ آسمان سے نشان ظاہر ہو رہے ہیں

﴿۲۵۹﴾

اس کی خونی آنکھ کی طرف توجہ دلائی تھی یہ ممکن ہے کہ اس نے اور وارث الدین اور پریمداس نے فی الحقیقت ایسا یقین کرلیا ہو کہ نوجوان قتل کرنے کے ارادے سے آیا ہے اور اس سے اس امر کو تسلیم کرانے میں ان کو خیال آیا ہو کہ وہ زبردستی صداقت کو نکال رہے ہیں بعد ازاں اپنی غلطی پا کر انہوں نے اس جھوٹے قصہ کو اور تفصیلات سے ارادہ کرلیا ہے کہ اس معاملہ کو برابر چلائیں گے درباب ان ترغیبات کے جو ڈاکٹر کلارک کی موجودگی میں ہوئیں جن کی نسبت وہ بیان کرتا ہے کہ نہیں ہوسکتی ہیں یہ ممکن ہے کہ وہ اس وقت وقوع میں آئے ہوں جبکہ اس کی توجہ اور طرف مصروف تھی وہ غالباً نوجوان کی نگرانی غور سے کررہا تھا جس کو اردگرد سے عبدالرحیم وارث دین اور پریمداس گھیرے ہوئے تھے۔ اور ان تینوں میں سے میرا خیال ہے کوئی نہ کوئی عبدالحمید کے کانوں میں پھونک دیتا تھا اور اس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ خواہ کچھ ہی حقیقت ہو ہمیں بالکل یقین ہے کہ اگر عبدالحمید کو فی الحقیقت عبدالرحیم نے اپنے پہلے بیان کے کرنے میں ورغلایا۔ ڈاکٹر کلارک کو دورانِ کارروائی میں کامل طور سے دھوکا دیا گیا ہے اور اسے ان کی ان مصنوعی کارروائی سے بالکل اطلاع نہیں ہے۔ یہ بات بھی لکھنے کے قابل ہے کہ مرزا غلام احمد نے اس امر کو کشادہ پیشانی سے مان لیا ہے اور عدالت میں ڈاکٹر کلارک کو ہر ایک قسم کی شمولیت سے مبرّا اقرار دیا ہے۔ شہادت میں بہت سی تحریری شہادت پیش کی گئی ہے جس میں سے کسی قدر متعلق سمجھی جاتی اگر اصل بیان جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ثابت ہو جاتا۔ مرزا غلام احمد زور سے اس بات کا انکار کرتا ہے کہ اس نے کبھی ڈاکٹر کلارک کے ضرردہی کے لئے صریحاً یا کنایتاً بھی کوئی پیشگوئی کی ہو وہ اسے ۱۸۹۳ء کی پیشگوئی میں جو مباحثہ

بقیہ حاشیہ

پیشگوئیاں ظہور میں آرہی ہیں اور خوارق لوگوں کو حیرت میں ڈال رہے ہیں۔ پس کیا ہی وہ انسان نیک قسمت ہے کہ اب ان انوار اور برکات سے فائدہ اٹھائے اور ٹھوکر نہ کھائے!!!

اور وہ حوادث ارضی اور سماوی جو مسیح موعود کے **ظہور کی علامات** ہیں وہ سب میرے وقت میں ظہور پذیر ہوگئی ہیں۔ مدت ہوئی کہ خسوف کسوف رمضان کے مہینے میں ہو چکا ہے اور ستارہ ذوالسنین بھی نکل چکا اور زلزلے بھی آئے اور مری بھی پڑی اور عیسائی

﴿۲۶۰﴾ ﴿۲۶۰﴾

کے بعد کی گئی تھی داخل نہیں سمجھتا اور نہ اس کا اس پیشگوئی میں کچھ اشارہ ہے جواب بیان کی جاتی ہے کہ وہ ابھی باقی ہے اور جس کا انجام آتھم سے حوالہ دیا گیا۔ ۱۸۹۳ء کی ابتدائی پیشگوئی اس طرح ہے (وہ فریق جو دانستہ جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور ضعیف انسان کو خدا بنا رہا ہے ہلاک ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ اور (وہ شخص جو سچے خدا کو مان رہا ہے بڑی عزت پائے گا۔ لفظ ''ضعیف آدمی کو خدا بنانا'' صاف طور سے فریق کا تعلق عیسائی گروہ سے ظاہر کرتے ہیں جس فریق میں سے ڈاکٹر کلارک بھی ہے اور قیاسًا ''وہ شخص'' جس کا بعد ازاں ذکر ہے مرزا صاحب ہے۔ مرزا صاحب اس سے انکار کرتے ہیں کہ الفاظ فریق اور شخص کا اطلاق کسی خاص شخص پر تھا اور بیان کرتے ہیں کہ ہر صورت میں صرف ان کا اشارہ عبداللہ آتھم سے تھا نہ ڈاکٹر کلارک سے☆۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ وہ الفاظ جو ان کی طرف سے استعمال کئے گئے ہیں اس بات کی تائید نہیں کرتے

بقیہ حاشیہ

مذہب بڑے زور شور سے دنیا میں پھیل گیا اور جیسا کہ آثار میں پہلے سے لکھا گیا تھا، بڑے تشدّد سے میری تکفیر بھی ہوئی۔ غرض تمام علامات ظاہر ہو چکی ہیں اور وہ علوم اور معارف ظاہر ہو چکے ہیں جو دلوں کو حق کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ قرآن شریف کی رو سے کوئی دعویٰ ماموراً من اللہ ہونے کا اکمل اور اتم طور پر اس صورت میں ثابت ہوسکتا ہے کہ جبکہ تین۳ پہلو سے اس کا ثبوت

﴿۲۶۱﴾

☆ یہ ضرور نہیں کہ الہامی پیشگوئیوں کے پہلو یکدفعہ معلوم ہو جائیں اسی لئے ہمارے خیال میں ابتدا سے یہی رہا کہ یہ پیشگوئی خاص آتھم کے متعلق ہے اور آتھم کے نام ہی بار بار اشتہار جاری ہوئے اور اسی کو قسم کے لئے بلایا گیا۔ ہاں جبکہ بعض اور عیسائیان شریک بحث پر بھی اس پیشگوئی کا اثر پڑا تو یہ سمجھا گیا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی اس میں داخل ہوں گے مگر دراصل ابتدا سے ہمارا علم یہی تھا کہ اس پیشگوئی کا مصداق صرف آتھم ہے ہماری نیت میں کبھی کوئی اور نہ تھا۔ ہاں دوسرں پر ہم نے اثر دیکھا۔ ورنہ ہم نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ جیسا کہ عبداللہ آتھم اس پیشگوئی میں شریک ہے ایسا ہی دوسرے بھی شریک ہیں اسی لئے ہماری پوری اور اصلی توجہ صرف آتھم کی طرف رہی اور اب تک اسی کو اصلی مصداق پیشگوئی کا سمجھتے ہیں اور اسی کے قسم نہ کھانے اور آخر پیشگوئی کے موافق اسی کے فوت ہو جانے سے ہم نے فائدہ اٹھایا نہ کہ دوسروں سے۔ منه

مگر میعاد متعینہ گذر چکی ہے اور اب پیشگوئی غیر متعلق ہے۔ ایک اور پیشگوئی میں جس کی میعاد ستمبر ۱۸۹۷ء میں منقضی ہوگی غلام احمد (موٹے حروف میں) ڈاکٹر کلارک یا دیگر کسی پادری کو مباہلہ کے لئے طلب کرتے ہیں۔ وہ اپنے دل سے امید کرتے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک منتخب ہوں اور وہ اسے ذلیل سا بزدل آدمی کہتے ہیں۔ اگر ڈاکٹر کلارک شیطانی تدابیر کو اختیار کر کے بچنے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ خود اپنے طور سے جھوٹ کی بیخ کنی کر دیگا۔ ڈاکٹر کلارک کہتا ہے کہ جھوٹ سے اس کی ہی ذات کی طرف اشارہ ہے اور یہاں جو جھوٹ کا لفظ ہے وہ اس جھوٹ سے ملتا ہے جو ۱۸۹۳ء کی پیشگوئی میں درج ہے۔ مگر مرزا صاحب اس اتہام سے انکار کرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئیاں ڈیلفک الہاموں کی طرح دو پہلو رکھتی ہیں اور اسی میں فائدہ ہے کہ وہ ایسی ہوں۔ مرزا صاحب کچھ مطلب بیان کرتے ہیں اور ڈاکٹر کلارک کچھ۔ اور اس صورت میں اس امر کا ثابت کرنا ناممکن ہے کہ ڈاکٹر کلارک کے معنے ٹھیک ہوں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے ڈاکٹر کلارک کی موت کی نسبت کبھی کوئی پیشگوئی نہیں کی اور جس قدر مطبوعہ شہادت پیش کی گئی ہے ہم منجملہ اس کے کسی میں بھی کوئی صاف اور صریح امر نہیں پاتے جس سے مرزا صاحب کے بیان کی تردید ہوتی ہو۔ غلام احمد نے اپنے اظہار میں بیان کیا ہے کہ ان کو ان حملات کا کچھ بھی علم نہیں ہے جو آتھم کی جان پر کئے گئے۔ مگر کہا کہ لیکھرام کی نسبت اس کو علم تھا کہ وہ مرجائے گا اور نیز اس نے دن اور گھنٹہ کی پیش از وقت اطلاع دے دی تھی۔ جہاں تک ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ

﴿۲۶۱﴾

بقیہ حاشیہ

ظاہر ہو۔ **اوّل** یہ کہ نصوص صریحہ اس کی صحت پر گواہی دیں یعنی وہ دعویٰ کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو۔ **دوسرے** یہ کہ عقلی دلائل اس کے مؤیّد اور مصدّق ہوں۔ **تیسرے** یہ کہ آسمانی نشان اس مدعی کی تصدیق کریں۔ سو ان تینوں وجوہ استدلال کے رو سے میرا دعویٰ ثابت ہے۔ نصوص حدیثیہ جو طالب حق کو بصیرت کامل تک پہنچاتی ہیں اور میرے دعوے کی نسبت اطمینان کامل بخشتی ہیں ان میں سے مسیح موعود اور مسیح بنی اسرائیلی کا اختلاف حلیہ ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کے صفحہ ۴۸۵ و ۸۷۶ و ۱۰۵۵ وغیرہ میں جو

سے تعلق ہے ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے کہ غلام احمد سے حفظ امن کے لئے ضمانت لی جائے یا یہ کہ مقدمہ پولیس کے سپرد کیا جائے۔ لہٰذا وہ **بری کئے جاتے ہیں**☆۔ لیکن ہم اس موقعہ پر مرزا غلام احمد کو بذریعہ تحریری نوٹس کے جس کو انہوں نے خود پڑھ لیا اور اس پر دستخط کر دیئے ہیں باضابطہ طور سے متنبہ کرتے ہیں کہ ان مطبوعہ دستاویزات سے جو شہادت میں پیش ہوئی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اشتعال اور غصہ دلانے والے رسالے شائع کئے ہیں جن سے ان لوگوں کی ایذا متصور ہے جن کے مذہبی خیالات اس کے مذہبی خیالات سے مختلف ہیں۔

﴿۲۶۲﴾

بقیہ حاشیہ

مسیح موعود کے بارے میں حدیث ہے جس میں یہ بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عالم کشف میں خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اس میں اس کا حلیہ یہ لکھا ہے کہ وہ گندم گوں تھا اور اس کے بال گھونگر والے نہیں تھے بلکہ صاف تھے۔ اور پھر اصل مسیح علیہ السلام جو اسرائیلی نبی تھا اس کا حلیہ یہ لکھا ہے کہ وہ سرخ رنگ تھا جس کے گھونگر والے بال تھے۔ اور صحیح بخاری میں جا بجا یہ التزام کیا گیا ہے کہ آنے والے مسیح موعود کے حلیہ میں گندم گوں اور سیدھے بال لکھ دیا ہے اور حضرت عیسٰے کے حلیہ میں جا بجا سرخ رنگ اور گھونگر والے بال لکھتا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعود کو ایک علیحدہ انسان قرار دیا ہے اور اس کی صفت میں **امامکم منکم** بیان فرمایا ہے اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کو علیحدہ انسان قرار دیا ہے۔ اور بعض مناسبات کے لحاظ سے عیسیٰ بن مریم کا نام دونوں پر اطلاق کر دیا ہے۔

اور ایک اور بات غور کرنے کے لائق ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

☆ یہ حکم بری کرنے کا جو ۲۳؍ اگست ۱۸۹۷ء کو مجسٹریٹ ضلع کی قلم سے نکلا اور یہ نوٹس جو بطور تہدید لکھا گیا یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جن سے ہماری جماعت کو فائدہ اٹھانا چاہیئے کیونکہ ان کو ایک مدت پہلے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر ان دونوں باتوں کی خبر دی گئی تھی۔ اب انہیں سوچنا چاہیئے کہ کیونکر ہمارے خدا نے یہ دونوں غیب کی باتیں پیش از وقت اپنے بندہ پر ظاہر کر دیں۔ جن لوگوں نے یہ نشان بچشم خود دیکھ لیا چاہیئے کہ وہ ایمان اور تقویٰ میں ترقی کریں اور خدا کے نشانوں کو دیکھ کر پھر غفلت میں زندگی بسر نہ کریں۔ **منہ**

جواثر کہ اس کی باتوں سے اس کے بے علم مریدوں پر ہوگا اس کی ذمہ واری انہی پر ہوگی اور ہم انھیں متنبّہ کرتے ہیں کہ جب تک وہ زیادہ تر میانہ روی کو اختیار نہ کریں گے وہ قانون کی رو سے بچ نہیں سکتے بلکہ اس کی زد کے اندر آجاتے ہیں۔ دستخط ایم ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور ۲۳ ؍اگست ۱۸۹۷ء

﴿۲۶۲﴾ یہ تمام مقدمہ جو معہ رائے حاکم لکھا گیا ہے اس میں غور کرنے سے ظاہر ہے کہ عیسائیوں کی طرف سے

بقیہ حاشیہ

جہاں مسیح موعود کا ذکر کیا ہے اس جگہ صرف اسی پر کفایت نہیں کی کہ اس کا حلیہ گندم گوں اور صاف بال لکھا ہے بلکہ اس کے ساتھ دجّال کا بھی جا بجا ذکر کیا ہے مگر جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیلی کا ذکر کیا ہے وہاں دجّال کا ساتھ ذکر نہیں کیا۔ پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں عیسیٰ بن مریم دو تھے ایک وہ جو گندم گوں اور صاف بالوں والا ظاہر ہونے والا تھا جس کے ساتھ دجّال ہے اور دوسرا وہ جو سرخ رنگ اور گھونگریالے بالوں والا ہے اور بنی اسرائیلی ہے جس کے ساتھ دجّال نہیں اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شامی تھے اور شامیوں کو آدم یعنی گندم گوں ہرگز نہیں کہا جاتا مگر ہندیوں کو آدم یعنی گندم گوں کہا جاتا ہے۔ اس دلیل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ گندم گوں مسیح موعود جو آنے والا بیان کیا گیا ہے وہ ہرگز شامی نہیں ہے بلکہ ہندی ہے۔ ﴿۲۶۳﴾

اس جگہ یاد رہے کہ نصاریٰ کی تواریخ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ گندم گوں نہیں تھے بلکہ عام شامیوں کی طرح سرخ رنگ تھے۔ مگر آنے والے مسیح موعود کا حلیہ ہرگز شامیوں کا حلیہ نہیں ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

اور منجملہ ان دلائل کے جو نصوص حدیثیہ سے صحت وصدق دعویٰ اس راقم پر قائم ہوئے ہیں وہ حدیث بھی ہے جو مجدّدوں کے ظہور کے بارے میں ابوداؤد اور مستدرک میں موجود ہے یعنی یہ کہ اس امت کے لئے ہر ایک صدی کے سر پر مجدّد پیدا ہوگا اور ان کی ضرورتوں

یہ ایک بناوٹ تھی جس کو صاحب مجسٹریٹ ضلع نے بخوبی دریافت کرلیا اور ہر ایک شخص جو اس تحریر پر غور کرے گا اور اس مقدمہ کو اوّل سے آخر تک غور سے پڑھے گا وہ دلی یقین سے سمجھ لے گا کہ ان لوگوں نے جو مسیح کے خون سے پاک ہو جانے کا دعویٰ کرتے ہیں کیونکر ایک ناحق کے خون کیلئے پختہ سازش کی تھی۔ یہ ظاہر ہے اور ڈاکٹر کلارک کو اس بات کا اقرار ہے کہ جب انہوں نے ایک عیسائی

﴿۲۶۳﴾

بقیہ حاشیہ

کے موافق تجدید دین کرے گا اور فقرہ **یجدّدلھا** جو حدیث میں موجود ہے یہ صاف بتلا رہا ہے کہ ہر ایک صدی پر ایسا مجدّد آئے گا جو مفاسد **موجودہ** کی تجدید کرے گا۔ اب جب ایک منصف غور سے دیکھے کہ چودھویں صدی کے سر پر کون سے سخت خطرناک مفاسد موجود تھے جن کی تجدید کے لئے مجدّد میں لیاقتیں چاہئیں تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا فتنہ جس سے لاکھوں انسان ہلاک ہوگئے پادریوں کا فتنہ ہے۔ اور اس سے کوئی عقلمند اور دردخواہ اسلام کا انکار نہیں کرے گا کہ اس صدی کے مجدّد کا بڑا فرض یہی ہونا چاہئے کہ وہ کسر صلیب کرے اور عیسائیوں کی حجتوں کو نابود کر دیوے اور جبکہ چودھویں صدی کے مجدّد کا کسر صلیب فرض (کام) ہوا تو اس سے ماننا پڑا کہ وہی مسیح موعود ہے کیونکہ حدیثوں کی رو سے مسیح موعود کی بھی یہی علامت ہے کہ ”وہ صدی کا مجدّد ہوگا اور اس کا کام یہ ہوگا کہ کسر صلیب کرے“۔ بہرحال اسوقت کے مولوی اگر دیانت اور دین پر قائم ہوکر سوچیں تو انہیں ضرور اقرار کرنا پڑے گا کہ چودھویں صدی کے مجدّد کا کام کسر صلیب ہے۔ اور چونکہ یہ وہی کام ہے جو مسیح موعود سے مخصوص ہے اس لئے بالضرورت یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چودھویں صدی کا مجدّد مسیح موعود چاہیئے اور اگرچہ چودھویں صدی میں اور فسق و فجور بھی مثل شراب خوری و زناکاری وغیرہ بہت پھیلے ہوئے ہیں مگر بغور نظر معلوم ہوگا کہ ان سب کا سبب ایسی تعلیمیں ہیں جن کا یہ مدعا ہے کہ ایک انسان کے خون نے گناہوں کی بازپُرس سے کفایت کردی ہے۔ **اسی وجہ سے** ایسے جرائم کے ارتکاب میں یورپ سب سے

﴿۲۶۴﴾

عبدالرحیم نام کو عبدالحمید کا حال دریافت کرنے کے لئے میرے پاس بھیجا تو میں نے اس کی نسبت کچھ بھی اخفا نہیں کیا بلکہ ظاہر کر دیا کہ وہ اچھا آدمی نہیں اور جو اپنا نام رلیا رام بیان کرتا ہے یہ بیان سراسر جھوٹ ہے۔ اب عقلمند اسی بات سے سمجھ سکتا ہے کہ اگر میں نے درحقیقت عبدالحمید کو خون کرنے کے لئے بھیجا تھا تو پھر میں اس کی چال چلن سے کیونکر ڈاکٹر کلارک کو متنبّہ کرتا۔ ماسوا

﴿۲۶۴﴾

بقیہ حاشیہ

بڑھا ہوا ہے۔ پھر ایسے لوگوں کی مجاورت کے اثر سے عموماً ہر ایک قوم میں بے قیدی اور آزادی بڑھ گئی ہے۔ اگرچہ لوگ بیماریوں سے ہلاک ہو جائیں اور اگرچہ وبا ان کو کھا جائے مگر کسی کو خیال بھی نہیں آتا کہ یہ تمام عذاب شامت اعمال سے ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہی تو ہے کہ **خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہوگئی ہے** اور اس ذوالجلال کی عظمت دلوں پر سے گھٹ گئی ہے۔ غرض جیسا کہ **کفّارہ** کی بے قیدی نے یورپ کی قوموں کو شراب خواری اور ہر ایک فسق و فجور پر دلیر کیا ایسا ہی ان کا نظارہ دوسری قوموں پر اثر انداز ہوا۔ اس میں کیا شک ہے کہ فسق و فجور بھی ایک بیماری متعدی ہے ایک شریف عورت کنجریوں کی دن رات صحبت میں رہ کر اگر صریح بدکاری تک نہیں پہنچے گی تو کسی قدر گندے حالات کے مشاہدہ سے دل اس کا ضرور خراب ہوگا۔ غرض **صلیبی عقیدہ** ہی تمام **بے قیدیوں اور آزادیوں کی جڑ ہے** اور اس میں کچھ بھی کلام نہیں کہ وہ عقیدہ ان ملکوں میں نہایت خطرناک طور پر پھیل رہا ہے اور کئی لاکھ تک ان لوگوں کا شمار پہنچ گیا ہے کہ جو پادریوں کے دام میں آکر جوہر ایمان کھو بیٹھے ہیں اور یا پوشیدہ مرتد ہو کر متلاشیوں کے رنگ میں پھرتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ کی غیرت اور رحمت نے چاہا کہ صلیبی عقیدے کے زہرناک اثر سے لوگوں کو بچاوے اور جس دجّالیت سے انسان کو خدا بنایا گیا ہے اس دجّالیت کے پردے کھول دیوے اور چونکہ چودھویں صدی کے شروع تک یہ بلا کمال تک پہنچ گئی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور عنایت نے چاہا کہ چودھویں صدی کا مجدّد

﴿۲۶۵﴾

﴿۲۶۵﴾

اس کے عدالت میں یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ عبدالحمید براہ راست ڈاکٹر کلارک کے پاس نہیں گیا تھا بلکہ اوّل نورالدین عیسائی کی چٹھی لے کر پادری گرے کے پاس گیا تھا۔ اگر اصل مقصد اس کا ڈاکٹر کلارک کو قتل کرنا ہوتا تو پادری گرے کے ساتھ اس کا کیا کام تھا۔ عدالت میں

بقیہ حاشیہ

کسر صلیب کرنے والا ہو کیونکہ مجدّد بطور طبیب کے ہے اور طبیب کا کام یہی ہے کہ جس بیماری کا غلبہ ہو اس بیماری کی قلع قمع کی طرف توجہ کرے۔ پس اگر یہ بات صحیح ہے کہ کسر صلیب مسیح موعود کا کام ہے تو یہ دوسری بات بھی صحیح ہے کہ چودھویں صدی کا مجدّد جس کا فرض کسر صلیب ہے مسیح موعود ہے۔

لیکن اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو کیونکر اور کن وسائل سے کسر صلیب کرنا چاہیئے؟ کیا جنگ اور لڑائیوں سے جس طرح ہمارے مخالف مولویوں کا عقیدہ ہے؟ یا کسی اور طور سے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی لوگ (خدا ان کے حال پر رحم کرے۔) اس عقیدہ میں سراسر غلطی پر ہیں۔ مسیح موعود کا منصب ہرگز نہیں ہے کہ وہ جنگ اور لڑائیاں کرے بلکہ اس کا منصب یہ ہے کہ **حجج**[۱] **عقلیہ** اور **آیات**[۲] سماویہ اور دعا[۳] سے اس فتنہ کو فرو کرے۔ یہ تین ہتھیار خدا تعالیٰ نے اس کو دیئے ہیں اور تینوں میں ایسی اعجازی قوت رکھی ہے جس میں اس کا غیر ہرگز اس سے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ آخر اسی طور سے صلیب توڑا جائے گا یہاں تک کہ ہر ایک محقق نظر سے اس کی عظمت اور بزرگی جاتی رہے گی اور رفتہ رفتہ توحید قبول کرنے کے وسیع دروازے کھلیں گے۔ یہ سب کچھ **تدریجاً** ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کے سارے کام تدریجی ہیں۔ کچھ ہماری حیات میں اور کچھ بعد میں ہوگا۔ اسلام ابتدا میں بھی تدریجاً ہی ترقی پذیر ہوا ہے اور پھر انتہا میں بھی تدریجاً اپنی پہلی حالت کی طرف آئے گا۔

بعض نادان مولوی کہتے ہیں کہ ’’اب تک تم نے کونسی کسر صلیب کی‘‘؟ پس ان کو یاد رہے

﴿۲۶۶﴾ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ عبدالحمید نے جو اپنا نام بدلایا یہ صرف اس غرض سے تھا کہ گجرات کے مشن سے وہ بوجہ بدچلنی نکالا گیا تھا اور اس کو اندیشہ تھا کہ اگر میں اصل نام بیان کروں تو پھر مجھے نہیں لیں گے اور اس کا عیسائی ہونا محض کھانے پینے کے لئے تھا اور عدالت میں یہ بھی ثابت ہوگیا کہ

بقیہ حاشیہ

﴿۲۶۶﴾ کہ نشان[1] ظاہر ہوئے اور پیشگوئیاں[2] ظہور میں آئیں اور پادریوں[3] کا منہ بند کیا گیا۔ اور اگر وہ حیا سے کام لیں تو آئندہ اعتراض کی ان کو جگہ نہ رہے۔ اور قرآن[4] کی اعلیٰ تعلیم نے جو میری طرف سے بیان کی گئی بڑے بڑے جلسوں میں لوگوں کا سر جھکا دیا☆ اور عیسائی مذہب کے اصول کو ایسے طور سے توڑا گیا کہ کبھی کسی کو پہلے اس سے میسر نہ آیا۔ بھلا اگر یہ صحیح نہیں ہے تو ہمارے مخالف مولوی پادری صاحبوں کی طرف سے وکیل بن کر کوئی ایک سوال ان کا تو ایسا پیش کریں جس کو ہم نے براہین قطعیہ سے کالعدم نہیں کر دیا یا یہی دکھاویں کہ ہم سے پہلے اس تحقیقی طور سے کبھی کسی نے جواب دیا تھا۔ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ سے شرم کرنی چاہیئے۔ کہاں تک اور کب تک سچائی سے لڑیں گے؟!!

از آنجملہ نصوص حدیثیہ میں ایک دلیل مسیح موعود کے زمانہ کی یہ لکھی ہے کہ اس کے ظہور سے پہلے زمین ظلم اور جور سے بھری ہوئی ہوگی اور پھر وہ مہدی موعود عدل اور انصاف سے زمین کو پُر کرے گا اور وہ روشن پیشانی اور اونچی ناک والا ہوگا۔ **کذا فی المشکوٰۃ رواہ ابوداؤد والحاکم ایضًا** اب ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں ہر ایک قسم کے ظلم یعنی معصیت اور افراط اور تفریط اور فسق اور فجور سے زمین بھری ہوئی ہے اور زمین کی تمام تاریکیاں زور کے ساتھ جوش مار رہی ہیں اکثر دلوں پر دنیا اور دُنیا کی خواہشیں اس درجہ پر غالب ہیں کہ گویا ان میں خدا تعالیٰ کی جگہ کچھ بھی باقی نہیں رہی نہ زبانوں میں تقویٰ باقی

☆ دانشمند لوگ اس مضمون کو پڑھیں جو مہوتسو کے جلسہ میں میری طرف سے پڑھا گیا تھا جو تمام قوموں کی تقریروں کے ساتھ کتاب کے طور پر شائع ہو چکا ہے تا معلوم ہو کہ کیسے کیسے معارف قرآنی و نکات فرقانی اس میں لکھے گئے ہیں جو بطور اعجاز مانے گئے۔ **منہ**

اس کے بیان میں بہت تناقض تھا اور یقینی طور پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر روز اس کو سکھلایا جاتا ہے۔ ان ہی تمام وجوہات اور خود اس کے اقرار سے مقدمہ کی اصلیت یہ ثابت ہوئی کہ عبدالرحیم اور وارث دین وغیرہ عیسائیوں کی تعلیم سے یہ مقدمہ کھڑا کیا گیا تھا۔ لیکن اللہ جلّ شانہ کا شکر ہے کہ اس نے اس کی

﴿۲۶۷﴾

بقیہ حاشیہ

ہے نہ آنکھوں میں نہ کانوں میں اور نفسانی جذبات کا سیلاب زور سے بہہ رہا ہے نہ ایمانی حالتیں درست ہیں نہ عملی۔ اخلاقی بصیرتیں گم ہیں۔ فراستیں مفقود ہیں۔ وہ محبت الٰہی اور وہ انس اور وہ ذوق اور وہ غربت اور انکسار اور تقویٰ اور خوف اور خشوع اور صدق اور راستبازی جو قرآن نے سکھلائی تھی معدوم کی طرح ہوگئی ہے۔ مخلوق پرست شرک پھیلانے میں سرگرم ہیں اور فاسق لوگ جا بجا فسق کی دوکانیں کھولے بیٹھے ہیں اور ایمان ایک ایسی چیز ہوگئی ہے جو صرف زبانوں میں اس کا دعویٰ رہ گیا ہے۔ **الّا قلیل منَ العباد**۔ سو درحقیقت یہ وہی زمانہ ہے جو حدیث کے منشاء کے موافق ہے یعنی جس میں ہر ایک قسم کا گناہ اور ہر ایک قسم کی بدکاری اور ہر ایک قسم کی بداعتقادی پھیل گئی ہے اور شرک جو ظلم عظیم ہے اس کا جھنڈا نہایت زور سے کھڑا کیا گیا ہے اور یہ حدیث نہایت وضاحت سے بیان کر رہی ہے کہ حالت موجودہ کا ظلم اور جور جس طرز کا ہوگا اسی کی اصلاح کے لئے وہ مہدی موعود آئے گا۔ اور یہ جو روشن پیشانی☆ اور اونچی ناک والا اس کو لکھا ہے یہ علامت صرف ظاہری حلیہ تک محدود نہیں کیونکہ اس ظاہری حلیہ میں تو ہزاروں انسان شریک ہیں بلکہ اس جگہ علاوہ اس ظاہری علامت کے ایک باطنی حقیقت بھی مراد ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ اس کی پیشانی میں ایک نور صدق رکھ دے گا جو دلوں کو اپنی طرف کھینچے گا اور اس کی ناک میں کبریائی کی ایک علامت ہوگی جو بلندی ناک سے مشابہ ہے اور کبریائی یہ ہے کہ اس کا رعب اور اس کی عظمت دلوں میں خدائی سیاست ڈالے گی۔ اور اگرچہ یہ دونوں علامتیں خدا تعالیٰ کے ہر ایک خاص بندے میں ہوتی ہیں مگر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مہدی موعود میں نہایت قوت سے اور نمایاں طور پر پائی جائیں گی۔ اس کی پیشانی کا نور کثرت سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچے گا۔ یہاں تک کہ نادان خیال کریں گے کہ شاید یہ شخص ساحر ہے ایسا ہی اس کا رعب بشدّت مخالفوں پر پڑے گا۔ اور کبریائی کی علامت جس کا مظہر ناک ہے نہایت

﴿۲۶۷﴾

☆ یہ دونوں علامتیں ظاہری طور پر بھی میرے ہادی جناب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جمال پُر انوار کی رونق اور حسن کو دوبالا کر رہی ہیں۔ فِدَاہُ اُمِّیْ وَ اَبِیْ۔ خاکسار کاتب۔

﴿۲۶۸﴾

اصلیت حکام پر کھول دی اور مجھے پہلے سے بذریعہ الہام اطلاع دے دی تھی کہ ایسا مقدمہ ہوگا اور آخر تمہیں بری کیا جائے گا اور وہ الہامات اس وقت میں نے اپنی جماعت میں شائع کئے جبکہ

بقیہ حاشیہ

جلال سے ظاہر ہوگی۔ وہ اپنی کبریائی کے استغناء کے سبب سے بلند مزاجی دکھلائے گا اور شریروں کے آگے تذلل نہیں کرے گا اور آخر شریر خود تذلل ظاہر کریں گے۔

اس جگہ یاد رہے کہ آج سے اٹھارہ برس پہلے براہین احمدیہ میں ان دونوں علامتوں کی طرف الہام الٰہی میں اشارہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ایک الہام یہ ہے کہ **اَلقیتُ علیک محبّۃً منی** یعنی میں نے اپنی طرف سے کشش محبت کا نشان تجھ میں رکھ دیا ہے کہ جو شخص تعصب سے خالی ہو کر تجھے دیکھے گا وہ بالطبع تجھ سے محبت کرے گا اور تیری طرف کھینچا جائے گا۔ اور دوسرے یہ الہام ہے کہ **نُصرتَ بالرُّعب** یعنی تجھ میں ایک علامت رعب بھی رکھ دی ہے۔ اور سوچنے والے اور موجودہ حالات کو دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ یہ دونوں علامتیں اس بندہ حضرت عزت میں پوری ہوتی جاتی ہیں۔ اکثر نیک دل آدمی کھینچے جا رہے ہیں اور مخالفوں پر دن بدن رعب زیادہ ہو رہا ہے وہ اپنے ارادوں سے نومید ہوتے جاتے ہیں اور بعض توبہ کرتے جاتے ہیں۔

﴿۲۶۸﴾

اور منجملہ نصوص حدیثیہ کے ایک وہ دلیل ہے جو مسلم نے لکھی ہے یعنی یہ کہ **لَو کانَ الدّینُ عِندَ الثریّا لَذَھَبَ بہٖ رَجُلٌ مِنْ فارس** یعنی اگر دین ثریّا کے پاس بھی ہو تب بھی ایک مرد فارس میں سے اس کو لے آئے گا۔ یہ حدیث صاف دلالت کرتی ہے کہ اسلام پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب دین اور علم اور ایمان میں ضعف آ جائے گا اور جور اور ظلم زمین پر پھیل جائے گا اور اس وقت ایک شخص فارسی الاصل پیدا ہوگا جو اس کو پھر زمین پر واپس لائے گا۔ اور ابھی گذشتہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ شخص جس کے ہاتھ سے ہر ایک قسم کے ظلم اور فسق زوال پذیر ہوں گے وہی مہدی موعود ہے اور حدیث **لا مھدی الا عیسٰی** سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی مسیح موعود ہے۔ اور اب اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

﴿۲۶۹﴾ مقدمہ کا ابھی نام ونشان نہ تھا۔ ہماری جماعت کا غالباً دوسَو کے قریب ایسا آدمی ہوگا جن کو پیش از وقت ان الہامات کی خبر مل گئی تھی۔ سو وہ مقدمہ اور وہ ابتلا تو ختم ہو گیا اور اس کا نتیجہ ایک عظیم الشان پیشگوئی اور نصرت الٰہی کا نشان رہ گیا جو ہمیشہ بطور یادگار رہے گا۔ اس جگہ ہمیں اپنی

بقیہ حاشیہ

وہ مسیح موعود فارسی الاصل ہوگا۔ سو غور کرنے والے کے لئے اس مقام میں نہایت بصیرت حاصل ہوتی ہے اور تمام حدیثیں ہر ایک قسم کے تناقض سے صاف ہو کر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ شخص جو پھر آسمان سے ایمان اور دین اور علم کو واپس لائے گا یعنی دوبارہ دنیا کو طرح طرح کے نشانوں سے خدا پر سچا یقین بخشے گا اور ایمانوں کو قوی کرے گا اور عقائد کی تصحیح کرے گا اور قرآن کے حقائق و معارف سمجھائے گا وہ فارسی الاصل ہوگا اور وہی مسیح موعود ہوگا۔ اور حدیث بخاری اور ابوداؤد سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس کا زمانہ وہ ہوگا کہ جب دنیا میں سب سے زیادہ نصاریٰ کی سلطنت کی شوکت وشان بڑھی ہوئی ہوگی اور اکثر ملک ان کے تصرف میں ہوں گے۔ اور صحیح بخاری اور مسلم میں یہ حدیث بھی ہے کہ وہ نہ ہتھیار اٹھائے گا اور نہ لڑائی کرے گا بلکہ حجج سماویہ یعنی نشان اور براہین عقلیہ سے غیر ملتوں کو ہلاک کردے گا اور اس کا حربہ آسمانی ہوگا نہ زمینی۔ سو شکر کرو کہ تمہارے وقت میں اور تمہارے ملک میں خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا۔ ان ﴿۲۶۹﴾ لوگوں کو کیا ایمان نفع دے گا جو پوری روشنی کے بعد آئیں گے۔ حدیث میں اسی فارسی الاصل کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر آج سے اٹھارہ برس پہلے براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ کے الہام نے کردیا ہے اور وہ یہ ہے **انّا فتحنا لک فتحًا مُبینًا. فتح الولی فتح و قربناہ نجیّا. اشجع الناس. و لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ، انار اللّٰہ برھانہ. یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک...... انی رافعک الیّ و القیتُ علیک محبّۃ مِنّی...... خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس. و بشر الذین آمنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم. واتل علیھم ما اوحی الیک من ربک و لا تصعّر لخلق اللّٰہ و لا تسئم من الناس. اصحاب الصفۃ وما ادراک ما اصحاب**

﴿۲۷۰﴾

محسن گورنمنٹ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے کہ باوجودیکہ مقدمہ پادریوں کی طرف سے تھا مگر مجسٹریٹ ضلع نے جو ایک انگریز تھا ہرگز روا نہ رکھا کہ ایک ذرہ پادریوں کی رعایت کی جائے اور جو کچھ انصاف کا تقاضا تھا وہی کیا اور اس کی بصیرت اور فراست نے فی الفور دریافت کر لیا کہ

بقیہ حاشیہ

الصفة. تریٰ اعینھم تفیض من الدمع. یصلون علیک. ربّنا انّنا سمعنا منادیا ینادی للایمان و داعیا الی اللّٰہ و سراجا منیرا ۔ اَمْلُوا۔ دیکھو صفحہ ۲۴۱۔۲۴۲۔ براہین احمدیہ۔ ترجمہ۔ ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے یعنی دیں گے۔ ولی کی فتح ایک بزرگ فتح ہے اور ہم نے اسے اپنا مقرب اور راز دار بنایا ہے وہ سب سے زیادہ بہادر ہے۔ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو وہاں سے لے آتا۔ خدا اس کے برہان کو روشن کرے گا۔ اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری ہے۔ میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور اپنی محبت تیرے پر ڈالوں گا۔ یعنی لوگ ایک روحانی کشش سے تجھ سے محبت کریں گے اور تیری طرف کھینچے جائیں گے۔ توحید کو پکڑو۔ توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔ اور ان کو خوش خبری دے جو تجھ پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ خدا کے نزدیک صادق ٹھہر گئے اور ان کا صدق قدم ثابت ہوا تو ان کو میرے الہامات سنا اور مخلوق اللہ سے منہ مت پھیر اور ان کی ملاقات سے مت ملول ہو۔ یعنی وہ وقت آتا ہے کہ وہ کثرت سے اور فوج در فوج تیرے پاس آئیں گے سو خُلق اور برداشت سے ان کی ملاقات کرنا۔ اور پھر فرمایا کہ ان میں سے ایک گروہ ہوگا (جو اکثر حاضر رہیں گے) جن کا نام خدا تعالیٰ کے نزدیک اصحاب الصفہ ہے اور تو کیا جانتا ہے کہ اصحاب الصفہ کیا چیز ہیں یعنی ان کی شان بہت بڑی ہے۔ تو دیکھے گا کہ اکثر اوقات ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے اور تجھ پر درود بھیجیں گے یعنی جبکہ وہ کوئی حکمت کے کلمے اور معارف اور حقائق سنیں گے یا نشان دیکھیں گے یا انشراح اور یقین کی حالت ان پر غلبہ کرے گی تو وہ محبت اور تودّد کے جوش سے تجھ پر درود بھیجیں گے ﴿۲۷۰﴾ اور تیرے حق میں دعا کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے رب ہم نے ایک منادی کرنے والے کی آواز سنی جو ایمان کے لئے منادی کرتا ہے اور خدا کی طرف بلاتا ہے اور چراغ روشن ہے۔ (لکھ لو)

ان الہامات میں صاف طور پر بتلا دیا کہ بڑا کام تمہارا ایمان کی منادی ہے۔ اور حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ اس فارسی الاصل کو یہی سخت ضرورت پیش آئے گی کہ لوگوں کا ایمان تازہ ہو اور اس کو قدرت دی جائے گی کہ اگر ایسا زمانہ بھی ہو کہ ایمان بکلی زمین پر سے معدوم ہو جائے تب بھی وہ ایمان کو آسمان سے

﴿۲۷۱﴾

یہ سراسر عیسائیوں کی بناوٹ ہے۔ ایسا ہی کپتان لیمارچنڈ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور نے اپنی عقلمندی سے فی الفور سمجھ لیا کہ یہ تمام منصوبہ بے اصل اور جھوٹا ہے۔ اور باوجودیکہ مقدمہ ایک مذہبی رنگ میں تھا مگر انہوں نے نہ چاہا کہ انصاف کو ہاتھ سے دے کر اور مذہبی تعصب سے کام لے کر کسی پر ظلم کریں۔ لیکن افسوس کہ شیخ محمد حسین بٹالوی نے مسلمان کہلا کر اس جھوٹے مقدمہ کی تائید کی اور خود بڑے جوش سے ڈاکٹر کلارک کا گواہ بن کر عدالت میں آیا لیکن عدالت نے اس کے بیان کو ایک ذرہ عزت کی نظر سے نہ دیکھا بلکہ کرسی کی درخواست پر سخت جھڑکیاں دیں اور نہایت ناراضگی ظاہر کی کہ تو نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر کرسی ملنے کا کیوں سوال کیا۔ پس یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک نشان تھا کہ ایک ایسا شخص جو میری ذلت کی خواہش رکھتا تھا اس کو عین عدالت میں سخت ذلت پیش آئی گویا دردانگیز مار پڑی۔ اس جگہ یہ بات بھی دوبارہ بیان کرنے کے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک کے یک طرفہ بیان کی وجہ سے عدالت کو یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ گویا ہماری طرف سے عیسائیوں کے مقابل پر سخت الفاظ استعمال ہوتے ہیں اسی وجہ سے عدالت نے آئندہ کے لئے بذریعہ نوٹس یہ ہدایت کی تھی کہ ایسے الفاظ پھر استعمال نہ ہوں۔ میں نے اسی وقت صاحب مجسٹریٹ ضلع کو یہ کہا تھا کہ میری طرف سے کوئی سختی ابتدائی طور پر نہیں ہوئی بلکہ پادری صاحبوں کی طرف سے سختی ہوئی ہے۔ اور میں نے یہ بھی کہا کہ اس وقت کئی بستے ایسے عیسائی کتابوں کے میرے پاس موجود ہیں جن میں

بقیہ حاشیہ

واپس لائے گا۔ ان حدیثوں میں یہ بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ اس کے اوائل زمانہ میں ایمانی حالت لوگوں کی نہایت ہی گری ہوئی ہوگی اور وہ اس لئے آئے گا کہ پھر دوبارہ بڑی طاقت اور قوت اور نشانوں کے ساتھ اس حالت کو دلوں میں قائم کرے تب نہ بت رہیں گے اور نہ صلیب رہے گی اور سمجھدار دلوں پر سے ان کی عظمت اٹھ جائے گی اور یہ سب باتیں باطل دکھائی دیں گی اور سچے خدا کا پھر چہرہ نمایاں ہو جائے گا۔ مگر یہ نہیں کہ دنیا کی جنگوں کی طرح مسیح موعود کوئی جنگ کرے گا یا دنیا کے ہتھیاروں کی طرف حاجت پڑے گی بلکہ خدا اپنے بزرگ نشانوں کے ساتھ اور اپنے نہایت پاک معارف کے ساتھ اور نہایت قوی دلائل کے ساتھ دلوں کو اسلام کی طرف پھیر دے گا اور وہی منکر رہ جائیں گے جن کے دل مسخ شدہ ہیں۔ خدا ایک ہوا چلائے گا جس طرح موسم بہار کی ہوا چلتی ہے اور ایک روحانیت آسمان سے نازل ہوگی اور مختلف بلاد اور ممالک میں بہت جلد پھیل جائے گی اور جس طرح بجلی مشرق اور مغرب میں اپنی چمک ظاہر کر دیتی ہے ایسا ہی اس روحانیت کے ظہور کے وقت ہوگا۔ تب جو

عیسائی صاحبان نے نہایت زیادتی کی ہے۔ لیکن چونکہ صاحب مجسٹریٹ ضلع اس وقت مقدمہ ختم کر چکے تھے اس لئے میرے جواب کا وقت نہیں رہا تھا۔ اسی لئے میں نے مناسب سمجھا کہ محض حکام کی آگاہی کیلئے اور سراسر نیک نیتی سے نمونہ کے طور پر وہ سخت الفاظ جو اسلام کے مقابل پر پادری صاحبان اور آریہ صاحبان استعمال کرتے ہیں اس کتاب میں کسی قدر لکھوں مگر میں اس وقت بطور نصیحت اپنی ﴿۲۷۲﴾ جماعت کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً کہتا ہوں کہ وہ اس طریق سخت گوئی سے اپنے تئیں بچاویں اور غیر قوموں کی باتوں پر پورے حوصلہ کے ساتھ صبر کر کے اپنے نیک اخلاق در گذر اور صبر کو گورنمنٹ پر ظاہر کریں اور ہر ایک قسم کے فتنہ سے مجتنب رہیں۔ ہاں معقول اور نرم الفاظ میں بے جا حملوں کا

بقیہ حاشیہ

نہیں دیکھتے تھے وہ دیکھیں گے اور جو نہیں سمجھتے تھے وہ سمجھیں گے اور امن اور سلامتی کے ساتھ راستی پھیل جائے گی۔

یہی روح اور مغز ان پیشگوئیوں کا ہے جو مسیح موعود کے بارے میں ہیں۔ حدیثوں میں بہت صفائی سے بتلایا گیا ہے کہ اس کی تلوار اس کے انفاس طیّبہ ہیں یعنی کلمات حکمیہ سو ان انفاس سے ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گی۔ جن جن مقامات تک اس کی نظر پہنچے گی یعنی جن جن مذاہب پر وہ اپنی توجہ مبذول کرے گا انہیں پیس ڈالے گا اور دلوں کو حق کی طرف پھیر دے گا۔ وہ کسی اہل مذہب کو نقصان نہیں پہنچائے گا بلکہ لطف اور نرمی کے ساتھ جھوٹ کا جھوٹ ہونا ظاہر کر دے گا۔ تب عموماً دلوں میں روشنی پیدا ہو جائے گی اور وہ سمجھ جائیں گے کہ ہمارے یہ عقائد دراصل صحیح نہ تھے جب تم دیکھو کہ اس خدائے بزرگ اور مبارک کو سچا خدا سمجھنے کے لئے دل متحرک ہو گئے ہیں جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے یعنے وہی خدا جو تمام خوبیاں اپنی ذات میں رکھتا ہے جس کا ماننے والا کبھی شرمندہ نہیں ہو سکتا تب تم سمجھو کہ وہ وقت نزدیک ہے کہ جب یہ سب ﴿۲۷۱﴾ باتیں پوری ہوں گی۔ موسم بہار کی ابتدا میں دیکھتے ہو کہ پہلے درختوں کی خشک اور بدنما لکڑی خوش رنگ اور تروتازہ ہو جاتی ہے اور پھر ذرہ ذرہ پتے نکلتے ہیں اور پھر پھول آتا ہے اور آخر درخت پھلوں سے بھر جاتے ہیں۔ پس یقیناً سمجھو کہ ان دنوں میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور یہ جو الہام الٰہی میں اصحاب الصفہ کی تعریف کی گئی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یقین میں محبت میں معرفت میں وہی لوگ زیادہ ترقی کریں گے جو اکثر پاس رہیں گے اور خدا ان سے پیار کرے گا اور وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھائیں گے اور وہ ترقی کریں گے اور ان کے دل رقت سے بھر جائیں گے۔ غرض خدا کے نزدیک وہی خاص درجہ کے لوگ ہیں جن کو قرب اور ہمسائیگی اور ہم نشینی حاصل ہے۔

﴿۲۷۲﴾ اسی طرح نصوص حدیثیہ میں متواتر بتلایا گیا ہے کہ وہ مسیح موعود عیسائیوں کی طاقت اور قوت کے وقت میں پیدا ہوگا۔ اس کے وقت میں ریل گاڑی ہوگی اور تار ہوگی اور نہریں نکالی جائیں گی اور پہاڑ چیرے

جواب دیں اور یقین رکھیں کہ گورنمنٹ ہر ایک مظلوم کی تائید کرنے کو طیار ہے۔ اسی مقدمہ کا نمونہ عقلمندوں کے لئے کافی ہے کہ کیونکر حکام کی عدالت اور انصاف پسندی نے پادریوں کی ایک کثیر جماعت کو ان کے مقاصد سے محروم اور ناکام رکھا۔ سو یہی نصیحت ہے کہ اپنے طور پر کوئی اشتعال اور کوئی سختی ظاہر مت کرو اور کسی آزار اٹھانے کے وقت حکام سے استغاثہ کرو اور اگر معاف کرو اور درگذر اور صبر سے کام لو تو یہ تمہارے لئے استغاثہ کی نسبت بہتر طریق ہے کیونکہ مقدمات اٹھانا اور نالشیں کرتے پھرنا ان لوگوں کی شان کے لائق نہیں ہے جو ایک بڑا حصہ اخلاق کا اپنے اندر رکھتے ہیں۔ فقط یکم رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

بقیہ حاشیہ

جائیں گے اور بباعث ریل اونٹ بیکار ہو جائیں گے☆۔ اور فصوص الحکم میں شیخ ابن العربی اپنا ایک کشف یہ لکھتے ہیں کہ وہ خاتم الولایت ہے اور توام پیدا ہوگا۔ اور ایک لڑکی اس کے ساتھ متولّد ہوگی اور وہ چینی ہوگا یعنی اس کے باپ دادے چینی ممالک میں رہے ہوں گے سو خدا تعالیٰ کے ارادے نے ان سب باتوں کو پورا کر دیا۔ میں لکھ چکا ہوں کہ میں توام پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی اور ہمارے بزرگ سمرقند میں جو چین سے تعلق رکھتا ہے رہتے تھے۔

بالآخر یہ بھی لکھنے کے لائق ہے کہ اب تک جو کتابیں میں نے تالیف کر کے شائع کیں وہ بہ تفصیل ذیل ہیں:۔

براھین احمدیہ. سرمہ چشم آریہ. شحنہ حق. فتح اسلام. توضیح مرام. ازالہ اوھام. آسمانی فیصلہ. نشان آسمانی. آئینہ کمالات اسلام. تحفہ بغداد. اتمام الحجۃ. سر الخلافۃ. انوار الاسلام. کرامات الصادقین. حمامۃ البشریٰ. برکات الدعا. نور الحق. ضیاء الحق. نور القرآن. ست بچن. آریہ دھرم. انجام آتھم. شھادۃ القرآن. سراج منیر. حجۃ اللّٰہ. تحفہ قیصریہ. جواب سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا. رسالہ استفتاء. تقریر جلسہ مھوتسو. مباحثہ جنگ مقدس. دیگر مباحثات کی تقریریں. اشتہارات وغیرہ. منہ

☆ دیکھو منتخب کنز العمال جلد ششم صفحہ ۶۰ جو حاشیہ مسند امام احمد پر ہے بعد ابواب مہدی و عیسیٰ موعود وغیرہ۔ اور اگر یہ کتاب میسر نہ ہو تو رسالہ چہل حدیث مؤلفہ اخوی مکرم مولوی محمد احسن صاحب کا مطالعہ کرو جو عنقریب طبع ہوگا۔ منہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

جلسۂ طاعون

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ ایک جلسہ در بارہ ہدایات طاعون قادیاں میں منعقد ہو اور اس جلسہ میں گورنمنٹ انگریزی کی ان ہدایتوں کے فوائد جو طاعون کے بارے میں اب تک شائع ہوئی ہیں مع طبّی اور شرعی ان فوائد کے جو اُن ہدایتوں کی مؤید ہیں اپنی جماعت کو سمجھائے جائیں۔ اس لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ ہماری جماعت کے احباب حتّی الوسع کوشش کریں کہ وہ اس جلسہ میں عیداضحیٰ کے دن شامل ہوسکیں۔ اصل امر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اس بات پر اطمینان نہیں ہے کہ ان ایام گرمی میں طاعون کا خاتمہ ہو جائے گا بلکہ جیسا کہ پہلے اشتہار میں شائع کیا گیا ہے دو جاڑوں تک سخت اندیشہ ہے۔ لٰہذا یہ وقت ٹھیک وہ وقت ہے کہ ہماری جماعت بنی نوع کی سچی ہمدردی اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کی ہدایتوں کی دل و جان سے پیروی کر کے اپنی نیک ذاتی اور نیک عملی اور خیراندیشی کا نمونہ دکھاوے اور نہ صرف یہ کہ خود ہدایات گورنمنٹ کے پابند ہوں بلکہ کوشش کریں کہ دوسرے بھی ان ہدایتوں کی پیروی کریں۔ اور بدبخت احمقوں کی طرح فتنہ انگیز نہ بنیں۔ افسوس ہمارے ملک میں یہ سخت جہالت ہے کہ لوگ مخالفت کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اب گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے یہ ہدایتیں شائع ہوئیں کہ جس گھر میں طاعون کی واردات ہو وہ گھر خالی کر دیا جائے اس پر بعض جاہلوں نے ناراضگی ظاہر کی۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ کی طرف سے یہ حکم ہوتا کہ جس گھر میں طاعون کی واردات ہو وہ لوگ ہرگز اس گھر کو خالی نہ کریں اور اسی میں رہیں تب بھی نادان لوگ اس حکم کی مخالفت کرتے اور دو تین واردات کے بعد اس گھر سے نکلنا شروع کر دیتے۔ سچ تو یہ ہے کہ نادان انسان کسی پہلو سے خوش نہیں ہوتا۔ پس گورنمنٹ کو چاہیئے کہ نادانوں کی بیجا واویلا سے اپنی سچی خیرخواہی رعایا کو ہرگز نہ چھوڑے کہ یہ لوگ ان بچوں کا حکم رکھتے ہیں کہ جو اپنی ماں کی کسی کارروائی کو پسند نہیں کر سکتے۔ ہاں ایسی ہمدردی کے موقعہ پر نہایت درجہ کی ضرورت ہے کہ ایسی حکمت عملی ہو جو رعب بھی ہو اور نرمی بھی ہو۔ اور نیز اس ملک میں رسوم پردہ داری کی غایت درجہ رعایت چاہیئے اور اس مصیبت میں جو طاعون زدہ لوگوں اور ان کے عزیزوں کو جو مشکلات اوقات بسری کے پیش آئیں شفقت پدری کی طرح حتی الوسع ان مشکلات کو آسان کرنا چاہیئے۔ بہتر ہے کہ اس وقت سب لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں تا انجام بخیر ہو۔ والسّلام علٰی من اتبع الھدیٰ ۔

الراقم خاکسار میرزا **غلام احمد** از قادیاں ضلع گورداسپور ۲۲ / اپریل ۱۸۹۸ء

(مطبع ضیاء الاسلام قادیان)

نوٹ: یاد رہے کہ اگرچہ ہماری جماعت کا یہ ایک جلسہ ہے لیکن اگر کوئی شریف نیک اندیش اس جلسہ میں شامل ہونا چاہے تو خوشی سے اُس کی شمولیت منظور کی جائے گی۔ منہ

﴿۱﴾

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نَحْمدہٗ و نصلّی علٰی رَسُولِہِ الکریم

میموریل

بحضور نواب لیفٹننٹ گورنر صاحب بہادر بالقابہ

یہ میموریل اس غرض سے بھیجا جاتا ہے کہ ایک کتاب اُمّہات المؤمنین نام ڈاکٹر احمد شاہ صاحب عیسائی کی طرف سے مطبع آر پی مشن پریس گوجرانوالہ میں چھپ کر ماہ اپریل ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی تھی اور مصنف نے ٹائٹل پیج کتاب پر لکھا ہے کہ ’’یہ کتاب ابوسعید محمد حسین بٹالوی کی تحدّی اور ہزار روپیہ کے انعام کے وعدہ کے معارضہ میں شائع کی گئی ہے‘‘۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل محرک اس کتاب کی تالیف کا محمد حسین مذکور ہے۔ چونکہ اس کتاب میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن کو کوئی مسلمان سن کر رنج سے رُک نہیں سکتا۔ اس لئے لاہور کی انجمن حمایت اسلام نے اس بارے میں حضور گورنمنٹ میں میموریل روانہ کیا تا گورنمنٹ ایسی تحریر کی نسبت جس طرح مناسب سمجھے کارروائی کرے اور جس طرح چاہے کوئی تدبیر امن عمل میں لائے۔ مگر میں مع اپنی جماعت کثیر اور مع دیگر معزز مسلمانوں کے اس میموریل کا سخت مخالف ہوں اور ہم سب لوگ اس بات پر افسوس کرتے ہیں کہ کیوں اس انجمن کے ممبروں نے محض شتاب کاری سے یہ کارروائی☆ کی۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ کتاب اُمّہات المؤمنین کے مؤلّف نے نہایت دل دکھانے والے الفاظ سے کام لیا ہے اور زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ باوجود ایسی سختی اور بدگوئی کے اپنے اعتراضات میں اسلام کی معتبر کتابوں کا حوالہ بھی نہیں دے سکا مگر ہمیں ہرگز نہیں چاہیئے کہ بجائے اس کے کہ ایک خطا کار کو نرمی اور آہستگی سے سمجھاویں اور معقولیت کے ساتھ اس کتاب کا جواب لکھیں۔ یہ حیلہ سوچیں

☆ انجمن کا ایسے وقت میں میموریل بھیجنا جبکہ ہزار کاپی امہات مومنین کی مسلمانوں میں مفت تقسیم کی گئی اور خدا جانے کئی ہزار اور قوموں میں شائع کی گئی بیہودہ حرکت ہے کیونکہ اشاعت جس کا بند کرنا مقصود تھا کامل طور پر ہو چکی ہے۔ منہ

کہ گورنمنٹ اس کتاب کو شائع ہونے سے روک لے تا اس طرح پر ہم فتح پالیں۔ کیونکہ یہ فتح واقعی فتح نہیں ہے بلکہ ایسے حیلوں کی طرف دوڑنا ہمارے عجز اور درماندگی کی نشانی ہوگی اور ایک طور سے ہم جبر سے منہ بند کرنے والے ٹھہریں گے۔ اور گو گورنمنٹ اس کتاب کو جلادے، تلف کرے کچھ کرے مگر ہم ہمیشہ کے لئے اس الزام کے نیچے آجائیں گے کہ عاجز آ کر گورنمنٹ کی حکومت سے چارہ جوئی چاہی اور وہ کام لیا جو مغلوب الغضب اور جواب سے عاجز آجانے والے لوگ کیا کرتے ہیں۔ ہاں ﴿۲﴾ جواب دینے کے بعد ہم ادب کے ساتھ اپنی گورنمنٹ میں التماس کر سکتے ہیں کہ ہر ایک فریق اس پیرایہ کو جو حال میں اختیار کیا جاتا ہے ترک کرکے تہذیب اور ادب اور نرمی سے باہر نہ جائے۔ مذہبی آزادی کا دروازہ کسی حد تک کھلا رہنا ضروری ہے تا مذہبی علوم اور معارف میں لوگ ترقی کریں۔ اور چونکہ اس عالم کے بعد ایک اور عالم بھی ہے جس کے لئے ابھی سے سامان چاہیئے۔ اس لئے ہر ایک حق رکھتا ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ ہر ایک مذہب پر بحث کرے اور اس طرح اپنے تئیں اور نیز بنی نوع کو نجات اخروی کے متعلق جہاں تک سمجھ سکتا ہے اپنی عقل کے مطابق فائدہ پہنچاوے۔ لہٰذا گورنمنٹ عالیہ میں اس وقت ہماری یہ التماس ہے کہ جو انجمن حمایت اسلام لاہور نے میموریل گورنمنٹ میں اس بارے میں روانہ کیا ہے وہ ہمارے مشورہ اور اجازت سے نہیں لکھا گیا بلکہ چند شتاب کاروں نے جلدی سے یہ جرأت کی ہے جو درحقیقت قابل اعتراض ہے۔ ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ ہم تو جواب نہ دیں اور گورنمنٹ ہمارے لئے عیسائی صاحبوں سے کوئی بازپُرس کرے یا ان کتابوں کو تلف کرے بلکہ جب ہماری طرف سے آہستگی اور نرمی کے ساتھ اس کتاب کا رد شائع ہوگا تو خود وہ کتاب اپنی قبولیت اور وقعت سے گر جائے گی اور اس طرح پر وہ خود تلف ہو جائے گی۔ اس لئے ہم بادب ملتمس ہیں کہ اس میموریل کی طرف جو انجمن مذکور کی طرف سے بھیجا گیا ہے گورنمنٹ عالیہ ابھی کچھ توجہ نہ فرماوے☆۔ کیونکہ اگر ہم گورنمنٹ عالیہ سے یہ فائدہ اٹھاویں

☆ ہم دوبارہ عرض کرتے ہیں کہ انجمن کا یہ میموریل بعد از وقت ہے کیونکہ مؤلف اُمّہات مؤمنین کی طرف سے جو ضرر روکنے کے لائق تھا وہ ہمیں پہنچ چکا اور پورے طور پر پنجاب ہندوستان میں اس کتاب کی اشاعت ہوگئی سو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اب ہم اپنی گورنمنٹ محسنہ سے کیا مانگیں اور وہ کیا کرے۔ منہ

کہ وہ کتابیں تلف کی جائیں یا اور کوئی انتظام ہو تو اس کے ساتھ ایک نقصان بھی ہمیں اٹھانا پڑتا ہے کہ ہم اس صورت میں دین اسلام کو ایک عاجز اور فرو ماندہ دین قرار دیں گے کہ جو معقولیت سے حملہ کرنے والوں کا جواب نہیں دے سکتا اور نیز یہ ایک بڑا نقصان ہوگا کہ اکثر لوگوں کے نزدیک یہ امر مکروہ اور نامناسب سمجھا جائے گا کہ ہم گورنمنٹ کے ذریعہ سے اپنے انصاف کو پہنچ کر پھر کبھی اس کتاب کا رد لکھنا بھی شروع کر دیں اور درحالت نہ لکھنے جواب کے اس کے فضول اعتراضات ناواقفوں کی نظر میں فیصلہ ناطق کی طرح سمجھے جائیں گے۔ اور خیال کیا جائے گا کہ ہماری طاقت میں یہی تھا جو ہم نے کر لیا سو اس سے ہماری دینی عزت کو اس سے بھی زیادہ ضرر پہنچتا ہے جو مخالف نے گالیوں سے پہنچانا چاہا ہے اور ظاہر ہے کہ جس کتاب کو ہم نے عمداً تلف کرایا یا روکا پھر اسی کو مخاطب ٹھہرا کر اپنی کتاب کے ذریعہ سے پھر شائع کرنا نہایت نامعقول اور بیہودہ طریق ہوگا اور ہم گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم دردناک دل سے ان تمام گندے اور سخت الفاظ پر صبر کرتے ہیں جو صاحب اُمّہات مؤمنین نے استعمال کئے ہیں۔ اور ہم اس مؤلّف اور اس کے گروہ کو ہرگز کسی قانونی مواخذہ کا نشانہ بنانا نہیں چاہتے کہ یہ امر ان لوگوں سے بہت ہی بعید ہے کہ جو واقعی نوع انسان کی ہمدردی اور سچی اصلاح کے جوش کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ﴿۳﴾

یہ بات بھی گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں عرض کر دینے کے لائق ہے کہ اگرچہ ہماری جماعت بعض امور میں دوسرے مسلمانوں سے ایک جزئی اختلاف رکھتی ہے مگر اس مسئلہ میں کسی سمجھدار مسلمان کو اختلاف نہیں کہ دینی حمایت کے لئے ہمیں کسی جوش یا اشتعال کی تعلیم نہیں دی گئی بلکہ ہمارے لئے قرآن میں یہ حکم ہے وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ[1]۔ اور دوسری جگہ یہ حکم ہے کہ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ[2]۔ اس کے معنے یہی ہیں کہ نیک طور پر اور ایسے طور پر جو مفید ہو عیسائیوں سے مجادلہ کرنا چاہئیے اور حکیمانہ طریق اور ایسے ناصحانہ طور کا پابند ہونا چاہئیے کہ ان کو فائدہ بخشے۔ لیکن یہ طریق کہ ہم گورنمنٹ کی مدد سے یا نعوذ باللہ خود اشتعال ظاہر کریں ہرگز ہمارے اصل مقصود کو مفید نہیں ہے۔ یہ دنیاوی جنگ و جدل کے نمونے ہیں اور سچے مسلمان اور اسلامی طریقوں کے عارف ہرگز ان کو

[1] العنکبوت: ۴۷ [2] النحل: ۱۲۶

پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ ان سے وہ نتائج جو ہدایت بنی نوع کے لئے مفید ہیں پیدا نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ حال میں پرچہ مخبر دکن میں جو مسلمانوں کا ایک اخبار ہے ماہ اپریل کے ایک پرچہ میں اسی بات پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ رسالہ اُمّہات مؤمنین کے تلف کرنے یا روکنے کے لئے گورنمنٹ سے ہرگز التجا کرنی نہیں چاہیئے کہ یہ دوسرے پیرایہ میں اپنے مذہب کی کمزوری کا اعتراف ہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے ہم جانتے ہیں کہ اخبار مذکورہ کی اس رائے کی کوئی مخالفت نہیں ہوئی۔ جس سے ہم سمجھتے ہیں کہ عام مسلمانوں کی یہی رائے ہے کہ اس طریق کو جس کا انجمن مذکور نے ارادہ کیا ہے ہرگز اختیار نہ کیا جائے کہ اس میں کوئی حقیقی اور واقعی فائدہ ایک ذرہ برابر بھی نہیں ہے۔ اہل علم مسلمان اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ قرآن شریف میں آخری زمانہ کے بارے میں ایک پیشگوئی ہے اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے وصیت کے طور پر ایک حکم ہے جس کو ترک کرنا سچے مسلمانوں کا کام نہیں ہے اور وہ یہ ہے لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ[1]۔ سورہ آل عمران۔ ترجمہ یہ ہے کہ خدا تمہارے مالوں اور جانوں پر بلا بھیج کر تمہاری آزمائش کرے گا اور تم اہل کتاب اور مشرکوں سے بہت سی دکھ دینے والی باتیں سنو گے سو اگر تم صبر کرو گے اور اپنے تئیں ہر ایک نا کردنی امر سے بچاؤ گے تو خدا کے نزدیک اولوالعزم لوگوں میں سے ٹھہرو گے۔ یہ مدنی سورۃ ہے اور یہ اس زمانہ کے لئے مسلمانوں کو وصیت کی گئی ہے کہ جب ایک مذہبی آزادی کا زمانہ ہوگا کہ جو کچھ کوئی سخت گوئی کرنا چاہے وہ کر سکے گا جیسا کہ یہ زمانہ ہے۔ سو کچھ شک نہیں کہ یہ پیشگوئی اسی زمانہ کے لئے تھی اور اسی زمانہ میں پوری ہوئی۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ جو اس آیت میں اذًی کثیرا کا لفظ ایک عظیم الشان ایذاء لسانی کو چاہتا ہے وہ کبھی کسی صدی میں اس سے پہلے اسلام نے دیکھی ہے؟ اس صدی سے پہلے عیسائی مذہب کا یہ طریق نہ تھا کہ اسلام پر گندے اور ناپاک حملے کرے بلکہ اکثر ان کی تحریریں اور تالیفیں اپنے مذہب تک ہی محدود تھیں۔ قریباً تیرھویں صدی ہجری سے اسلام کی نسبت بدگوئی کا دروازہ کھلا۔ جس کے اول بانی ہمارے ملک میں پادری فنڈل صاحب تھے۔ بہر حال اس پیشگوئی میں مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ جب تم دلآزار کلمات سے دکھ دیئے جاؤ اور گالیاں سنو تو اس وقت صبر کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ سو قرآنی پیشگوئی کے مطابق ضرور تھا کہ ایسا زمانہ بھی آتا کہ ایک مقدس رسول کو جس کی اُمت سے ایک حصہ کثیر دنیا کا پُر ہے عیسائی قوم جیسے لوگ جن کا

﴿۴﴾

[1] آل عمران: ۱۸۷

تہذیب کا دعویٰ تھا گالیاں دیتے اور اس بزرگ نبی کا نام نعوذ باللہ زانی اور ڈاکو اور چور رکھتے اور دنیا کے سب بدتروں سے بدتر ٹھہراتے۔ بیشک یہ ان لوگوں کے لئے بڑے رنج کی بات ہے جو اس پاک رسول کی راہ میں فدا ہیں۔ اور ایک دانشمند عیسائی بھی احساس کرسکتا ہے کہ جب مثلاً ایسی کتاب اُمّہات المؤمنین میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ زنا کار کے نام سے پکارا گیا اور گندے سے گندے تحقیر کے الفاظ آنجناب کے حق میں استعمال کئے گئے اور پھر عمداً ہزار کاپی اس کتاب کی محض دلوں کے دُکھانے کے لئے عام اور خاص مسلمانوں کو پہنچائی گئی اس سے کس قدر دردناک زخم عام مسلمانوں کو پہنچے ہوں گے اور کیا کچھ ان کے دلوں کی حالت ہوئی ہوگی۔ اگرچہ بدگوئی میں یہ کچھ پہلی ہی تحریر نہیں ہے بلکہ ایسی تحریروں کی پادری صاحبوں کی طرف سے کروڑ ہا تک نوبت پہنچ گئی ہے مگر یہ طریق دل دُکھانے کا ایک نیا طریق ہے کہ خواہ نخواہ غافل اور بےخبر لوگوں کے گھروں میں یہ کتابیں پہنچائی گئیں۔ اور اسی وجہ سے اس کتاب پر بہت شور بھی اٹھا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ پادری عماد الدین اور پادری ٹھاکرداس کی کتابیں اور نور افشاں کی پچیس سال کی مسلسل تحریریں سختی میں اس سے کچھ کم نہیں ہیں۔ یہ تو سب کچھ ہوا مگر ہمیں تو آیۂ موصوفہ بالا میں یہ تاکیدی حکم ہے کہ جب ہم ایسی بدزبانی کے کلمات سنیں جس سے ہمارے دلوں کو دکھ پہنچے تو ہم صبر کریں اور کچھ شک نہیں کہ جلد تر حکام کو اس طرف متوجہ کرنا یہ بھی ایک بےصبری کی قسم ہے۔ اس لئے عقلمند اور دور اندیش مسلمان ہرگز اس طریق کو پسند نہیں کرتے کہ گورنمنٹ عالیہ تک اس بات کو پہنچایا جائے۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے قرآن میں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ دین اسلام میں اکراہ اور جبر نہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ[1]۔ اور جیسا کہ فرماتا ہے اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ[2]۔ لیکن اس قسم کے حیلے اکراہ اور جبر میں داخل ہیں جس سے اسلام جیسا پاک اور معقول مذہب بدنام ہوتا ہے۔

غرض اس بارے میں مَیں اور میری جماعت اور تمام اہل علم اور صاحب تدبر مسلمانوں میں سے اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ کتاب اُمّہات المؤمنین کی لغوگوئی کی یہ سزا نہیں ہے کہ ہم اپنی گورنمنٹ محسنہ کو دست اندازی کے لئے توجہ دلاویں گو خود دانا گورنمنٹ اپنے قوانین کے لحاظ سے جو چاہے کرے مگر ہمارا صرف یہ فرض ہونا چاہئیے کہ ہم ایسے اعتراضات کا کہ جو درحقیقت نہایت نادانی یا دھوکہ دہی کی غرض سے کئے گئے ہیں خوبی اور شائستگی کے ساتھ جواب دیں اور پبلک کو اپنی حقیت اور اخلاق کی روشنی دکھلائیں۔ اسی غرض کی بنا پر یہ میموریل روانہ کیا گیا ہے۔ اور تمام جماعت ہماری معزز مسلمانوں کی اسی پر متفق ہے۔

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیاں ضلع گورداسپور

[1] البقرة:۲۵۷ [2] یونس:۱۰۰

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی
علیٰ رسولہ
الکریم

حُسین کامی سفیر سُلطان رُوم

پرچہ اخبار ۱۵؍مئی ۱۸۹۷ء ناظم الہند لاہور میں جو ایک شیعہ اخبار ہے سفیر مذکور العنوان کا ایک خط چھپا ہے جو بالکل گندہ اور خلاف تہذیب اور انسانیت ہے اور اس خط کے عنوان میں یہ لکھا ہے کہ سفیر صاحب متواتر درخواستوں کے بعد قادیان میں تشریف لے گئے اور پھر متاسف اور مکدر اور ملول خاطر واپس آئے اور پھر یہی ایڈیٹر لکھتا ہے کہ یہ سنا گیا تھا کہ سفیر صاحب کو اس لئے قادیان بلایا تھا کہ ان کے ہاتھ پر توبہ کریں۔ کیونکہ وہ نائب حضرت خلیفۃ المسلمین ہیں۔ ان افتراؤں کا بجز اس کے کیا جواب دیں کہ **لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ**۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر گواہ ہے کہ مجھے دنیاداروں اور منافقوں کی ملاقات سے اس قدر بےزاری اور نفرت ہے جیسا کہ نجاست سے۔ مجھے نہ سلطان روم کی طرف کچھ حاجت ہے اور نہ اس کے کسی سفیر کی ملاقات کا شوق ہے۔ میرے لئے ایک سلطان کافی ہے جو آسمان اور زمین کا حقیقی بادشاہ ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے کہ کسی دوسرے کی طرف مجھے حاجت پڑے اس عالم سے گذر جاؤں۔ آسمان کی بادشاہت کے آگے دنیا کی بادشاہت اس قدر بھی مرتبہ نہیں رکھتی جیسا کہ آفتاب کے مقابل پر ایک کیڑا مرا ہوا پھر جبکہ ہمارے بادشاہ کے آگے سلطان روم ہیچ ہے تو اس کا سفیر کیا چیز۔

میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گذاری کے لائق **گورنمنٹ انگریزی** ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ **آسمانی کارروائی** میں کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔ شاید بہت سے لوگ اس فقرہ سے ناراض ہوں گے مگر یہی حق ہے۔ یہی باتیں ہیں کہ

﴿۲﴾

سفیر مذکور کے ساتھ خلوت میں کی گئیں تھیں جو سفیر کو بُری معلوم ہوئیں۔ سفیر مذکور نے خلوت کی ملاقات کے لئے خود التجا کی اور اگرچہ مجھ کو اس کی اول ملاقات میں ہی دنیا پرستی کی بدبو آئی تھی اور منافقانہ طریق دکھائی دیا تھا مگر حُسن اخلاق نے مجھے بوجہ مہمان ہونے کے اس کے اجازت دینے کے لئے مجبور کیا۔ نامبردہ نے خلوت کی ملاقات میں سلطان روم کے لئے ایک خاص دعا کرنے کے لئے درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ آئندہ اس کے لئے جو کچھ آسمانی قضاء قدر سے آنے والا ہے اس سے وہ اطلاع پاوے۔ میں نے اس کو صاف کہہ دیا کہ سلطان کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔ یہی وہ باتیں تھیں جو سفیر کو اپنی بدقسمتی سے بہت بری معلوم ہوئیں۔ میں نے کئی اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہے اور خدا سچے تقویٰ اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔ توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ مگر میں اس کے دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو بہت ہی برا مانتا تھا اور یہ ایک صریح دلیل اس بات پر ہے کہ سلطنت روم کے اچھے دن نہیں ہیں اور پھر اس کا بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے کہ زوال کے علامات موجود ہیں۔ ماسوا اس کے میرے دعویٰ **مسیح موعود اور مہدی معہود** کے بارے میں بھی کئی باتیں درمیان آئیں۔ میں نے اس کو بار بار سمجھایا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور کسی **خونی مسیح اور خونی مہدی** کا انتظار کرنا جیسا کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے یہ سب بیہودہ قصے ہیں۔ اس کے ساتھ میں نے یہ بھی اس کو کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں اور میں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے **الہام** کے ذریعہ فرمایا تھا وہی کہا تھا اور پھر ان تمام باتوں کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کا بھی ذکر آیا۔ اور جیسا کہ میرا **قدیم** سے عقیدہ ہے۔ میں نے اس کو بار بار کہا کہ ہم اس گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتے ہیں اور دلی وفادار اور دلی شکرگذار ہیں کیونکہ اس کے زیر سایہ اس قدر امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز امید نہیں کہ وہ امن حاصل ہو سکے۔ کیا میں اسلام بول میں امن کے ساتھ اس دعوے کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود

ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے کی سب روایتیں جھوٹ ہیں کیا یہ سن کر اس جگہ کے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کریں گے۔ اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کرے گا کہ ان کی مرضی کو مقدم رکھا جائے۔ پھر مجھے سلطان روم سے کیا فائدہ۔ ان سب باتوں کو سفیر مذکور نے تعجب سے سنا اور حیرت سے میرا منہ دیکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے خط میں جو ناظم الہند ۱۵؍مئی ۹۷ءمیں چھپا ہے میرا نام نمرود اور شدّاد اور شیطان رکھتا ہے اور مجھے جھوٹا اور مزوّر اور مورد غضب الٰہی قرار دیتا ہے۔ لیکن یہ سخت گوئی اس کی جائے افسوس نہیں کیونکہ انسان نابینائی کی حالت میں سورج کو بھی تاریک خیال کرسکتا ہے۔ اسؔ کے لئے بہتر تھا کہ میرے پاس نہ آتا میرے پاس سے ایسی بدگوئی سے واپس جانا اس کی سخت بدقسمتی ہے اور مجھے کچھ ضرور نہ تھا کہ میں اس کی یاوہ گوئی کا ذکر کرتا مگر اس نے بپاداش نیکی ہر ایک شخص کے پاس بدی کرنا شروع کیا اور بٹالہ اور امرتسر اور لاہور میں بہت سے آدمیوں کے پاس وہ دل آزار باتیں میری نسبت اور میری جماعت کی نسبت کہیں کہ ایک شریف آدمی باوجود اختلاف رائے کے کبھی زبان پر نہیں لاسکتا۔ افسوس کہ میں نے بہت شوق اور آرزو کے بعد گورنمنٹ روم کا نمونہ دیکھا تو یہ دیکھا۔ اور میں مکرر ناظرین کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ مجھے اس سفیر کی ملاقات کا ایک ذرہ شوق نہ تھا بلکہ جب میں نے سنا کہ لاہور کی میری جماعت اس سے ملی ہے تو میں نے بہت افسوس کیا اور ان کی طرف ملامت کا خط لکھا کہ یہ کارروائی میرے منشا کے خلاف کی گئی۔ پھر آخر سفیر نے لاہور سے ایک انکساری خط میری طرف لکھا کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ سو اس کے الحاح پر میں نے اس کو قادیان آنے کی اجازت دی۔ لیکن اللّٰہ جلّ شانہٗ جانتا ہے جس پر جھوٹ باندھنا لعنت کا داغ خریدنا ہے کہ اس عالم الغیب نے مجھے پہلے سے اطلاع دے دی تھی کہ اس شخص کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اب میں سفیر مذکور کا انکساری خط جو میری طرف پہنچا تھا اور پھر اس کا دوسرا خط جو ناظم الہند میں چھپا ہے ذیل میں لکھتا ہوں ناظرین خود پڑھ لیں اور نتیجہ نکال لیں۔

﴿۳﴾

اور ہماری جماعت کو چاہیئے کہ آئندہ ایسے اشخاص کے ملنے سے دستکش رہیں آسمانی سلسلہ سے دنیا پیار نہیں کرسکتی۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

نقل اس خط کی جو سفیر نے لاہور سے ہماری ملاقات کی درخواست کیلئے بھیجا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب مستطاب معلّی القاب **قدوۃ المحققین** قطب العارفین حضرت پیر دستگیر میرزا **غلام احمد** صاحب دام کراماتہ۔ چوں اوصاف جمیلہ واخلاق حمیدہ آں ذات ملکوتی صفات درشہر لاہور بسمع ممنونیت و ازمریدان سعادت انتسابان تقاریر وتصانیف عالیہ آں خجستہ مقام بدست احترام وممنونیت رسید لہٰذا سودائی زیارت دیدار ساطع الانوار سویدائے دل شاوری رالبریز اشتیاق کردہ است۔ انشاء اللہ تعالیٰ از **لاہور** بطریق **امرتسر** بہ خاکپائے روحانیت احتوای سامی خواہم رسید ودریں خصوص تلغراف برحضور سراسر نور مقدس خواہم کشید۔ فقط

حسین کامی سفیر

مہر سلطان المعظم

نقل اس خط کی جو سفیر کی طرف سے ناظم الہند ۱۵؍مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔

بحضور **سید السادات العظام و فخر النجباء الکرام**☆ مولانا سید محمد ناظر حسین صاحب ناظم **ادام اللہ فیوضہ و ظل عاطفتہ** ۔ سیدی ومولائی؟ التفات نامہ ذات سامی شما بدست بتجیل واحترام مارسید الحق ممنونیت غیر مترقبہ عظمی بخشید۔ فدایت شوم کہ استفسار احوال غرائب اشتمال کادیان وکادیانی (قادیان وقادیانی) رافرمودہ بودید اکنون ما بکمال تمکین ذیلاً بخدمت والا نہمت و عالی بیان وافادہ میکنم کہ ایں شخص عجیب وغریب از صراط المستقیم اسلام برگشتہ قدم بردائرہ **علیہم والضّالین** گذاشتہ وتزویر محبت حضرت خاتم النبییّن را درپیش گرفتہ وبزعم باطل خویش باب رسالت رامفتوح دانستہ است شائستہ ہزاران خندہ است

﴿۴﴾

☆ نوٹ غور کرنے کے لائق ہے کہ یہ القاب کس مذہب کے شخص کے لئے لکھا ہے۔ **منہ**

کہ فرق در بین نبوت و رسالت پنداشتہ است و معاذ اللہ تعالیٰ میگوید کہ خداوند عالم رسول صلعم را گاہے درفرقان حمید وقرآن مجید بعنوان خاتم المرسلین معنن ۔ نکردہ است فقط بخطاب خاتم النبیین اکتفا فرمودہ است ۔ القصہ اینکہ اول خود را ولی ملہم میگفت بعدہ مسیح موعود گشتہ آہستہ آہستہ بقول مجر دخود صعود بمرتبہ عالیہ **مہدویت** کردہ استعیذ باللہ تعالیٰ خود را ازخود رائی بپائی معلائے رسالت رسانده ست **بناء علی ھذا** ظنّ غالب مابراں است کہ بترقی پنجمین قدم برسریرشریر شدادو نمرود نہادہ کلاہ الوہیت برسرسرکش خود کہ کان خیالات فاسدہ و معدن مالیخولیا و ہذیانات باطلہ است میگذارد وعجب ست کہ شاعرمعجز بیان درحق این ضعیف الاعتقاد والبنیان چندین سال قبل ازیں گویا بطور پیشین گوئی تدوین ایں شعر در دیوان اشعار آبدارخود کردہ است ۔

سال اوّل مطرب آمد سال دویم خواجہ شد بخت گریاری کند امسال سید میشود

خلاصۂ ازیں سخنہا درگذرید و اورا برشیطنش بسپرید و مارا از پریشان نویسی معاف دارید عزیز اسلام مارا بجناب شریعت مدار مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب و جناب داروغہ عبدالغفور خان صاحب برسانید و سانٹرٹ پائی خود را گرفتہ بصوب ما روانہ کنید تا کہ از دار الخلافہ اسلامبول کفش مسجدے مطابق آں بطلبم و در ہر خصوص برذات عالی شما تقدیم مراسم احترامکاری کردہ مسارعت براستبنائے طبع عالی می نمایم والسلام ۔ الراقم حسین کامی ۔

فہرست کتب موجودہ مع قیمت

آئینہ کمالات اسلام عا/۔ ازالۂ اوہام سے ر۔ شحنۂ حق ۶/۔ نورالقرآن حصہ اوّل ۴/۔ //حصہ دوم ۸/۔ رسائل اربعہ یعنی انجام آتھم، دعوت قوم، خدا کا فیصلہ، مکتوب عربی مع ترجمہ فارسی عہ ۱۲/۔ ست بچن مع آریہ دھرم عہ ۸/۔ انوارالاسلام ۴/۔ سراج منیر مع خط و کتابت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف ۴/۔ حجت اللہ عربی مع ترجمہ اردو ۸/۔ تحفہ قیصریہ ۲/۔ استفتاء ۴/۔ برکات الدعاء ۲/۔ اتمام الحجہ ۳/۔ تحفہ بغداد ۲/۔ کرامات الصادقین یعنی تفسیر سورۃ فاتحہ عہ ۔ سرالخلافہ ۸/۔ نورالحق عہ ۔ ۲/۔ حصہ چہارم براہین احمدیہ للعہ ۸/۔ درثمین ۳/۔ جنگ مقدس ۸/۔ (فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب حضرت مولوی نورالدین صاحب عہ ۸/۔ تصدیق براہین احمدیہ مولانا موصوف عہ ۸/)

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان ۲۴ مئی ۹۷ء)

﴿۱﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی

کیا وہ جو خدا کی طرف سے ہے لوگوں کی بدگوئی اور سخت عداوت سے ضائع ہو سکتا ہے؟

تا دل مرد خدا نامد بدرد

ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

یہ کچھ قضاوقدر کی بات ہے کہ بداندیش لوگوں کو اپنے پوشیدہ کینوں کے ظاہر کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ ہاتھ آ جاتا ہے۔ چنانچہ آج کل ہمارے مخالفوں کو گالیاں دینے کے لئے یہ نیا بہانہ ہاتھ آ گیا ہے کہ انہوں نے ہمارے ایک اشتہار کے الٹے معنے کر کے یہ مشہور کر دیا ہے کہ گویا ہم سلطان روم اور اس کی سلطنت اور دولت کے سخت مخالف ہیں اور اس کا زوال چاہتے ہیں۔ اور انگریزوں کی حد سے زیادہ خوشامد کرتے ہیں اور انگریزی سلطنت کی دولت اور اقبال کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر حصّوں میں بعض پُر افترا اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ سے یہ خیال بہت پھیلایا گیا ہے اور عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ہمارے اشتہار کی بعض عبارتیں محرّف اور مبدّل کر کے لکھی گئی ہیں۔ اور اس طرح پر بے وقوفوں کے دلوں کو جوش دلانے اور ابھارنے کے لئے کارروائی کی گئی ہے۔ اور ہم اگرچہ جعل سازوں اور دروغ گووٴں کا منہ تو بند نہیں کر سکتے اور نہ ان کی بدزبانی اور گالیوں اور ڈوموں کی طرح تمسخر اور ٹھٹھے کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ظالمانہ بدزبانی کو خدا تعالیٰ کی غیرت کے حوالہ کر کے ان کے اصل مدعا کو جو دھوکہ دہی ہے نادانوں پر اثر ڈالنے سے روکا جائے۔ پس اسی غرض سے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے۔

﴿۲﴾

ہرایک مسلمان عقلمند بھلا مانس نیک فطرت جو اپنی شرافت سے سچی بات کو قبول کرنے کے لئے طیّار رہتا ہے۔ اس بات کو متوجہ ہو کر سنے کہ ہم کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے چہ جائیکہ ایسے شخص سے کینہ ہو جس کی ظل حمایت میں کروڑ ہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہے۔ سلطان کی شخصی حالت اور اس کی ذاتیات کے متعلق نہ ہم نے کبھی کوئی بحث کی اور نہ اب ہے۔ بلکہ اللہ جلّ شانہٗ جانتا ہے کہ ہمیں اس موجود سلطان کے بارے میں اس کے باپ دادے کی نسبت زیادہ حسن ظن ہے۔ ہاں ہم نے گذشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اس کے بعض عظیم الدخل اور خراب اندرون ارکان اور عمائد اور وزراء کے نہ بلحاظ سلطان کی ذاتیات کے ضرور اس خدا داد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند ایسی باتیں لکھی ہیں جو خود ان کے مفہوم کے خوفناک اثر سے ہمارے دل پر ایک عجیب رقت اور درد طاری ہوتی ہے۔ سو ہماری وہ تحریر جیسا کہ گندے خیال والے سمجھتے ہیں کسی نفسانی جوش پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ اس روشنی کے چشمہ سے نکلی تھی جو رحمت الٰہی نے ہمیں بخشا ہے۔ اگر ہمارے تنگ ظرف مخالف بدظنی پر سرنگوں نہ ہوتے تو سلطان کی حقیقی خیر خواہی اس میں نہ تھی کہ وہ چوہڑوں اور چماروں کی طرح گالیوں پر کمر باندھتے۔ بلکہ چاہیئے تھا کہ آیت وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ[1] پر عمل کرکے اور نیز آیت اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ[2] کو یاد کرکے سلطان کی خیر خواہی اس میں دیکھتے کہ اس کے لئے صدق دل سے دعا کرتے۔ میرے اشتہار کا بجز اس کے کیا مطلب تھا کہ رومی لوگ تقویٰ اور طہارت اختیار کریں کیونکہ آسمانی قضا و قدر اور عذاب سماوی کے روکنے کے لئے تقویٰ اور توبہ اور اعمال صالحہ جیسی اور کوئی چیز قوی تر نہیں۔ مگر سلطان کے نادان خیر خواہوں نے بجائے اس کے مجھے گالیاں دینی شروع کردیں اور بعضوں نے کہا کہ کیا سارے گناہ سلطان پر ٹوٹ پڑے اور یورپ مقدس اور پاک

﴿۳﴾

[1] بنی اسرائیل:۳۷ [2] الحجرات:۱۳

ہے جس کے عذاب کے لئے کوئی پیشگوئی نہیں کی جاتی۔ مگر وہ نادان نہیں سمجھتے کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ کفّار کے فسق و فجور اور بُت پرستی اور انسان پرستی کی سزا دینے کے لئے خداتعالیٰ نے ایک دوسرا عالم رکھا ہوا ہے جو مرنے کے بعد پیش آئے گا۔ اور ایسی قوموں کو جو خدا پر ایمان نہیں رکھتیں اسی دنیا میں مورد عذاب کرنا خداتعالیٰ کی عادت نہیں ہے بجز اس صورت کے کہ وہ لوگ اپنے گناہ میں حد سے زیادہ تجاوز کریں اور خدا کی نظر میں سخت ظالم اور موذی اور مفسد ٹھہر جائیں۔ جیسا کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ مفسد قومیں متواتر بیباکیاں کر کے مستوجب سزا ہوگئی تھیں۔ لیکن خداتعالیٰ مسلمانوں کی بیباکی کی سزا کو دوسرے جہان پر نہیں چھوڑتا۔ بلکہ مسلمانوں کو ادنیٰ ادنیٰ قصور کے وقت اسی دنیا میں تنبیہ کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ خداتعالیٰ کے آگے ان بچوں کی طرح ہیں جن کی والدہ ہر دم جھڑکیاں دیکر انہیں ادب سکھاتی ہے۔ اور خداتعالیٰ اپنی محبت سے چاہتا ہے کہ وہ اس ناپائیدار دنیا سے پاک ہوکر جائیں۔ یہی باتیں تھیں کہ میں نے نیک نیتی سے سفیر روم پر ظاہر کی تھیں۔ مگر افسوس کہ بیوقوف مسلمانوں نے ان باتوں کو اور طرف کھینچ لیا۔ ان نادانوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک حاذق ڈاکٹر کہ جو تشخیص امراض اور قواعد حفظ ماتقدم کو بخوبی جانتا ہے وہ کسی شخص کی نسبت کمال نیک نیتی سے یہ رائے ظاہر کرے کہ اس کے پیٹ میں ایک قسم کی رسولی نے بڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اور اگر ابھی وہ رسولی کاٹی نہ جائے تو ایک عرصہ کے بعد اس شخص کی زندگی اس کے لئے وبال ہو جائے گی۔ تب اس بیمار کے وارث اُس بات کو سن کر اس ڈاکٹر پر سخت ناراض ہوں اور اس ڈاکٹر کے قتل کر دینے کے درپے ہو جائیں۔ مگر رسولی کا کچھ بھی فکر نہ کریں۔ یہاں تک کہ وہ رسولی بڑھے اور پھولے اور تمام پیٹ میں پھیل جائے اور اُس بیچارے بیمار کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ سو یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو اپنی دانست میں سلطان کے خیر خواہ کہلاتے ہیں۔

﴿۴﴾

پھر یہ بھی سوچو کہ جس حالت میں مَیں وہ شخص ہوں جو اس مسیح موعود ہونے کا دعویٰ رکھتا ہوں جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ ’’وہ تمہارا امام اور خلیفہ ہے اور اس پر خدا اور اس کے نبی کا سلام ہے اور اس کا دشمن لعنتی اور اس کا دوست خدا کا دوست ہے۔ اور وہ تمام دنیا کے لئے **حَکَم** ہو کر آئے گا۔ اور اپنے تمام قول اور فعل میں عادل ہوگا‘‘۔ تو کیا یہ تقویٰ کا طریق تھا کہ میرے دعویٰ کو سن کر اور میرے نشانوں کو دیکھ کر اور میرے ثبوتوں کا مشاہدہ کر کے مجھے یہ صلہ دیتے کہ گندی گالیاں اور ٹھٹھے اور ہنسی سے پیش آتے؟ کیا نشان ظاہر نہیں ہوئے؟ کیا آسمانی تائیدیں ظہور میں نہیں آئیں؟ کیا ان سب وقتوں اور موسموں کا پتہ نہیں لگ گیا جو احادیث اور آثار میں بیان کی گئی تھیں؟ تو پھر اس قدر کیوں بیباکی دکھلائی گئی؟ ہاں اگر میرے دعوے میں اب بھی شک تھا یا میرے دلائل اور نشانوں میں کچھ شبہ تھا تو غربت اور نیک نیتی اور خدا ترسی سے اس شبہ کو دور کرایا ہوتا۔ مگر انہوں نے بجائے تحقیق اور تفتیش کے اس قدر گالیاں اور لعنتیں بھیجیں کہ شیعوں کو بھی پیچھے ڈال دیا۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ جو کچھ میں نے رومی سلطنت کے اندرونی نظام کی نسبت بیان کیا وہ دراصل صحیح ہو اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہوں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غدّاری سرشت ظاہر کرنے والے ہوں۔

پھر ماسوا اس کے میرے مخالف اپنے دلوں میں آپ ہی سوچیں کہ اگر میں درحقیقت **وہی** مسیح موعود ہوں جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا ایک بازو قرار دیا ہے اور جس کو سلام بھیجا ہے اور جس کا نام **حَکَم** اور عدل اور امام اور **خلیفۃ اللّٰہ** رکھا ہے تو کیا ایسے شخص پر ایک معمولی بادشاہ کے لئے لعنتیں بھیجنا اس کو گالیاں دینا جائز تھا؟ ذرہ اپنے جوش کو تھام کے سوچیں نہ میرے لئے بلکہ اللہ اور رسول کے لئے کہ کیا ایسے مدعی کے ساتھ ایسا کرنا روا تھا؟ میں زیادہ کہنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میرا مقدمہ

﴿۵﴾

تم سب کے ساتھ آسمان پر ہے۔ اگر میں وہی ہوں جس کا وعدہ نبیؐ کے پاک لبوں نے کیا تھا تو تم نے نہ میرا بلکہ خدا کا گناہ کیا ہے۔ اور اگر پہلے سے آثار صحیحہ میں یہ وارد نہ ہوتا کہ اس کو دکھ دیا جائے گا اور اس پر لعنتیں بھیجی جائیں گی تو تم لوگوں کی **مجال** نہ تھی جو تم مجھے وہ دکھ دیتے جو تم نے دیا۔ پر ضرور تھا کہ وہ سب نوشتے پورے ہوں جو خدا کی طرف سے لکھے گئے تھے اور اب تک تمہیں ملزم کرنے کے لئے تمہاری کتابوں میں موجود ہیں۔ جن کو تم زبان سے پڑھتے اور پھر تکفیر اور لعنت کر کے مہر لگا دیتے ہو کہ وہ بد علماء اور ان کے دوست جو مہدی کی تکفیر کریں گے اور مسیح سے مقابلہ سے پیش آئیں گے **وہ تم ہی ہو۔**

میں نے بار بار کہا کہ آؤ اپنے شکوک مٹالو۔ پر کوئی نہیں آیا۔ میں نے فیصلہ کے لئے ہر ایک کو بلایا۔ پر کسی نے اس طرف رخ نہیں کیا۔ میں نے کہا کہ تم استخارہ کرو اور رو رو کر خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم پر حقیقت کھولے پر تم نے کچھ نہ کیا۔ اور تکذیب سے بھی باز نہ آئے۔ خدا نے میری نسبت سچ کہا کہ ’’**دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا**‘‘۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص درحقیقت سچا ہو اور ضائع کیا جائے؟ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص خدا کی طرف سے ہو۔ اور برباد ہو جائے؟ پس اے لوگو تم خدا سے مت لڑو۔ یہ وہ کام ہے جو خدا تمہارے لئے اور تمہارے ایمان کے لئے کرنا چاہتا ہے۔ اس کے مزاحم مت ہو۔ اگر تم بجلی کے سامنے کھڑے ہو سکتے ہو مگر خدا کے سامنے تمہیں ہرگز طاقت نہیں۔ اگر یہ کاروبار انسان کی طرف سے ہوتا تو تمہارے حملوں کی کچھ بھی حاجت نہ تھی خدا اس کے نیست و نابود کرنے کے لئے خود کافی تھا۔ افسوس کہ آسمان گواہی دے رہا ہے اور تم نہیں سنتے۔ اور زمین ’’**ضرورت ضرورت**‘‘ بیان کر رہی ہے اور تم نہیں دیکھتے! اے بد بخت قوم اٹھ اور دیکھ کہ اس مصیبت کے وقت میں جو اسلام پیروں کے نیچے کچلا گیا اور مجرموں کی طرح بے عزت کیا

﴿۶﴾

گیا۔ وہ جھوٹوں میں شمار کیا گیا۔ وہ ناپاکوں میں لکھا گیا تو کیا خدا کی غیرت ایسے وقت میں جوش نہ مارتی **اب سمجھ** کہ آسمان جھکتا چلا آتا ہے اور وہ دن نزدیک ہیں کہ ہر ایک کان کو ''**اَنَا الْمَوجُود**'' کی آواز آئے۔

ہم نے کفّار سے بہت کچھ دیکھا۔ اب خدا بھی کچھ دکھلانا چاہتا ہے۔ سو اب تم دیدہ ودانستہ اپنے تئیں مورد غضب مت بناؤ۔ کیا صدی کا سر تم نے نہیں دیکھا؟ جس پر چودہ برس اور بھی گذر گئے۔ کیا خسوف کسوف رمضان میں تمہاری آنکھوں کے سامنے نہیں ہوا؟ کیا ستارہ ذوالسنین کے طلوع کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی؟ کیا تمہیں اس ہولناک زلزلہ کی کچھ خبر نہیں جو مسیح کی پیشگوئی کے مطابق ان ہی دنوں میں وقوع میں آیا اور بہت سی بستیوں کو برباد کر گیا۔ اور خبر دی گئی تھی کہ اُسی کے متّصل مسیح بھی آئے گا؟ کیا تم نے آتھم کی نسبت وہ نشان نہیں دیکھا جو ہمارے سیّد و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ظہور میں آیا جس کی خبر سترہ[۱۷] برس پہلے کتاب براہین احمدیہ میں دی گئی تھی؟ کیا لیکھرام کی نسبت پیشگوئی اب تک تم نے نہیں سنی؟ کیا کبھی اس سے پہلے کسی نے دیکھا تھا کہ پہلوانوں کی کُشتی کی طرح مقابلہ ہو کر اور لاکھوں انسانوں میں شہرت پا کر اور صدہا اشتہارات اور رسائل میں چھَپ کر ایسا کھلا کھلا نشان ظاہر ہوا ہو جیسا کہ لیکھرام کی نسبت ظاہر ہوا؟ کیا تمہیں اس خدا سے کچھ بھی شرم نہیں آتی جس نے تمہاری تیرھویں صدی کے غم اور صدمے دیکھ کر چودھویں صدی کے آتے ہی تمہاری تائید کی؟ کیا ضرور نہ تھا کہ خدا کے وعدے عین وقت میں پورے ہوتے؟ بتلاؤ کہ ان سب نشانوں کو دیکھ کر پھر تمہیں کیا ہو گیا؟ کس چیز نے تمہارے دلوں پر مہر لگا دی؟ اے کج دل قوم، خدا تیری ہر ایک تسلی کر سکتا ہے اگر تیرے دل میں صفائی ہو۔ خدا تجھے کھینچ سکتا ہے اگر تو کھینچے جانے کے لئے طیّار رہو۔ دیکھو یہ کیسا وقت ہے۔ کیسی ضرورتیں ہیں۔ جو اسلام کو پیش آ گئیں۔ کیا تمہارا دل گواہی نہیں دیتا کہ یہ وقت خدا کے رحم کا وقت

﴿۷﴾

ہے؟ آسمان پر بنی آدم کی ہدایت کے لئے ایک جوش ہے۔ اور توحید کا مقدمہ حضرت احدیّت کی پیشی میں ہے۔ مگر اس زمانہ کے اندھے اب تک بے خبر ہیں۔ آسمانی سلسلہ کی ان کی نظر میں کچھ بھی عزت نہیں۔ کاش ان کی آنکھیں کھلیں اور دیکھیں کہ کس کس قسم کے نشان اتر رہے ہیں اور آسمانی تائید ہو رہی ہے اور نور پھیلتا جاتا ہے۔ مبارک وہ جو اس کو پاتے ہیں۔

افسوس کہ پرچہ چودھویں صدی ۱۵؍ جون ۱۸۹۷ء میں بھی بہت سی جزع فزع کے ساتھ سلطان روم کا بہانہ رکھ کر نہایت ظالمانہ توہین وتحقیر واستہزاء اس عاجز کی نسبت کیا گیا ہے۔ اور گندے اور ناپاک اور سخت دھوکہ دینے والے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اور سراسر شرارت آمیز افترا سے کام لیا گیا ہے۔ مگر کچھ ضرور نہیں کہ میں اس کے رد میں تضییع اوقات کروں۔ کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے جس کے ہاتھ میں حساب ہے لیکن ایک عجیب بات ہے جس کا اس وقت ذکر کرنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ کہ جب یہ اخبار چودھویں صدی میرے روبرو پڑھا گیا تو میری روح نے اس مقام میں بددعا کے لئے حرکت کی جہاں لکھا ہے کہ ’’ایک بزرگ نے جب یہ اشتہار (یعنی اس عاجز کا اشتہار) پڑھا۔ تو بیساختہ ان کے منہ سے یہ شعر نکل گیا ﴿۸﴾

’’چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس دَرَد میلش اندر طعنۂ پاکاں بردؔ‘‘

میں نے ہرچند اس روحی حرکت کو روکا اور دبایا اور بار بار کوشش کی کہ یہ بات میری روح میں سے نکل جائے مگر وہ نکل نہ سکی۔ تب میں نے سمجھا کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ تب میں نے اس شخص کے بارے میں دعا کی جس کو بزرگ کے لفظ سے اخبار میں لکھا گیا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ دعا **قبول ہوگئی** اور وہ دعا یہ ہے کہ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں کذّاب ہوں اور تیری طرف سے نہیں ہوں اور جیسا کہ میری نسبت کہا گیا ہے ملعون اور مردود ہوں اور کاذب ہوں اور تجھ سے میرا تعلق اور تیرا مجھ سے نہیں تو میں تیری جناب میں عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ

مجھے ہلاک کرڈال۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور تیرا بھیجا ہوا ہوں اور مسیح موعود ہوں تو اس شخص کے **پردے پھاڑ دے** جو بزرگ کے نام سے اس اخبار میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ اس عرصہ میں قادیان میں آ کر مجمع عام میں توبہ کرے تو اسے معاف فرما کہ تو رحیم و کریم ہے۔

یہ دعا ہے کہ میں نے اس بزرگ کے حق میں کی۔ مگر مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ بزرگ کون ہے اور کہاں رہتے ہیں اور کس مذہب اور قوم کے ہیں جنہوں نے مجھے کذّاب ٹھہرا کر میری پردہ دری کی پیشگوئی کی۔ اور نہ مجھے جاننے کی کچھ ضرورت ہے۔ مگر اس شخص کے اس کلمہ سے میرے دل کو دکھ پہنچا اور ایک جوش پیدا ہوا۔ تب میں نے دعا کر دی۔ اور **یکم جولائی ۱۸۹۷ء سے یکم جولائی ۱۸۹۸ء تک** اس کا فیصلہ کرنا خدا تعالیٰ سے مانگا۔

اس دعا میں شاید ایک یہ بھی حکمت ہوگی کہ چونکہ آج کل ایک فرقہ نیچریہ مسلمانوں کی گردش ایّام سے اسلام میں پیدا ہو گیا ہے اور یہ لوگ قبولیت دعا سے منکر اور اس برتر ہستی کی بے انتہا قدرت سے انکاری ہیں جو عجائب کام دکھلاتا اور اپنے بندوں کی دعائیں قبول کر لیتا ہے۔ گویا نیم دہریہ ہیں۔ اِس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو پھر ایک استجابت دعا کا نمونہ دکھلائے جس کا برکات الدعا کے ایک کشف میں وعدہ بھی ہو چکا ہے اور میرے صدق اور کذب کے لئے یہ ایک اور نشان ہوگا۔ اگر میں خدا تعالیٰ کی جناب میں درحقیقت ایسا ہی ذلیل اور دجّال اور کذّاب ہوں جو اس بزرگ نے سمجھا ہے تو میری دعا بے اثر جائے گی اور سال عیسوی کے گذرنے کے بعد میری ذلّت ظاہر ہوگی اور روسیاہی نا قابل زوال مجھے اٹھانی پڑے گی۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ کسی کے اہل اللہ ہونے میں اس کی دعا کا قبول ہونا شرط ہے۔ ہر ایک ولی مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور اس کو وہ حالت میسّر آ جاتی ہے جو استجابت دعا کے لئے ضروری ہے۔ ہاں

﴿۹﴾

جب کبھی وہ حالت میسّر نہ ہوتب دعا کا قبول ہونا ضروری نہیں۔ وہ حالت یہ ہے کہ کسی کی نسبت نیک دعا یا بد دعا کے لئے اہل اللہ کا دل چشمہ کی طرح یکدفعہ پھوٹتا ہے اور فی الفور ایک شعلۂ نور آسمان سے گرتا اور اس سے اتّصال پاتا ہے۔ اور ایسے وقت میں جب دعا کی جاتی ہے تو ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ سو یہی وقت مجھے اس بزرگ کے لئے میسر آیا۔ میں ان لوگوں کی روز کی تکذیبوں اور لعنت اور ٹھٹھے اور ہنسی کے دیکھنے سے تھک گیا۔ میری روح اب ربّ العرش کی جناب میں رو رو کر فیصلہ چاہتی ہے۔ اگر میں درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں مردود اور مخذول ہوں جیسا کہ ان لوگوں نے سمجھا تو میں خود ایسی زندگی نہیں چاہتا جو لعنتی زندگی ہو۔ اگر میرے پر آسمان سے بھی لعنت ہے جیسا کہ زمین سے لعنت ہے تو میری روح اوپر کی لعنت کی برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر میں سچا ہوں تو اس بزرگ کی خدا تعالیٰ سے ایسے طور سے پردہ دری چاہتا ہوں جو بطور نشان ہو اور جس سے سچائی کو مدد ملے۔ ورنہ لعنتی زندگی سے میرا مرنا بہتر ہے۔ میرے صادق یا کاذب ہونے کا یہ آخری معیار ہے جس کو فیصلہ ناطق کی طرح سمجھنا چاہئیے۔ میں خدا سے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہوں کہ اگر میں اس کی نظر میں عزیز ہوں تو وہ اس بزرگ کی ایسے طور سے پردہ دری کرے جو اب تک کسی کے خیال وگمان میں نہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ میرا خدا قادر اور ہر ایک قوت کا مالک ہے۔ وہ ان کے لئے جو اس کے ہوتے ہیں بڑے بڑے عجائبات دکھلاتا ہے۔ ﴿۱۰﴾

ایڈیٹر چودھویں صدی کی جس قدر شوخی ہے اس بزرگ کی حمایت سے ہے اور اس کی تمام توہین اور تحقیر کی تحریریں اسی بزرگ کی گردن پر ہیں۔ وہ ہنسی سے لکھتا ہے کہ ’’میں مخالفت سے نہ کاٹا جاؤں‘‘۔ خدا سے ہنسی کرنا کسی نیک

انسان کا کام نہیں۔ انسان ہر ایک وقت اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔

اور گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی کی نسبت جو میرے پر حملہ کیا گیا ہے یہ حملہ بھی محض شرارت ہے۔ سلطان روم کے حقوق بجائے خود ہیں مگر اس گورنمنٹ کے حقوق بھی ہمارے سر پر ثابت شدہ ہیں اور ناشکر گذاری ایک بے ایمانی کی قِسم ہے۔ اے نادانو! گورنمنٹ انگریزی کی تعریف تمہاری طرح میری قلم سے **منافقانہ** نہیں نکلتی۔ بلکہ میں اپنے اعتقاد اور یقین سے جانتا ہوں کہ درحقیقت خداتعالیٰ کے فضل سے اس گورنمنٹ کی پناہ ہمارے لئے بالواسطہ خداتعالیٰ کی پناہ ہے۔ اس سے زیادہ اس گورنمنٹ کی پُر امن سلطنت ہونے کا اور کیا میرے نزدیک ثبوت ہوسکتا ہے کہ خداتعالیٰ نے یہ پاک سلسلہ اسی گورنمنٹ کے ماتحت برپا کیا ہے۔ وہ لوگ میرے نزدیک سخت نمک حرام ہیں جو حکّام انگریزی کے روبرو ان کی خوشامدیں کرتے ہیں۔ ان کے آگے گرتے ہیں۔ اور پھر گھر میں آ کر کہتے ہیں کہ جو شخص اس گورنمنٹ کا شکر کرتا ہے وہ کافر ہے۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ہماری یہ کارروائی جو اس گورنمنٹ کی نسبت کی جاتی ہے منافقانہ نہیں ہے۔ **وَ لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡمُنَافِقِیۡن** بلکہ ہمارا یہی عقیدہ ہے جو ہمارے دل میں ہے۔

﴿۱۱﴾ اور بزرگ مذکور جس نے ہماری پردہ دری کے لئے پیشگوئی کی اس بات کو یاد رکھے کہ ہماری طرف سے اس میں کچھ زیادت نہیں۔ انہوں نے پیشگوئی کی اور ہم نے بددعا کی۔ آئندہ ہمارا اور ان کا خداتعالیٰ کی جناب میں فیصلہ ہے۔ اگر ان کی رائے سچی ہے تو ان کی پیشگوئی پوری ہو جائے گی۔ اور اگر جناب الٰہی میں اس عاجز کی کچھ عزت ہے تو میری دعا قبول ہو جائے گی۔ تاہم میں نے اس دعا میں یہ شرط رکھ لی ہے کہ اگر بزرگ مذکور قادیان میں آ کر اپنی بے باکی سے ایک مجمع میں توبہ کریں تو خداتعالیٰ یہ حرکت ان کو معاف کرے ورنہ اب

یہ عظیم الشان مقدمہ مجھ میں اور اس بزرگ میں دائر ہو گیا ہے اب حقیقت میں جو روسیاہ ہے وہی روسیاہ ہوگا۔ اس بزرگ کو روم کے ایک ظاہری فرمانروا کے لئے جوش آیا اور خدا کے قائم کردہ سلسلہ پر تھوکا اور اس کے مامور کو پلید قرار دیا۔ حالانکہ سلطان کے بارے میں مَیں نے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا تھا صرف اس کے بعض ارکان کی نسبت بیان کیا تھا اور یا اس کی گورنمنٹ کی نسبت جو مجموعہ ارکان سے مراد ہے **ملہمانہ** خبر تھی۔ سلطان کی ذاتیات کا کچھ بھی ذکر نہ تھا۔ لیکن پھر بھی اس بزرگ نے وہ شعر میری نسبت پڑھا کہ شاید مثنوی کے مرحوم مصنّف نے نمرود اور شدّاد اور ابوجہل اور ابولہب کے حق میں بنایا ہوگا۔ اور اگر میں سلطان کی نسبت کچھ نکتہ چینی بھی کرتا تب بھی میرا حق تھا۔ کیونکہ اسلامی دنیا کے لئے مجھے خدا نے **حَکَمْ** کرکے بھیجا ہے جس میں سلطان بھی داخل ہے۔ اور اگر سلطان خوش قسمت ہو تو یہ اس کی سعادت ہے کہ میری نکتہ چینی پر نیک نیتی کے ساتھ توجہ کرے اور اپنے ملک کی اصلاحوں کی طرف جدوجہد کے ساتھ مشغول ہو۔ اور یہ کہنا کہ ایسے ذکر سے کہ زمین کی سلطنتیں میرے نزدیک ایک نجاست کی مانند ہیں۔ اس میں سلطان کی بہت بے ادبی ہوئی ہے یہ ایک دوسری حماقت ہے۔ بے شک دنیا خدا کے نزدیک **مُردار** کی طرح ہے۔ اور خدا کو ڈھونڈنے والے ہرگز دنیا کو عزت نہیں دیتے۔ یہ ایک لاعلاج بات ہے جو روحانی لوگوں کے دلوں میں پیدا کی جاتی ہے کہ وہ سچی بادشاہت آسمان کی بادشاہت سمجھتے ہیں اور کسی دوسرے کے آگے سجدہ نہیں کر سکتے۔ البتہ ہم ہر ایک منعم کا شکر کریں گے۔ ہمدردی کے عوض ہمدردی دکھلائیں گے۔ اپنے محسن کے حق میں دعا کریں گے۔ عادل بادشاہ کی خدا تعالیٰ سے سلامتی چاہیں گے گو وہ غیر قوم کا ہو۔ مگر کسی سفلی عظمت اور بادشاہت کو اپنے لئے بُت نہیں بنائیں گے۔ ہمارے پیارے رسول سیّد الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

﴿۱۲﴾

اِذَا وقع العَبْد فی اُلھانیّة الرب و مھیمنیّة الصِدّیقین و رھبانیّة الابرار لَم یَجد احدًا یَأْخُذُ بِقَلْبِہٖ ۔یعنی جب کسی بندہ کے دل میں خدا کی عظمت اور اس کی محبت بیٹھ جاتی ہے اور خدا اس پر محیط ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ صدّیقوں پر محیط ہوتا ہے اور اپنی رحمت اور خاص عنایت کے اندر اس کو لے لیتا ہے۔ اور ابرار کی طرح اس کو غیروں کے تعلقات سے چھڑا دیتا ہے تو ایسا بندہ کسی کو ایسا نہیں پاتا کہ اپنی عظمت یا وجاہت یا خوبی کے ساتھ اس کے دل کو پکڑ لے۔ کیونکہ اس پر ثابت ہو جاتا ہے کہ تمام عظمت اور وجاہت اور خوبی خدا میں ہی ہے۔ پس کسی کی عظمت اور جلال اور قدرت اس کو تعجب میں نہیں ڈالتی اور نہ اپنی طرف جھکا سکتی ہے۔ سو اس کو دوسروں پر صرف رحم باقی رہ جاتا ہے۔ خواہ بادشاہ ہوں یا شہنشاہ ہوں۔ کیونکہ اس کو ان چیزوں کی طمع باقی نہیں رہتی جو ان کے ہاتھ میں ہیں۔ جس نے اس حقیقی شہنشاہ کے دربار میں بار پایا جس کے ہاتھ میں ملکوت السموات والارض ہے پھر فانی اور جھوٹی بادشاہی کی عظمت اس کے دل میں کیونکر بیٹھ سکے؟ میں جو اس ملیک مقتدر کو پہچانتا ہوں تو اب میری روح اس کو چھوڑ کر کہاں اور کدھر جائے؟ یہ روح تو ہر وقت یہی جوش مار رہی ہے کہ اے شاہ ذوالجلال ابدی سلطنت کے مالک سب ملک اور ملکوت تیرے لئے ہی مسلّم ہے۔ تیرے سوا سب عاجز بندے ہیں بلکہ کچھ بھی نہیں۔

آن کس کہ بتو رَسَد شہان را چہ کُند ۔۔۔ با فرّ تو فرّ خُسروان را چہ کُند
چون بندہ شناختت بدان عزّ وجلال ۔۔۔ بعد از تو جلال دیگران را چہ کُند
دیوانہ کنی ہر دوجہانش بخشی ۔۔۔ دیوانہ تو ہر دو جہان را چہ کُند

الراقم میرزا غلام احمد از قادیان ۲۵ رجون ۱۸۹۷ء

یہ وہ درخواست ہے جس کا ترجمہ انگریزی بحضور نواب لیفٹنٹ گورنر بہادر بالقابہ روانہ کیا گیا ہے:

﴿۱﴾

(امیّد رکھتا ہوں کہ اس درخواست کو جو میرے اور میری جماعت کے حالات پر مشتمل ہے غور اور توجہ سے پڑھا جائے)

بحضور نواب لفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ

چونکہ مسلمانوں کا ایک نیا فرقہ جس کا پیشوا اور امام اور پیر یہ راقم ہے پنجاب اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں زور سے پھیلتا جاتا ہےاور بڑے بڑے تعلیم یافتہ مہذب اورمعزز عہدہ دار اور نیک نام رئیس اور تاجر پنجاب اور ہندوستان کے اس فرقہ میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔اور عموماً پنجاب کے شریف مسلمانوں کے نوتعلیم یاب جیسے بی اے اور ایم اے اس فرقہ میں داخل ہیں اور داخل ہورہے ہیں اور یہ ایک گروہ کثیر ہوگیا ہے جو اس ملک میں روز بروز ترقی کررہا ہے۔اس لئے میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ اس فرقہ جدیدہ اور نیز اپنے تمام حالات سے جو اس فرقہ کا پیشوا ہوں حضور لفٹیننٹ گورنر بہادر کو آگاہ کروں۔اور یہ ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ ہر ایک فرقہ جو ایک نئی صورت سے پیدا ہوتا ہے گورنمنٹ کو حاجت پڑتی ہے کہ اُس کے **اندرونی حالات** دریافت کرے اور بسا اوقات ایسے نئے فرقہ کے دشمن اور خودغرض جن کی عداوت اور مخالفت ہر ایک نئے فرقہ کے لئے ضروری ہے گورنمنٹ میں **خلاف واقعہ** خبریں پہنچاتے ہیں اور **مفتریانہ مخبریوں** سے گورنمنٹ کو پریشانی میں ڈالتے ہیں۔پس چونکہ گورنمنٹ عالم الغیب نہیں ہے اس لئے ممکن ہے کہ گورنمنٹ عالیہ ایسی مخبریوں کی کثرت کی وجہ سے کسی قدر بدظنی پیدا کرے یا **بدظنی** کی طرف مائل ہوجائے۔ لہٰذا گورنمنٹ عالیہ کی اطلاع کے لئے چند ضروری امور ذیل میں لکھتا ہوں۔

(۱) سب سے پہلے میں یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں ایک ایسے خاندان میں سے ہوں جس کی نسبت گورنمنٹ نے ایک مدّت دراز سے قبول کیا ہوا ہے کہ وہ خاندان اول درجہ پر

﴿۲﴾ سرکار دولت مدار انگریزی کا خیر خواہ ہے۔ چنانچہ صاحب چیف کمشنر بہادر پنجاب کی چٹھی نمبری ۵۷۶ مورخہ ۱۰؍ اگست ۱۸۵۸ء میں یہ مفصل بیان ہے کہ میرے والد مرزا غلام مرتضٰی رئیس قادیاں کیسے سرکار انگریزی کے سچے وفادار اور نیک نام رئیس تھے اور کس طرح ان سے ۱۸۵۷ء میں رفاقت اور خیر خواہی اور مدد دہی سرکار دولت مدار انگلشیہ ظہور میں آئی اور کس طرح وہ ہمیشہ بدِل ہوا خواہ سرکار رہے۔ گورنمنٹ عالیہ اس چٹھی کو اپنے دفتر سے نکال کر ملاحظہ کر سکتی ہے۔ اور رابرٹ کسٹ صاحب کمشنر لاہور نے بھی اپنے مراسلہ میں جو میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضٰی کے نام ہے چٹھی مذکورہ بالا کا حوالہ دیا ہے جس کو میں ذیل میں لکھتا ہوں۔

’’تہوّر و شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضٰی رئیس قادیاں بعافیت باشند۔ از انجا کہ ہنگام مفسدہ ہندوستان موقوعہ ۱۸۵۷ء از جانب آپ کے رفاقت و خیر خواہی و مدد دہی سرکار دولت مدار انگلشیہ در باب نگاہداشت سواران وبہم رسانی اسپان بخوبی بمنصہ ظہور پہنچی اور شروع مفسدہ سے آج تک آپ بدل ہوا خواہ سرکار رہے اور باعث خوشنودی سرکار ہوا لہٰذا بجلدوی اس خیر خواہی اور خیر سگالی کے خلعت مبلغ دوصد روپیہ کا سرکار سے آپ کو عطا ہوتا ہے اور حسب منشاء چٹھی صاحب چیف کمشنر بہادر نمبری ۵۷۶ مورخہ ۱۰؍ اگست ۱۸۵۸ء پروانہ ھٰذا باظہار خوشنودی سرکار و نیکنامی و وفاداری بنام آپ کے لکھا جاتا ہے۔ مرقومہ تاریخ ۲۰؍ ستمبر ۱۸۵۸ء‘‘۔

اور اسی بارے میں ایک مراسلہ سر رابرٹ ایجرٹن صاحب فنانشل کمشنر بہادر کا میرے حقیقی بھائی مرزا غلام قادر کے نام ہے جو کچھ عرصہ سے فوت ہو گئے ہیں اور وہ یہ ہے۔

’’مشفق و مہربان دوستان مرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظہٗ۔ آپ کا خط ۲؍ ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ حضور اینجانب میں گذرا۔ مرزا غلام مرتضٰی صاحب آپ کے والد کی وفات سے ہم کو بہت افسوس ہوا۔ مرزا غلام مرتضٰی سرکار انگریزی کا اچھا خیر خواہ اور وفادار رئیس تھا۔ ہم آپ کے خاندانی لحاظ سے اسی طرح پر عزت کریں گے جس طرح تمہارے باپ وفادار کی

کی جاتی تھی۔ ہم کو کسی اچھے موقعہ کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور پابجائی کا خیال رہے گا۔ المرقوم ۲۹؍جون ۱۸۷۶ء‘‘۔

اسی طرح اور بعض چٹھیات انگریزی اعلیٰ افسروں کی ہیں جن کو کئی مرتبہ شائع کر چکا ہوں چنانچہ وِلسن صاحب کمشنر لاہور کی چٹھی مرقومہ ۱۱؍جون ۱۸۴۹ء میں میرے والد صاحب کو یہ لکھا ہے۔ ﴿۳﴾

ہم بخوبی جانتے ہیں کہ بلاشک آپ اور آپ کا خاندان ابتدا دخل اور حکومت سرکار انگریزی سے جان نثار اور وفا کیش اور ثابت قدم رہے ہیں۔ اور آپ کے حقوق واقعی قابل قدر ہیں اور آپ بہر نہج تسلی رکھیں کہ سرکار انگریزی آپ کے حقوق اور آپ کے خاندانی خدمات کو ہرگز فراموش نہیں کرے گی اور مناسب موقعوں پر آپ کے حقوق اور خدمات پر غور اور توجہ کی جائے گی۔

اور سر **لیپل گرفن** صاحب نے اپنی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ہمارے خاندان کا ذکر کر کے میرے بھائی مرزا غلام قادر کی خدمات کا خاص کر کے ذکر کیا ہے جو اُن سے تموّ کے پُل پر باغیوں کی سرزنش کے لئے ظہور میں آئیں۔

ان تمام تحریرات سے ثابت ہے کہ میرے والد صاحب اور میرا خاندان ابتدا سے سرکار انگریزی کے بدل و جان ہوا خواہ اور وفادار رہے ہیں اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کے معزز افسروں نے مان لیا ہے کہ یہ خاندان کمال درجہ پر خیر خواہ سرکار انگریزی ہے۔ اور اس بات کے یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اُن کرسی نشین رئیسوں میں سے تھے کہ جو ہمیشہ گورنری دربار میں عزت کے ساتھ بلائے جاتے تھے اور تمام زندگی ان کی گورنمنٹ عالیہ کی خیر خواہی میں بسر ہوئی۔

(۲) کچھ دوسرا امر قابل گذارش یہ ہے کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول رہا ہوں کہ تا مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے

ہیں اور اس ارادہ اور قصد کی اول وجہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بصیرت بخشی اور اپنے پاس سے مجھے ہدایت فرمائی کہ تا میں ان وحشیانہ خیالات کو سخت نفرت اور بیزاری سے دیکھوں جو بعض نادان مسلمانوں کے دلوں میں مخفی تھے۔ جن کی وجہ سے وہ نہایت بیوقوفی سے اپنی گورنمنٹ محسنہ کے ساتھ ایسے طور سے صاف دل اور سچے خیر خواہ نہیں ہو سکتے تھے جو صاف دلی اور خیر خواہی کی شرط ہے بلکہ بعض **جاہل ملّاؤں** کے ورغلانے کی وجہ سے شرائط اطاعت اور وفاداری کا پورا جوش نہیں رکھتے تھے۔ سو میں نے نہ کسی بناوٹ اور ریاکاری سے بلکہ محض اس اعتقاد کی تحریک سے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل میں ہے بڑے زور سے بار بار اس بات کو مسلمانوں میں پھیلایا ہے کہ ان کو گورنمنٹ برطانیہ کی جو درحقیقت ان کی **محسن** ہے سچی اطاعت اختیار کرنی چاہئیے اور **وفاداری** کے ساتھ اس کی شکر گذاری کرنی چاہئیے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے گنہگار ہوں گے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں پر میری تحریروں کا بہت ہی اثر ہوا ہے۔ اور لاکھوں انسانوں میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ ﴿۴﴾

اور میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیونکر امن اور آرام اور آزادی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ایسی کتابوں کے چھاپنے اور شائع کرنے میں ہزارہا روپیہ خرچ کیا گیا مگر باایں ہمہ میری طبیعت نے کبھی نہیں چاہا کہ ان متواتر **خدمات** کا اپنے حکّام کے پاس ذکر بھی کروں کیونکہ میں نے کسی صلہ اور انعام کی خواہش سے نہیں بلکہ ایک حق بات کو ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھا۔ اور درحقیقت وجود سلطنت انگلشیہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے ایک نعمت تھی جو مدت دراز کی تکلیفات کے بعد ہم کو ملی۔ اس لئے ہمارا فرض تھا کہ اس نعمت کا بار بار اظہار کریں۔ ہمارا خاندان سکھوں کے ایّام میں ایک سخت عذاب میں تھا اور نہ صرف یہی تھا کہ انہوں نے ظلم سے ہماری ریاست کو تباہ کیا اور ہمارے صدہا دیہات اپنے قبضہ میں کئے بلکہ ہماری اور تمام پنجاب کے مسلمانوں کی دینی آزادی کو بھی روک دیا۔ ایک مسلمان کو بانگ نماز پر بھی

مارے جانے کا اندیشہ تھا چہ جائیکہ اور رسوم عبادت آزادی سے بجالا سکتے۔ پس یہ اس گورنمنٹ محسنہ کا ہی **احسان** تھا کہ ہم نے اس جلتے ہوئے تنور سے خلاصی پائی اور خدا تعالیٰ نے ایک ابر رحمت کی طرح اس گورنمنٹ کو ہمارے آرام کے لئے بھیج دیا۔ پھر کس قدر بدذاتی ہوگی کہ ہم اس نعمت کا شکر بجا نہ لاویں۔ اس نعمت کی عظمت تو ہمارے دل اور جان اور رگ و ریشہ میں منقوش ہے اور ہمارے بزرگ ہمیشہ اس راہ میں اپنی جان دینے کے لئے طیّار رہے۔ پھر نعوذ باللہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم اپنے دلوں میں مفسدانہ ارادے رکھیں۔ ہمارے پاس تو وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ سے ہم اس آرام اور راحت کا ذکر کر سکیں جو اس گورنمنٹ سے ہم کو حاصل ہوئی۔ ہماری تو یہی دعا ہے کہ خدا اس گورنمنٹ محسنہ کو جزائے خیر دے اور اس سے نیکی کرے جیسا کہ اس نے ہم سے نیکی کی۔ یہی وجہ ہے کہ میرا باپ اور میرا بھائی اور خود میں بھی روح کے جوش سے اس بات میں مصروف رہے کہ اس گورنمنٹ کے فوائد اور احسانات کو عام لوگوں پر ظاہر کریں اور اس کی اطاعت کی فرضیت کو دلوں میں جمادیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں اٹھارہ[۱۸] برس سے ایسی کتابوں کی تالیف میں مشغول ہوں کہ جو مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی محبت اور اطاعت کی طرف مائل کر رہے ہیں۔ گو اکثر جاہل مولوی ہماری اس طرز اور رفتار اور ان خیالات سے سخت ناراض ہیں اور اندر ہی اندر جلتے اور دانت پیستے ہیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ وہ اسلام کی اس اخلاقی تعلیم سے بھی بے خبر ہیں۔ جس میں یہ لکھا ہے کہ **جو شخص انسان کا شکر نہ کرے وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرتا** یعنی اپنے محسن کا شکر کرنا ایسا فرض ہے جیسا کہ خدا کا۔

یہ تو ہمارا عقیدہ ہے مگر افسوس کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس لمبے سلسلہ اٹھارہ[۱۸] برس کی تالیفات کو جن میں بہت سی پُر زور تقریریں اطاعت گورنمنٹ کے بارے میں ہیں کبھی ہماری گورنمنٹ محسنہ نے توجہ سے نہیں دیکھا۔ اور کئی مرتبہ میں نے یاد دلایا مگر اس کا اثر محسوس نہیں ہوا۔ لہٰذا میں پھر یاد دلاتا ہوں کہ مفصلہ ذیل کتابوں اور اشتہاروں کو توجہ سے دیکھا جائے اور وہ مقامات پڑھے جائیں جن کے نمبر صفحات میں نے ذیل میں لکھ دیئے ہیں۔

﴿۵﴾

‹۶›

نمبر	نام کتاب یا اشتہار	تاریخ طبع	نمبر صفحات
۱	براہین احمدیہ حصہ سوم	۱۸۸۲ء	الف سے ب تک (شروع کتاب)
۲	براہین احمدیہ حصہ چہارم	۱۸۸۴ء	الف سے د تک ایضاً
۳	نوٹس دربارہ توسیع دفعہ ۲۹۸۔ درکتاب آریہ دھرم	۲۲؍ستمبر ۱۸۹۵ء	۵۷ سے ۶۴ تک آخر کتاب
۴	التماس دربارہ ایضاً ایضاً	ایضاً	تمام اشتہار ہر چہارم صفحہ آخر کتاب
۵	درخواست دربارہ ایضاً ایضاً	ایضاً	۶۹ سے ۷۲ تک۔ آخر کتاب
۶	خط دربارہ ایضاً	۲۱؍اکتوبر ۱۸۹۵ء	۱ سے ۸ تک تمام علیحدہ اشتہار
۷	آئینہ کمالات اسلام	فروری ۱۸۹۳ء	۱۷ سے ۲۰ تک اور ۵۱۱ سے ۵۲۸ تک
۸	اعلان درکتاب نور الحق	۱۳۱۱ھ	۲۳ سے ۵۴ تک
۹	گورنمنٹ کی توجہ کے لائق۔ درکتاب شہادۃ القرآن	۲۲؍ستمبر ۱۸۹۳ء	الف سے ع تک آخر کتاب
۱۰	نور الحق حصہ دوم	۱۳۱۱ھ	۴۹ سے ۵۰ تک
۱۱	سرّ الخلافه	۱۳۱۲ھ	۱ سے ۳۷ تک
۱۲	اتمام الحجه	۱۳۱۱ھ	۲۵ سے ۲۷ تک
۱۳	حمامة البشریٰ	ایضاً	۳۹ سے ۴۲ تک
۱۴	تحفہ قیصریہ	۲۵؍مئی ۱۸۹۷ء	تمام کتاب
۱۵	ست بچن	نومبر ۱۸۹۵ء	۱۵۳ سے ۱۵۴ تک اور ٹائٹل پیج
۱۶	انجام آتھم	جنوری ۱۸۹۷ء	۲۸۳ سے ۲۸۴ تک آخر کتاب
۱۷	سراج منیر	مئی ۱۸۹۷ء	صفحہ ۴۷
۱۸	تکمیل تبلیغ معہ شرائط بیعت	۱۲؍جنوری ۱۸۸۹ء	صفحہ ۴ حاشیہ اور صفحہ ۶ شرط چہارم
۱۹	اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور عام اطلاع کے لئے	۲۷؍فروری ۱۸۹۵ء	تمام اشتہار یک طرفہ
۲۰	اشتہار دربارہ سفیر سلطان روم	۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء	۱ سے ۳ تک
۲۱	اشتہار جلسہ احباب بر جشن جوبلی بمقام قادیاں	۲۳؍جون ۱۸۹۷ء	۱ سے ۴ تک
۲۲	اشتہار جلسہ شکریہ جشن جوبلی حضرت قیصرہ دام ظلہا	۷؍جون ۱۸۹۷ء	تمام اشتہار یک ورق
۲۳	اشتہار متعلق بزرگ اخبار چودھویں والا	۲۵؍جون ۱۸۹۷ء	صفحہ ۱۰
۲۴	اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ معہ ترجمہ انگریزی	۱۰؍دسمبر ۱۸۹۴ء	تمام اشتہار ۱ سے ۷ تک

﴿۷﴾

اُن کتابوں کے دیکھنے کے بعد ہر ایک شخص اس نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے کہ جو شخص برابر اٹھارہ برس سے ایسے جوش سے کہ جس سے زیادہ ممکن نہیں گورنمنٹ انگلشیہ کی تائید میں ایسے پُرزور مضمون لکھ رہا ہے اور ان مضمونوں کو نہ صرف انگریزی عملداری میں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی شائع کر رہا ہے کیا اس کے حق میں یہ گمان ہوسکتا ہے کہ وہ اس گورنمنٹ محسنہ کا خیر خواہ نہیں؟ گورنمنٹ متوجہ ہو کر سوچے کہ یہ مسلسل کارروائی جو مسلمانوں کو **اطاعت گورنمنٹ برطانیہ** پر آمادہ کرنے کے لئے برابر اٹھارہ برس سے ہو رہی ہے اور غیر ملکوں کے لوگوں کو بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ ہم کیسے امن اور آزادی سے زیرسایہ گورنمنٹ ھٰذا زندگی بسر کرتے ہیں۔

یہ کارروائی کیوں اور کس غرض سے ہے اور غیر ملک کے لوگوں تک ایسی کتابیں اور ایسے اشتہارات کے پہنچانے سے کیا مدعا تھا؟ گورنمنٹ تحقیق کرے کہ کیا یہ سچ نہیں کہ ہزاروں مسلمانوں نے جو مجھے کافر قرار دیا اور مجھے اور میری جماعت کو جو ایک گروہ کثیر پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہے ہر ایک طور کی بدگوئی اور بداندیشی سے ایذا دینا اپنا فرض سمجھا اس تکفیر اور ایذا کا ایک مخفی سبب یہ ہے کہ ان نادان مسلمانوں کے پوشیدہ خیالات کے برخلاف دل و جان سے گورنمنٹ انگلشیہ کی شکرگذاری کے لئے ہزارہا اشتہارات شائع کئے گئے اور ایسی کتابیں بلاد عرب و شام وغیرہ تک پہنچائی گئیں؟ یہ باتیں بے ثبوت نہیں اگر گورنمنٹ توجہ فرماوے تو نہایت بدیہی ثبوت میرے پاس ہیں۔ میں زور سے کہتا ہوں اور میں دعوے سے گورنمنٹ کی خدمت میں اعلان دیتا ہوں کہ باعتبار مذہبی اصول کے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ (کا☆) اول درجہ کا وفادار اور جان نثار **یہی نیا فرقہ ہے** جس کے اصولوں میں سے کوئی اصول گورنمنٹ کے لئے خطرناک نہیں۔ ہاں اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ میں نے بہت سی مذہبی کتابیں تالیف کر کے عملی طور پر اس بات کو بھی دکھلایا ہے کہ ہم لوگ سکھوں کے عہد میں کیسے مذہبی امور میں مجبور کئے گئے اور فرائض دعوت دین اور تائید اسلام سے روکے گئے تھے۔ اور پھر اس گورنمنٹ محسنہ کے وقت میں کس قدر مذہبی آزادی بھی ہمیں حاصل ہوئی کہ ہم پادریوں کے

☆ ایڈیشن اول میں سہواً لکھنے سے رہ گیا ہے۔ (ناشر)

﴿۸﴾

مقابل پر بھی جو گورنمنٹ کی قوم میں داخل ہیں پورے زور سے اپنی حقانیت کے دلائل پیش کر سکتے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسی کتابوں کی تالیف سے جو پادریوں کے مذہب کے رد میں لکھی جاتی ہیں گورنمنٹ کے عادلانہ اصولوں کا اعلیٰ نمونہ لوگوں کو ملتا ہے۔ اور غیر ملکوں کے لوگ خاص کر اسلامی بلاد کے نیک فطرت جب ایسی کتابوں کو دیکھتے ہیں جو ہمارے ملک سے ان ملکوں میں جاتی ہیں تو ان کو اس گورنمنٹ سے نہایت اُنس پیدا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ گورنمنٹ در پردہ مسلمان ہے۔ اور اس طرح پر ہماری قلموں کے ذریعہ سے یہ گورنمنٹ ہزاروں دلوں کو فتح کرتی جاتی ہے۔

دیسی پادریوں کے نہایت **دل آزار حملے** اور **توہین آمیز کتابیں** درحقیقت ایسی تھیں کہ اگر آزادی کے ساتھ ان کی **مدافعت** نہ کی جاتی اور ان کے سخت **کلمات** کے عوض میں کسی قدر مہذبانہ سختی استعمال میں نہ آتی تو بعض جاہل جو جلد تر بدگمانی کی طرف جھک جاتے ہیں شاید یہ خیال کرتے کہ گورنمنٹ کو پادریوں کی خاص رعایت ہے۔ مگر اب ایسا خیال کوئی نہیں کر سکتا۔ اور بالمقابل کتابوں کے شائع ہونے سے وہ **اشتعال** جو پادریوں کی سخت تحریروں سے پیدا ہونا ممکن تھا اندر ہی اندر دب گیا ہے۔ اور لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ نے ہر ایک مذہب کے پیرو کو اپنے مذہب کی تائید میں عام آزادی دی ہے جس سے ہر ایک فرقہ برابر فائدہ اٹھا سکتا ہے پادریوں کی کوئی خصوصیت نہیں۔ غرض ہماری بالمقابل تحریروں سے گورنمنٹ کے پاک ارادوں اور نیک نیتی کا لوگوں کو تجربہ ہو گیا۔ اور اب ہزارہا آدمی انشراح صدر سے اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ درحقیقت یہ اعلیٰ خوبی اس گورنمنٹ کو حاصل ہے کہ اس نے مذہبی تحریرات میں پادریوں کا ذرہ پاس نہیں کیا اور اپنی رعایا کو حق **آزادی برابر طور پر** دیا ہے۔

مگر تاہم نہایت ادب سے گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں عرض ہے کہ اس قدر آزادی کا بعض دلوں پر اچھا اثر محسوس نہیں ہوتا۔ اور سخت الفاظ کی وجہ سے قوموں میں تفرقہ اور

﴿۹﴾

نفاق اور بغض بڑھتا جاتا ہے اور اخلاقی حالات پر بھی اس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ مثلاً حال میں جو اسی ۱۸۹۷ء میں پادری صاحبوں کی طرف سے مشن پریس گوجرانوالہ میں اسلام کے رد میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام یہ رکھا ہے ''**اُمّہات المؤمنین یعنی دربار مصطفائی کے اسرار**☆'' وہ ایک **تازہ زخم** مسلمانوں کے دلوں کو پہنچانے والی ہے۔ اور یہ نام ہی کافی ثبوت اس تازہ زخم کا ہے۔ اور اس میں اشتعال دہی کے طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو **گالیاں** دی ہیں اور نہایت دل آزار کلمے استعمال کئے ہیں۔ مثلاً اس کے صفحہ ۸۰ سطر ۲۱ میں یہ عبارت ہے۔ ''**ہم تو یہی کہتے ہیں کہ محمد صاحب نے خدا پر بہتان باندھا۔ زنا کیا اور اس کو حکم خدا بتلایا**''۔ ایسے کلمات کس قدر مسلمانوں کے دلوں کو دُکھائیں گے کہ ان کے بزرگ اور مقدس نبی کو صاف اور صریح لفظوں میں **زانی** ٹھہرایا۔ اور پھر دل دکھانے کے لئے ہزار کاپی اس کتاب کی مسلمانوں کی طرف مفت روانہ کی گئی ہے۔ چنانچہ آج ہی کی تاریخ جو ۱۵؍فروری ۱۸۹۸ء ہے ایک جلد مجھ کو بھی بھیج دی ہے+ حالانکہ میں نے طلب نہیں کی اور اس کتاب میں یعنی صفحہ ۵ میں لکھ بھی دیا ہے کہ ''اس کتاب کی ایک ہزار جلدیں مفت بصیغہ ڈاک ایک ہزار مسلمانوں کی نذر کرتے ہیں''۔ اب ظاہر ہے کہ جب ایک ہزار مسلمان کو خواہ نخواہ یہ کتاب بھیج کر **ان کا دل دُکھایا گیا** تو کس قدر **نقض امن** کا اندیشہ ہوسکتا ہے اور یہ پہلی تحریر ہی نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی پادری صاحبوں نے بار بار بہت سی فتنہ انگیز تحریریں شائع کی ہیں اور بے خبر مسلمانوں کو **مشتعل کرنے کے لئے** وہ کتابیں اکثر مسلمانوں میں تقسیم کی ہیں جن کا ایک ذخیرہ میرے پاس بھی موجود ہے جن میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو **بدکار۔ زانی۔ شیطان۔ ڈاکو۔ لٹیرا۔ دغاباز۔ دجّال** وغیرہ دلآزار ناموں سے یاد کیا ہے۔ اور

☆ اس کتاب کو پرسوتم داس عیسائی نے گوجرانوالہ شعلہ طُور پریس سے شائع کیا ہے۔

+ ہمارے بہت سے معزز دوستوں کے بھی اس بارے میں خطوط پہنچے ہیں کہ ان کو مفت بلا طلب یہ کتاب بھیجی گئی ہے۔

گو ہماری گورنمنٹ محسنہ اس بات سے روکتی نہیں کہ مسلمان **بالمقابل** جواب دیں لیکن اسلام کا مذہب مسلمانوں کو **اجازت نہیں دیتا** کہ وہ کسی مقبول القوم نبی کو بُرا کہیں بالخصوص **حضرت عیسیٰ علیہ السلام** کی نسبت جو پاک اعتقاد عام مسلمان رکھتے ہیں اور جس قدر محبتؔ اور تعظیم سے ان کو دیکھتے ہیں وہ ہماری گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں۔ میرے نزدیک ایسی فتنہ انگیز تحریروں کے روکنے کے لئے بہتر طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ عالیہ یا تو یہ تدبیر کرے کہ ہر ایک فریق مخالف کو ہدایت فرماوے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے اور صرف ان کتابوں کی بنا پر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مسلّم اور مقبول ہوں۔ اور اعتراض بھی وہ کرے جو **اپنی مسلم کتابوں پر وارد نہ ہو سکے**۔ اور اگر گورنمنٹ عالیہ یہ نہیں کر سکتی تو یہ تدبیر عمل میں لاوے کہ **یہ قانون** صادر فرماوے کہ ہر **ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اور دوسرے فریق پر ہرگز حملہ نہ کرے**۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ ایسا ہو۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ قوموں میں صلح کاری پھیلانے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں کہ کچھ عرصہ کے لئے مخالفانہ حملے روک دیئے جائیں۔ ہر ایک شخص صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسرے کا ذکر زبان پر نہ لاوے۔ اگر گورنمنٹ عالیہ میری **اس درخواست** کو منظور کرے تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ چند سال میں تمام قوموں کے کینے دور ہو جائیں گے اور بجائے بغض محبت پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ کسی دوسرے قانون سے اگرچہ مجرموں سے تمام جیل خانے بھر جائیں مگر اس قانون کا ان کی اخلاقی حالت پر نہایت ہی کم اثر پڑے گا۔

﴿۱۰﴾

(۳) تیسرا امر جو قابل گذارش ہے یہ ہے کہ میں گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ فرقہ جدیدہ جو برٹش انڈیا کے اکثر مقامات میں پھیل گیا ہے جس کا میں پیشوا اور امام ہوں **گورنمنٹ کے لئے ہرگز خطرناک نہیں ہے** اور اس کے اصول ایسے پاک اور صاف اور امن بخش اور صلح کاری کے ہیں کہ تمام اسلام کے موجودہ فرقوں میں اس کی نظیر گورنمنٹ کو نہیں ملے گی۔ جو ہدایتیں اس فرقہ کے لئے میں نے مرتّب کی ہیں جن کو میں نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر اور چھاپ کر ہر ایک مرید کو دیا ہے کہ

اُن کو اپنا دستور العمل رکھے وہ ہدایتیں میرے اس رسالہ میں مندرج ہیں جو ۱۲؍ جنوری ۱۸۸۹ء میں چھپ کر عام مریدوں میں شائع ہوا ہے جس کا نام **تکمیل تبلیغ مع شرائط بیعت**☆ ہے جس کی ایک کاپی اُسی زمانہ میں گورنمنٹ میں بھی بھیجی گئی تھی۔ ان ہدایتوں کو پڑھ کر اور ایسا ہی دوسری ہدایتوں کو دیکھ کر جو وقتاً فوقتاً چھپ کر مریدوں میں شائع ہوتی ہیں۔ گورنمنٹ کو معلوم ہوگا کہ کیسے امن بخش اصولوں کی اس جماعت کو تعلیم دی جاتی ہے اور کس طرح ان کو بار بار تاکیدیں کی گئی ہیں کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کے سچے خیر خواہ اور مطیع رہیں اور تمام بنی نوع کے ساتھ بلا امتیاز مذہب وملّت کے انصاف اور رحم اور ہمدردی سے پیش آویں۔ یہ سچ ہے کہ میں کسی ایسے مہدی ہاشمی قرشی **خونی** کا قائل نہیں ہوں جو دوسرے مسلمانوں کے اعتقاد میں بنی فاطمہ میں سے ہوگا اور زمین کو کفّار کے خون سے بھر دے گا۔ میں ایسی حدیثوں کو **صحیح نہیں سمجھتا** اور محض ذخیرہ موضوعات جانتا ہوں۔ ہاں میں اپنے نفس کے لئے اس مسیح موعود کا اِدّعا کرتا ہوں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح **غربت** کے ساتھ زندگی بسر کرے گا اور **لڑائیوں** اور جنگوں سے بے زار ہوگا۔ اور نرمی اور صلح کاری اور امن کے ساتھ قوموں کو اُس سچے ذوالجلال خدا کا چہرہ دکھائے گا جو اکثر قوموں سے چھپ گیا ہے۔ میرے اصولوں اور اعتقادوں اور ہدایتوں میں کوئی امر جنگجوئی اور فساد کا نہیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔ میں بار بار اعلان دے چکا ہوں کہ میرے بڑے اصول پانچ ہیں۔

﴿۱۱﴾

☆ ان شرائط میں سے چند شرطوں کی یہاں نقل کی جاتی ہے۔ **شرط دوم** یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور **بغاوت** کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔ **شرط چہارم**۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصًا اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔ **شرط نہم** یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک اور ہر ایک مَنقصت موت اور بیماری اور لاچاری اور درد اور دکھ اور دوسری نالائق صفات سے پاک سمجھنا۔ **دوسرے** یہ کہ خدا تعالیٰ کے سلسلہ نبوت کا خاتم اور آخری شریعت لانے والا اور **نجات کی حقیقی راہ بتلانے والا** حضرت سیّدنا و مولانا **محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین رکھنا۔ **تیسرے** یہ کہ دین اسلام کی دعوت محض دلائل عقلیہ اور آسمانی نشانوں سے کرنا۔ اور خیالات غازیانہ☆ اور جہاد اور جنگجوئی کو اس زمانہ کے لئے قطعی طور پر **حرام** اور **ممتنع** سمجھنا۔ اور ایسے خیالات کے پابند کو صریح غلطی پر قرار دینا۔ **چوتھے** یہ کہ اس **گورنمنٹ مُحسِنہ** کی نسبت جس کے ہم زیر سایہ ہیں یعنی گورنمنٹ انگلشیہ کوئی مفسدانہ خیالات دل میں نہ لانا۔ اور خلوص دل سے اس کی **اطاعت** میں مشغول رہنا۔ **پانچویں** یہ کہ **بنی نوع سے ہمدردی کرنا** اور حتّی الوسع ہر ایک شخص کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کے لئے کوشش کرتے رہنا۔ اور امن اور صلح کاری کا مؤید ہونا اور نیک اخلاق کو دنیا میں پھیلانا۔ یہ پانچ اصول ہیں جن کی اس جماعت کو تعلیم دی جاتی ہے۔ اور میری جماعت جیسا کہ میں آگے بیان کروں گا جاہلوں اور وحشیوں کی جماعت نہیں ہے بلکہ اکثر ان میں سے اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اور علوم مروّجہ کے حاصل کرنے والے اور سرکاری معزز عہدوں پر افراز ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے چال چلن اور اخلاق فاضلہ میں بڑی ترقی کی ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ **تجربہ کے وقت** سرکار انگریزی ان کو **اول درجہ کے خیرخواہ** پائے گی۔ ﴿۱۲﴾

(۴) چوتھی گذارش یہ ہے کہ جس قدر لوگ میری جماعت میں داخل ہیں اکثر ان میں سے سرکار انگریزی کے معزز عہدوں پر ممتاز اور یا اس ملک کے نیک نام رئیس اور ان کے

☆ اِس جہاد کے برخلاف نہایت سرگرمی سے میرے پیرو فاضل مولویوں نے ہزاروں آدمیوں میں تعلیم کی ہے اور کر رہے ہیں جس کا بہت بڑا اثر ہوا ہے۔ منہ

خدام اور احباب اور یا تاجر اور یا وکلاء اور یا نو تعلیم یافتہ انگریزی خوان اور یا ایسے نیک نام علماء اور فضلاء اور دیگر شرفاء ہیں جو کسی وقت سرکار انگریزی کی نوکری کر چکے ہیں یا اب نوکری پر ہیں یا ان کے اقارب اور رشتہ دار اور دوست ہیں۔ جو اپنے بزرگ مخدوموں سے اثر پذیر ہیں اور یا سجّادہ نشینان غریب طبع۔ غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ اور مورد مراحم گورنمنٹ ہیں۔ اور یا وہ لوگ جو میرے اقارب یا خدام میں سے ہیں ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد علماء کی ہے جنہوں نے میری اتباع میں اپنے وعظوں سے ہزاروں دلوں میں گورنمنٹ کے احسانات جما دیئے ہیں اور میں مناسب دیکھتا ہوں کہ ان میں سے اپنے چند مریدوں کے نام بطور نمونہ آپ کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھ دوں۔

(۵) میرا اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ اگرچہ میں ان خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاص اور جوش وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لئے کی ہیں **عنایت خاص کا مستحق ہوں**۔ لیکن یہ سب امور گورنمنٹ عالیہ کی توجہات پر چھوڑ کر بالفعل **ضروری استغاثہ یہ ہے** کہ مجھے متواتر اس بات کی خبر ملی ہے کہ بعض حاسد بداندیش جو بوجہ اختلاف عقیدہ یا کسی اور وجہ سے مجھ سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں یا جو میرے دوستوں کے دشمن ہیں میری نسبت اور میرے دوستوں کی نسبت **خلافِ واقعہ** امور گورنمنٹ کے معزز حکام تک پہنچاتے ہیں اس لئے اندیشہ ہے کہ ان کی ہر روز کی مفتریانہ کارروائیوں سے گورنمنٹ عالیہ کے دل میں بدگمانی پیدا ہو کر وہ **تمام جانفشانیاں** پچاس سالہ میرے والد مرحوم میرزا غلام مرتضیٰ اور میرے حقیقی بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی جن کا تذکرہ سرکاری چٹھیات اور سر لیپل گرفن کی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور نیز میری قلم کی وہ خدمات جو

﴿۱۳﴾

میری اٹھارہ سال کی تالیفات سے ظاہر ہیں۔ سب کی سب **ضائع اور برباد نہ جائیں** اور خدانخواستہ سرکار انگریزی اپنے ایک **قدیم وفادار** اور خیر خواہ خاندان کی نسبت کوئی **تکدّر خاطر** اپنے دل میں پیدا کرے۔ اس بات کا علاج تو غیر ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کیا جائے جو اختلاف مذہبی کی وجہ سے یا نفسانی حسد اور بغض اور کسی ذاتی غرض کے سبب سے **جھوٹی مخبری** پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں صرف یہ **التماس ہے** کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس[۵۰] برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار **جان نثار** خاندان **ثابت** کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حُکّام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی **چٹھیات** میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گذار ہیں۔ **اس خود کاشتہ پودہ** کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک **خاص عنایت** اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور **جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔ لہٰذا ہمارا حق ہے** کہ ہم خدمات گذشتہ کے لحاظ سے سرکار دولت مدار کی **پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں** تا ہر ایک شخص بے وجہ ہماری آبروریزی کے لئے دلیری نہ کر سکے۔ اب کسی قدر اپنی جماعت کے نام ذیل میں لکھتا ہوں:۔

﴿۱۴﴾

۱	خانؔ صاحب نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ جن کے خاندان کی خدمات گورنمنٹ عالیہ کو معلوم ہیں۔
۲	مولوی سید محمد عسکری خان صاحب رئیس کڑا ضلع الہ آباد پنشنر ڈپٹی کلکٹر و نائب مدار المہام ریاست بھوپال جن کی نمایاں خدمات پر سرکار سے لقب عطا ہوا۔ اور چٹھیات خوشنودی ملیں۔
۳	مرزا خدا بخش صاحب اتالیق پی سابق مترجم چیف کورٹ پنجاب حال تحصیلدار علاقہ نواب محمد علی خاں صاحب ریاست مالیر کوٹلہ
۴	منشی نبی بخش صاحب سب ہیڈ دفتر اگزیمینر ریلوے لاہور
۵	بابو عبد الرحمٰن صاحب کلرک دفتر لوکو محکمہ ریلوے لاہور
۶	مولوی سید تفضّل حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر علی گڑھ ضلع فرخ آباد
۷	میاں چراغ الدین صاحب پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ پنجاب و رئیس لاہور

نمبر	نام
۸	قاضی غلام مرتضیٰ صاحب پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ مظفر گڑھ
۹	منشی عبدالعزیز صاحب ملازم محکمہ بندوبست ضلع گورداسپور
۱۰	ڈاکٹر سید منصب علی صاحب پنشنر الہ آباد
۱۱	منشی حمید الدین صاحب ملازم محکمہ پولیس ضلع لودیانہ
۱۲	منشی تاج الدین صاحب اکونٹنٹ محکمہ ریلوے لاہور
۱۳	بابو محمد صاحب ہیڈ کلرک دفتر سپرنٹنڈنگ انجینئر محکمہ انہار انبالہ
۱۴	ڈاکٹر بوڑے خان صاحب ایل ایم ایس انچارج شفاخانہ قصور
۱۵	محمد افضل خان صاحب
۱۶	گامے خان صاحب
۱۷	امام بخش خان صاحب
۱۸	خواجہ جمال الدین صاحب بی اے پرنسپل سری رنبیر کالج جموں
۱۹	ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ایل ایم ایس متعینہ خدمات خاص بندر عباس ملک ایران
۲۰	ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب ایم بی اسسٹنٹ سول سرجن ریاست پٹیالہ
۲۱	ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب ایل ایم ایس سول سرجن چکراتہ متعینہ خدمات خاص
۲۲	ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب متعینہ خدمات خاص مشرقی افریقہ
۲۳	منشی محمد علی صاحب صوفی ملازم دفتر ریلوے لاہور
۲۴	ماسٹر غلام محمد صاحب بی اے سیالکوٹ
۲۵	منشی قائم الدین صاحب بی اے سیالکوٹ
۲۶	منشی محمد اسماعیل صاحب نقشہ نویس کالکا ریلوے
۲۷	قاضی یوسف علی صاحب ملازم پولیس ریاست جیند
۲۸	میاں محمد خاں صاحب ملازم ریاست کپورتھلہ
۲۹	منشی فیاض علی صاحب محرر ریاست ؍؍
۳۰	منشی گوہر علی صاحب سب پوسٹماسٹر جالندھر
۳۱	ڈاکٹر عبدالشکور صاحب سرسہ

نمبر	نام
۳۲	مولوی محمد علی صاحب ایم اے پروفیسر اورینٹل کالج لاہور
۳۳	سید خصیلت علی شاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر ضلع گوجرانوالہ
۳۴	میاں محمد نواب خاں صاحب تحصیلدار جہلم
۳۵	میاں عبداللہ صاحب پٹواری ریاست پٹیالہ
۳۶	سید امیر علی شاہ صاحب ملازم پولیس سیالکوٹ
۳۷	سید ناصر شاہ صاحب سب اوورسیر کشمیر
۳۸	پیرزادہ قمر الدین صاحب تحصیلدار راولپنڈی
۳۹	سید عبدالہادی صاحب سب اوورسیر ملٹری ورکس سولن
۴۰	ماسٹر قادر بخش صاحب مدرس لودیانہ
۴۱	منشی عزیز اللہ صاحب پوسٹماسٹر نادون ضلع کانگڑہ
۴۲	سید رمضان علی صاحب پنشنر ڈپٹی انسپکٹر پولیس الہ آباد
۴۳	منشی گلاب دین صاحب مدرس رہتاس ضلع جہلم
۴۴	منشی محمد نصیر الدین صاحب پیشکار ریونیو بورڈ ریاست حیدرآباد دکن
۴۵	چودھری نبی بخش صاحب سارجنٹ پولیس سیالکوٹ
۴۶	حافظ محمد اسحاق صاحب اوورسیر یوگنڈا ریلوے
۴۷	منشی احمد الدین صاحب نقشہ نویس ملٹری آفس پشاور
۴۸	محمد الدین صاحب ملازم پولیس سیالکوٹ
۴۹	بابو غلام محمد صاحب سٹیشنری کلارک ریلوے آفس لاہور
۵۰	منشی عطا محمد صاحب سب اوورسیر فیلڈ فوسٹ فرانٹیر
۵۱	بابو غلام محی الدین صاحب گڈز کلرک پھلور
۵۲	بابو نور احمد صاحب سٹیشن ماسٹر ٹاٹے پور
۵۳	منشی نور الدین صاحب ڈرافٹسمین گوجرانوالہ
۵۴	بابو چراغ دین صاحب سٹیشن ماسٹر لیہ
۵۵	مرزا غلام رسول صاحب ٹیلیگراف آفس کراچی
۵۶	مرزا امین بیگ صاحب سوار ریاست جے پور

۵۷ منشی عبدالرحمٰن صاحب ملازم ریاست کپورتھلہ
۵۸ مرزا اکبر بیگ سارجنٹ درجہ اول حصار
۵۹ سید جیون علی صاحب اکونٹنٹ محکمہ پولیس الہ آباد
۶۰ سید فرزند علی صاحب ملازم پولیس الہ آباد
۶۱ سید دلدار علی صاحب اکونٹنٹ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس الہ آباد
۶۲ میاں عبدالقادر خان صاحب مدرس ضلع لودیانہ
۶۳ مرزا نیاز بیگ صاحب پنشنر ضلع دار رئیس کلانور
۶۴ مولوی سلطان محمود صاحب اکونٹنٹ میلا پور مدراس
۶۵ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ملازم دفتر ضلع جھنگ
۶۶ منشی مولا بخش صاحب کلارک ریلوے لاہور
۶۷ بابو محمد افضل صاحب کلرک ممباسہ یوگنڈا ریلوے
۶۸ منشی روشن دین صاحب سٹیشن ماسٹر ڈنڈوت جہلم
۶۹ میاں کریم اللہ صاحب سارجنٹ پولیس جہلم
۷۰ حبیب اللہ صاحب مرحوم محافظ دفتر پولیس جہلم
۷۱ حافظ فضل احمد صاحب اگزیمینر آفس لاہور
۷۲ منشی اروڑا صاحب نقشہ نویس مجسٹریٹی ریاست کپورتھلہ
۷۳ مولوی وزیر الدین صاحب مدرس کانگڑہ
۷۴ منشی نواب الدین صاحب ہیڈ ماسٹر دینانگر
۷۵ منشی شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر دینا ضلع جہلم
۷۶ مولوی احمد جان صاحب مدرس گوجرانوالہ
۷۷ منشی فتح محمد صاحب بزدار اسسٹنٹ پوسٹماسٹر ڈیرہ اسماعیل خاں
۷۸ میر ذوالفقار علی صاحب ضلعدار نہر سنگرور
۷۹ منشی وزیر خان صاحب سب اوورسیر بلب گڈھ
۸۰ منشی گلاب خاں صاحب سب اوورسیر ملٹری ورکس
۸۱ صادق حسین صاحب وکیل مرحوم اٹاوہ
۸۲ مولوی عزیز بخش صاحب بی اے ریکارڈ کیپر ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں
۸۳ ڈاکٹر فیض قادر صاحب ویٹرنیری اسسٹنٹ ریاست کپورتھلہ
۸۴ مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر مہندر کالج ریاست پٹیالہ
۸۵ مولوی مرزا صادق علی بیگ صاحب معتمد مصارف ریاست حیدرآباد دکن و استاد مدارالمہام صاحب بہادر ریاست مذکور
۸۶ مولوی محمد صادق صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل ملازم ہائی سکول جموں
۸۷ منشی غلام محمد صاحب دفتر پولیٹیکل ایجنٹ گلگت
۸۸ ڈاکٹر رحمت علی صاحب ممباسہ یوگنڈا ریلوے
۸۹ شیخ محمد اسماعیل صاحب نقشہ نویس محکمہ ریلوے دہلی
۹۰ شیخ فتح محمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر کشتواڑ
۹۱ مولوی صفدر علی صاحب مہتمم محکمہ تعمیرات ریاست حیدرآباد دکن
۹۲ حافظ محمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریاست جموں
۹۳ شیخ عبدالرحمٰن صاحب بی اے مترجم ڈویژنل کورٹ ملتان
۹۴ مولوی ابوعبدالعزیز محمد صاحب دفتر پنجاب یونیورسٹی
۹۵ ڈاکٹر ظہور اللہ احمد صاحب سول سرجن ریاست حیدرآباد دکن
۹۶ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ہوس سرجن ہسپتال
۹۷ منشی غلام حیدر صاحب ڈپٹی انسپکٹر نارووال ضلع سیالکوٹ
۹۸ منشی جلال الدین صاحب پنشنر میر منشی رجمنٹ نمبر ۱۲
۹۹ مولوی غلام علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بندوبست
۱۰۰ شیخ عبدالرحیم صاحب سابق لیس دفعدار رسالہ نمبر ۱۲

۱۰۱	سید میر ناصر نواب صاحب پنشنر نقشہ نویس
۱۰۲	سید حامد شاہ صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ دفتر ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ۔
۱۰۳	چودھری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر دہلی
۱۰۴	ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب نائب سپرنٹنڈنٹ لیونٹک اسائیلم لاہور
۱۰۵	ڈاکٹر محبوب علی صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ
۱۰۶	منشی اللہ داد صاحب کلرک دفتر رجسٹرار چھاؤنی شاہ پور
۱۰۷	بابو محمد عظیم صاحب کلرک دفتر ریلوے لاہور
۱۰۸	منشی زین الدین محمد ابراہیم صاحب انجینئر بمبئی
۱۰۹	بابو علی احمد صاحب ریلوے آفس لاہور
۱۱۰	منشی محمد الدین صاحب پٹواری بلانی تحصیل کھاریاں
۱۱۱	میاں مولا داد صاحب سرویر ریلوے
۱۱۲	مولوی سید محمد احسن صاحب سابق منشی واسریگل باڈی گارڈ و مہتمم مصارف ریاست بھوپال رئیس امروہہ
۱۱۳	منشی عطا محمد صاحب سب اوورسیر میونسپل کمیٹی سیالکوٹ
۱۱۴	میاں جان محمد صاحب مرحوم قادیاں
۱۱۵	منشی محمد سعید صاحب ٹیلیگراف ماسٹر از خاندان حکماء شاہی
۱۱۶	حکیم محمد حسین صاحب کوچہ کندیگران لاہور
۱۱۷	حکیم محمد حسین صاحب بھاٹی دروازہ لاہور
۱۱۸	میر مردان علی صاحب مہتمم دفتر اکونٹنٹ جنرل ریاست حیدرآباد
۱۱۹	منشی عبدالعزیز صاحب محافظ دفتر نہر جمن غربی دہلی
۱۲۰	بابو مہتاب الدین صاحب ریلیونگ سٹیشن ماسٹر نارتھ ویسٹرن ریلوے۔
۱۲۱	مولوی فتح محمد صاحب اول مدرس مدرسہ خانقاہ ڈوگراں

۱۲۲	منشی محمد یوسف صاحب نائب تحصیلدار کوہاٹ
۱۲۳	منشی رجب علی صاحب پنشنر ساکن جھونسی کہنہ الہ آباد
۱۲۴	منشی قادر علی صاحب کلرک مدراس
۱۲۵	منشی سراج الدین صاحب ترمل کھیڑی کلرک مدراس
۱۲۶	مولوی عبدالقادر صاحب مدرس جمال پور لودیانہ
۱۲۷	شیخ کرم الٰہی صاحب کلرک ریلوے پٹیالہ
۱۲۸	منشی امانت خان صاحب نادون کانگڑہ
۱۲۹	مولوی عنایت اللہ صاحب مدرس مانانوالہ
۱۳۰	خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر
۱۳۱	منشی صادق حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ
۱۳۲	مولوی ابوالحمید صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن
۱۳۳	مولوی سید محمد رضوی صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن
۱۳۴	محمد یعقوب صاحب معلم یورپین ڈیرہ دون
۱۳۵	مرزا افضل بیگ صاحب مختار عدالت قصور ضلع لاہور
۱۳۶	منشی محمد الدین صاحب اپیل نویس سیالکوٹ
۱۳۷	منشی ظفر احمد صاحب اپیل نویس کپورتھلہ
۱۳۸	سید مولوی ظہور علی صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن
۱۳۹	چودھری شہاب الدین صاحب بی اے۔ ایل ایل بی کلاس لاہور
۱۴۰	مولوی محمد اسماعیل صاحب وکیل فتح گڑھ ضلع فرخ آباد
۱۴۱	سردار محمد جلال الدین خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ گوجرانوالہ
۱۴۲	مولوی غلام حسین صاحب سب رجسٹرار پشاور
۱۴۳	راجہ پایندہ خان صاحب رئیس دارا پور ضلع جہلم
۱۴۴	میاں سراج الدین صاحب رئیس کوٹ سراج الدین گوجرانوالہ

﴾۱۵﴿

نمبر	نام
۱۴۵	سردار محمد باقر خان صاحب قزلباش خلف الصدق سردار محمد اکبر خان صاحب مرحوم سابق تحصیلدار کانگڑہ
۱۴۶	راجہ عبداللہ خان صاحب رئیس ہریانہ برادر محمد نواب خان صاحب تحصیلدار جہلم
۱۴۷	میاں معراج الدین صاحب رئیس لاہور از خاندان میاں محمد سلطان صاحب مرحوم رئیس اعظم لاہور
۱۴۸	مفتی محمد صادق صاحب رئیس بھیرہ
۱۴۹	مرزا محمد یوسف بیگ صاحب رئیس سامانہ پٹیالہ
۱۵۰	مولوی حکیم نورالدین صاحب رئیس بھیرہ سابق طبیب شاہی ریاست جموں وکشمیر
۱۵۱	نواب سراج الدین صاحب از خاندان ریاست لوہارو
۱۵۲	سردار عبدالعزیز خاں صاحب قزلباش خلف الرشید جرنیل عبدالرحمٰن خان صاحب قزلباش ملازم سردار ایوب خان صاحب
۱۵۳	راجہ عطاء اللہ خان صاحب رئیس یاڑی پور کشمیر
۱۵۴	مفتی فضل الرحمٰن صاحب رئیس بھیرہ
۱۵۵	صاحبزادہ سراج الحق صاحب جمالی نعمانی رئیس سرساوہ
۱۵۶	حافظ فتح الدین صاحب نمبردار مرار ریاست کپورتھلہ
۱۵۷	میاں شرف الدین صاحب نمبردار کوٹلہ فقیر ضلع جہلم
۱۵۸	میاں محمد خان صاحب نمبردار جستروال ضلع امرتسر
۱۵۹	مخدوم محمد صدیق صاحب رئیس ضلع شاہ پور
۱۶۰	سید محمد انوار حسین خان صاحب رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی
۱۶۱	حاجی حافظ مولوی فضل الدین صاحب رئیس بھیرہ وتاجر
۱۶۲	حکیم سیّد حسام الدین صاحب رئیس سیالکوٹ
۱۶۳	منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور۔ کپورتھلہ
۱۶۴	مرزا رسول بیگ صاحب رئیس کلانور
۱۶۵	حکیم فضل الٰہی صاحب رئیس کوٹ بھوانیداس
۱۶۶	چودھری نبی بخش صاحب رئیس بٹالہ
۱۶۷	شہزادہ عبدالمجید خاں صاحب لودیانہ
۱۶۸	مولوی برہان الدین صاحب گھکھڑ جہلم
۱۶۹	میاں غلام دستگیر صاحب سلوتری میلاپور مدراس
۱۷۰	مولوی عبدالکریم صاحب خلف الرشید میاں محمد سلطان صاحب میونسپل کمشنر لودیانہ
۱۷۱	منشی قمرالدین صاحب مدرس آریہ سکول لدھیانہ
۱۷۲	منشی رحیم بخش صاحب میونسپل کمشنر لودیانہ
۱۷۳	پیرجی خدابخش صاحب مرحوم تاجر ڈیرہ دون
۱۷۴	شیخ چراغ علی صاحب نمبردار تھہ غلام نبی گورداسپور
۱۷۵	مرزا ایوب بیگ صاحب خلف الرشید مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس کلانور
۱۷۶	شیر محمد خاں صاحب رئیس بھکر محمڈن کالج علی گڑھ
۱۷۷	حافظ عبدالعلی صاحب محمڈن کالج علی گڑھ
۱۷۸	مولوی محمود حسن خان صاحب مدرس پٹیالہ
۱۷۹	منشی عبدالرحمٰن صاحب سنوری پٹواری پٹیالہ
۱۸۰	شیخ رحمت اللہ صاحب جنرل مرچنٹ مالک بمبئی ہوس لاہور
۱۸۱	حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب حاجی اللہ رکھا ساجن کمپنی مدراس
۱۸۲	خلیفہ رجب الدین صاحب تاجر لاہور
۱۸۳	چودھری محمد سلطان صاحب تاجر ومیونسپل کمشنر سیالکوٹ
۱۸۴	سیٹھ صالح محمد صاحب تاجر مدراس
۱۸۵	میاں محمد اکبر صاحب ٹھیکیدار چوب بٹالہ
۱۸۶	سیٹھ اسماعیل آدم صاحب امبریلا مرچنٹ بمبئی
۱۸۷	میاں نبی بخش صاحب تاجر پشمینہ ورفوگر امرتسر
۱۸۸	سیٹھ اسحاق حاجی محمد صاحب تاجر مدراس
۱۸۹	قاضی خواجہ علی صاحب ٹھیکہ دار شکرم لدھیانہ

۱۹۰	منشی محمد جان صاحب تاجر وزیر آباد	۲۱۱	احمد دین و محمد بخش تاجران ملتان
۱۹۱	سیٹھ وال جی لال جی صاحب جنرل مرچنٹ مدراس	۲۱۲	میاں قطب الدین صاحب مس گر امرتسر
۱۹۲	سیٹھ موسیٰ صاحب جنرل مرچنٹ اینڈ کمیشن ایجنٹ	۲۱۳	تاج محمد خاں صاحب کلرک میونسپل کمیٹی لودیانہ
۱۹۳	جمال الدین و امام الدین و خیر الدین تاجران سیکھواں	۲۱۴	میاں چراغ الدین صاحب ٹھیکہ دار گجرات
۱۹۴	شیخ کرم الٰہی صاحب ایجنٹ شیخ محمد رفیع برادر جنرل مرچنٹ لاہور۔	۲۱۵	منشی عطا محمد صاحب تاجر و اسٹامپ فروش چنیوٹ
		۲۱۶	میاں عبد الخالق صاحب دوکاندار امرتسر
۱۹۵	حاجی مہدی بغدادی صاحب انڈیگو مرچنٹ مدراس	۲۱۷	میاں محمد امین صاحب تاجر کتب جہلم
۱۹۶	خواجہ عزیز الدین صاحب تاجر لاہور	۲۱۸	شیخ غلام نبی صاحب تاجر راولپنڈی
۱۹۷	سیٹھ احمد عبد الرحمٰن صاحب فرم آف ساجن کمپنی مدراس	۲۱۹	منشی محمد ابراہیم صاحب تاجر گبرون لدھیانہ
		۲۲۰	سیٹھ محمد یوسف صاحب حاجی اللہ رکھا مدراس
۱۹۸	خواجہ غلام محی الدین صاحب سوداگر پشمینہ کلکتہ کولوٹولہ	۲۲۱	ڈاکٹر نور محمد صاحب پروپرائٹر شفاخانہ و ایڈیٹر رسالہ ہمدرد صحت لاہور
۱۹۹	شیخ نور احمد صاحب سوداگر چرم مدراس	۲۲۲	مولوی حکیم نور محمد صاحب مالک شفاخانہ نوری رئیس موکل ضلع لاہور
۲۰۰	شیخ مولا بخش صاحب سوداگر چرم ڈنگہ		
۲۰۱	خلیفہ نور الدین صاحب تاجر جموں	۲۲۳	شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم قادیاں
۲۰۲	میاں جیون بٹ صاحب سوداگر پشمینہ امرتسر	۲۲۴	مولوی عبد الحق صاحب ایڈیٹر نسیم صبا بنگلور
۲۰۳	میاں محمد اسماعیل صاحب سوداگر پشمینہ امرتسر	۲۲۵	شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ریاض ہند امرتسر
۲۰۴	سید فضل شاہ صاحب ٹھیکہ دار دومیل سڑک کشمیر	۲۲۶	مولوی قطب الدین صاحب واعظ اسلام بدوملی
۲۰۵	میاں محمد عمر صاحب تاجر و رئیس شوپیاں کشمیر	۲۲۷	مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب چھاؤنی سیالکوٹ
۲۰۶	ڈاکٹر مراد بخش صاحب پروپرائیٹر نیو میڈیکل ہال کمرشیل بلڈنگ لاہور	۲۲۸	حکیم مولوی سید حبیب شاہ صاحب خوشاب
۲۰۷	میاں سلطان بخش صاحب تاجر و روب میکر پنجاب یونیورسٹی کمرشیل بلڈنگ لاہور	۲۲۹	صاحبزادہ افتخار احمد صاحب لودیانہ خلف الرشید اخویم حضرت منشی حاجی احمد جان صاحب مرحوم
۲۰۸	میاں امام الدین صاحب پروپرائٹر و تاجر	۲۳۰	صاحبزادہ منظور محمد صاحب سابق اہلمد پولیس دفتر کونسل جموں
۲۰۹	سیٹھ علی محمد صاحب حاجی اللہ رکھا جنرل مرچنٹ بنگلور	۲۳۱	قاضی زین العابدین صاحب خانپور ریاست پٹیالہ
۲۱۰	میاں محمد دین صاحب تاجر و پروپرائٹر شومیکنگ جموں	۲۳۲	شاہ رکن الدین احمد صاحب سجادہ نشین کڑہ ضلع الہ آباد

﴿۱۶﴾

نمبر	نام
۲۳۳	مولوی عبد الرحیم صاحب بنگلور
۲۳۴	مولوی عبد الحکیم صاحب دہاروار علاقہ بمبئی
۲۳۵	مولوی غلام امام صاحب عزیز الواعظین منی پور آسام
۲۳۶	رحمٰن شاہ صاحب ناگپور ضلع چاندہ
۲۳۷	حاجی عبد الرحمٰن صاحب مرحوم لودیانہ
۲۳۸	مولوی محمد حسین صاحب ریاست کپورتھلہ
۲۳۹	شیخ مولوی فضل حسین صاحب احمد آبادی جہلم
۲۴۰	قاضی محمد یوسف صاحب قاضی کوٹ گوجرانوالہ
۲۴۱	حافظ عبد الرحمٰن صاحب وکیل مدرسہ انور الرحمٰن ملتان ساکن بٹالہ
؍؍	مولوی رحیم اللہ صاحب مرحوم لاہور
۲۴۲	مستری حاجی عصمت اللہ صاحب لودیانہ
۲۴۳	حاجی محمد امیر خان صاحب مہتمم گاڑی شکرم سہارنپور
۲۴۴	مولوی محمد افضل صاحب ساکن گملہ ضلع گجرات
۲۴۵	مولوی محمد اکرم صاحب فرزند رشید ایضاً
۲۴۶	مولوی خان ملک صاحب موضع کھیوال ضلع جہلم
۲۴۷	مولوی عبد الرحمٰن صاحب خلف الرشید ایضاً
۲۴۸	سید احمد علی شاہ صاحب سفید پوش ضلع سیالکوٹ
۲۴۹	سید احمد حسین صاحب طبیب گوالیار
۲۵۰	حکیم محمد حسین صاحب طبیب ریاست گوالیار
۲۵۱	بابو نور الدین صاحب نقشہ نویس پبلک ورکس گوجرانوالہ
۲۵۲	شیخ ہدایت اللہ صاحب تاجر پشاور
۲۵۳	میاں فضل الٰہی صاحب نمبردار فیض اللہ چک گورداسپور
۲۵۴	احمد علی صاحب نمبردار وزیر چک ؍؍
۲۵۵	مولوی غلام مصطفیٰ صاحب پروپرائٹر شعلہ نور پریس بٹالہ

نمبر	نام
۲۵۶	شیخ حامد علی زمیندار تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور
۲۵۷	مولوی محمد فضل صاحب چنگوی ضلع راولپنڈی
۲۵۸	ڈاکٹر فیض احمد صاحب ویکسی نیٹر ضلع ہزارہ
۲۵۹	حافظ علاء الدین صاحب کامل پور راولپنڈی
۲۶۰	میاں غلام حسین صاحب رہتاسی قادیاں
۲۶۱	مولوی عبد القادر صاحب لودیانہ
۲۶۲	حکیم محمد حسین صاحب مدرس اسلامیہ سکول راولپنڈی
۲۶۳	خوشحال خاں صاحب رئیس باریکاب ضلع راولپنڈی
۲۶۴	منشی خادم حسین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ؍؍
۲۶۵	قاضی غلام حسین صاحب کلرک دفتر اگیزیمنر ریلوے لاہور
۲۶۶	حافظ حکیم قادر بخش صاحب احمد آباد ضلع جہلم
۲۶۷	میاں قطب الدین صاحب ساکن کوٹلہ فقیر جہلم
۲۶۸	قاضی عبد الوہاب خان صاحب نائب قاضی ضلع بلاسپور ممالک متوسط
۲۶۹	حافظ حاجی احمد اللہ خاں صاحب مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام قادیاں
۲۷۰	غلام محی الدین صاحب عرضی نویس جہلم
۲۷۱	عبد الرحمٰن پٹواری سنام ریاست پٹیالہ
۲۷۲	منشی ہاشم علی برنالہ ؍؍
۲۷۳	عبد الحق صاحب ٹیچر بٹالہ
۲۷۴	منشی کرم الٰہی صاحب مدرس نصرت اسلام لاہور
۲۷۵	خطیب نعمت علی صاحب اپیل نویس بٹالہ
۲۷۶	میاں کرم الٰہی صاحب کنسٹبل پولیس لودیانہ
۲۷۷	منشی امام الدین صاحب پٹواری لوچپ
۲۷۸	منشی رحیم الدین صاحب حبیب والہ ضلع بجنور
۲۷۹	امام الدین صاحب کمپونڈر شفاخانہ لالہ موسیٰ

نمبر	نام
۲۸۰	شیخ عبداللہ دیوان چند ناظم شفاخانہ حمایت اسلام لاہور
۲۸۱	حافظ نور محمد صاحب فیض اللہ چک گورداسپور
۲۸۲	حافظ غلام محی الدین صاحب بھیروی قادیاں
۲۸۳	مسیح اللہ خاں صاحب ملازم اگز کٹو انجینئر صاحب ملتان
۲۸۴	مولوی سردار محمد صاحب برادر زادہ مولوی صاحب حکیم نورالدین صاحب بھیرہ
۲۸۵	منشی اللہ دتا صاحب یورپین ٹیچر سیالکوٹ
۲۸۶	راجہ غلام حیدر خان صاحب رئیس پاڑی پور کشمیر
۲۸۷	مولوی نظام الدین صاحب رنگ پور ضلع مظفر گڑھ
۲۸۸	مولوی جمال الدین صاحب سید والہ منٹگمری
۲۸۹	میاں عبداللہ صاحب زمیندار ٹھٹھہ سفیر کا ؍؍
۲۹۰	میاں سراج الدین صاحب عطار سرہند
۲۹۱	محمد حیات صاحب سارجنٹ پولس سیالکوٹ
۲۹۲	منشی نیاز علی صاحب ؍؍ ؍؍
۲۹۳	محمد الدین صاحب کنسٹبل ؍؍ ؍؍
۲۹۴	حکیم احمد الدین صاحب نقل نویس ؍؍
۲۹۵	ڈاکٹر کریم بخش ہاسپٹل اسسٹنٹ......
۲۹۶	حافظ محمد قاری صاحب جہلم
۲۹۷	میاں نجم الدین صاحب تاجر کتب بھیرہ
۲۹۸	مستری جمال مالک کارخانہ روئی ؍؍
۲۹۹	مولوی فضل محمد صاحب موضع ہرسیاں گورداسپور
۳۰۰	محمد علی شاہ مدرس غوطہ سیالکوٹ
۳۰۱	عبدالمجید صاحب محرر لوکل فنڈ پٹھان کوٹ
۳۰۲	محمد خاں صاحب محرر جیل راولپنڈی
۳۰۳	محمد اکبر خان صاحب سنور پٹیالہ
۳۰۴	مولوی محمد یوسف صاحب مدرس سنور ؍؍
۳۰۵	محمد حسن خان صاحب رئیس سنور ؍؍
۳۰۶	میاں کریم بخش صاحب مرحوم جمال پوری سابق مرید گلاب شاہ مجذوب پیشگوئی والہ در کتاب نشان آسمانی
۳۰۷	ملا نظام الدین صاحب کتب فروش لودیانہ
۳۰۸	میاں اللہ دیا صاحب واعظ لودیانہ
۳۰۹	میاں شہاب الدین صاحب پنشنر باجہ والہ لودیانہ
۳۱۰	احمد جان صاحب خیاط پشاور
۳۱۱	میاں محمد اسماعیل صاحب سرساوہ
۳۱۲	غلام محی الدین خان صاحب خلف الرشید ڈاکٹر بوڑے خاں صاحب قصور
۳۱۳	میاں غلام قادر صاحب پٹواری مرحوم سنور
۳۱۴	مولوی غلام حسین صاحب لاہور
۳۱۵	مولوی حسن علی صاحب مرحوم مسلم مشنری صاحب رسالہ نورالاسلام سابق ہیڈ ماسٹر پٹنہ سکول۔ بھاگلپوری
۳۱۶	سید مظاہر الحق صاحب رئیس اٹاوہ

راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیاں ضلع گورداسپور

۲۴؍ فروری ۱۸۹۸ء

ضیاء الاسلام پریس قادیاں

﴿۱﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ

پنجاب اور ہندوستان کے مشائخ اور صلحاء اور اہل اللہ باصفا سے حضرت عزت اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دے کر ایک

درخواست

اے بزرگان دین وعباد اللہ الصالحین میں اس وقت اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دے کر ایک ایسی درخواست آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جس پر توجہ کرنا آپ صاحبوں پر رفع فتنہ وفساد کے لئے فرض ہے۔ کیونکہ آپ لوگ فراست اور بصیرت رکھتے ہیں۔ اور نہ صرف اٹکل سے بلکہ نور اللہ سے دیکھتے ہیں اور اگرچہ ایسے ضروری امر میں جس میں تمام مسلمانوں کی ہمدردی ہے اور اسلام کے ایک بڑے بھاری تفرقہ کو مٹانا ہے قسم کی کچھ بھی ضرورت نہیں تھی مگر چونکہ بعض صاحب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اپنے بعض مصالح کی وجہ سے خاموش رہنا پسند کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ سچی شہادت میں عام لوگوں کی ناراضگی مقصود ہے اور جھوٹ بولنے میں معصیت ہے اور نہیں سمجھتے کہ اخفاء شہادت بھی ایک معصیت ہے ان لوگوں کو توجہ دلانے کے لئے قسم دینے کی ضرورت پڑی۔

اے بزرگان دین وہ امر جس کے لئے آپ صاحبوں کو اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دے کر اس کے کرنے کے لئے آپ کو مجبور کرتا ہوں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے عین ضلالت اور فتنہ کے وقت میں اس عاجز کو **چودھویں صدی** کے سر پر اصلاح خلق اللہ کے لئے **مجدّد** کر کے بھیجا۔ اور چونکہ اس صدی کا بھارا فتنہ جس نے اسلام کو نقصان پہنچایا تھا، عیسائی پادریوں کا فتنہ تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کا نام **مسیح موعود** رکھا۔ اور یہ نام یعنی مسیح موعود وہی نام ہے جس کی ہمارے

﴿۲﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تھی اور خدا تعالیٰ سے وعدہ مقرر ہو چکا تھا کہ تثلیث کے غلبہ کے زمانہ میں اس نام پر ایک **مجدّد** آئے گا جس کے ہاتھ پر کسر صلیب مقدر ہے۔ اس لئے صحیح بخاری میں اس **مجدّد** کی یہی تعریف لکھی ہے کہ وہ امت محمدیہ میں سے ان کا ایک امام ہوگا اور صلیب کو توڑے گا۔ یہ اسی بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ صلیبی مذہب کے غلبہ کے وقت آئے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق ایسا ہی کیا اور اس عاجز کو چودھویں صدی کے سر پر بھیجا اور وہ **آسمانی حربہ** مجھے عطا کیا جس سے میں صلیبی مذہب کو توڑ سکوں۔ مگر افسوس کہ اس ملک کے کوتہ اندیش علماء نے مجھے قبول نہیں کیا۔ اور نہایت بیہودہ عذرات پیش کئے جن کو ہر ایک پہلو سے توڑا گیا۔ انہوں نے یہ ایک لغو خیال پیش کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر منارہ دمشق کے پاس آخری زمانہ میں اتریں گے۔ اور وہی مسیح موعود ہوں گے۔ پس ان کو جواب دیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر چلے جانا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ ایک حدیث بھی جو صحیح مرفوع متّصل ہو ایسی نہیں ملے گی جس سے ان کا زندہ آسمان پر چلے جانا ثابت ہوتا ہو۔ بلکہ قرآن شریف صریح ان کی وفات کا بیان فرماتا ہے۔ اور بڑے بڑے اکابر علماء جیسے ابن حزم اور امام مالک رضی اللہ عنہما ان کی وفات کے قائل ہیں۔ پھر جبکہ نصوص قطعیہ سے ان کا وفات پانا ثابت ہوتا ہے۔ تو پھر یہ امید رکھنا کہ وہ کسی وقت دمشق کے شرقی منارہ کے پاس نازل ہوں گے۔ کس قدر غلط خیال ہے۔ بلکہ اس صورت میں دمشقی حدیث کے وہ معنی کرنے چاہئیں جو قرآن اور دوسری حدیثوں سے مخالفت نہ رکھتے ہوں اور وہ یہ ہے کہ مسیح موعود کا نزول اجلال و اکرام جو ایک روحانی نزول ہے دمشق کے مشرقی منارتک اپنے انوار دکھلائے گا۔ چونکہ دمشق تثلیث کے خبیث درخت کا اصل منبت ہے اور اسی جگہ سے اس خراب عقیدہ کی پیدائش ہوئی ہے اس لئے اشارہ

فرمایا گیا کہ مسیح موعود کا نور نزول فرما کر اس جگہ تک پھیلے گا جہاں تثلیث کا مسقط الراس ہے۔ مگر افسوس کہ علماء مخالفین نے اس صاف اور صریح مسئلہ کو قبول نہیں کیا۔ پھر یہ بھی نہیں سوچا کہ قرآن شریف اس لئے آیا ہے کہ تا پہلے اختلافات کا فیصلہ کرے۔ اور یہود اور نصاریٰ نے جو حضرت عیسیٰ کے **رفع الی السماء** میں اختلاف کیا تھا جس کا قرآن نے فیصلہ کرنا تھا۔ وہ رفع جسمانی نہیں تھا۔ بلکہ تمام جھگڑا اور تنازع روحانی رفع کے بارے میں تھا۔ یہود کہتے تھے کہ نعوذ باللہ عیسیٰ لعنتی ہے۔ یعنی خدا کی درگاہ سے ردّ کیا گیا اور خدا سے دور کیا گیا اور رحمت الٰہی سے بے نصیب کیا گیا جس کا رفع الی اللہ ہرگز نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ مصلوب ہوا۔ اور مصلوب توریت کے حکم کے رو سے رفع الی اللہ سے بے نصیب ہوتا ہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں لعنتی کہتے ہیں۔ توریت کا یہ منشاء تھا کہ سچا نبی کبھی مصلوب نہیں ہوتا۔ اور جب مصلوب جھوٹا ٹھہرا تو بلاشبہ وہ لعنتی ہوا جس کا رفع الی اللہ غیر ممکن ہے۔ اور اسلامی عقیدہ کی طرح یہود کا بھی عقیدہ تھا کہ مومن مرنے کے بعد آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ کے کافر ٹھہرانے کے لئے یہود کے ہاتھ میں یہ دلیل تھی کہ وہ سولی دیا گیا ہے۔ اور جو شخص سولی دیا جائے اس کا توریت کے رو سے رفع الی السماء نہیں ہوتا یعنی وہ مرنے کے بعد آسمان کی طرف نہیں اٹھایا جاتا۔ بلکہ ملعون ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا کافر ہونا لازم آیا اور اس دلیل کے ماننے سے عیسائیوں کو چارہ نہ تھا کیونکہ توریت میں ایسا ہی لکھا ہوا تھا۔ تو انہوں نے اس بات کے ٹالنے کیلئے دو[۲] بہانے بنائے۔ ایک یہ کہ اس بات کو مان لیا کہ بیشک یسوع جس کا دوسرا نام عیسیٰ ہے مصلوب ہو کر لعنتی ہوا۔ مگر وہ لعنت صرف تین دن تک رہی پھر بجائے اس کے **رفع الی اللّٰہ** اس کو حاصل ہوا۔ اور دوسرا یہ بہانہ بنایا گیا کہ چند ایسے آدمیوں نے جو حواری نہیں تھے

﴿۳﴾

گواہی بھی دے دی کہ ہم نے یسوع کو آسمان پر چڑھتے بھی دیکھا ہے گویا رفع الی اللّٰہ ہوگیا۔ جس سے مومن ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ گواہی جھوٹی تھی جو نہایت مشکل کے وقت بنائی گئی۔ بات یہ ہے کہ جب یہود نے حواریوں کو ہر روز دِق کرنا شروع کیا کہ بوجہ مصلوبیت یسوع کا لعنتی ہونا ثابت ہوگیا یعنی رفع الی اللّٰہ نہیں ہوا۔ تو اس اعتراض کے جواب سے عیسائی نہایت تنگ آ گئے اور ان کو یہودیوں کے سامنے منہ دکھلانے کی جگہ نہ رہی تب بعض مفتری حیلہ سازوں نے یہ گواہی دے دی کہ ہم نے یسوع کو آسمان پر چڑھتے دیکھا ہے پھر کیونکر اس کا رفع نہیں ہوا''۔ مگر اس گواہی میں گو بالکل جھوٹ سے کام لیا تھا مگر پھر بھی ایسی شہادت کو یہودیوں کے اعتراض سے کچھ تعلق نہ تھا کیونکہ یہودیوں کا اعتراض رفع روحانی کی نسبت تھا جس کی بنیاد توریت پر تھی اور رفع جسمانی کی کوئی بحث نہ تھی۔ اور ماسوا اس کے جسمانی طور پر اگر کوئی بفرض محال پرندوں کی طرح پرواز بھی کرے اور آنکھوں سے غائب ہو جائے تو کیا اس سے ثابت ہو جائے گا کہ وہ درحقیقت کسی آسمان پر جا پہنچا ہے؟ عیسائیوں کی یہ سادہ لوحی تھی جو انہوں نے ایسا منصوبہ بنایا۔ ورنہ اس کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ ساری بحث روحانی رفع کے متعلق تھی جس سے لعنت کا مفہوم روکتا تھا۔ افسوس ان کو یہ خیال نہ آیا کہ توریت میں جو لکھا ہے جو مصلوب کا رفع الی اللّٰہ نہیں ہوتا تو یہ تو سچے نبیوں کی عام علامت رکھی گئی تھی اور یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صلیبی موت جرائم پیشہ کی موت ہے اور سچے نبیوں کے لئے یہ پیشگوئی تھی کہ وہ جرائم پیشہ کی موت سے نہیں مریں گے۔ اسی لئے حضرت آدم سے لے کر آخر تک کوئی سچا نبی مصلوب نہیں ہوا۔ پس اس امر کو رفع جسمانی سے کیا علاقہ تھا ورنہ لازم آتا ہے کہ ہر ایک سچا نبی معہ جسم عنصری آسمان پر گیا ہو۔ اور جو جسمِ عنصری کے ساتھ آسمان پر نہ گیا ہو وہ جھوٹا ہو۔ غرض تمام جھگڑا رفع روحانی میں تھا۔ جو چھ سو برس تک فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر

﴿۴﴾

قرآن شریف نے فیصلہ کر دیا اسی کی طرف اللہ جلّ شانہ نے اشارہ فرمایا ہے:۔ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ ۔[1] یعنی اے عیسیٰ میں تجھے طبعی وفات دوں گا اور اپنی طرف تیرا رفع کروں گا یعنی تو مصلوب نہیں ہوگا۔ اس آیت میں یہود کے اس قول کا رد ہے کہ وہ کہتے تھے کہ عیسیٰ مصلوب ہوگیا اس لئے معلون ہے۔ اور خدا کی طرف اس کا رفع نہیں ہوا۔ اور عیسائی کہتے تھے کہ تین دن لعنتی رہ کر پھر رفع ہوا۔ اور اس آیت نے یہ فیصلہ کیا کہ بعد وفات بلاتوقف خدا تعالیٰ کی طرف عیسیٰ کا رفع روحانی ہوا اور خدا تعالیٰ نے اس جگہ **رافعک الی السّمآء** نہیں کہا بلکہ رَافِعُکَ اِلَیَّ فرمایا تا رفع جسمانی کا شبہ نہ گذرے۔ کیونکہ جو خدا تعالیٰ کی طرف جاتا ہے وہ روح سے جاتا ہے نہ جسم سے اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ[2] اس کی نظیر ہے۔ غرض اس طرح پر یہ جھگڑا فیصلہ پایا۔ مگر ہمارے نادان مخالف جو رفع جسمانی کے قائل ہیں وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جسمانی رفع امر متنازع فیہ نہ تھا۔ اور اگر اس بے تعلق امر کو بفرض محال قبول کرلیں تو پھر یہ سوال ہوگا کہ جو روحانی رفع کے متعلق یہود اور نصاریٰ میں جھگڑا تھا۔ اس کا فیصلہ قرآن کی کن آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ آخر لوٹ کر اسی طرف آنا پڑے گا کہ وہ آیات یہی ہیں۔ ﴿۵﴾

یہ تو نقلی طور پر ہمارا الزام مخالفین پر ہے۔ اور ایسا ہی عقلی طور پر بھی وہ ملزم ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ جب سے دنیا کی بنا ڈالی گئی ہے یہ عادت اللہ نہیں کہ کوئی شخص زندہ اسی جسم عنصری کے ساتھ کئی سو سال آسمان پر بود و باش اختیار کرے اور پھر کسی دوسرے وقت زمین پر اُتر آوے۔ اگر یہ عادت اللہ ہوتی تو دنیا میں کئی نظیریں اس کی پائی جاتیں۔ یہودیوں کو یہ گمان تھا کہ ایلیا آسمان پر گیا اور پھر آئے گا۔ مگر خود حضرت مسیح نے اس گمان کو باطل ٹھہرایا اور ایلیا کے نزول سے مراد یوحنا کو لے لیا جو اسلام میں یحییٰ کے نام سے موسوم ہے حالانکہ ظاہر نص یہی کہتا تھا کہ ایلیا واپس آئے گا۔ ہر ایک فوق العادۃ عقیدہ کی نظیر طلب کرنا محققوں کا کام ہے تا کسی گمراہی میں نہ پھنس جائیں۔ کیونکہ جو بات خدا کی طرف سے

[1] اٰل عمران:۵۶ [2] الفجر:۲۹

ہو۔اس کے اور بھی نظائر پائے جاتے ہیں۔اور یہ بات سچ ہے کہ اس دنیا میں واقعات صحیحہ کے لئے نظیریں ہوتی ہیں مگر باطل کے لئے کوئی نظیر نہیں ہوتی۔ اسی اصول محکم سے ہم عیسائیوں کے عقیدہ کو رد کرتے ہیں۔ خدا نے دنیا میں جو کام کیا وہ اس کی عادت اور سنت قدیم میں ضرور داخل ہونا چاہیئے۔سو اگر خدا نے دنیا میں ملعون اور مصلوب ہونے کے لئے اپنا بیٹا بھیجا تو ضرور یہ بھی اس کی عادت ہوگی کہ کبھی بیٹا بھی بھیج دیتا ہے۔ پس ثابت کرنا چاہیئے کہ پہلے اس سے اس کے کتنے بیٹے اس کام کے لئے آئے۔ کیونکہ اگر اب بیٹا بھیجنے کی ضرورت پڑی ہے تو پہلے بھی اس ازلی خالق کو کسی نہ کسی زمانہ میں ضرور پڑی ہوگی۔غرض خدا تعالیٰ کے سارے کام سنت اور عادت کے دائرہ میں گھوم رہے ہیں اور جو امر عادت اللہ سے باہر بیان کیا جائے تو عقل ایسے عقیدہ کو دور سے دھکے دیتی ہے۔

باقی رہی کشفی اور الہامی گواہی سو کشف اور الہام جو خدا تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ یہی بتلا رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت فوت ہوگئے ہیں اور ان کا دوبارہ دنیا میں آنا یہی تھا کہ ایک خدا کا بندہ ان کی قوت اور طبع میں ہوکر ظاہر ہوگیا۔اور میرے بیان کے صدق پر اللہ جلّ شانہٗ نے کئی طرح کے نشان ظاہر فرمائے اور چاند سورج کو میری تصدیق کے لئے خسوف کسوف کی حالت میں رمضان میں جمع کیا۔اور مخالفوں سے کشتی کی طرح مقابلہ کرا کے آخر ہر ایک میدان میں اعجازی طور پر مجھے فتح دی۔اور دوسرے بہت سے نشان دکھلائے جن کی تفصیل رسالہ **سراج منیر** اور دوسرے رسالوں میں درج ہے۔لیکن باوجود نصوص قرآنیہ و حدیثیہ وشواہد عقلیہ و آیات سماویہ پھر بھی ظالم طبع مخالف اپنے ظلم سے باز نہ آئے۔اور طرح طرح کے افتراؤں سے مدد لے کر محض ظلم کے رو سے تکذیب کر رہے ہیں۔**لہٰذا** اب مجھے اتمام حجت کے لئے **ایک اور تجویز** خیال میں آئی ہے اور امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈال دے اور یہ تفرقہ جس نے ہزارہا

﴿۶﴾

مسلمانوں میں سخت عداوت اور دشمنی ڈال دی ہے روبا صلاح ہو جائے۔

اور وہ یہ ہے

کہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء اور مردان با صفا کی خدمت میں اللہ جلّ شانہ‘ کی **قسم** دے کر التجا کی جائے کہ وہ میرے بارے میں اور میرے دعوے کے بارے میں دعا اور تضرع اور استخارہ سے جناب الٰہی میں توجہ کریں۔ پھر اگر ان کے الہامات اور کشوف اور رؤیا صادقہ سے جو **حلفًا** شائع کریں کثرت اس طرف نکلے کہ گویا یہ عاجز کذّاب اور مفتری ہے تو بیشک تمام لوگ مجھے مردود اور مخذول اور ملعون اور مفتری اور کذّاب خیال کرلیں اور جس قدر چاہیں لعنتیں بھیجیں ان کو کچھ بھی گناہ نہیں ہوگا۔ اور اس صورت میں ہر ایک ایماندار کو لازم ہوگا کہ مجھ سے پرہیز کرے۔ اور اس تجویز سے بہت آسانی کے ساتھ مجھ پر اور میری جماعت پر وبال آجائے گا لیکن اگر کشوف اور الہامات اور رؤیا صادقہ کی کثرت اس طرف ہو کہ یہ عاجز منجانب اللہ اور اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو پھر ہر ایک خدا ترس پر لازم ہوگا کہ میری پیروی کرے۔ اور تکفیر اور تکذیب سے باز آوے۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص کو آخر ایک دن مَرنا ہے پس اگر حق کے قبول کرنے کے لئے اس دنیا میں کوئی ذِلّت بھی پیش آئے تو وہ آخرت کی ذلت سے بہتر ہے۔ **لہٰذا** میں تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء پنجاب اور ہندوستان کو **اللہ** جلّ شانہ‘ کی قسم دیتا ہوں جس کے نام پر گردن رکھ دینا سچے دین داروں کا کام ہے کہ وہ میرے بارے میں جناب الٰہی میں کم سے کم اکیس[۲۱] روز توجہ کریں یعنی اس صورت میں کہ اکیس[۲۱] روز سے پہلے کچھ معلوم نہ ہو سکے اور خدا سے انکشاف اس حقیقت کا چاہیں کہ میں کون ہوں؟ آیا کذّاب ہوں یا منجانب اللہ۔ میں بار بار بزرگان دین کی خدمت میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دے کر یہ سوال کرتا ہوں کہ ضرور اکیس[۲۱] روز تک اگر اس سے

﴿۷﴾

پہلے معلوم نہ ہو سکے۔ اس تفرقہ کے دور کرنے کے لئے دعا اور توجہ کریں۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی قسم سن کر پھر التفات نہ کرنا راستبازوں کا کام نہیں☆۔ اور میں جانتا ہوں کہ اس قسم کو سن کر ہر ایک پاک دل اور خدا تعالیٰ کی عظمت سے ڈرنے والا ضرور توجہ کرے گا۔ پھر ایسی الہامی شہادتوں کے جمع ہونے کے بعد جس طرف کثرت ہوگی وہ امر منجانب اللہ سمجھا جائے گا۔

اگر میں حقیقت میں کذّاب اور دجّال ہوں تو اس امت پر بڑی مصیبت ہے کہ ایسی ضرورت کے وقت میں اور فتنوں اور بدعات اور مفاسد کے طوفان کے زمانہ میں بجائے ایک مصلح اور مجدّد کے چودھویں صدی کے سر پر دجّال پیدا ہوا۔ یاد رہے کہ ایسا ہر ایک شخص جس کی نسبت ایک جماعت اہل بصیرت مسلمانوں کی صلاح اور تقویٰ اور پاک دلی کا ظن رکھتی ہے وہ اس اشتہار میں میرا مخاطب ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جو صلحاء شہرت کے لحاظ سے کم درجہ پر ہیں۔ میں ان کو کم نہیں دیکھتا۔ ممکن ہے کہ وہ شہرت یافتہ لوگوں سے خدا تعالیٰ کی نظر میں زیادہ اچھے ہوں۔ اسی طرح میں صالحہ عفیفہ عورتوں کو بھی مردوں کی نسبت تحقیر کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ ممکن ہے کہ وہ بعض شہرت یافتہ صالح مردوں سے بھی اچھی ہوں۔ لیکن ہر ایک صاحب جو میری نسبت کوئی رؤیا یا کشف یا الہام لکھیں، ان پر ضروری طور پر واجب ہوگا۔ کہ وہ حلفاً اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا ایسی تحریریں ایک جگہ جمع ہوتی جائیں اور پھر حق کے طالبوں کے لئے شائع کی جائیں۔

☆ مَیں علاوہ قَسم کے مشائخ وقت کی خدمت میں اُن کے پیران خاندان کا واسطہ ڈالتا ہوں کہ وہ ضرور میری تصدیق یا تکذیب کے لئے خدا تعالیٰ کی جناب میں توجہ کریں۔ منہ

﴿۸﴾

اس تجویز سے انشاء اللہ بندگان خدا کو بہت فائدہ ہوگا۔ اور مسلمانوں کے دل کثرت شواہد سے ایک طرف تسلی پاکر فتنہ سے نجات پا جائیں گے۔ اور آثار نبویہ میں بھی اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اول مہدی آخر الزمان کی تکفیر کی جائے گی۔ اور لوگ اس سے دشمنی کریں گے۔ اور نہایت درجہ کی بدگوئی سے پیش آئیں گے۔ اور آخر خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کو اس کی سچائی کی نسبت بذریعہ رؤیا و الہام وغیرہ اطلاع دی جائے گی۔ اور دوسرے آسمانی نشان بھی ظاہر ہوں گے۔ تب علماء وقت طوعاً و کرہاً اس کو قبول کریں گے۔ سوائے عزیزو اور بزرگو برائے خدا اس عالم الغیب کی طرف توجہ کرو۔ آپ لوگوں کو اللہ جلّ شانہٗ کی قسم ہے کہ میرے اس سوال کو مان لو۔ اس قدیر ذوالجلال کی تمہیں سوگند ہے کہ اس عاجز کی یہ درخواست ردمت کرو۔

عزیزان مے دہم صد بار سوگند
بروئے حضرت دا دار سوگند
کہ در کارم جواب از حق بجوئید
بہ محبوبِ دلِ ابرار سوگند

ھٰذا ما اَرَدْنا لازالة الدُّجیٰ والسّلام علٰی من اتبع الھُدیٰ

الملتمس

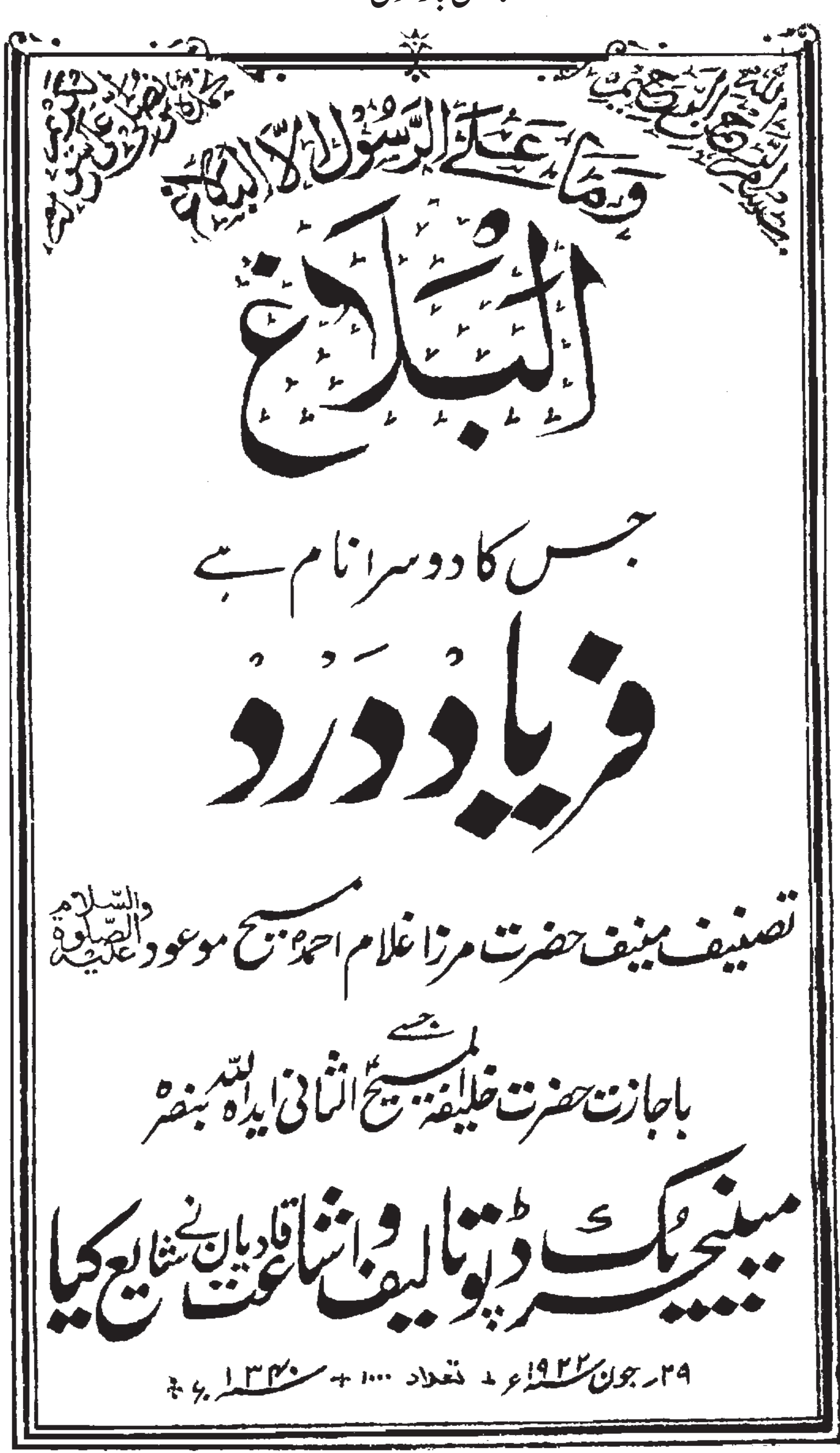
خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

ضلع گورداسپورہ۔ پنجاب

۱۵؍ جولائی ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

ٹائیٹل بار اول



بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وما علی الرسول الا البلاغ

البلاغ

جس کا دوسرا نام ہے

فریاد درد

تصنیف منیف حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

باجازت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ

مینیجر بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان نے شایع کیا

۲۹ جون سنہ ۱۹۲۲ء تعداد ۱۰۰۰ سنہ ۱۳۴۰

﴿۱﴾

البلاغ

جس کا دوسرا نام ہے

فریادِ درد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمدهٗ و نُصلّی عَلٰی رسُوله الکریم

{اَللّٰهُمَّ فَاطِرِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمِ الغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ}

(رِسالۂ اُمّہات المومنیٖن)

اس کتاب کا مفصل حال لکھنا کچھ ضروری نہیں ۔ یہ وہی کتاب ہے جس نے بدگوئی بدزبانی اور نہایت سخت توہین اور گندے لفظ اور اوباشانہ گالیاں ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیاء خیر الاصفیاء حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استعمال کر کے پنجاب اور ہندوستان کے چھ[۶] کروڑ مسلمانوں کا دل دُکھایا۔ اور مسلمانوں کی قوم کو اپنے اس جھوٹ اور افترا سے جو نہایت بدگوئی اور قابل شرم بے حیائی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے وہ دردناک زخم پہنچایا ہے کہ نہ ہم اور نہ ہماری اولاد کبھی اس کو بھول سکتی ہے۔ اسی وجہ سے پنجاب اور ہندوستان میں اس کتاب کی نسبت بہت شور اُٹھا ہے۔ اور مجھے بھی کئی شریف مسلمانوں اور علماء معززین کے خط پہنچے ہیں۔ چنانچہ علماء میں سے مولوی محمد ابراہیم صاحب نے آرہ سے اسی بارے میں

﴿۲﴾ ایکؔ کارڈ بھیجا اور اخباروں میں بھی اس کتاب کی نسبت بہت سی شکایتیں میں نے پڑھی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت اس شخص نے بہت سی بدتہذیبی اور شوخی اور بدزبانی سے اپنی کتاب میں جابجا کام لیا ہے۔

غرض میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں میں اس کتاب سے ازحد اشتعال پیدا ہوا ہے اور اس اشتعال کی حالت میں بعض نے گورنمنٹ عالیہ کے حضور میں میموریل بھیجے اور بعض کتاب کے ردّ کی طرف متوجہ ہوئے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ اس افترا کا جیسا کہ تدارک چاہیئے تھا وہ اب تک نہیں ہوا۔ ایسے امور میں میموریل بھیجنا تو محض ایک ایسا امر ہے کہ گویا اپنے شکست خوردہ ہونے کا اقرار کرنا اور اپنے ضعف اور کمزوری کا لوگوں میں مشہور کرنا ہے۔ اور نیز یہ امر بھی ہرگز پسند کے لائق نہیں کہ ہر ایک شخص ردّ لکھنے کے لئے طیّار ہو جائے اور اس سے ہم یہ سمجھ لیں کہ جو کچھ ہم نے جواب دینا تھا وہ دے چکے۔ اس کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں ہوتا اور بسا اوقات ایک ایسا ملا گوشہ نشین سادہ لوح ردّ لکھتا ہے کہ نہ اس کو معارف حقائق قرآنی سے پورا حصہ ہوتا ہے اور نہ احادیث کے معانی لطیفہ سے کچھ اطلاع اور نہ درایت صحیحہ اور نہ علم تاریخ نہ عقل سلیم اور نہ اس طرز اور طریق سے کچھ خبر رکھتا ہے جس طرز سے حالت موجودہ زمانہ پر اثر پڑ سکتا ہے۔ لہٰذا ایسے ردّ کے شائع ہونے سے اور بھی استخفاف ہوتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ اکثر ایسے لوگ جو اس شغل مباحثات مذہبیّہ میں اپنے تئیں ڈالتے ہیں علوم دینیہ اور نکات حکمیہ سے بہت ہی کم حصہ رکھتے ہیں اور تالیفات کے وقت نیّت میں بھی کچھ ملونی ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے مؤلّفات میں قبولیت اور برکت کا رنگ نہیں آتا۔ یہ زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ اس زمانہ میں اگر کوئی شخص مناظرات مذہبیّہ کے میدان میں قدم رکھے یا مخالفوں کے ردّ میں تالیفات کرنا چاہے تو شرائط مندرجہ ذیل اس میں ضرور ہونی چاہئیں۔

اوّل۔ علم زبان عربی میں ایسا راسخ ہو کہ اگر مخالف کے ساتھ کسی لفظی بحث کا اتفاق پڑ جائے تو اپنی لغت دانی کی قوت سے اُس کو شرمندہ اور قائل کر سکے۔ اور اگر عربی میں کسی تالیف کا

﴿۳﴾

اتفاق ہو تو لطافت بیان میں اپنے حریف سے بہرحال غالب رہے اور زبان دانی کے رُعب سے مخالف کو یہ یقین دلا سکتا ہو کہ وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی کلام کے سمجھنے میں اس سے زیادہ معرفت رکھتا ہے۔ بلکہ اس کی یہ لیاقت اس کے ملک میں ایک واقعہ مشہورہ ہونا چاہیئے کہ وہ علم لسان عرب میں یکتائے روزگار ہے۔ اور اسلامی مباحثات کی راہ میں یہ بات پڑی ہے کہ کبھی لفظی بحثیں شروع ہو جاتی ہیں اور تجربہ صیحہ اس بات کا گواہ ہے کہ عربی عبارتوں کے معانی کا یقینی اور قطعی فیصلہ بہت کچھ علم مفردات و مرکّبات لسان پر موقوف ہے۔ اور جو شخص زبان عربی سے جاہل اور مناہج تحقیق فن لُغت سے ناآشنا ہو وہ اس لائق ہی نہیں ہوتا کہ بڑے بڑے نازک اور عظیم الشان مباحثات میں قدم رکھ سکے اور نہ اس کا کلام قابل اعتبار ہوتا ہے۔ اور نیز ہر ایک کلام جو پبلک کے سامنے آئے گا اس کی قدر و منزلت متکلم کی قدر و منزلت کے لحاظ سے ہوگی۔ پھر اگر متکلم ایسا شخص نہیں ہے جس کی زبان دانی میں مخالف کچھ چون و چرا نہیں کرسکتا تو ایسے شخص کی کوئی تحقیق جو زبان عرب کے متعلق ہوگی قابل اعتبار نہیں ہوگی۔ لیکن اگر ایک شخص جو مباحثہ کے میدان میں کھڑا ہے مخالفوں کی نظر میں ایک نامی زبان دان ہے اور اس کے مقابل پر ایک جاہل عیسائی ہے تو منصفوں کے لئے یہی امر اطمینان کے لائق ہوگا کہ وہ مسلمان کسی فقرہ یا کسی لفظ کے معنے بیان کرنے میں سچا ہے۔ کیونکہ اس کو علم زبان اس عیسائی سے بہت زیادہ ہے۔ اور اس صورت میں خواہ مخواہ اس کے بیان کا دلوں پر اثر ہوگا اور ظالم مخالفوں کا منہ بند رہے گا۔

یاد رہے کہ ایسے مناظرات میں خواہ تحریری ہوں یا تقریری اگر وہ منقولی حوالجات پر موقوف ہوں تو فقرات یا مفردات الفاظ پر بحث کرنے کا بہت اتفاق پڑ جاتا ہے بلکہ یہ بحثیں نہایت ضروری ہیں کیونکہ ان سے حقیقت کھلتی ہے اور پردہ اٹھتا ہے اور علمی گواہیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ماسوا اس کے یہ بات بھی اس شرط کو ضروری ٹھہراتی ہے کہ ہر ایک حریف مقابل اپنے حریف کی حیثیت علمی جانچا کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اگر اور راہ سے نہیں تو اسی راہ سے

﴿۴﴾ اُس کو لوگوں کی نظر میں بے اعتبار ٹھہراوے۔ اور بسا اوقات ردّ لکھنے والے کو اپنے مخالف کی کتاب کی نسبت لکھنا پڑتا ہے کہ وہ زبان دانی کے رو سے کس پایہ کا آدمی ہے۔ غرض ایک مسلمان جو عیسائی حملوں کی مدافعت کے لئے میدان میں آتا ہے اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک بڑا حربہ اور نہایت ضروری حربہ جو ہر وقت اس کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے علم زبان عربی ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ایسا شخص جو مخالفوں کے ردّ لکھنے پر اور ان کے حملوں کے دفع کرنے پر آمادہ ہوتا ہے اس کی دینی معرفت میں صرف یہی کافی نہیں کہ چند حدیث اور فقہ اور تفسیر کی کتابوں پر اس نے عبور کیا ہو اور محض الفاظ پر نظر ڈالنے سے مولوی کے نام سے موسوم ہو چکا ہو۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ تحقیق اور تدقیق اور لطائف اور نکات اور براہین یقینیہ پیدا کرنے کا خداداد مادہ بھی اس میں موجود ہو اور فی الواقع حکیم الامت اور زکیّ النفس ہو۔

تیسری شرط یہ کہ کسی قدر علوم طبعی اور طبابت اور ہیئت اور جغرافیہ میں دسترس رکھتا ہو کیونکہ قانون قدرت کے نظائر پیش کرنے کے لئے یا اور بعض تائیدی ثبوتوں کے وقت ان علوم کی واقفیت ہونا ضروری ہے۔

چوتھی شرط یہ کہ عیسائیوں کے مقابل پر وہ ضروری حصہ بائبل کا جو پیشگوئیوں وغیرہ میں قابل ذکر ہوتا ہے عبرانی زبان میں یاد رکھتا ہو۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ایک عربی دان علم زبان کے فاضل کے لئے اس قدر استعداد حاصل کرنا نہایت سہل ہے۔ کیونکہ میں نے عربی اور عبرانی کے بہت سے الفاظ کا مقابلہ کر کے ثابت کر لیا ہے کہ عبرانی کے چار حصے میں سے تین[۳] حصے خالص عربی ہے جو اس میں مخلوط ہے۔ اور میری دانست میں عربی زبان کا ایک پورا فاضل تین ماہ میں عبرانی زبان میں ایک کافی استعداد حاصل کر سکتا ہے۔ یہ تمام امور کتاب **منن الرحمٰن** میں مَیں نے لکھے ہیں۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ عربی اُمّ الالسنہ ہے۔

پانچویں شرط خدا سے حقیقی ربط اور صدق اور وفا اور محبّت الٰہیہ اور اخلاص اور طہارۃ باطنی اور اخلاق فاضلہ اور انقطاع الی اللہ ہے۔ کیونکہ علم دین آسمانی علوم میں سے ہے۔ اور یہ علوم تقویٰ

﴿۵﴾

اور طہارت اور محبت الٰہیہ سے وابستہ ہیں اور سگ دنیا کو مل نہیں سکتے۔ سو اس میں کچھ شک نہیں کہ قول موجّہ سے اتمام حجت کرنا انبیاء اور مردان خدا کا کام ہے اور حقانی فیوض کا مورد ہونا فانیوں کا طریق ہے۔ اور اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ [1] پس کیونکر ایک گندہ اور منافق اور دنیا پرست ان آسمانی فیضوں کو پا سکتا ہے جن کے بغیر کوئی فتح نہیں ہو سکتی؟ اور کیونکر اس دل میں روح القدس بول سکتا ہے جس میں شیطان بولتا ہو؟ سو ہرگز امید نہ کرو کہ کسی کے بیان میں روحانیت اور برکت اور کشش اس حالت میں پیدا ہو سکے جبکہ خدا کے ساتھ اس کے صافی تعلق نہیں ہیں۔ مگر جو خدا میں فانی ہو کر خدا کی طرف سے تائید دین کے لئے کھڑا ہوتا ہے وہ اوپر سے ہر ایک دم فیض پاتا ہے اور اس کو غیب سے فہم عطا کیا جاتا ہے اور اس کے لبوں پر رحمت جاری کی جاتی ہے اور اس کے بیان میں حلاوت ڈالی جاتی ہے۔

چھٹی شرط علم تاریخ بھی ہے۔ کیونکہ بسا اوقات علم تاریخ سے دینی مباحث کو بہت کچھ مدد ملتی ہے۔ مثلاً ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی ایسی پیشگوئیاں ہیں جن کا ذکر بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث میں آچکا ہے اور پھر وہ ان کتابوں کے شائع ہونے سے صدہا برس بعد وقوع میں آ گئی ہیں۔ اور اس زمانہ کے تاریخ نویسوں نے اپنی کتابوں میں ان پیشگوئیوں کا پورا ہونا بیان کر دیا ہے۔ پس جو شخص اس تاریخی سلسلہ سے بے خبر ہوگا وہ کیونکر ایسی پیشگوئیاں جن کا خدا کی طرف سے ہونا ثابت ہو چکا ہے اپنی کتاب میں بیان کر سکتا ہے؟ یا مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کے وہ تاریخی واقعات جو یہودی مؤرخوں اور بعض عیسائیوں نے بھی ان کے اُس حصّۂ زندگی کے متعلق لکھے ہیں جو نبوت کے ساڑھے تین برس سے پہلے تھے یا وہ واقعات اور تنازعات جو قدیم تاریخ نویسوں نے حضرت مسیح اور ان کے حقیقی بھائیوں کی نسبت تحریر کئے ہیں یا وہ انسانی ضعف اور کمزوریوں کے بیان جو تاریخوں میں حضرت مسیح کی زندگی کے دونوں حصوں کی نسبت بیان کئے گئے ہیں یہ تمام باتیں بغیر ذریعہ تاریخ کے کیونکر معلوم ہو سکتی ہیں؟ مسلمانوں میں ایسے لوگ بہت کم ہوں گے جن کو اس قدر بھی معلوم ہو

[1] الواقعۃ: ۸۰

﴿۶﴾ کہ حضرت عیسیٰ درحقیقت پانچ[۵] حقیقی بھائی تھے جوایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔اور بھائیوں نے آپ کی زندگی میں آپ کوقبول نہ کیا بلکہ آپ کی سچائی پران کو بہت کچھ اعتراض رہا۔ ان سب کی واقفیت حاصل کرنے کے لئے تاریخوں کا دیکھنا ضروری ہے اور مجھے خداتعالیٰ کے فضل سے یہودی فاضلوں اور بعض فلاسفر عیسائیوں کی وہ کتابیں میسر آ گئی ہیں جن میں یہ امور نہایت بسط سے لکھے گئے ہیں۔

ساتویں شرط کسی قدر ملکۂ علم منطق اور علم مناظرہ ہے۔ کیونکہ ان دونوں علموں کے توغّل سے ذہن تیز ہوتا ہے اور طریق بحث اور طریق استدلال میں بہت ہی کم غلطی ہوتی ہے۔ ہاں تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ اگر خداداد روشنی طبع اور زیرکی نہ ہو تو یہ علم بھی کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ بہتیرے کودن طبع مُلاّ قطبی اور قاضی مبارک بلکہ شیخ الرئیس کی شفا وغیرہ پڑھ کر منتہی ہو جاتے ہیں اور پھر بات کرنے کی لیاقت نہیں ہوتی اور دعویٰ اور دلیل میں بھی فرق نہیں کر سکتے اور اگر دعویٰ کے لئے کوئی دلیل بیان کرنا چاہیں تو یک دوسرا دعویٰ پیش کر دیتے ہیں جس کو اپنی نہایت درجہ کی سادہ لوحی سے دلیل سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بھی ایک دعویٰ قابل اثبات ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات پہلے سے زیادہ اغلاق اور دقتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ مگر بہرحال امید کی جاتی ہے کہ ایک **زکیّ الطبع** انسان جب معقولی علوم سے بھی کچھ حصہ رکھے اور طریق استدلال سے خبردار ہو تو یاوہ گوئی کے طریقوں سے اپنے بیان کو بچا لیتا ہے اور نیز مخالف کی سوفسطائی اور دھوکہ دِہ تقریروں کے رعب میں نہیں آ سکتا۔

آٹھویں شرط تحریری یا تقریری مباحثات کے لئے مباحث یا مؤلّف کے پاس اُن کثیر التعداد کتابوں کا جمع ہونا ہے جو نہایت معتبر اور مسلّم الصحت ہیں جن سے چالاک اور مفتری انسان کا منہ بند کیا جاتا اور اس کے افترا کی قلعی کھولی جاتی ہے۔ یہ امر بھی ایک خداداد امر ہے کیونکہ یہ منقولات صحیحہ کی فوج جو جھوٹے کا منہ توڑنے کے لئے تیز حربوں کا کام دیتی ہے ہر ایک کو میسر نہیں آ سکتی (اس کام کے لئے ہمارے معزز دوست مولوی حکیم نوردین صاحب کا تمام کتب خانہ ہمارے ہاتھ میں ہے اور

اس کے علاوہ اور بھی۔ جس کی کسی قدر فہرست حاشیہ میں دی گئی ہے۔ دیکھو حاشیہ[1] متعلق صفحہ ۶ شرط ہشتم)

﴿۷﴾ **نویں** شرط تقریر یا تالیف کیلئے فراغت نفس اور صرف دینی خدمت کے لئے زندگی کا وقف کرنا ہے۔ کیونکہ یہ بھی تجربہ میں آ چکا ہے کہ ایک دل سے دو مختلف کام ہونے مشکل ہیں۔ مثلاً ایک شخص جو سرکاری ملازم ہے اور اپنے فرض منصبی کی ذمہ واریاں اس کے گلے پڑی ہوئی ہیں اگر وہ دینی تالیفات کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو علاوہ اس بد دیانتی کے جو اس نے اپنے بیچے ہوئے وقت کو دوسری جگہ لگا دیا ہے ہرگز وہ اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جس نے اپنے تمام اوقات کو صرف اسی کام کے لئے مستغرق کر لیا ہے حتّٰی کہ اُس کی تمام زندگی اُسی کام کے لئے ہو گئی ہے۔

دسویں شرط تقریر یا تالیف کے لئے اعجازی طاقت ہے کیونکہ انسان حقیقی روشنی کے حاصل کرنے کیلئے اور کامل تسلی پانے کے لئے اعجازی طاقت یعنی آسمانی نشانوں کے دیکھنے کا محتاج ہے اور وہ آخری فیصلہ ہے جو خدا تعالیٰ کے حضور سے ہوتا ہے۔ لہٰذا جو شخص اسلام کے دشمنوں کے مقابل پر کھڑا ہو اور ایسے لوگوں کو لاجواب کرنا چاہے جو ظہور خوارق کو خلاف قدرت سمجھتے ہیں یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوارق اور معجزات سے منکر ہیں تو ایسے شخص کے زیر کرنے کے لئے امت محمدیہ کے وہ بندے مخصوص ہیں جن کی دعاؤں کے ذریعہ سے کوئی نشان ظاہر ہو سکتا ہے۔

یاد رہے کہ مذہب سے آسمانی نشانوں کو بہت تعلق ہے اور سچے مذہب کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ اس میں نشان دکھلانے والے پیدا ہوتے رہیں۔ اور اہل حق کو خدا تعالیٰ صرف منقولات پر نہیں چھوڑتا اور جو شخص محض خدا تعالیٰ کے لئے مخالفوں سے بحث کرتا ہے اس کو ضرور آسمانی نشان عطا کئے جاتے ہیں۔ ہاں یقیناً سمجھو کہ عطا کئے جاتے ہیں تا آسمان کا خدا اپنے ہاتھ سے اس کو غالب کرے اور جو شخص خدا تعالیٰ سے نشان نہ پاوے تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ پوشیدہ بے ایمان نہ ہو۔ کیونکہ قرآنی وعدہ کے موافق آسمانی مدد اس کے لئے نازل نہ ہوئی۔

یہ دس شرطیں ہیں جو ان لوگوں کے لئے ضروری ہیں جو کسی مخالف عیسائی کا ردّ لکھنا چاہیں یا زبانی مباحثہ کریں۔ اور ان ہی کی پابندی سے کوئی شخص رسالہ امّہات المومنین کا جواب

[1] یہ حاشیہ کتاب کے صفحہ ۴۵۸ پر ہے۔ (ناشر)

﴿۸﴾ لکھنے کے لئے منتخب ہونا چاہیئے کیونکہ جس قدر عیسائیوں نے جان توڑ کر اس رسالہ کی اشاعت کی ہے اور قانونی مواخذہ کی بھی کچھ پرواہ نہ رکھ کر ہر ایک معزز مسلمان کو ایک کتاب بلا طلب بھیجی اور تمام مسلمانان برٹش انڈیا کا دل دُکھایا۔ اس تمام کارروائی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری ہتھیار انہوں نے چلایا ہے اور غایت درجہ کے سخت الفاظ جو اس رسالہ میں استعمال کئے گئے ہیں ان کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ تا مسلمان اشتعال میں آ کر عدالتوں کی طرف دوڑیں یا گورنمنٹ عالیہ میں میموریل بھیجیں اور اس طریق مستقیم پر قدم نہ ماریں جو ایسے مفتریانہ الزامات کا حقیقی اور واقعی علاج ہے۔ چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ مکر ان کا چل گیا ہے اور مسلمانوں نے اگر اس کمینہ اور نجس کتاب کے مقابلہ میں کوئی تدبیر سوچی ہے تو بس یہی کہ اس کتاب کی شکایت کے بارے میں گورنمنٹ میں ایک میموریل بھیج دیا ہے۔ چنانچہ انجمن حمایت اسلام لاہور کو یہی سوجھی کہ اس کتاب کے بارے میں گورنمنٹ کے آگے نالہ و فریاد کرے۔ مگر افسوس کہ ان لوگوں کو اس بات کا ذرہ خیال نہیں ہوا کہ حضرات پادری صاحبوں کا یہی تو مدعا تھا تا اس معکوس طریق کے اختیار کرنے سے مسلمان لوگ اپنے ربّ کریم کی اس تعلیم پر عمل کرنے سے محروم رہیں کہ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ[۱] اس افسوس اور اس دردناک خیال سے جگر پاش پاش ہوتا ہے کہ ایک طرف تو ایسی کتاب شائع ہو جس کے شائع ہونے سے جاہلوں کے دلوں میں زہریلے اثر پھیلیں اور ایک دنیا ہلاک ہو اور دوسری طرف اس زہریلی کارروائی کے مقابل پر یہ تدبیر ہو کہ جو لوگ مسلمانوں کا ہزارہا روپیہ اس غرض سے لیتے ہیں کہ وہ دشمنان دین کا جواب لکھیں ان کی فقط یہ کارروائی ہو کہ دو چار صفحہ کا میموریل گورنمنٹ میں بھیج کر لوگوں پر ظاہر کریں کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر دیا۔ حالانکہ صدہا مرتبہ آپ ہی اس امر کو ظاہر کر چکے ہیں کہ ان کی انجمن کے مقاصد میں سے پہلا مقصد یہی ہے کہ وہ ان اعتراضوں کا جواب دیں گے جو مخالفوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً اسلام پر کئے جائیں گے۔ چنانچہ جن لوگوں نے کبھی ان کا رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور دیکھا ہوگا وہ اس رسالہ کے ابتدا میں ہی اس وعدہ

[۱] النحل: ۱۲۶

کولکھا ہوا پائیں گے۔ ہم نہیں کہتے کہ یہ انجمن عمداً اس فرض کو جو اس کے اپنے وعدے سے مؤکّد ہے اپنے سر پر سے ٹالتی ہے بلکہ واقعی امر یہ ہے کہ انجمن موجودہ یہ لیاقت ہی نہیں رکھتی کہ دین کے معظمات امور میں زبان ہلا سکے یا وہ وساوس اور اعتراض جو عیسائیوں کی طرف سے مدت ساٹھ سال سے پھیل رہے ہیں کمال تحقیق اور تدقیق سے دور کر سکے یا اس زہریلی ہوا کو جو ملک میں پھیل رہی ہے کسی تالیف سے کالعدم کر سکے۔ کاش بہتر ہوتا کہ یہ انجمن دینی امور سے اپنا کچھ تعلق ظاہر نہ کرتی اور ان کی فہم اور عقل کا صرف پولیٹیکل امور کے حدود تک دورہ رہتا۔ ﴿۹﴾

ہمیں ۶ رمئی ۱۸۹۸ء کے پرچہ ابزرور کے دیکھنے سے یہ نومیدی اور بھی بڑھ گئی کیونکہ اس کے ایڈیٹر نے جو انجمن کی طرف سے وکالت کر رہا ہے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ رسالۂ امہات المومنین کا جواب لکھنا ہرگز مصلحت نہیں ہے اسی کو بہت کچھ سمجھ لو جو انجمن نے کر دکھایا یعنی یہ کہ گورنمنٹ میں میموریل بھیج دیا۔ ابزرور کی تحریر پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف ایڈیٹر کی ہی رائے نہیں ہے بلکہ انجمن کا یہی ارادہ ہے کہ اس رسالہ کا جواب ہرگز نہیں دینا چاہئیے۔ اب عقلمند سوچ لیں کہ ایسی تدابیر سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ اور اگر گورنمنٹ عالیہ سخت سے سخت اس شخص کو سزا بھی دیدے جس نے ایسی کتاب شائع کی تو وہ زہریلا اثر جو اُن مفتریات کا دلوں میں بیٹھ گیا وہ کیونکر اس سے دور ہو جائے گا۔ بلکہ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں اس کارروائی سے اور بھی وہ بداثر لوگوں میں پھیلے گا۔

میں بار بار کہتا ہوں کہ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ پادریوں کی کتابوں کا بداثر دلوں سے محو کر دیں تو یہ طریق جو انجمن نے اختیار کیا ہے ہرگز اس کامیابی کے لئے حقیقی طریق نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں چاہئیے کہ وہ تمام اعتراض جمع کر کے نہایت برجستگی اور ثبوت سے بھرے ہوئے لفظوں کے ساتھ ایک ایک کا مفصل جواب دیں اور اس طرح پر دلوں کو ان ناپاک وساوس سے پاک کر کے اسلامی روشنی کو دنیا پر ظاہر کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں جو پادریوں اور فلاسفروں کے وساوس سے تباہ ہو رہا ہے یہ طریق سخت ناجائز ہے کہ ہم

﴿۱۰﴾ معقول جواب سے منہ پھیر کر صرف سزا دلانے کی فکر میں لگے رہیں۔ گو یہ سچ ہے کہ ہماری گورنمنٹ محسنہ کسی جرم کے ثبوت پر پادریوں کی ہرگز رعایت نہیں کر سکتی مگر ہم اگر اپنی تمام کامیابی صرف یہی سمجھ لیں کہ گورنمنٹ کے ہاتھ سے کسی کو کچھ گوشمالی ہو جائے تو اس خیال میں ہم نہایت غلطی پر ہیں۔ اے سادہ طبع اور بے خبر لوگو! ان وساوس سے مسلمانوں کی ذرّیت خراب ہوتی جاتی ہے۔ لہٰذا ضروری اور مقدم امر یہ ہے کہ سب تدبیروں سے پہلے اسلام کی طرف سے ان اعتراضات کا جواب نکلے جن سے ہزاروں دل گندے اور خراب ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ ابتدا میں یہی پالیسی نرمی اور درگذر کی پادریوں نے بھی اختیار کی تھی۔ ان کے مقابل پر لوگ تقریری مقابلہ میں بہت سختی کرتے تھے۔ بلکہ گالیاں دیتے تھے۔ مگر اُن لوگوں نے اُن دنوں میں گورنمنٹ میں کوئی میموریل نہ بھیجا اور اسی طرح برداشت سے اپنے وساوس دلوں میں ڈالتے گئے یہاں تک کہ اس تدبیر سے ہزار ہا نو عیسائی ہمارے ملک میں پیدا ہو گئے۔

ہم اس بات کے مخالف نہیں ہیں کہ گورنمنٹ سے ایک عام پیرایہ میں یہ درخواست ہو کہ مناظرات اور تالیفات کے طریق کو کسی قدر محدود کر دیا جائے اور ایسی بے قیدی اور دریدہ دہانی سے روک دیا جائے جس سے قوموں میں نقض امن کا اندیشہ ہو بلکہ اول محرک اس امر کے ہم ہی ہیں۔ اور ہم نے اپنے سابق میموریل میں لکھ بھی دیا تھا کہ یہ احسن انتظام کیونکر اور کس تدبیر سے ہو سکتا ہے۔ ہاں ہم ایسے میموریل کے سخت مخالف ہیں جو عام پیرایہ میں نہیں بلکہ ایک ایسے شخص کی سزا کی نسبت زور دیا گیا ہے جس کے اصل اعتراضات کا جواب دینا ابھی ہمارے ذمہ ہے کیونکہ قرآن کریم کی تعلیم کے موافق ہمارا فرض یہ تھا کہ ہم بدزبان شخص کی بدزبانی کو الگ کر کے اس کے اصل اعتراضات کا جواب دیتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ[1]۔ کیونکہ یہ امر نہایت پُرخطر اور خوفناک ہے کہ ہم معترض کے اعتراضوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیں اور اگر ایسا

[1] النحل:۱۲۶

کریں تو وہ اعتراضات طاعون کے کیڑوں کی طرح روز بروز بڑھتے جائیں گے اور ہزارہا شبہات لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جائیں گے اور اگر گورنمنٹ ایسے بدزبان کو کچھ سزا بھی دے تو وہ شبہات اس سزا سے کچھ کم نہیں ہو سکتے۔ دیکھو یہ لوگ جو اسلام پر اعتراض کرتے ہیں مثلاً جیسے مصنف **امہات المومنین** اور عمادالدین اور صفدر علی وغیرہ ان کے مرتد ہونے کا بھی یہی سبب ہے کہ اُس وقت نرمی اور ہمدردی سے کام نہیں لیا گیا بلکہ اکثر جگہ تیزی اور سختی دکھلائی گئی اور ملائمت سے ان کے شبہات دور نہیں کئے گئے۔ اس لئے ان لوگوں نے اسلامی فیوض سے محروم رہ کر ارتداد کا جامہ پہن لیا۔ اب اکثر اسلام پر حملہ کرنے والے یہی لوگ ہیں جو قوم کی کم توجہی سے پریشان خاطر ہو کر عیسائی ہو گئے۔ ذرہ آنکھ کھول کر دیکھو کہ یہ لوگ جو بدزبانی دکھلا رہے ہیں یہ کچھ یورپ سے تو نہیں آئے اسی ملک کے مسلمانوں کی اولاد ہیں جو اسلام سے انقطاع کرتے کرتے اور عیسائیوں کے کلمات سے متاثر ہوتے ہوتے اس حد تک پہنچ گئے ہیں۔ درحقیقت ایسے لاکھوں انسان ہیں جن کے دل خراب ہو رہے ہیں۔ ہزارہا طبیعتیں ہیں جو بُری طرح بگڑ گئی ہیں۔ سو بڑا امر اور عظیم الشان امر جو ہمیں کرنا چاہیئے وہ یہی ہے کہ ہم نظر اٹھا کر دیکھیں کہ ملک مجذوموں کی طرح ہوتا جاتا ہے اور شبہات کے زہریلے پودے بے شمار سینوں میں نشوونما پا گئے ہیں اور پاتے جاتے ہیں۔ خداتعالیٰ ہمیں تمام قرآن شریف میں یہی ترغیب دیتا ہے کہ ہم دین اسلام کی حقیقی حمایت کریں اور ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ مخالفوں کی طرف سے ایک بھی ایسا اعتراض پیدا نہ ہو جس کا ہم کمال تحقیق اور تنقیح سے جواب دے کر حق کے طالبوں کی پوری تسلی اور تشفی نہ کریں۔ ﴿۱۱﴾

لیکن اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف اتنا ہی کرنا چاہیئے کہ رسالۂ **امہات المومنین** کے چند اعتراضات کا جواب دیا جائے؟ سو میں اس کے جواب میں بڑے زور کے ساتھ یہ مشورہ پیش کرتا ہوں کہ موجودہ زہریلی ہوا کے دور کرنے کے لئے صرف اسی قدر کارروائی ہرگز کافی نہیں ہے اور اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ ہم کئی گندی نالیوں میں سے صرف

﴿۱۲﴾ ایک نالی کو صاف کر کے پھر یہ امید رکھیں کہ فقط ہمارا اتنا ہی کام ہوا کی اصلاح کے لئے کافی ہوگا۔ نہیں بلکہ جب تک ہم شہر کی تمام نالیوں کو صاف نہ کریں اور تمام وہ گند جو طرح طرح کے اعتراضات سے مختلف طبائع میں بھرا ہوا ہے دور نہ کردیں اور پھر وہ دلائل اور اقوال موجّہ شائع نہ کریں جو اس بدبو کو بکلی دفع کر کے بجائے اس کے اسلامی پاک تعلیم کی خوشبو پھیلاویں تب تک گویا ہم نے انسانوں کی جان بچانے کے لئے کوئی بھی کام نہیں کیا۔

اس بات کا بیان کرنا ضروری نہیں کہ پادریوں کی تعلیم سے انتہا تک ضرر پہنچ چکا ہے اور ملک میں انہوں نے ایک ایسا زہریلا تخم بو دیا ہے جس سے اس ملک کی روحانی زندگی نہایت خطرناک ہے۔ اگر غور کر کے دیکھو تو یہ فساد اکثر طبائع کو خراب کرتا جاتا اور اسلام سے دور ڈالتا جاتا ہے۔ یہ دو قسم کا فساد ہے (۱) ایک تو وہ جس کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے یعنی پادریوں کی زہریلی تحریرات کا فساد (۲) دوسرا وہ فساد جو علوم جدیدہ طبعیّہ وغیرہ کے پھیلنے سے پیدا ہوا ہے جس سے بہتیرے نوتعلیم یافتہ دہریوں اور ملحدوں کے رنگ میں نظر آتے ہیں۔ نہ عقائد کی پرواہ رکھتے ہیں اور نہ اعمال کی۔ اور بے قیدی کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ اب حقیقی ہمدردی قوم اور بنی نوع کی یہ نہیں ہے کہ دو چار باتوں کا جواب لکھ کر خوش ہو جائیں۔

اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس ضروری کام کو چھوڑ کر یہ دوسری کارروائی ہرگز فائدہ نہ دے گی کہ مشتعل ہو کر گورنمنٹ عالیہ میں میموریل بھیجا جائے۔ بلکہ ہم اس صورت میں اپنے وقت اور محنت کو دوسرے کاموں میں خرچ کر کے حقیقی علاج اور تدبیر کی راہ کے سخت ہارج ہوں گے اگر اس رائے میں میرے ساتھ ایک بھی انسان نہ ہو اور تمام لوگ اس بات پر متفق ہو جائیں کہ ان زہریلی ہواؤں کی اصلاح کا حقیقی علاج یہی ہے کہ میموریل پر میموریل بھیجا جائے اور ازالۂ اوہام باطلہ کی طرف توجہ نہ کی جائے تب بھی میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ تمام لوگ غلطی پر ہیں اور ایسی کارروائیاں اس حقیقی علاج کی ہرگز قائم مقام نہیں ہوسکتیں جس سے وہ تمام وساوس دور ہو جائیں جو صدہا دلوں میں متمکن ہیں بلکہ یہ تو تحکم سے منہ بند کرنا ہوگا۔ اور یہ بھی نہیں

کہہ سکتے کہ ایسی درخواستوں میں پوری کامیابی بھی ہو۔ کیونکہ دوسرے فریق کے منہ میں بھی زبان ہے اور وہ بھی جب دیکھیں گے کہ یہ کارروائی صرف ایک کے متعلق نہیں بلکہ عیسائیت کے تمام مشن پر حملہ ہے تو بالمقابل زور لگانے میں فرق نہیں کریں گے اور اس صورت میں معلوم نہیں کہ آخری نتیجہ کیا ہوگا۔ اور شاید سُبکی اور خفّت اٹھانی پڑے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ میموریل بھیجنا ایک مقدمہ اٹھانا ہے اور ہر ایک مقدمہ کے دو۲ پہلو ہوتے ہیں۔ اب کیا معلوم ہے کہ کس پہلو پر انجام ہو لیکن یہ یقینی امر ہے کہ اسلام نہایت پاک اصول رکھتا ہے اور ہر ایک حملہ جو مخالفوں کی طرف سے اس پر ہوتا ہے اگر اس کا غور اور توجّہ سے جواب دیا جائے تو صرف اسی قدر نہ ہوگا کہ ہم الزام کو دور کریں گے بلکہ بجائے الزام کے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ جس مقام کو نادان مخالف نے جائے اعتراض سمجھا ہے وہی ایک ایسا مقام ہے جس کے نیچے بہت سے معارف اور حکمت کی باتیں بھری پڑی ہیں اور اس طرح پر علوم دین دن بدن ترقی پذیر ہوں گے اور ہزاروں باریک راز علم دین کے کھلیں گے۔ «۱۳»

یاد رکھنا چاہئیے کہ تمام مسلمانوں پر اب یہ فرض ہے کہ اس طوفان ضلالت کا جلد تر فکر کریں مگر صرف اس طریق سے کہ اس کام کے لئے ایک شخص کو منتخب کر کے نرمی اور تہذیب کے ساتھ تمام عیسائی حملوں کا ردّ لکھاویں اور ایسی کتاب میں نہ صرف ردّ ہونا چاہئیے بلکہ اسلامی تعلیم کی عمدگی اور خوبی اور فضیلت بھی ایسے آسان فہم طریق سے مندرج ہونی چاہئیے جس سے ہر ایک طبیعت اور استعداد کا آدمی پوری تسلّی پا سکے۔ ایسے مؤلف کو ردّ کے وقت تصوّر کر لینا چاہئیے کہ گویا اس کے سامنے ایک فوج ایسے لوگوں کی موجود ہے جس میں سے بعض منقولات کی صحت سند مطالبہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بعض فقرات متنازع فیہا کے لفظی بحثوں کے چھیڑنے کے لئے مستعد ہیں اور بعض مفردات کے معنوں پر جھگڑنے کے لئے کھڑے ہیں اور بعض منقولی رنگ میں قطعی اور یقینی دلائل کا مطالبہ کر رہے ہیں اور بعض قانون قدرت کے نظائر مانگنے کے لئے بھوکے پیاسے ہیں اور بعض تحریرات کی روحانی برکت اور

﴿۱۴﴾

حلاوتِ بیان دیکھنے کی طرف مائل ہیں۔ پس جب تک کہ کتاب میں ہر ایک طبیعت کی ضیافت نہ ہو تب تک ایسی کتاب مقبول عوام و خواص نہیں ہو سکتی اور اس سے عام فائدہ کی امید رکھنا طمع خام ہے۔

میں بار بار کہتا ہوں کہ اب ان زہریلی ہواؤں کے چلنے کے وقت جو تدبیر کرنی چاہیئے۔ وہ میرے نزدیک یہ ہے کہ صرف یہی بڑا کام نہ سمجھیں کہ کوئی مولوی صاحب چند ورق **امہات مؤمنین** کے ردّ میں لکھ کر شائع کر دیں بلکہ اس وقت ایک محیط نظر سے ان تمام حملوں کو دیکھنا چاہیئے جو ابتدا اس زمانہ سے جبکہ اس ملک میں پادری صاحبوں نے اپنی کتابیں اور رسائل شائع کئے اس وقت تک کہ رسالہ اُمّہات المؤمنین شائع ہوا۔ آیا ان اعتراضات کی کہاں تک تعداد پہنچی ہے اور ان اعتراضات کے ساتھ وہ اعتراضات بھی شامل کر لئے جائیں جو فلسفی رنگ میں کئے گئے ہیں یا ڈاکٹری تحقیقاتوں کے لحاظ سے بعض شتاب کار نادانوں نے پیش کر دیئے ہیں اور جب ایسی فہرست جس میں مجموعہ ان اعتراضات کا ہو طیّار ہو جائے تو پھر ان تمام اعتراضات کا جواب نرمی اور آہستگی سے بکمال متانت اور معقولیت تحریر کرنا چاہیئے۔

بےشک یہ کام بہت ہی بڑا ہے جس میں پادری صاحبوں کی شصت سالہ کارروائی کو خاک میں ملانا اور نابود کر دینا ہے۔ لیکن اہل ہمّت کو خدا مدد دیتا ہے اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو شخص اس کے دین کی مدد کرے وہ خود اس کا مددگار ہوتا ہے اور اس کی عمر بھی زیادہ کر دیتا ہے۔ اے بزرگو! یہ وہ زمانہ ہے جس میں وہی دین اور دینوں پر غالب ہوگا جو اپنی ذاتی قوت سے اپنی عظمت دکھاوے۔ پس جیسا کہ ہمارے مخالفوں نے ہزاروں اعتراض کر کے یہ ارادہ کیا ہے کہ اسلام کے نورانی اور خوبصورت چہرہ کو بدشکل اور مکروہ ظاہر کریں ایسا ہی ہماری تمام کوششیں اسی کام کے لئے ہونی چاہئیں کہ اس پاک دین کی کمال درجہ کی خوبصورتی اور بے عیب اور معصوم ہونا بپایۂ ثبوت پہنچاویں۔

یقیناً سمجھو کہ گمراہوں کی حقیقی اور واقعی خیرخواہی اسی میں ہے کہ ہم جھوٹے اور ذلیل اعتراضات کی غلطیوں پر اُن کو مطلع کریں اور اُن کو دکھلاویں کہ اسلام کا چہرہ کیسا نورانی کیسا مبارک اور کیسا ہر ایک داغ سے پاک ہے۔ ہمارا کام جو ہمیں ضرور ہی کرنا چاہیئے وہ یہی ہے کہ یہ دجل اور افترا جس کے ذریعہ سے قوموں کو اسلام کی نسبت بدظن کیا گیا ہے اُس کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔ یہ کام سب کاموں پر مقدم ہے جس میں اگر ہم غفلت کریں تو خدا اور رسول کے گنہگار رہوں گے۔ سچی ہمدردی اسلام کی اور سچی محبت رسول کریم کی اسی میں ہے کہ ہم ان افتراؤں سے اپنے مولیٰ وسیّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا دامن پاک ثابت کر کے دکھلائیں اور وسواسی دلوں کو یہ ایک نیا موقعہ وسوسہ کا نہ دیں کہ گویا ہم **تحکّم** سے حملہ کرنے والوں کو روکنا چاہتے ہیں اور جواب لکھنے سے کنارہ کش ہیں۔ ہر ایک شخص اپنی رائے اور خیال کی پیروی کرتا ہے۔ لیکن خداتعالیٰ نے ہمارے دل کو اسی امر کے لئے کھولا ہے کہ اس وقت اور اس زمانہ میں اسلام کی حقیقی تائید اسی میں ہے کہ ہم اُس تخم بدنامی کو جو بویا گیا ہے اور اُن اعتراضات کو جو یورپ اور ایشیا میں پھیلائے گئے ہیں جڑ سے اکھاڑ کر اسلامی خوبیوں کے انوار اور برکات اس قدر غیر قوموں کو دکھلاویں کہ ان کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں اور اُن کے دل اُن مفتریوں سے بےزار ہو جائیں جنہوں نے دھوکہ دے کر ایسے مزخرفات شائع کئے ہیں اور ہمیں ان لوگوں کے خیالات پر نہایت افسوس ہے جو باوجودیکہ وہ دیکھتے ہیں کہ کس قدر زہریلے اعتراضات پھیلائے جاتے اور عوام کو دھوکہ دیا جاتا ہے پھر بھی وہ کہتے ہیں کہ ان اعتراضات کے ردّ کرنے کی کچھ بھی ضرورت نہیں صرف مقدمات اٹھانا اور گورنمنٹ میں میموریل بھیجنا کافی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہماری گورنمنٹ محسنہ ہر ایک مظلوم کا انصاف دینے کے لئے طیّار ہے لیکن ہمیں آنکھ کھول کر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ وہ ضرر جو قوم کو مخالفوں کے اعتراضات سے پہنچ رہا ہے وہ صرف یہی نہیں کہ اُن کے سخت الفاظ سے بہت سے دل زخمی ہیں بلکہ ایک خطرناک ضرر تو یہ ہے کہ اکثر جاہل اور نادان اُن اعتراضات کو صحیح سمجھ کر اسلام سے

﴿۱۵﴾

﴿۱۶﴾ نفرت پیدا کرتے جاتے ہیں۔ سو جس ضرر کا لوگوں کے ایمان پر اثر ہے اور جو ضرر فی الواقع اعظم اور اکبر ہے وہی اس قابل ہے کہ سب سے پہلے اس کا تدارک کیا جائے ایسا نہ ہو کہ ہم ہمیشہ سزا دلانے کی فکروں میں ہی لگے رہیں اور ان شیطانی وساوس سے نادان لوگ ہلاک ہو جائیں۔ خدا تعالیٰ جو اپنے دین اور اپنے رسول کے لئے ہم سے زیادہ غیرت رکھتا ہے وہ ہمیں ردّ لکھنے کی جابجا ترغیب دے کر بدزبانی کے مقابل پر یہ حکم فرماتا ہے کہ ’’جب تم اہل کتاب اور مشرکوں سے دکھ دینے والی باتیں سنو اور ضرور ہے کہ تم آخری زمانہ میں بہت سے دلآزار کلمات سنو گے پس اگر تم اس وقت صبر کرو گے تو خدا کے نزدیک اولوا العزم سمجھے جاؤ گے‘‘۔ دیکھو یہ کیسی نصیحت ہے اور یہ خاص اسی زمانہ کے لئے ہے کیونکہ ایسا موقعہ اور اس درجہ کی تحقیر اور توہین اور گالیاں سننے کا نظارہ اس سے پہلے کبھی مسلمانوں کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ یہی زمانہ ہے جس میں کروڑ ہا توہین اور تحقیر کی کتابیں تالیف ہوئیں۔ یہی زمانہ ہے جس میں ہزارہا الزام محض افترا کے طور پر ہمارے پیارے نبی ہمارے سیّد و مولیٰ ہمارے ہادی و مقتدا جناب حضرت محمد مصطفٰی احمد مجتبٰی افضل الرسل خیر الوریٰ صلّی اللہ علیہ وسلم پر لگائے گئے سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ قرآن شریف میں یعنی سورہ آل عمران میں یہ حکم ہمیں فرمایا گیا ہے کہ ’’تم آخری زمانہ میں نامنصف پادریوں اور مشرکوں سے دکھ دینے والی باتیں سنو گے اور طرح طرح کے دلآزار کلمات سے ستائے جاؤ گے اور ایسے وقت میں خدا تعالیٰ کے نزدیک صبر کرنا بہتر ہوگا‘‘۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بار بار صبر کے لئے تاکید کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جب میرے پر ایک جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا پادریوں کی طرف سے قائم کیا گیا تو باوجودیکہ کپتان ڈگلس صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع نے بخوبی سمجھ لیا کہ یہ مقدمہ جھوٹا ہے مگر جب صاحب موصوف نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تم ان پر نالش کرنا چاہتے ہو تو میں نے اسی وقت انشراح صدر سے کہہ دیا (جس کو صاحب موصوف نے اسی کیفیت کے ساتھ لکھ لیا) کہ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ نالش کروں۔ اس کی کیا وجہ تھی۔ یہی تو تھی کہ خدا تعالیٰ صاف قرآن شریف

﴿۱۷﴾

میں ہمیں فرماتا ہے کہ تم آخری زمانہ میں اہل کتاب اور مشرکین سے دکھ دیئے جاؤ گے اور دلآزار باتیں سنو گے اس وقت اگر تم شر کا مقابلہ نہ کرو تو یہ بہادری کا کام ہوگا۔ سو میں ہر ایک مسلمان کو کہتا ہوں اور کہوں گا کہ تم شر کا مقابلہ ہرگز نہ کرو۔ خاک ہو جاؤ اور خدا کو دکھلاؤ کہ کیسے ہم نے حکم کی تعمیل کی۔ صبر کرنے والوں کے لئے بغیر کسی اشد ضرورت کے میموریل کی بھی کچھ ضرورت نہیں کہ یہ حرکت بھی بے صبری کے داغ اپنے اندر رکھتی ہے۔ ہاں خدا نے ہم پر فرض کر دیا ہے کہ جھوٹے الزامات کو حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ دور کریں۔ اور خدا جانتا ہے کہ کبھی ہم نے جواب کے وقت نرمی اور آہستگی کو ہاتھ سے نہیں دیا اور ہمیشہ نرم اور ملائم الفاظ سے کام لیا ہے بجز اس صورت کے کہ بعض اوقات مخالفوں کی طرف سے نہایت سخت اور فتنہ انگیز تحریریں پا کر کسی قدر سختی مصلحت آمیز اس غرض سے ہم نے اختیار کی کہ تا قوم اس طرح سے اپنا معاوضہ پا کر وحشیانہ جوش کو دبائے رکھے۔ اور یہ سختی نہ کسی نفسانی جوش سے اور نہ کسی اشتعال سے بلکہ محض آیت اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ[1] پر عمل کر کے ایک حکمت عملی کے طور پر استعمال میں لائی گئی اور وہ بھی اس وقت کہ مخالفوں کی توہین اور تحقیر اور بدزبانی انتہا تک پہنچ گئی اور ہمارے سیّد و مولیٰ سرور کائنات فخر موجودات کی نسبت ایسے گندے اور پُر شر الفاظ اُن لوگوں نے استعمال کئے کہ قریب تھا کہ ان سے نقضِ امن پیدا ہو تو اس وقت ہم نے اس حکمت عملی کو برتا کہ ایک طرف تو ان لوگوں کے گندے حملوں کے مقابل پر بعض جگہ کسی قدر مرارت اختیار کی اور ایک طرف اس نصیحت کا سلسلہ بھی جاری رکھا کہ اپنی گورنمنٹ محسنہ کی اطاعت کرو اور غربت اختیار کرو اور وحشیانہ طریقوں کو چھوڑ دو۔ سو یہ ایک حکیمانہ طرز تھی جو محض عام جوش کے دبانے کے لئے بعض وقت بحکم ضرورت ہمیں اختیار کرنی پڑی تا اسلام کے عوام اس طرح پر اپنے جوشوں کا تقاضا پورا کر کے غیر مہذب اور وحشیانہ طریقوں سے بچے رہیں اور یہ ایک ایسا طریق ہے کہ جیسے کسی کی افیون چھوڑانے کے لئے نربسی اس کو کھلائی جائے جو تلخی میں افیون سے مشابہ اور

[1] النحل :۱۲۶

﴿۱۸﴾ فوائد میں اُس سے الگ ہے اور وہ لوگ نہایت ظالم اور شریر النفس ہیں جو ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے ہی سخت گوئی کی بنیاد ڈالی۔ہم اس کا بجز اس کے کیا جواب دیں کہ **لَعۡنَتُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ۔**

جو شخص انصاف کے ارادہ سے اس امر میں رائے ظاہر کرنا چاہتا ہے اس پر اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ ہماری اوّل کتاب جو دنیا میں شائع ہوئی براہین احمدیہ ہے جس سے پہلے پادری عمادالدین کی گندی کتابیں اور اندرمن مرادآبادی کی نہایت سخت اور پُرفحش تحریریں اور کنھیّا لعل الکھ دھاری کی فتنہ انگیز تالیفات اور دیانند کی وہ ستیارتھ پرکاش جو بدگوئی اور گالیوں اور توہین سے پُر ہے ملک میں شائع ہو چکی تھیں اور ہمارے اس ملک کے مسلمان ان کتابوں سے اس طرح افروختہ تھے جس طرح کہ لوہا ایک مدت تک آگ میں رکھنے سے آگ ہی بن جاتا ہے مگر ہم نے براہین احمدیہ میں مباحثہ کی ایک معقولی طرز ڈال کر ان جوشوں کو فرو کیا اور ان جذبات کو اور طرف کھینچ کر لے آئے۔جیسا کہ ایک حاذق طبیب اعضاء رئیسہ سے رخ ایک مادہ کا پھیر کر اطراف کی طرف اس کو جھکا دیتا ہے۔اور باوجود اس کے کہ براہین احمدیہ ان عیسائیوں اور آریوں کے جواب میں لکھی گئی تھی جنھوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت توہین اور گالیوں کو انتہا تک پہنچا دیا تھا مگر تب بھی کتاب مذکور نہایت ملائمت اور ادب سے لکھی گئی اور بجز ان واجبی حملوں کے جو اپنے محل پر چسپاں تھے جن کا ذکر ہر ایک مباحث کے لئے بغرض اِسکات خصم ضروری ہوتا ہے اور کوئی درشت کلمہ اس کتاب میں نہیں ہے اور اگر بالفرض ہوتا بھی تو کوئی منصف جس نے عمادالدین اور اندرمن اور کنھیّا لعل کی کتابیں اور دیانند سورستی کی ستیارتھ پرکاش پڑھی ہو ہم کو ایک ذرہ الزام نہیں دے سکتا ہے۔ کیونکہ ان کتابوں کے مقابل پر جو کچھ بعض جگہ کسی قدر درشتی عمل میں آئی اس کی ان کتابوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور توہین اور تحقیر کے انبار کی طرف ایسی ہی نسبت تھی جیسا کہ ایک ذرہ کو پہاڑ کی طرف ہو سکتی ہے۔ ماسوا اس کے جو کچھ ہماری کتابوں میں بطور مدافعت لکھا گیا وہ دراصل اُن شخصوں کا قصور

تھا جنہوں نے ان تحریرات کے لئے اپنی سخت گوئی سے ہمیں مجبور کیا۔ اگر مثلاً زید محض شرارت سے بکر کو یہ کہے کہ تیرا باپ سخت نالائق تھا اور زید اس کے جواب میں یہ کہے کہ نہیں بلکہ تیرا ہی باپ ایسا تھا تو اس صورت میں یہ سختی جو بکر کے کلمہ میں پائی جاتی ہے بکر کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی کیونکہ دراصل زید خود ہی اپنے درشت کلمہ سے بکر کا محرک ہوا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہی حال ہم لوگوں کا ہے۔ اس شخص کی حالت پر نہ ایک افسوس بلکہ ہزار افسوس جس نے اس واقعہ صحیحہ کو نہیں سمجھا یا دانستہ اس افترا اور جھوٹ کو کسی غرض نفسانی سے استعمال میں لایا۔ اگر انجمن حمایت اسلام یا اس کے حامیوں کی یہ رائے ہے جیسا کہ ۶؍ مئی ۱۸۹۸ء کے پرچہ ابزرور سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل تمام سخت الفاظ اسلام کے ایک گروہ سے یعنی اس عاجز کی طرف سے ہی ظہور میں آئے ہیں ورنہ پہلے اس سے تمام حملہ کرنے والوں کی تحریریں مہذبانہ تھیں اور کوئی سخت لفظ ان کی تالیفات میں نہ تھا تو ایسی رائے جس قدر ظلم اور جھوٹ اور بددیانتی سے بھری ہوئی ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں خود ہر ایک شخص تاریخ تالیف دیکھ کر فیصلہ کرسکتا ہے کہ کیا ہماری کتابیں ان کی سخت گوئی سے پہلے لکھی گئیں یا بعد میں بطور مدافعت کے۔

ہمارے مخالفوں نے جس قدر ہم پر سختی کی اور جس قدر خدا سے بے خوف ہو کر نہایت بدتہذیبی سے ہمارے دین اور ہمارے پیشوائے دین حضرت محمد مصطفٰی خاتم النبیین پر حملے کئے وہ ایسا امر نہیں ہے کہ کسی پر پوشیدہ رہ سکے۔ مگر کیا یہ تمام حملے میرے سبب سے ہوئے؟ اور کیا اندرمن کا اندر بجر اور پاداش اسلام اور دوسرے گندے اور ناپاک رسالے جن میں بجز گالیوں کے اور کچھ بھی نہیں تھا ان تمام تالیفات کے شائع کرنے کا میں ہی موجب تھا؟ اور کیا دیانند کی وہ کتاب جس کا نام ستیارتھ پرکاش تھا جو براہین احمدیہ سے دو۲ برس پہلے چھپ کر شائع بھی ہوچکی تھی کیا وہ میرے جوش دلانے کی وجہ سے لکھی گئی؟ کیا یہ سچ نہیں کہ اس میں وہ سخت اور توہین کے کلمے دین اسلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھے گئے ہیں جن کے سننے سے کلیجہ کانپتا ہے تو کیا اس سے ثابت نہیں کہ میری کتاب براہین احمدیہ

﴿۱۹﴾

﴿۲۰﴾ کی تالیف سے پہلے آریہ صاحبوں نے سخت گوئی انتہا تک پہنچادی تھی؟اوراگرکوئی فریقین کی تحریروں کا مقابلہ کرے اور کتابوں کوایک دوسرے کے مقابل پرکھول کردیکھے تو معلوم ہوگا کہ اگرچہ کسی قدر سختی مدافعت کے طور پرنہایت رنج اٹھانے کے بعد ہم سے بھی ظہور میں آئی جس کا سبب اور جس کے استعمال کی حکمت عملی اوراس کے مفید نتائج ابھی ہم لکھ چکے ہیں مگر تاہم مقابلتًا وہ سختی کچھ بھی چیز نہیں تھی اور ہر جگہ مخالفین کے اکابر اور پیشواؤں کا نام تعظیم سے لکھا گیا تھا اور مقصود یہ تھا کہ ہماری اس نرمی اور تہذیب کے بعد ہمارے مخالف اپنی عادات سابقہ کی کچھ اصلاح کریں مگر لیکھرام کی کتابوں نے ثابت کر دیا کہ یہ امید بھی غلط تھی۔ہم نہیں چاہتے کہ بے محل اس قصے کو چھیڑیں۔صرف ہمیں ان لوگوں کی حالت پرافسوس آتا ہے جنہوں نے سچائی کا خون کرکے یہ الزام ہم پرلگانا چاہا کہ گویا مخالفوں کے مقابل پرابتدا تمام سختیوں اور تمام بدگوئیوں اور تمام تحقیر اور توہین کے الفاظ کا ہم سے ہوا ہے۔یہ وہی لوگ ہیں جو حمایت اسلام کا دم مارتے ہیں۔جن کا یہ خیال ہے کہ گویا سخت گوئی ہماری سرشت میں ایک لازم غیر منفک ہے جس نے مہذب مخالفوں کو جوش دلایا۔اگر اس قابل رحم انجمن کی یہ رائے ہے جس کو ابزرور نے شائع کیا ہے تو اس نے بڑی غلطی کی کہ گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں پادریوں کی شکایت میں میموریل روانہ کیا۔کیونکہ جبکہ میری ہی تحریک اور جوش دینے سے یہ سب کتابیں لکھی گئی ہیں تو طریق انصاف تو یہ تھا کہ میری شکایت میں میموریل بھیجتے۔

میں سچے دل سے اس بات کو بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی کی نظر میں یہی سچ ہے کہ بدگوئی کی بنیاد ڈالنے والا میں ہی ہوں اور میری ہی تالیفات نے دوسری قوموں کو توہین اور تحقیر کا جوش دلایا ہے تو ایسا خیال کرنے والا خواہ ابزرور کا ایڈیٹر ہو یا انجمن حمایت اسلام لاہور کا کوئی ممبر یا کوئی اور اگر وہ ثابت کر دکھاوے کہ یہ تمام سخت گوئیاں جو پادری فنڈل سے شروع ہوکر **امہات المومنین** تک پہنچیں یا جو اندرمن سے ابتدا ہو کر لیکھرام تک ختم ہوئیں۔میری ہی وجہ سے برپا ہوئی تھیں تو میں ایسے شخص کو تاوان کے طور پر **ہزار روپیہ** نقد دینے کو طیار

ہوں۔ کیونکہ یہ بات درحقیقت سچ ہے کہ جس حالت میں ایک طرف میرا یہ مذہب ہے کہ ہرگز مخالفوں کے ساتھ اپنی طرف سے سختی کی ابتدا نہیں کرنی چاہیئے اور اگر وہ خود کریں تو حتی الوسع صبر کرنا چاہیئے بجز اس صورت کے کہ جب عوام کا جوش دبانے کے لئے مصلحت وقت پر قدم مارنا قرین قیاس ہو اور پھر دوسری طرف عملی کارروائی میری یہ ہو کہ یہ تمام شور قیامت میں نے ہی اٹھایا ہو جس کی وجہ سے ہمارے مخالفوں کی طرف سے ہزارہا کتابیں تالیف ہو کر ملک میں شائع کی گئیں اور ہزارہا قسم کی توہین اور تحقیر ظہور میں آئی یہاں تک کہ قوموں میں باہم سخت تفرقہ اور عناد پیدا ہوا تو اس حالت میں بلاشبہ میں ہر ایک تاوان اور سزا کا مستحق ہوں اور یہ فیصلہ کچھ مشکل نہیں اگر کوئی ایک گھنٹہ کیلئے ہمارے پاس بیٹھ جائے تو جیسا کہ ایک شکل آئینہ میں دکھائی جاتی ہے ویسا ہی یہ تمام واقعات بلاکم وبیش کتابوں کے مقابلہ سے ہم دکھا سکتے ہیں۔ ﴿۲۱﴾

یہ ذکر تو جملۂ معترضہ کی طرح درمیان آ گیا اب میں اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ یہ پالیسی ہرگز صحیح نہیں ہے کہ ہم مخالفوں سے کوئی دکھ اٹھا کر کوئی جوش دکھاویں یا اپنی گورنمنٹ کے حضور میں استغاثہ کریں۔ جو لوگ ایسے مذہب کا دم مارتے ہیں جیسا کہ اسلام جس میں یہ تعلیم ہے کہ کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ[1] یعنی تم ایک امت اعتدال پر قائم ہو جو تمام لوگوں کے نفع کے لئے پیدا کی گئی ہو۔ کیا ایسے لوگوں کو زیبا ہے جو بجائے نفع رسانی کے آئے دن مقدمات کرتے رہیں۔ کبھی میموریل بھیجیں اور کبھی فوجداری میں نالش کر دیں اور کبھی اشتعال ظاہر کریں اور صبر کا نمونہ کوئی بھی نہ دکھاویں۔ ذرہ غور کر کے دیکھنا چاہیئے کہ جو لوگ تمام گم گشتہ انسانوں کو رحم کی نظر سے دیکھتے ہیں ان کے بڑے بڑے حوصلے چاہئیں۔ ان کی ہر ایک حرکت اور ہر ایک ارادہ صبر اور بُردباری کے رنگ سے رنگین ہونا چاہیئے۔ سو جو تعلیم خدا نے ہمیں قرآن شریف میں اس بارے میں دی ہے وہ نہایت صحیح اور اعلیٰ درجہ کی حکمتوں کو اپنے اندر رکھتی ہے جو ہمیں صبر سکھاتی ہے۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام رومی سلطنت کے ماتحت خدا تعالیٰ

[1] اٰل عمران: ۱۱۱

﴿۲۲﴾ سے مامور ہو کر آئے تو خدا تعالیٰ نے ان کے ضعف اور کمزوری کے لحاظ سے یہی تعلیم ان کو دی کہ شر کا مقابلہ ہرگز نہ کرنا بلکہ ایک طرف طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دو۔ اور یہ تعلیم اس کمزوری کے زمانہ کے نہایت مناسب حال تھی۔ ایسا ہی مسلمانوں کو وصیّت کی گئی تھی کہ ان پر بھی ایک کمزوری کا زمانہ آئے گا اسی زمانہ کے ہم رنگ جو حضرت مسیح پر آیا تھا اور تاکید کی گئی تھی کہ اس زمانہ میں غیر قوموں سے سخت کلمے سن کر اور ظلم دیکھ کر صبر کریں۔ سو مبارک وہ لوگ جو ان آیات پر عمل کریں اور خدا کے گنہگار نہ بنیں۔ قرآن شریف کو غور سے دیکھیں کہ اُس کی تعلیم اس بارے میں دو پہلو رکھتی ہے۔ ایک[۱] اس ارشاد کے متعلق ہے کہ جب پادری وغیرہ مخالف ہمیں گالیاں دیں اور ستاویں اور طرح طرح کی بدزبانی کی باتیں ہمارے دین اور ہمارے نبی علیہ السلام اور ہمارے چراغ ہدایت قرآن شریف کے حق میں کہیں تو اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ دوسرا[۲] پہلو اس ارشاد کے متعلق ہے کہ جب ہمارے مخالف ہمارے دین اسلام اور ہمارے مقتدا اور پیشوا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کی نسبت دھوکہ دینے والے اعتراض شائع کریں اور کوشش کریں کہ تا دلوں کو سچائی سے دور ڈالیں تو اس وقت ہمیں کیا کرنا فرض ہے۔ یہ دونوں حکم اس قسم کے ضروری تھے کہ مسلمانوں کو یاد رکھنے چاہئیں تھے۔ مگر افسوس ہے کہ اب معاملہ برعکس ہے اور جوش میں آنا اور مخالف موذی کی ایذا کے فکر میں لگ جانا غازہ دینداری ٹھہر گیا ہے اور انسانی پالیسی کو خدا کی سکھلائی ہوئی پالیسی پر ترجیح دی جاتی ہے حالانکہ ہمارے دین کی مصلحت اور ہماری خیر اور برکت اسی میں ہے کہ ہم انسانی منصوبوں کی کچھ پرواہ نہ کریں اور خدا تعالیٰ کی ہدایتوں پر قدم مار کر اس کی نظر میں سعادت مند بندے ٹھہر جائیں۔ خدا نے ہمیں اس وقت کے لئے کہ جب ہمارے مذہب کی توہین کی جائے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سخت سخت کلمات کہے جائیں کھلے کھلے طور پر ارشاد فرمایا ہے جو سورہ آل عمران کے آخر میں درج ہے اور وہ یہ ہے۔ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ [۱] ۔ یعنی تم

۱ ال عمران:۱۸۷

﴿۲۳﴾

اہلِ کتاب اور دوسرے مخلوق پرستوں سے بہت سی دکھ دینے والی باتیں سنو گے۔ تب اگر تم صبر کرو گے اور زیادتی سے بچو گے تو تم خدا کے نزدیک اولوالعزم شمار کئے جاؤ گے۔ ایسا ہی اس دوسرے وقت کے لئے کہ جب ہمارے مذہب پر اعتراض کئے جائیں۔ یہ ارشاد فرمایا ہے اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ [۱]۔۔۔۔ وَلۡتَکُنۡ مِّنۡکُمۡ اُمَّۃٌ یَّدۡعُوۡنَ اِلَی الۡخَیۡرِ وَ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ [۲] سورہ آل عمران۔ یعنی جب تو عیسائیوں سے مذہبی بحث کرے تو حکیمانہ طور پر معقول دلائل کے ساتھ کر اور چاہئیے کہ تیرا وعظ پسندیدہ پیرایہ میں ہو۔ اور تم میں سے ہمیشہ ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو خیر اور بھلائی کی طرف دعوت کریں اور ایسی باتوں کی طرف لوگوں کو بلاویں جن کی سچائی پر عقل اور سلسلۂ سماوی گواہی دیتے رہے ہیں اور ایسی باتوں سے منع کریں جن کی سچائی سے عقل اور سلسلۂ سماوی انکار کرتے ہیں۔ جو لوگ یہ طریق اختیار کریں اور اس طرح پر بنی نوع کو دینی فائدہ پہنچاتے رہیں وہی ہیں جو نجات پا گئے۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں ان دونوں پہلوؤں کو ایک ہی جگہ اکٹھے کر کے بیان کر دیا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَ صَابِرُوۡا وَ رَابِطُوۡا ۟ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ [۳]۔ (اخیر آل عمران) یعنی اے ایمان والو! دشمنوں کی ایذا پر صبر کرو اور باایں ہمہ مقابلہ میں مضبوط رہو اور کام میں لگے رہو اور خدا سے ڈرتے رہو تا تم نجات پا جاؤ۔ سو اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی ہمیں یہی ہدایت ہے کہ ہم جاہلوں کی توہین اور تحقیر اور بدزبانیوں اور گالیوں سے اعراض کریں اور ان تدبیروں میں اپنا وقت ضائع نہ کریں کہ کیونکر ہم بھی ان کو سزا دلاویں۔ ☆ بدی کے مقابل پر بدی کا ارادہ کرنا

☆ میری جماعت نے جوزٹلی کی بدگوئی پر میموریل بھیجا ہے وہ سزا دلانے کی غرض سے نہیں بلکہ اس غرض سے کہ یہ لوگ محض دروغ گوئی کے طور پر سخت گوئی کا الزام لگاتے تھے لہٰذا گورنمنٹ اور پبلک کو دکھلایا گیا ہے کہ ان لوگوں کی نرمی اور ادب اس قسم کا ہے۔ اس سے زیادہ اس میموریل میں کوئی درخواست سزا وغیرہ کی نہیں ہے۔ **منہ**

[۱] النحل :۱۲۶ [۲] اٰل عمران :۱۰۵ [۳] اٰل عمران :۲۰۱

ایک معمولی بات ہے کمال میں داخل نہیں۔کمال انسانیت یہ ہے کہ ہم حتی الوسع گالیوں کے مقابل پر اعراض اور درگذر کی خو اختیار کریں۔

یہ بھی تو سوچو کہ پادری صاحبوں کا مذہب ایک شاہی مذہب ہے۔لہٰذا ہمارے ادب کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ ہم اپنی مذہبی آزادی کو ایک طفیلی آزادی تصور کریں اور اس طرح پر ایک حد تک پادری صاحبوں کے احسان کے بھی قائل رہیں۔گورنمنٹ اگر ان کو باز پُرس کرے تو ہم کس قدر باز پُرس کے لائق ٹھہریں گے۔اگر سبز درخت کاٹے جائیں تو پھر خشک کی کیا بنیاد ہے۔کیا ایسی صورت میں ہمارے ہاتھ میں قلم رہ سکے گی؟ سو ہوشیار ہو کر طفیلی آزادی کو غنیمت سمجھو اور اس محسن گورنمنٹ کو دعائیں دو جس نے تمام رعایا کو ایک ہی نظر سے دیکھا۔یہ بالکل نامناسب اور سخت نامناسب ہے کہ پادریوں کی نسبت گورنمنٹ میں شکایت کریں۔ہاں جو شبہات اور اعتراض اٹھائے گئے اور جو بہتان شائع کئے گئے ان کو جڑ سے اکھاڑنا چاہیئے اور وہ بھی نرمی سے اور حق اور حکمت کے معاون ہو کر دنیا کو فائدہ پہنچانا چاہیئے اور ہزاروں دلوں کو شبہات کے زندان سے نجات بخشنا چاہیئے۔یہی کام ہے جس کی اب ہمیں اشد ضرورت ہے۔یہ سچ ہے کہ مسلمانوں نے تائید اسلام کے دعوے پر جا بجا انجمنیں قائم کر رکھی ہیں۔لاہور میں بھی تین انجمنیں ہیں۔لیکن سوال تو یہ ہے کہ باوجودیکہ عیسائیوں کی طرف سے دس کروڑ کے قریب مخالفانہ کتابیں اور رسائل نکل چکے ہیں اور تین ہزار کے قریب ایسے اعتراضات شائع ہو چکے جن کا جواب دینا مولویوں اور ان انجمنوں کا فرض تھا جنہوں نے ہر ایک رسالہ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم مخالفوں کے سوالات کے جواب دیں گے ان حملوں کا ان انجمنوں نے کیا بندوبست کیا اور کون کونسی مفید کتاب دنیا میں پھیلائی۔ہم بقول ان کے کافر سہی دجال سہی سخت گو سہی مگر ان لوگوں نے باوجود ہزار ہا روپیہ اسلام کا جمع کرنے کے اسلام کی حقیقی مدد کیا کی۔علوم مروّجہ کی تعلیم کا شاید بڑے سے بڑا نتیجہ یہ ہوگا کہ تا لڑکے تعلیم پا کر کوئی معقول نوکری پاویں۔اور یتیموں کی پرورش کا نتیجہ بھی اس سے بڑھ کر

﴿۲۴﴾

کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ بچے مسلمان ہونے کی حالت میں بالغ اور معمولی طور کے خوانده ہو جائیں۔ مگر آگے جو کروڑ ہا قسم کے دام تزویر بالغوں کی راہ میں بچھے ہوئے ہیں ان سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں بتلائی گئی۔ کیا کوئی بیان کر سکتا ہے کہ کسی انجمن نے ان سے محفوظ رہنے کا کیا بندوبست کیا؟ بلکہ اگر ایسی ہی تعلیم ہے جس میں مخالفوں کے تمام حملوں سے اکمل اور اتم طور پر خبر دار نہیں کیا جاتا اور یتیموں کی ایسی ہی پرورش ہے کہ ان کو جوان اور بالغ کر دینا ہی بس ہے تو یہ تمام کام اسلام کے دشمنوں کے لئے ہے نہ اسلام کے لئے۔ اگر اسلام کے لئے یہ کام ہوتا تو سب سے پہلے اس بات کا بندوبست ہونا چاہیئے تھا کہ یہ اعتراضات عیسائیت اور فلسفہ اور آریہ مت اور برہمو سماج کے جن کی میزان تین ہزار تک پہنچ گئی ہے نہایت صفائی اور تحقیق اور تدقیق سے ان کا جواب شائع کیا جاتا اور صرف یہ کافی نہیں کہ امہات مومنین کے چند ورق کا جواب لکھا جاوے بلکہ لازم ہے کہ پادریوں کی شصت سالہ کارروائی اور ایسا ہی وہ تمام فلسفی اور طبعی اعتراضات جو اس کے ساتھ قدم بقدم چلے آئے ہیں اور ایسا ہی آریہ سماج کے اعتراض جو نئے انقلاب سے ان کو سوجھے ہیں ان تمام اعتراضات کی ایک فہرست طیّار ہو اور پھر ترتیب وار کئی جلدوں میں اس خس و خاشاک کو سچائی کی ایک روشن اور افروختہ آتش سے نابود کر دیا جائے۔ ﴿۲۵﴾

یہ کام ہے جو اس زمانہ میں اسلام کے لئے کرنا ضروری ہے۔ یہی وہ کام ہے جس سے نئی ذریت کی کشتی غرق ہونے سے بچ رہے گی اور یہی وہ کام ہے جس سے اسلام کا روشن اور خوبصورت چہرہ مشرق اور مغرب میں اپنی چمک دکھلائے گا۔ اس کام کے یہ امور ہرگز قائم مقام نہیں ہو سکتے کہ یتیموں کی پرورش کی جائے یا علوم مروّجہ یا کسی اور کسب کی ان کو تعلیم دی جائے یا بگفتن رسم اور عادت کے طور پر اسلام کے احکام اور ارکان ان کو سکھلائے جائیں۔ وہ لوگ جو اسلام سے مرتد ہو کر عیسائیوں میں جا ملے ہیں جو غالباً ایک لاکھ کے قریب پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہوں گے کیا وہ اسلام کے احکام اور ارکان سے بے خبر تھے؟ کیا ان کو اتنی بھی تعلیم نہیں ملی تھی جواب انجمن حمایت اسلام لاہور یتیموں اور

دوسرے طالب علموں کو دے رہی ہے؟ نہیں بلکہ بعض ان میں سے اسلام کے رسمی علوم سے بہت کچھ واقف بھی تھے مگر پھر بھی ان کے معلومات ایسے تھے کہ ان کو عیسائیت کے زہریلے اثر اور سوفسطائی اعتراضوں سے بچا نہ سکے اس لئے دانشمندی کا طریق یہ تھا کہ ان لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کر کے اس زہریلی ہوا کا جو ہر طرف سے زور کے ساتھ چل رہی ہے کوئی احسن انتظام کیا جاتا۔ مگر کس نے اس طرف توجہ کی اور کس انجمن کو یہ خیال آیا؟ نہیں بلکہ ان لوگوں نے تو اور اور کارروائیاں شروع کر دیں جو مسلمانوں کی دینی حالت پر کچھ بھی نیک اثر ڈال نہیں سکتیں۔ اب بھی وقت ہے کہ اہل اسلام اپنے تئیں سنبھالیں اور وہ راہ اختیار کریں جو درحقیقت اس سیلاب کو روکتی ہو۔ لیکن یاد رہے کہ بجز اس کے اور کوئی بھی راہ نہیں کہ تمام اعتراضات اور ہر ایک قسم کے شبہات جمع کر کے اس کام کو کوئی ایسا آدمی شروع کرے جو اکمل اور اتم طور پر اس کو انجام دے سکے اور حتی الوسع اُن شرائط کا جامع ہو جن کو پہلے ہم لکھ چکے ہیں۔ ﴿۲۶﴾

غرض یہ کام ہے جو مسلمانوں کی ذریّت کو موجودہ زہریلی ہواؤں سے بچا سکتا ہے مگر یہ ایسے طرز سے ہونا چاہیئے کہ ہر ایک جواب قرآن شریف کے حوالہ سے ہو تا اس طرح پر جواب بھی ہو جائے اور حق کے طالبوں کو قرآن شریف کے اہم مقامات کی تفسیر پر بھی بخوبی اطلاع ہو جائے۔ یہ ہر ایک کا کام نہیں یہ ان لوگوں کا کام ہے جو اوّل شرائط ضرور یہ تالیف سے متّصف ہوں اور پھر ہر ایک ملونی سے اپنی نیت اور عمل کو الگ کر کے خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کی مرضیات حاصل کرنے کے لئے یہ کوشش کریں اور یہ بھی ضروری ہے کہ ایسی کتاب کم سے کم پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار تک چھپوائی جائے اور تمام دیار اسلام میں مفت تقسیم ہو۔

غرض صرف امّہات مومنین جیسے ایک مختصر رسالہ کا رد لکھنا کافی نہیں ہے کارروائی پوری کرنی چاہیئے اور یقین رکھنا چاہیئے کہ ضرور خدا تعالیٰ مدد دے گا۔ ہاں نرمی اور آہستگی اور تہذیب سے یہ کارروائی ہونی چاہیئے۔ ایسی سخت تحریر نہ ہو کہ پڑھنے والا رک جائے اور اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ لیکن اتنا بڑا کام بغیر جمہوری مدد کے کسی طرح انجام پذیر

نہیں ہوسکتا۔ جب اہل الرائے ایک شخص کو اس کام کے لئے مقرر کریں تب یہ دوسرا انتظام بھی ہونا چاہیئے کہ اس کام کے انجام کیلئے امراء اور دولتمندوں اور ہر ایک طبقہ کے مسلمانوں سے ایک رقم کثیر بطور چندہ کے جمع ہو اور کسی ایک امین کے پاس حسب صوابدید اس کمیٹی کے جو اس کام کو ہاتھ میں لیوے وہ چندہ جمع رہے اور حسب ضرورت خرچ ہوتا جائے۔ ﴿۲۷﴾

اب ایک دوسرا سوال اور ہے اور وہ یہ کہ اس ردّ جامع کے لکھنے کے لئے کون مقرر ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کثرت رائے سے جو شخص لائق قرار پاوے وہی مقرر کیا جائے جیسا کہ ابھی میں بیان کر چکا ہوں۔اور جب ہر طرح سے کسی کو شرائط کے مطابق پایا جائے اور اس کی لیاقت کی نسبت تسلی ہو جائے تو اس ردّ جامع کا کام اس کو دیا جائے اور پھر تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے اختلافات کو دور کر کے ایسے شخص کی مدد میں بدل و جان مصروف ہوں اور اپنے مالوں کو اس راہ میں پانی کی طرح بہا دیں تا جیسا کہ اس زمانہ میں مخالفوں کے اعتراض کمال کو پہنچ گئے ہیں ایسا ہی جواب بھی کمال کو پہنچ جائے اور اسلام کی فوقیت اور فضیلت تمام دینوں پر ثابت ہو جائے۔

اب اس کام میں ہرگز تاخیر نہیں چاہیئے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ دلی صفائی سے اور محض خدا کے لئے کھڑے ہو جائیں۔اور بلحاظ امور متذکرہ بالا جس کو چاہیں تجویز کر لیں۔ یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو صاحب اس کام کے لئے تجویز کئے جائیں وہ اس کتاب کو تین زبانوں میں جو اسلامی زبانیں ہیں لکھیں یعنی اردو اور عربی اور فارسی میں کیونکہ پادری صاحبوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے بلکہ اس سے زیادہ کئی زبانوں میں ردّ اسلام چھپوایا ہے۔سو ہمیں بھی یہی چاہیئے کہ ہمت نہ ہاریں بلکہ انگریزی میں بھی ایک ترجمہ اس کتاب کا شائع کریں۔

میں مدت تک اس سوچ میں رہا کہ اس ضروری کام کا سلسلہ کیونکر شروع ہو۔آخر مجھے یہ خیال آیا کہ اکثر علماء کا تو یہ حال ہے کہ ان میں تباغض اور تحاسد بڑھا ہوا ہے ان کو زیادہ تر دلچسپی تکفیر اور تکذیب سے ہے۔جس قدر پنجاب اور ہندوستان میں انجمنیں قائم ہوئی ہیں۔ مجھے

اب تک کسی ایسی انجمن پر اطلاع نہیں جو ان مقاصد کو جیسا کہ ہمارا ارادہ ہے پورا کر سکے۔ یا اس طرز کا جوش ان میں موجود ہو۔ میں اس بات کو قبول کرتا ہوں کہ ان انجمنوں کے ممبروں میں سے کئی ایسے صاحب بھی ہوں گے جو ہماری مراد کے موافق ان کے دلوں میں بھی تائید دین متین کا جوش ہوگا۔ لیکن وہ کثرت رائے کے نیچے ایسے دبے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ طوطی کی آواز نقّار خانہ میں۔ بہرحال جس قدر ہمیں ہمدردی دین کے جوش سے موجودہ انجمنوں کا کچھ نقص بیان کرنا پڑا ہے وہ معاذ اللہ اس نیت سے نہیں کہ ہم انجمنوں کے تمام ممبروں اور کارکنوں پر اعتراض کرتے ہیں بلکہ ہمارا اعتراض اس معجون مرکب پر ہے۔ جو کثرت رائے سے آج تک پیدا ہوتی رہی ہے۔ لیکن ان تمام صاحبوں کی ذاتیات اور شخصیات سے ہمیں کچھ بحث نہیں جو ان انجمنوں سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ بعض اوقات ایک صاحب کی اپنی رائے کچھ اور ہوتی ہے مگر کثرت رائے کے نیچے آ کر خواہ نخواہ اس کو ہاں سے ہاں ملانی پڑتی ہے اور نیز ہم ان انجمنوں اور ان کے کاموں کو محض بیہودہ نہیں جانتے۔ بلاشبہ مسلمانوں کی دنیوی حالت کو ترقی دینے کے لئے بہت عمدہ ذریعہ ہے۔ ہاں ہمیں افسوس کے ساتھ یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ زہریلی ہوا سے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھنے کے لئے ان میں کوئی لائق تعریف کوشش نہیں کی گئی جس قدر بنام نہاد تائید دین (کے☆) سامان دکھلائے گئے ہیں وہ ہرگز ہرگز اس تیز اور تند اور زہریلی ہوا کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو ہمارے ملک میں چل رہی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کی حقیقی ہمدردی جس دل میں ہوگی وہ ضرور ہماری اس تحریر پر بول اٹھے گا کہ بلاشبہ اس وقت مسلمان اپنی دینی حالت کے رو سے قابل رحم ہیں اور بلاشبہ اب ایک ایسے احسن انتظام کی ضرورت ہے جس میں ان حملوں کی پوری مدافعت ہو جو اس عرصہ ساٹھ۶۰ سال میں اسلام پر کئے گئے ہیں۔ ہم ان مردہ طبیعت لوگوں کو مخاطب کرنا نہیں چاہتے جو خود اپنی عمر کے انقلاب پر ہی نظر کر کے اب تک اس نتیجہ پر نہیں پہنچے کہ یہ مختصر

﴿۲۸﴾

☆ایڈیشن اول میں سہواً لکھنے سے رہ گیا ہے۔(ناشر)

زندگی ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں اور ضرور ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے لئے اور اپنی ذریّت کے لئے وہ آرام کی جگہ بناویں جو مرنے کے بعد ہمیشہ کی آرام گاہ ہوگی۔ اے بزرگو! یقیناً سمجھو کہ خدا ہے اور اس کا ایک قانون ہے جس کو دوسرے الفاظ میں مذہب کہتے ہیں۔ اور یہ مذہب ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتا رہا اور پھر ناپدید ہوتا رہا اور پھر پیدا ہوتا رہا مثلاً جیسا کہ تم گیہوں وغیرہ اناج کی قسموں کو دیکھتے ہو کہ وہ کیسے معدوم کے قریب ہو کر پھر ہمیشہ ازسرنو پیدا ہوتے ہیں اور باایں ہمہ وہ قدیم بھی ہیں ان کو نو پیدا نہیں کہہ سکتے۔ یہی حال سچے مذہب کا ہے کہ وہ قدیم بھی ہوتا ہے اور اس کے اصولوں میں کوئی بناوٹ اور حدوث کی بات نہیں ہوتی اور پھر ہمیشہ نیا بھی کیا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل میں ایک بزرگ نبی گذرے ہیں وہ کوئی نیا مذہب نہیں لائے تھے بلکہ وہی لائے تھے جو ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا تھا اور حضرت ابراہیم بھی کوئی نیا مذہب نہیں لائے تھے بلکہ وہی لائے تھے جو نوح علیہ السلام کو ملا تھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کوئی نیا مذہب نہیں لائے تھے اور کوئی نیا نجات کا طریق نہیں گھڑا تھا بلکہ وہی تھا جو حضرت موسیٰ کو ملا تھا اور وہی پرانا طریق نجات کا تھا جو ہمیشہ خدائے رحیم نبیوں کے ذریعہ سے انسانوں کو سکھلاتا رہا۔ لیکن جب طریق نجات جو قدیم سے چلا آتا تھا اور دوسرے اصول توحید میں عیسائیوں نے دھوکے کھائے اور یہودیوں کی عملی حالت بھی بگڑ گئی اور تمام زمین پر شرک پھیل گیا۔ تب خدا نے عرب میں ایک رسول پیدا کیا تا نئے سرے زمین کو توحید اور نیک عملوں سے منور کرے۔ اُسی خدا نے ہمیں خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر مخلوق پرستی کے عقائد دنیا میں پھیل جائیں گے اور لوگوں کی عملی حالت میں بھی بہت فرق ہو جائے گا اور اکثر دلوں پر دنیا کی محبت غالب اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہو جائے گی۔ تب خدا پھر اس طرف توجہ کرے گا کہ اس راستی کے تخم کو جو ہمیشہ اناج کی طرح پیدا ہوتا رہا ہے نشوونما دے۔ سو خدا اب اپنے دین کو ایسے لوگوں کے وسیلہ سے نشوونما دے گا جو اس کی نظر میں بہت ہی مقبول ہوں گے۔ مگر یہ خدا تعالیٰ کو معلوم ہے کہ

﴿۲۹﴾

﴿۳۰﴾ ایسے لوگ اُس کی نظر میں کون سے ہیں۔ بہر حال قرین مصلحت یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس مشکل کام میں امراء وقت اور دوسرے تمام تاجروں اور رئیسوں اور دولت مندوں اور اہل الرائے کو مخاطب کیا جائے اور پھر دیکھا جائے کہ اس ہمدردی کے میدان میں کون کون نکلتا ہے اور کون کون اعراض کرتا ہے۔ لیکن کیا ہی قابل تعریف وہ لوگ ہیں جو اس وقت اس کام کے لئے خدا تعالیٰ سے توفیق پائیں گے۔ خدا ان کے ساتھ ہو اور اپنے خاص رحم کے سایہ میں ان کو رکھے۔

یہ مضمون جن جن بزرگوں کی خدمت میں پہنچے ان کا کام یہ ہوگا کہ اوّل اس مضمون کو غور سے پڑھیں اور پھر براہ مہربانی مجھے اطلاع بخشیں کہ وہ اس کام کے انجام کے لئے کیا تجویز کرتے ہیں اور کس کو اس خدمت کے لئے پسند کرتے ہیں۔ کام یہی ہے کہ مخالفوں کی کل کتابوں سے اعتراضات جمع کر کے ان کا جواب دیا جائے۔ اور پھر وہ کتابیں پچاس ہزار کے قریب چھپوا کر ملک میں شائع کی جائیں اور اس طرح پر موجودہ اسلامی ذرّیت کو سمِ قاتل سے بچا لیا جائے۔ یہ تمام کام پچاس ہزار روپیہ کے خرچ سے بخوبی ہو سکتا ہے اور اگر ایسی کتابیں کم سے کم پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار تک دنیا میں شائع کی جائیں تو یہ سمجھو کہ ہم نے تمام ساختہ پرداختہ پادریوں اور دوسرے مخالفوں کا کالعدم کر دیا۔ لیکن چونکہ یہ مالی معاملہ ہے اس لئے اس میں اوّل سے خوب پڑتال اور تفتیش ہونی چاہیئے کہ اس کام کے لائق کون لوگ ہیں؟ اور کس کی تالیف دنیا کے دلوں کو اسلام کی طرف جھکا سکتی ہے؟ اور کون ایسا شخص ہے جس کا حسن بیان اور قوت استدلال اور طرز ثبوت عام فہم اور تسلی بخش ہے اور کس کی تقریر ہے جو تمام اعتراضات کو درہم برہم کر کے اُن کا نشان مٹا سکتی ہے۔ اسی خیال سے میں نے اس اپنے مضمون میں دس شرطیں لکھی ہیں جو میرے خیال میں ایسے مؤلّف کے لئے ضروری ہیں۔ لیکن میرے خیال کی پیروی کچھ ضروری نہیں ہر ایک صاحب کو چاہیئے کہ اس کام کے لئے پوری پوری غور کر کے یہ رائے ظاہر کریں کہ کس کو یہ خدمت تالیف سپرد کرنی چاہیئے اور ان کے نزدیک کون ہے جو بخوبی اور خوش اسلوبی اس

کاؔم کو انجام دے سکتا ہے۔ میں اس قدر خدمت اپنے ذمّہ لے لیتا ہوں کہ ہر ایک صاحب اس بارے میں اپنی اپنی رائے تحریر کر کے میرے پاس بھیج دیں۔ میں ان تمام تحریروں کو جمع کرتا جاؤں گا اور جب وہ سب تحریریں جمع ہو جائیں گی تو میں ان کو ایک رسالہ کی صورت میں چھاپ دوں گا اور پھر وہ امر جو کثرت رائے سے قرار پاوے اسی کو اختیار کیا جائے گا۔ اور ہر ایک پر لازم ہوگا کہ کثرت رائے کے پیرو ہو کر سچے دل سے اس کام میں حتی الوسع مالی مدد دیں۔ اور اس رائے کے لائق وہی صاحب سمجھے جائیں گے جو مالی مدد کے دینے کے لئے طیار ہوں۔ مگر رائے لکھنے کے وقت ہر ایک صاحب کو چاہیئے کہ اس اہل علم کا نام تصریح سے لکھیں جس کو یہ نازک کام تالیف کا سپرد کیا جائے گا۔ ﴿۳۱﴾

شاید بعض صاحب اس رائے کو اختیار کریں کہ کئی صاحب علم اس کام کے لئے متوجہ ہوں اور مل کر کریں۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ایسے امور میں تالیفات کا تداخل ضرر رساں ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات نزاع اور کینہ تک نوبت پہنچتی ہے۔ ہاں جو شخص درحقیقت لائق اور صاحب معلومات ہوگا اس کو اگر کوئی ضرورت ہوگی تو وہ خود اپنے چند مددگار خدام کی طرح پیدا کر سکتا ہے۔ کمیٹی کی تجویز کے نیچے یہ بات آ نہیں سکتی بلکہ ایسی قہری ترکیب سے کئی فتنوں کا احتمال ہے۔ جب تک صرف ایک شخص اس کام کا مدارالمہام مقرر نہ کیا جائے تب تک خیروخوبی سے کوئی کام انجام پذیر نہیں ہوسکتا۔ ہاں وہ مدارالمہام جس قدر مناسب سمجھے اپنی منشاء اور طرز تالیف کے مطابق اوروں سے مواد تالیف جمع کرنے کے لئے کوئی خدمت لے سکتا ہے اور اس کام کے لئے ایک عملہ مقرر کر سکتا ہے۔

یہ غور کے لائق باتیں ہیں اور مجھے زیادہ تر یہی خوف ہے کہ اس پرچہ کو جو خون جگر سے لکھا گیا ہے یونہی لاپروائی سے پھینک نہ دیا جائے یا جلدی سے اس پر رائے لگا کر اس کو ردّی اور فضول بستوں میں نہ ڈال دیا جائے اس لئے میں اس بے قرار کی طرح جو ہر طرف ہاتھ پیر مارتا ہے اپنے معزز مخاطبین کو جو اپنی عزت اور امارت اور عالی ہمتی کی وجہ سے

﴿۳۲﴾ فخر اسلام ہیں اس خدائے عزّو جلّ کی قسم دیتا ہوں جس کی قسم کو کبھی انبیاء علیہم السلام نے بھی رد نہیں کیا کہ اپنی رائے سے جو سراسر دینی ہمدردی پر مشتمل ہو مجھے ضرور ممنون فرمائیں گو کم فرصتی کی وجہ سے دو چار سطر ہی لکھ سکیں لیکن اس تمام مضمون کو پڑھ کر تحریر فرماویں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ جس قدر اسلام کے سچے ہمدرد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنے والے ہیں وہ ایسی رائے کے لکھنے سے جس میں قوم کی بھلائی اور ہزارہا فتنوں سے نجات ہے دریغ نہیں فرمائیں گے۔ لیکن یاد رہے کہ اس رائے میں تین۳ امر کی تشریح ضرور چاہیئے۔ (۱) اوّل یہ کہ وہ اپنی دانست میں کس کو اس کام کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ اور اس بزرگ کا نام کیا ہے اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ (۲) دوم یہ کہ وہ خود اس عظیم الشان کام کے انجام دینے کے لئے کس قدر مدد دینے کو طیّار ہیں۔ (۳) سوم یہ کہ یہ رقم کثیر جو اس کام کے لئے جمع ہوگی وہ کہاں اور کس جگہ مد امانت میں رکھی جائے گی اور وقتاً فوقتاً کس کی اجازت سے خرچ ہوگی۔ یہ تین امر ضروری التفصیل ہیں۔

اس جگہ ایک اور امر قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ شاید بعض صاحبوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ ممکن ہے کہ اس کام میں دخل دینا گورنمنٹ عالیہ کے منشاء کے مخالف ہو تو میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ محسنہ جو ہماری جان اور مال کی حفاظت کر رہی ہے اس نے پہلے سے اشتہار دے رکھا ہے کہ وہ کسی کے دینی امور اور دینی تدابیر میں مداخلت نہیں کرے گی جب تک کوئی ایسا کاروبار نہ ہو جس سے بغاوت کی بدبو آوے۔ ہماری محسن گورنمنٹ برطانیہ کی یہی ایک قابل تعریف خصلت ہے جس کے ساتھ ہم تمام دنیا کے مقابل پر فخر کر سکتے ہیں۔ بیشک ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اس گورنمنٹ محسنہ کے سچے دل سے خیر خواہ ہوں اور ضرورت کے وقت جان فدا کرنے کو بھی طیّار رہوں۔ لیکن ہم اس طرح پر بھی غیر قوموں اور غیر ملکوں میں اپنی محسن گورنمنٹ کی نیک نامی پھیلانی چاہتے ہیں کہ کس طرح اس عادل گورنمنٹ نے دینی امور میں ہمیں پوری آزادی دی ہے۔ عملی نمونے ہزاروں کوسوں

﴿۳۳﴾ تک چلے جاتے ہیں اور دلوں پر ایک عجیب اثر ڈالتے ہیں اور صدہا نادانوں کے ان سے وسوسے دور ہو جاتے ہیں۔ یہ مذہبی آزادی ایک ایسی پیاری چیز ہے کہ اس کی خبر پاکر بہت سے اور ملک بھی چاہتے ہیں کہ اس مبارک گورنمنٹ کا ہم تک قدم پہنچے۔ غرض اس مبارک گورنمنٹ کو اپنا صدق اور اخلاص دکھلاؤ۔ وقتوں پر اس کے کام آؤ۔ چاہیئے کہ تمہارا دل بالکل صاف اور اخلاص سے بھرا ہوا ہو اور پھر جب تم یہ سب کچھ کر چکے تو باوجود اس ارادت اور اخلاص کے کچھ مضائقہ نہیں کہ نرمی اور ملائمت سے اپنے دین کے اصولوں کی تائید کی جائے ایسے کاموں میں باریک اصولوں کے لحاظ سے گورنمنٹ کے اقبال اور دولت کی خیرخواہی ہے کیونکہ جس طرح اچھے دوکاندار کا نام سن کر اسی طرف خریدار دوڑتے ہیں اسی طرح جس گورنمنٹ کے ایسے بے تعصب اور آزادانہ اصول ہوں وہ گورنمنٹ خواہ نخواہ پیاری اور ہر دلعزیز معلوم ہوتی ہے اور بہت سے غیر ملکوں کے لوگ حسرت کرتے ہیں کہ کاش ہم بھی اس کے ماتحت ہوتے۔ پس کیا آپ لوگ چاہتے نہیں کہ اس محسن گورنمنٹ کا ان تمام تعریفوں کے ساتھ دنیا میں نام پھیلے اور اس کی محبت دور دور تک دلوں میں جاگزین ہو۔ دیکھو سر سید احمد خاں صاحب بالقابہ کس قدر اس محسن گورنمنٹ کے خیر خواہ تھے اور کس قدر گورنمنٹ عالیہ کے منشاء سے بھی واقف تھے اور کس قدر وہ اس بات کو چاہتے تھے کہ ایسے امور سے دور رہیں جو گورنمنٹ کی منشاء کے برخلاف ہیں باایں ہمہ وہ ہمیشہ مذہبی امور میں بھی لگے رہے اور نہ صرف پادریوں کے اعتراضات کے جواب دیئے بلکہ الہ آباد کے ایک لاٹ صاحب کی کتاب کا بھی انہوں نے ردّ لکھا جو بڑا نازک کام تھا اور ہنٹر کے الزامات کا بھی جواب دیا اور پھر موت کے دنوں کے قریب اس کتاب امہات المومنین کے کسی قدر حصے کا جواب لکھ گئے جو علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ پریس میں رسالہ جلد ۶ /اپریل ۱۸۹۸ء میں چھپ بھی گیا ہے۔ ہاں چونکہ وہ دانشمند اور حقیقت شناس تھے اس لئے انہوں نے اپنی تمام عمر میں ایسا کوئی فضول میموریل کبھی گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں نہیں بھیجا جیسا کہ

﴿۳۴﴾

ابؔ لاہور سے بھیجا گیا۔ بلکہ اب بھی جب ان کو کتاب امّہات المومنین کے مضامین پر اطلاع ہوئی تو صرف ردّ لکھنا پسند فرمایا۔ سیّد صاحب تینوں باتوں میں میرے موافق رہے۔ **اوّل** حضرت عیسٰیؑ کی وفات کے مسئلہ میں۔ **دوم** جب میں نے یہ اشتہار شائع کیا کہ سلطان روم کی نسبت گورنمنٹ انگریزی کے حقوق ہم پر غالب ہیں تو سیّد صاحب نے میرے اس مضمون کی تصدیق کی اور لکھا کہ سب کو اس کی پیروی کرنی چاہیئے۔ **سوم** اسی کتاب امہات المومنین کی نسبت ان کی یہی رائے تھی کہ اس کا ردّ لکھنا چاہیئے میموریل نہ بھیجا جائے۔ کیونکہ سیّد صاحب نے اپنی عملی کارروائی سے رد لکھنے کو اس پر ترجیح دی۔ کاش اگر آج سیّد صاحب زندہ ہوتے تو وہ میری اس رائے کی ضرور کھلی کھلی تائید کرتے۔ بہرحال ایسے امور میں تمام معزز مسلمانوں کے لئے سیّد صاحب مرحوم کا یہ کام ایک اسوۂ حسنہ ہے جس کے نمونہ پر ضرور چلنا چاہیئے اور بلاشبہ یہ طریق عمل سیّد صاحب کا کہ آپ نے امہات المومنین کا رد لکھنا مناسب سمجھا اور کوئی میموریل گورنمنٹ میں نہ بھیجا یہ درحقیقت ہماری رائے کی تصدیق ہے جو سید صاحب نے اپنی عملی کارروائی سے لوگوں کے سامنے رکھ دی۔

ہماری رائے ہمیشہ سے یہی ہے کہ نرمی اور تہذیب اور معقولی اور حکیمانہ طرز سے حملہ کرنے والوں کا ردّ لکھنا چاہیئے اور اس خیال سے دل کو خالی کر دینا چاہیئے کہ گورنمنٹ عالیہ سے کسی فرقہ کی گوشمالی کرادیں۔ مذہب کے حامیوں کو اخلاقی حالت دکھلانے کی بہت ضرورت ہے۔ اس طرح پر مذہب بدنام ہوتا ہے کہ بات بات میں ہم اشتعال ظاہر کریں اور یاد رہے کہ ایڈیٹر ابزرور نے بہت ہی دھوکہ کھایا یا دھوکہ دینا چاہا ہے جبکہ اس نے میری نسبت یہ لکھا کہ گویا میں اس بات کا مخالف ہوں کہ جو لوگ ہمارے مذہب پر حملہ کریں ان کے حملوں کو دفع کیا جائے۔ وہ میرے اس میموریل کو پیش کرتا ہے جس میں مَیں نے لکھا تھا کہ گورنمنٹ عالیہ فتنہ انگیز تحریروں کے روکنے کے لئے دو تجویزوں میں سے ایک تجویز اختیار کرے کہ یا تو ہر ایک فریق کو ہدایت ہو جائے

کہ کسی اعتراض کے وقت بغیر اس کے کہ فریق مخالف کی معتبر کتابوں کا حوالہ دے ہرگز اعتراض کے لئے قلم نہ اٹھاوے اور یا یہ کہ قطعاً ایک فریق دوسرے فریق کے مذہب پر حملہ نہ کرے بلکہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کریں۔اب ظاہر ہے کہ میرے اس بیان اور حال کے بیان میں کچھ تناقض نہیں ہے جیسا کہ ابزرور نے سمجھا ہے۔کیا میری پہلی تحریر کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ مخالفوں کے حملہ کا جواب نہ دیا جائے؟ فرض کیا کہ ہم دوسروں کے مذہب پر حملہ نہ کریں مگر یہ تو ہمارا فرض ہے کہ غیروں کے حملے سے اپنے مذہب کو بچاویں اور اپنے مذہب کی خوبیاں دکھلاویں۔ ﴿۳۵﴾

غرض ہماری گورنمنٹ عالیہ ہمیں منع نہیں کرتی کہ ہم تہذیب کے ساتھ اپنے اصول مذہب کی حمایت کریں۔سوا اے بزرگو خود دیکھ لو کہ اسلام کس قدر حملوں کے نیچے دبا ہوا ہے۔ پادری صاحبوں کے حملے ہیں۔فلسفہ جدیدہ کے حملے ہیں۔آریہ صاحبوں کے حملے ہیں۔ برہم سماج کے حملے ہیں۔دہریوں طبعیوں کے حملے ہیں۔

اب مجھے بے دھڑک کہنے دو کہ اس وقت سچا مسلمان وہی ہے جو اسلام کی حالت پر کچھ ہمدردی دکھاوے اور بباعث سخت دلی اور لاپروائی یا ناحق کے دور دراز کے خیالات سے ہمدردی سے منہ نہ پھیرے۔اے مردان ہمت شعار وہ انتظام جواب ہونا چاہیئے ۔ مجھے شرم آتی ہے کہ کہاں تک میں بار بار لکھوں۔اے قوم کے چمکتے ہوئے ستارو! اور معزز بزرگو! خدا آپ لوگوں کے دلوں کو الہام کرے۔خدا کے لئے اس طرف توجہ کرو۔اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ میری اس تحریر کے پڑھنے کے وقت فلاں فلاں اعتراض آپ کے دل میں گذرے گا تو میں ان اعتراضوں کو پہلے سے ہی دفع کر دیتا۔اور اگر میرے پاس وہ الفاظ ہوتے جو آپ صاحبوں کو اس مدعا کی طرف لے آتے تو میں وہی الفاظ استعمال کرتا۔ہائے افسوس ہم کیا کریں اور کس طرح اس خوفناک تصویر کو دلوں کے آگے رکھ دیں جو ہمیں طاعون سے زیادہ اور ہیضہ سے بڑھ کر رُعب ناک معلوم ہوتی ہے۔اے خدا تو آپ دلوں میں

﴿۳۶﴾ ڈال۔ اے رحیم خدا تو ایسا کر کہ یہ تحریر جو خون دل سے لکھی گئی سہل انگاری کی نظر سے نہ دیکھی جائے۔

بالآخر اس قدر لکھنا بھی ضروری ہے کہ جو صاحب اس کام کے لئے کسی مؤلف کو منتخب کرنے کی غرض سے اس بات کے محتاج ہوں کہ ان کی گذشتہ تالیفات کو دیکھیں تو وہ ہر ایک مؤلف سے جو ان کے خیال میں بگمان غالب یہ کام کر سکتا ہو بطور نمونہ اس کی تالیف کردہ کتابیں طلب کر سکتے ہیں جن سے اس کی علمی طاقت اور طرز تقریر اور طریق استدلال کا پتہ لگ سکتا ہو اور میری دانست میں اس امتحان کے وقت جلسۂ مہوتسو کی وہ متفرق تقریریں جو کئی اہل علم کی طرف سے چھپ چکی ہیں بہت کچھ مدد دے سکتی ہیں۔ کیونکہ اس جلسہ میں ہر ایک اسلامی فاضل نے اپنا سارا زور لگا کر تقریر کی ہے۔ پس بلاشبہ وہ کتاب جو حال میں لاہور میں ممبران جلسہ کی طرف سے چھپی ہے جس میں پنجاب اور ہندوستان کے مختلف مقامات کے علماء کی تقریریں ہیں اس انتخاب کے لئے اول درجہ کی معیار ہے اور میں صلاح دیتا ہوں کہ اس فیصلہ کے لئے کس کی تحریر زبردست اور مدلل اور بابرکت ہے اس کتاب سے مدد لی جائے۔ کیونکہ اس کشتی گاہ میں جس میں پادری صاحبان اور آریہ صاحبان اور برہمو صاحبان اور سناتن دھرم صاحبان اور دہریہ صاحبان اور علماء اسلام جمع تھے اور ہر ایک اپنی پوری طاقت سے کام لے کر تقریر کرتا تھا۔ جو شخص ایسے مقام میں اپنی پُر زور تقریر سے سب پر غالب آیا ہو اس پر اب بھی امید کر سکتے ہیں کہ اس دوسری کُشتی میں بھی غالب آجائے گا۔

ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ ایسا شخص اپنے مباحثات میں زبان عربی میں بھی کچھ تالیفات رکھتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ حسب شرائط متذکرہ بالا ایسے مؤلف کو جو اس فن مناظرہ کا پیشوا سمجھا جائے عربی میں بھی تالیفات کرنے کی پوری دسترس چاہیئے۔ وجہ یہ کہ جو شخص زبان عربی میں طاقت نہ رکھتا ہو اس کا فہم اور درایت قابل اعتبار نہیں اور نہ وہ کتابوں کو عربی میں تالیف کر کے عام فائدہ پہنچا سکتا ہے اور چونکہ

﴿۴۷﴾

یہ ذکر درمیان آ گیا ہے کہ جو صاحب کسی کو اس کام کے لئے منتخب کرنے کے لئے کوئی رائے ظاہر کریں اوّل ان کو کافی علم اِس بات کا ہونا چاہیئے کہ کیا سابق تالیفات اُس شخص کی یہ گواہی دے سکتی ہیں کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کا انسان ہے کہ پہلے بھی دینی امور میں اعلیٰ مضمون اس کی قلم سے نکلے ہیں اور نیز یہ کہ وہ عربی میں بھی تالیفات نادرہ رکھتا ہے اس لئے یہ راقم بھی صرف تائیدحق کی غرض سے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح محض نیک نیتی سے اپنی نسبت یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ یہ علم خدا تعالیٰ کے فضل نے مجھے عنایت کیا ہے اور میں اس لائق ہوں کہ اس کام کو انجام دوں۔

میری کتابیں جو مناظرات کے حق میں اب تک تالیف ہوئی ہیں یہ ہیں۔ براہین احمدیہ ہر چہار حصہ جو آریوں اور برھموؤں اور عیسائیوں کے ردّ میں ہے۔ سرمہ چشم آریہ جو آریوں کے ردّ میں ہے۔ ایک عیسائی کے چار سوال کا جواب جو ایک لطیف رسالہ ہے۔ کتاب البریّہ جو عیسائیوں کے رد میں ہے۔ کتاب ایّام الصلح ۔ رسالہ نور القرآن جو عیسائیوں کے رد میں ہے۔ کتاب کرامات الصادقین جو تفسیر قرآن شریف عربی میں ہے۔ کتاب حمامۃ البشریٰ جو عربی میں ہے۔ کتاب سرالخلافہ جو عربی میں ہے۔ کتاب نورالحق جو عربی میں ہے۔ کتاب **اتمام الحجۃ** جو عربی میں ہے اور دوسری کئی کتابیں ہیں جو اس راقم نے اردو اور فارسی اور عربی میں تالیف کی ہیں اور مہوتسو کے جلسۂ مذاہب کے بارے میں جو کمیٹی کی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے ایک لمبی تقریر اسلام کی تائید میں اس راقم کی بھی اس کتاب میں موجود ہے اور یہ تمام کتابیں بجز کتاب ایام الصلح کے جو عنقریب شائع ہوگی شائع ہو چکی ہیں اور اگر کوئی صاحب رائے لکھنے کے وقت ان کتابوں میں سے کسی کتاب کی ضرورت سمجھیں تو میں اس شرط سے بھیج سکتا ہوں کہ وہ ایک دو ہفتہ رکھ کر پھر واپس کر دیں۔ کیونکہ معلوم نہیں کہ اس کارروائی کے لئے کون کون صاحب میری کتابیں طلب فرمائیں گے۔ اب یہ مضمون معہ اپنی تمام روئیداد کے ختم ہوگیا اور میں امید رکھتا ہوں کہ ہر ایک

﴿۳۸﴾ صاحب جن کی خدمت بابرکت میں یہ مضمون بھیجا جائے وہ دو۲ ہفتہ کے اندر ہی اپنی رائے زریں سے مجھے خوش وقت فرمائیں گے۔

اس مقام تک ہم لکھ چکے تھے کہ پرچۂ پیسہ اخبار مطبوعہ ۱۴؍مئی ۱۸۹۸ء ہماری نظر سے گذرا جس میں میری نسبت اور میری رائے کی نسبت بتائید میموریل انجمن حمایت اسلام کے چند ایسی باتیں خلاف☆ واقعہ لکھی ہیں۔ جن کی طرز تحریر سے گورنمنٹ یا پبلک کے دھوکہ کھا جانے کا احتمال ہے۔ لہٰذا اس غلط بیانی کا گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں ظاہر کر دینا قرین مصلحت سمجھ کر چند سطریں ان بہتانوں کے دور کرنے کے لئے ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری **دقیقہ رس گورنمنٹ** ضرور اس پر توجہ فرمائے گی اور وہ اعتراضات معہ جوابات یہ ہیں۔

(۱) پہلے یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ لوکل انجمن حمایت اسلام کا مطلب رسالہ امہات المومنین کی نسبت میموریل بھیجنے سے یہ تھا کہ یہ کتاب جو سخت دل دکھانے والے الفاظ سے پُر ہے اور

حاشیہ

﴿۱﴾ ☆ ایڈیٹر پیسہ اخبار اور آبزرور نے اپنے پرچہ میں مجھ پر یہ الزام بھی لگانا چاہا ہے کہ گویا وہ تفرقہ اور عناد جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ہوا اس کی تخم ریزی میری طرف سے ہی ہوئی کہ میں نے لیکھرام کے مرنے کی پیشگوئی کی اور اس کی موت پر ہندوؤں کو جوش آیا اور بدگمانیاں پیدا ہوئیں۔ لیکن اس اعتراض سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو بس یہی کہ ان ایڈیٹروں کو بعض مخفی تحریکات کی وجہ سے مجھ سے وہ بغض اور حسد ہے جس کو وہ دینی امور میں بھی ضبط نہیں کر سکے اور آخر نفسانی جوش میں آ کر اسلامی حمایت اور حقوق کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ میں نے بار بار اپنی کتابوں میں مفصل لکھا ہے اور خود لیکھرام نے بھی اپنی تالیفات میں اس بات کو قبول کیا ہے کہ یہ پیشگوئی جو لیکھرام کی نسبت کی گئی تھی اس کا باعث خود لیکھرام ہی تھا۔ جن دنوں میں لیکھرام نے اسلام کی نسبت بدزبانی پر کمر باندھ رکھی تھی اور بات بات میں گالی اس کے منہ میں تھی۔ ان دنوں میں اس نے جوش میں آ کر ایک یہ کارروائی بھی کی تھی کہ مجھ سے بحث کرنے کے لئے قادیاں میں آ کر ایک مہینے کے قریب رہا۔ میں اس سے بحث کرنے کے لئے اس کے ضلع اور گاؤں میں نہیں گیا اور نہ میں نے کبھی ابتداءً

اندیشہ ہے کہ اس کے مضامین سے نقض امن نہ ہو جاوے اس کی اشاعت روک دی جاوے اب مرزا صاحب قادیانی نے اس کے مخالف میموریل بھیجا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ اس کتاب کو حکماً نہ روکا جاوے‘‘۔ اس اعتراض سے ایڈیٹر صاحب کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور نے تو اسلام اور مسلمانوں کے لئے نہایت عمدہ کارروائی کی تھی کہ نقض امن کی حجت پیش کر کے گورنمنٹ سے درخواست کی تھی کہ اس کتاب کی اشاعت روک دی جائے مگر اس شخص نے یعنی اِس راقم نے محض بغض اور حسد سے اس کارروائی کی مخالفت کی اور اس طرح پر اسلام کو صدمہ پہنچایا۔ گویا اُن بزرگوں نے تو اسلام کی تائید کرنی چاہی مگر اس راقم نے محض نفسانی بغض اور حسد کے جوش سے اسلامی کارروائی کو عمداً حرج پہنچانے کے لئے کوشش کی۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ میں نے اپنے میموریل میں جو ۱۴؍ مئی ۱۸۹۸ء کو اردو زبان

حاشیہ:

اس سے خط و کتابت کی وہ خود اپنے وحشیانہ جوش سے قادیاں میں میرے پاس آیا۔ اور اس بات کے تمام ہندو اس جگہ کے گواہ ہیں کہ وہ پچیس دن کے قریب قادیاں میں رہا اور سخت گوئی اور بدزبانی سے ایک دن بھی اپنے تئیں روک نہ سکا۔ بازار میں مسلمانوں کے گذر کی جگہ میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا رہا۔ اور مسلمانوں کو جوش دینے والے الفاظ بولتا رہا۔ میں نے اندیشہ نقض امن سے مسلمانوں کو منع کر دیا تھا کہ اس کی تقریروں کے وقت کوئی بازار میں کھڑا نہ ہو اور کوئی مقابلہ کے لئے مستعد نہ ہو۔ اس لئے باوجود اس کے کہ وہ فساد کے لئے چند اوباشوں کو ساتھ ملا کر ہر روز ہنگامہ کے لئے طیّار رہتا تھا مگر مسلمانوں نے میری متواتر نصیحتوں کی وجہ سے اپنے جوشوں کو دبا لیا۔ ان دنوں میں کئی باغیرت مسلمان میرے پاس آئے کہ یہ شخص برملا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتا ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ لوگ جوش میں ہیں تب میں نے نرمی سے منع کیا کہ ایک مسافر ہے بحث کرنے کے لئے آیا ہے صبر کرنا چاہیئے ۔ میرے بار بار کے روکنے سے وہ لوگ اپنے جوشوں سے باز آئے۔ اور لیکھرام نے یہ طریق اختیار کیا کہ ہر روز میرے مکان پر آتا

﴿۳۹﴾

میں چھپا ہے اس قدر تو بیشک لکھا ہے کہ رسالہ **امہات المومنین** کی اشاعت روکنے کے لئے گورنمنٹ سے درخواست کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ مگر میں نے اس میموریل میں نقض امن کا خطرہ دور کرنے کے لئے یہ حقیقی تدبیر پیش کر دی ہے کہ نرمی اور تہذیب سے اس کتاب کا جواب ملنا چاہیئے۔ ہر ایک محقق اور غور کرنے والا یہ گواہی دے سکتا ہے کہ رسالہ **امہات المومنین** عیسائیوں کی طرف سے کوئی پہلی تالیف نہیں ہے جس میں اس کے مؤلف نے سخت گوئی اور بہتان اور گالیوں کا طریق اختیار کیا۔ بلکہ دیسی پادریوں کی طرف سے برابر ساٹھ سال سے یہی طریق جاری ہے اور بعض رسائل اور اخبار تو ایسی سخت گوئی اور دل دکھانے والے الفاظ سے بھرے ہوئے ہیں جو کئی درجہ اس رسالہ سے بھی بڑھ کر ہیں۔

اب سوچ لینا چاہیئے کہ اس ساٹھ سال میں مسلمانوں نے اس سخت گوئی سے تنگ آکر کس قدر گورنمنٹ میں میموریل بھیجے۔ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں بجز اس میموریل اور

حاشیہ

اور کوئی نشان اور معجزہ مانگتا اور سخت اور ٹھٹھے اور ہنسی کے الفاظ اس کے منہ سے نکلتے۔ اب ایک مسلمان جو سچا مسلمان ہو خیال کر سکتا ہے کہ ایسا شخص جو اسلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بدزبان ہو اور ہر روز روبرو بے ادبی اور توہین مذہب کے کلمات بولتا ہو اس کی عادات پر صبر کرنا کس قدر دشوار ہوتا ہے مگر تاہم میں نے اس قدر صبر کیا کہ ہر ایک سے ایسا صبر ہونا مشکل ہے۔ میں ہر ایک وقت جو قادیاں میں رہنے کے ایام میں مجھے وہ ملتا رہا باوجود اس کے وحشیانہ جوشوں کے جو ہمارے پاک نبی کی نسبت اس کے دل میں بھرے ہوئے تھے نرمی اور خلق سے اس کے ساتھ پیش آتا رہا اور وہ کبھی ہنسی اور بیجا تحقیر مذہب سے باز نہ آیا اور ہمیشہ صبح یا تیسرے پہر قادیاں میں میرے مکان پر آتا اور اسلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت طرح طرح کی بے ادبیاں کرتا اور جیسا کہ ظالم پادریوں نے مشہور کر رکھا ہے بار بار یہی کہتا کہ تمہارے پیغمبر سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور نہ کوئی پیشگوئی ہوئی۔ مُلّانوں نے مذہب کو رونق دینے کے لئے جھوٹے معجزوں سے کتابیں بھر دی تھیں۔ آخر ہر روز تحقیر سنتے سنتے دل کو نہایت دکھ پہنچا۔ میں نے چند دفعہ دعا کی کہ یا الٰہی تو قادر ہے کہ اپنے نبی کی عزت ظاہر کرنے کے لئے کوئی نشان ظاہر کرے یا کوئی پیشگوئی ظہور میں لاوے جس سے ہماری حجت پوری ہو اور ان دعاؤں کے بعد میرے دل کو تسلی ہوگئی کہ خدا اس کے مقابل پر ضرور میری تائید کرے گا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہی نشانہ پیشگوئی ہوگا۔ چنانچہ میں نے

ریواڑی کے میموریل کے جو اسی انجمن کے ہاتھوں کی کارروائی ہے کبھی مسلمانوں کے کانشنس نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ ایسی کتابوں کے مقابل پر میموریل بھیجنے ضروری ہیں۔ تخمیناً بیس برس کا عرصہ ہوا کہ میں نے کسی بشپ صاحب کی تحریر میں دیکھا تھا کہ پچاس یا چالیس برس کے عرصہ میں پادری صاحبوں کی طرف سے مخالف مذہبوں کے رد کرنے کے لئے چھ کروڑ کتاب لکھی گئی ہے۔ اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کم سے کم ہندوستان میں عیسائی صاحبوں کی طرف سے نو۹ کروڑ ایسی کتاب شائع کی گئی ہوگی جس میں مسلمانوں اور دوسرے اہل مذاہب پر حملہ ہوگا۔ اور اگر بطور تنزل یہ بھی مان لیں کہ اس کے بعد کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی تو چھ کروڑ کتاب بھی کچھ تھوڑی نہیں اور اس بات میں بحث کرنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ اس چھ کروڑ کتاب میں کس قدر سخت کلمے ہوں گے۔ کیونکہ جس قسم کے پادری صاحبان مذہبی کتابوں کے لکھنے میں پاک زبان اور مہذب ثابت ہوئے ہیں یہ تو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ تو اس صورت میں اگر نقض امن کے اندیشہ

بقیہ حاشیہ ﴿ب﴾

اس کو وعدہ دیا اور اس سے اُس کے جانے کے بعد بذریعہ خط درخواست کی کہ وہ اجازت دے کہ ہر ایک طور کی پیشگوئی جو اس کی نسبت ہو اس کو شائع کیا جائے۔ چنانچہ اس نے بذریعہ کارڈ کے تحریری اجازت بھیج دی جس کا مضمون یہ تھا کہ گو کیسی ہی پیشگوئی میری نسبت ہو میں اس سے ناراض نہیں ہوں بلکہ میں اس کو واہیات اور بکواس سمجھتا ہوں۔ اس اجازت کے بعد بار بار جناب الٰہی میں توجہ کرنے سے وہ الہامات اس کی نسبت ہوئے جن کو میں اس کی زندگی کے زمانہ میں ہی شائع کر چکا ہوں۔ اور ان دنوں میں اس نے بھی شوخی اور چالاکی سے میری نسبت یہ اشتہار شائع کیا کہ مجھے بھی یہ الہام ہوا ہے کہ یہ شخص تین برس کے اندر ہیضہ سے مر جائے گا۔ آخر جو خدا کی طرف سے تھا وہ ظہور میں آ گیا۔ اور لیکھرام پیشگوئی کے منشاء کے موافق میعاد کے اندر اس فانی جہان کو چھوڑ گیا۔ اب کوئی منصف بتلائے کہ اس میں میرا کیا قصور تھا یہ تمام واقعات جو میں نے لکھے ہیں پچاس سے زیادہ اس کے گواہ ہوں گے۔ کیا دین اسلام کی اس قدر بھی عزت نہیں ہے کہ اس قدر گالیاں سننے کے بعد خدا کے نبیوں کی سنت کے موافق پیشگوئی سنائی جائے اور وہ بھی بہت سے اصرار کے بعد۔ کیا جس شخص نے اس قدر انکار اور سختی اور بدزبانی کے ساتھ پیشگوئی مانگی اور خدا نے اپنے رسول کی عزت کے لئے بتلا دی کیا ایسی پیشگوئی پوشیدہ رکھی جاتی اس خیال سے کہ پیسہ اخبار کا ایڈیٹر یا اس کے ہم مادہ لوگ اس سے

﴿۴۰﴾

کی تدبیر یہی تھی جو انجمن حمایت اسلام لاہور کو اب سوجھی یعنی یہ کہ گورنمنٹ میں میموریل بھیج کر عیسائیوں کی کتابیں تلف کرائی جائیں تو آج تک کم سے کم ایک کروڑ میموریل اسلام کی طرف سے جانا چاہیئے تھا۔ کیونکہ بڑے مذہب برٹش انڈیا میں دو ہی ہیں۔ ہندو اور مسلمان۔ مگر ہندوؤں کی طرف پادری صاحبوں کی التفات طبعاً کم ہے۔ لیکن اگر فرض بھی کر لیں کہ یہ چھ کروڑ کتاب جو لکھی گئی تو نصف اس کا ہندوؤں کے رد میں تھا تب بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے ردّ میں اب تک تین کروڑ کتاب تالیف ہوئی۔ اس لئے ایک کروڑ میموریل بھیجے جانا کچھ زیادہ نہ تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیوں باستثنائے انجمن حمایت اسلام لاہور کے کسی کو یہ بات نہ سوجھی کہ بذریعہ میموریل یہ تمام عیسائیوں کی کتابیں جو اب تک بار بار چھپ رہی ہیں تلف کرائی جائیں۔ یہاں تک کہ سرسیّد احمد خاں صاحب بالقابہ کو بھی یہ خیال نہ آیا بلکہ سید صاحب مرحوم تو رسالہ **امہات المومنین** کے شائع ہونے کے وقت بھی جواب لکھنے کی طرف ہی

بقیہ حاشیہ

ناراض ہوں گے۔ افسوس ان لوگوں کو سمجھ نہیں آتا کہ جو شخص اس قدر موذی طبع تھا کہ قادیاں میں آ کر گالیاں دیتا رہا اس کی نسبت اگر خدا تعالیٰ نے اس کی درخواست کے بعد الہام فرمایا تو اس میں ہماری طرف سے کونسی زیادتی ہوئی۔ اس نے بھی تو میری نسبت اشتہار دیا تھا یہ کیسی جہالت ہے کہ بار بار ہندوؤں کی ناراضگی کا نام لیا جاتا ہے اور خدا کے لئے کوئی خانہ خالی نہیں رکھا جاتا۔

ہمارا اور ان لوگوں کا خدا تعالیٰ کے سامنے مقدمہ ہے۔ جو مجھ پر اعتراض کرتے ہیں یہ مجھ پر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ پر کرتے ہیں کہ اس نے لیکھرام کو کیوں مارا اور کیوں ایسا کام کیا جس سے ہندو افروختہ ہوئے۔ اگر یہ معاملہ محل اعتراض ہے تو پھر ایڈیٹر پیسہ اخبار اور ابزرور کی قلم سے کوئی نبی اور رسول بچ نہیں سکتا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایڈیٹر پیسہ اخبار نے آتھم کے نہ مرنے پر بھی اعتراض کیا تھا کہ وہ میعاد کے اندر نہیں مرا اور اب لیکھرام کی نسبت اعتراض کیا کہ وہ میعاد کے اندر کیوں مر گیا۔ پس اصل بات یہ ہے کہ حاسدانہ نکتہ چینی ہر ایک پہلو سے ہو سکتی ہے۔ آتھم کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی تھی کیسی صاف طور پر اس کے ساتھ شرط موجود

متوجہ ہوئے جواب چھپ بھی گیا ہے۔جس کو وہ بباعث موت پورا نہ کر سکے۔مگر اس کتاب کے تلف کرانے کے لئے کوئی میموریل نہ بھیجا اور اشارہ تک زبان پر نہ لائے۔اس کا کیا سبب ہے؟ کیا یہ سبب ہے کہ پولیٹیکل امور میں اس انجمن کو ان سے بھی زیادہ عقل اور فہم ہے یا ان کی اسلامی غیرت سیّد صاحب سے بڑھی ہوئی ہے ایسا ہی دوسرے اکابر اور غیرت مند مسلمان عرصہ ساٹھ سال تک دیسی پادریوں کی طرف سے یہی سختی دیکھتے رہے مگر کوئی میموریل نہ بھیجا گیا وہ سب کے سب اس انجمن سے مرتبہ عقل یا دینی غیرت میں کم تھے؟ پس کیا اس سے نتیجہ نہیں نکلتا کہ یہ انجمن کی رائے ایک ایسی نرالی رائے ہے۔جو کبھی اسلام کے مدبروں اور غیرت مندوں اور پولیٹیکل اسرار کے ماہروں نے اس پر قدم نہیں مارا مگر رد لکھنے کے امر پر سب کا اتفاق رہا؟ اور ابتدا میں اس انجمن نے بھی بطور دکھانے کے دانتوں کے اسی اصول کو مستحسن سمجھ کر اس پر کاربند رہنے کا وعدہ بھی دیا تھا اور اس کو اپنے

بقیہ حاشیہ

تھی کہ وہ خدا سے اگر خوف کرے گا تو میعاد کے اندر نہیں مرے گا۔سو اس نے صریح اور کھلے کھلے طور پر آثار خوف دکھلائے اس لئے میعاد کے اندر نہ مرا مگر پھر سچی گواہی کو پوشیدہ رکھ کر ہمارے الہام کے مطابق آخری اشتہار سے چھ[۶] مہینے بعد مر گیا۔اب دیکھو آتھم کی نسبت پیشگوئی بھی کیسی صفائی سے پوری ہوگئی تھی۔ظاہر ہے کہ میں اور آتھم دونوں قضاء وقدر کے نیچے تھے۔پس اس میں کیا بھید تھا کہ مدت ہوئی کہ میری پیشگوئی کے بعد آتھم مر گیا اور میں اب تک بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہوں۔کیا یہ خدا کا وہ فعل نہیں ہے جو میرے الہام اور میری پیشگوئی کے بعد میری تائید کے لئے ظہور میں آیا۔پھر ان لوگوں پر سخت تعجب ہے کہ مسلمانوں کی اولاد ہو کر ان خدائی قدرتوں کو نہ سمجھیں جن میں صریح تائید الٰہی کی چمک ہے۔

ترسم کہ بہ کعبہ چوں رسی اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست

منہ

﴿۴۱﴾ رسالہ میں بار بار شائع بھی کیا جس کے پورا کرنے کی طرف اب تک توجہ نہ کی۔ پس اگر بقول پیسہ اخبار یہی بات سچ تھی کہ اب عیسائیوں کے حملوں کے ردّ لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں پہلے اس سے بہت کچھ لکھا گیا ہے اب تو ہمیشہ بوقت ضرورت میموریل بھیجنا ہی قرین مصلحت ہے تو اس انجمن نے کیوں ایسا ناجائز وعدہ کیا تھا۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہ لوگ اپنے امور دنیا میں تو ایسے چست اور چالاک ہوں کہ اس چندروزہ دنیا کی ترقیات کو کسی حد تک بند کرنا نہ چاہیں مگر دین کے معاملہ میں ان کی یہ رائے ہو کہ کیسے ہی مخالفوں کی طرف سے حملے ہوں اور کیسے ہی نئے نئے پیرایوں میں نکتہ چینیاں کی جائیں اور کیسے ہی دھوکہ دینے والے اعتراض شائع کئے جائیں مگر ہمارا یہی جواب ہو کہ پہلے بہت کچھ ردّ ہو چکا ہے اب رد لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ کہاں تک مسلمانوں کی حالت پہنچ گئی اور کس قدر دینی امور میں عقل گھٹ گئی۔ خدا تعالیٰ تو قرآن شریف میں یہ فرماوے وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ[1] اور یہ فرماوے وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ[2] جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے جب تک اسلام پر حملے کرنے والے حملے کرتے رہیں اس طرف سے بھی سلسلہ مدافعت جاری رہنا چاہیئے۔ مگر اس انجمن کے گروہ کی یہ تعلیم ہو کہ اب عیسائیوں کے مقابلہ پر ہرگز قلم نہ اٹھانا چاہیئے اور سزا دلانے کی تجویزیں سوچی جائیں۔ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو دین کی کچھ بھی پرواہ نہیں۔ ذرہ نہیں سوچتے کہ پادری صاحبوں کے حملے کیا کمیّت کے رو سے اور کیا کیفیت کے رو سے دریائے موّاج کی طرح ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کمیّت یعنی مقدار اشاعت کا یہ حال ہے کہ بعض جگہ ہفتہ وار ایک لاکھ دو ورقہ رسالہ اسلام کے رد میں نکلتا ہے اور بعض جگہ پچاس ہزار۔ اور ابھی سن چکے ہو کہ اب تک کئی کروڑ کتاب اسلام کے رد میں عیسائیوں کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ اب بتلاؤ کہ مقدار اور تعداد کے لحاظ سے اسلامی کتابیں ان لوگوں کی کتابوں کے مقابل پر کس قدر ہیں۔ کئی کروڑ ہندو اس ملک میں ایسے ہیں کہ

[1] النحل:۱۲۶ [2] ال عمران:۱۰۵

﴿۴۲﴾

اُن کو خبر تک نہیں کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کی ان کتابوں اور رسائل کا کیا جواب دیا ہے مگر شاذ نادر کوئی ہندو ایسا ہوگا جس نے عیسائیوں کی ایسی گندی کتابیں نہ دیکھی ہوں جو اسلام کے ردّ میں لکھی گئیں۔ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص ہندوؤں میں سے کُچھ اردو سمجھ سکتا ہے یا انگریزی خوان ہے اس کے کانوں تک بہت کچھ عیسائیوں کی کتابوں کی بدبو پہنچی ہوگی اور ہندوؤں کا اسلام کے مقابل پر بدزبانی کے ساتھ منہ کھولنا درحقیقت اسی وجہ سے ہوا ہے کہ عیسائیوں کی زہریلی تحریرات کی گندی نالیوں سے بہت کچھ خراب مواد ان کے خون میں بھی مل گئے ہیں اور ان کے افتراؤں کو ان لوگوں نے سچ سمجھ لیا اور اس طرح پر آریہ لوگ بھی عناد میں پختہ ہوگئے۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ اس کثرت سے اشاعت اسلامی کتابوں کی کہاں ہوئی۔ کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ مسلمانوں نے اب تک کیا کیا ہے؟ کچھ نہیں! اگر کسی گوشہ نشین ملّا کو یہ خیال بھی آیا کہ کسی رسالہ کار دلکھیں تو مرمر کر دو تین سو روپیہ اکٹھا کیا اور تشتّت خاطر کے ساتھ کچھ لکھ کر چھ سات سو کاپی کسی مختصر کتاب کی چھپوادی جس کے چھپنے کی عام طور پر قوم کو بھی خبر نہ ہوئی۔ تو اب کیا اس مختصر اور نہایت حقیر کارروائی کے ساتھ یہ خیال کیا جائے کہ جو کچھ کرنا تھا کیا گیا اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہ کس کو معلوم نہیں کہ اس عرصہ میں صرف چند کتابیں مسلمانوں کی طرف سے نکلی ہیں جن کو انگلیوں پر گن سکتے ہیں۔ لیکن عیسائیوں نے اسلامی نکتہ چینی کی کتابوں اور دو ورقہ رسائل کو اس کثرت سے شائع کیا ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے ہر ایک مسلمان کے حصہ میں ہزار ہزار کتاب آ سکتی ہے۔ اب نہایت درجہ کا دجّال اور دشمن اسلام وہ شخص ہوگا جو اس بدیہی واقعہ سے انکار کرے۔ پھر جبکہ اشاعت کی تعداد کے رو سے اسلامی مدافعت کو پادریوں کے حملہ سے وہ نسبت بھی نہیں جو ایک ذرہ کو ایک پہاڑ کے ساتھ ہوسکتی ہے تو کیا ابھی تک یہ کہنا بجا ہے کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کرلیا اور جس قدر اشاعت

﴿۴۳﴾ مدافعت کی ہم پر واجب تھی وہ سب ہم کر چکے۔ اے غافلو! اللہ تعالیٰ کا خوف کرو۔ اندرونی کینوں کی وجہ سے سچائی کو کیوں چھوڑتے ہو؟ اور اس قدر کیوں بڑھے جاتے ہو؟ کیا ایک دن اپنے کاموں سے پوچھے نہیں جاؤ گے؟

ہمارے علماء نے جو کچھ اب تک کمیّت کے لحاظ سے اشاعت کا کام کیا ہے وہ ایک ایسا امر ہے جو اس کا خیال کر کے بے اختیار قوم کی حالت پر رونا آتا ہے کیونکہ جس طرح اس اشاعت میں پادریوں کو اپنی قوم کی طرف سے کروڑ ہا روپیہ کی مدد ملی اور انہوں نے کروڑ ہا تک شائع کردہ کتابوں کا عدد پہنچایا اگر اسلام کے مؤلّفین کو بھی یہ مدد ملتی تو وہ بھی اسی طرح کروڑ ہا کتابوں کی اشاعت سے دلوں میں ایک بھاری انقلاب عقائد حقّہ کی طرف پیدا کر دیتے۔ یہ وہ مصیبت ہے جو شائع کردہ کتابوں کی کمیت کے لحاظ سے اب تک اسلام پر ہے۔ اب دوسری مصیبت پر بھی غور کرو جو کیفیت کے لحاظ سے عائد حال اسلام ہے اور وہ یہ کہ تین ہزار اعتراض میں سے اب تک غایت کار ڈیڑھ سو یا پونے دو سو اعتراض کا جواب دیا گیا ہے اور وہ بھی اکثر الزامی طور پر اور اکثر ردّ لکھنے والوں کی کتابیں ایسی ہیں کہ جو حقیقی معارف اور علوم حکمیّہ کو چھو بھی نہیں گئیں اور بہت سا حصہ جنگ زرگری میں خرچ کیا گیا ہے۔ اب دیکھو کس قدر حمایت اسلام کا کام ہے جو کرنے کے لائق ہے۔ ماسوا اس کے یہ موٹی بات ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ آج کل ہمارے متفنّی مخالفوں کا یہ طریق ہے کہ جن اعتراضوں کے آج سے چالیس برس پہلے جواب دیئے گئے تھے وہی اعتراض اور رنگوں اور پیرایوں اور طرح طرح کے نئے نئے طرز استدلال سے پیش کر رہے ہیں اور بعض جگہ طبعی یا ہیئت کی ان کے ساتھ رنگ آمیزی کر کے یا اور طرح کے دھوکہ دینے والے ثبوت تلاش کر کے ملک میں شائع کر دیئے ہیں اور ان اعتراضات کا بہت بڑا اثر ہو رہا ہے اور پہلے جوابات ان کی نئی طرز اور طریق کے مقابل پر منسوخ کی طرح ہیں۔ پھر کون عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اب ان اعتراضات کے جواب لکھنے کی

ضرورت نہیں۔انجمن حمایت اسلام خود غور کرے کہ جب ہمارا میموریل دیکھ کر اس کو فکر پڑ گئی کہ اس کے میموریل کے وجوہات کمزور ثابت کئے گئے ہیں تو کس طرح پنجاب آبزرور اور پیسہ اخبار کے ذریعہ سے اُس نے ہاتھ پیر مارے اور اس بات پر کفایت نہ کی کہ ہمارے میموریل کے وجوہات مکمل ہیں پھر اور کچھ لکھنے لکھانے کی کیا ضرورت ہے۔اسی طرح انسانی عدالتوں میں دیکھا جاتا ہے کہ جب ایک شخص اپنی اپیل میں عمدہ وجوہات کا سامان اکٹھا کرتا ہے تو فریق ثانی ہرگز اس بات پر قناعت نہیں رکھتا کہ پہلی عدالت میں مَیں کامل وجوہات دے چکا ہوں اب مجھے کیا ضرورت ہے کہ اس اپیل کے وجوہات توڑوں یا وکیل کرتا پھروں بلکہ میرے پہلے وجوہات ہی کافی ہوں گے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ انجمن حمایت اسلام کے ممبر اور اس کے حامی اپنے دنیا کے امور میں ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہوں گے اور ایسا ہی سمجھتے ہوں گے مگر دین اسلام کے متعلق اس اصول کو بُھلا دیا ہے۔

غرض یہ یاد رہے کہ جو کچھ مخالفوں کے مقابل پر آج تک کیا گیا ہے کچھ بھی چیز نہیں۔ ہمارے مخالفوں نے کروڑ ہا کتابیں دنیا میں پھیلا کر ہر ایک قوم اور ہر ایک طبقہ کے انسان کو اسلام پر بدظن کر دیا ہے۔ہم نے ان کی کروڑ ہا کتابوں اور رسائل اور ان دو ورقہ رسائل کے مقابل پر جو ایک ماہ میں کئی لاکھ پنجاب اور ہندوستان میں شائع کئے جاتے اور ہر ایک قوم اور مرد و زن تک پھیلائے جاتے ہیں کیا کیا ہے اور پھر اس تین ہزار اعتراض کا جو رنگا رنگ میں اور کئی علمی پیرایوں میں دنیا میں مشہور کئے گئے اور دلوں میں بٹھائے گئے ہیں اسلام کی طرف سے کیا جواب شائع ہوا ہے۔ یہ تو ہم نے تنزّل کے طور پر اُن اعتراضوں کو لکھا ہے جو اکثر دیکھنے اور سننے میں آئے۔ ورنہ نا منصف مخالفوں کو قرآن شریف کے صدہا مقامات پر اور بھی اعتراض ہیں جو ان کا جواب لکھنا گویا قرآن شریف کی ایک پوری تفسیر کو چاہتا ہے۔اب اہل عقل اور انصاف ذرہ سوچیں کہ انجمن حمایت اسلام اور اُس کے حامیوں کی یہ کیسی ناانصافی ہے کہ وہ اپنے دنیا کے

﴿۴۵﴾ کاموں میں تو ایسے سرگرم ہیں کہ ساری تدبیریں عمل میں لاتے ہیں مگر اس بات کی کچھ بھی ضرورت نہیں سمجھتے کہ مخالفوں کی دن رات کی دجالی کوششوں کے مقابل پر اسلام کی طرف سے بھی کوشش ہوتی رہے۔ ہم تو اسی دن سے اس انجمن سے نومید ہوگئے جبکہ اس نے اس بے انتہا صلح کاری کی بنیاد ڈالی کہ ایک شخص حضرت ابوبکر اور حضرت فاروق کو سبّ وشتم کرنے والا اس کا پریذیڈنٹ ہوسکتا ہے اور ایسا ہی اُس کے مقابل پر فرقہ بیاضیہ کا بھی کوئی شخص ممبر ہونے کا حق رکھتا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برے الفاظ اور توہین اور گالی سے یاد کرتا ہے۔ کیا ایسے اصولوں پر اس انجمن کے لئے ممکن تھا کہ درحقیقت راستی کی پابندی کرسکتی؟

(۲) دوسرا اعتراض یہ ہے کہ وہ میرے پر یہ الزام لگانا چاہتے ہیں کہ گویا میں نے اپنے میموریل ۲۴؍فروری ۱۸۹۸ء میں کتاب اُمّہات المؤمنین کے روکنے کی درخواست کی تھی اور اقرار کیا تھا کہ وہ موجب نقض امن ہے اور یہ بھی لکھا تھا کہ گورنمنٹ یہ قانون صادر فرمادے کہ ہر ایک فریق اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے دوسرے فریق پر ہرگز حملہ نہ کرے اور پھر گویا میں نے اس میموریل کے برخلاف دوسرا میموریل بھیجا۔

اس اعتراض کے جواب میں اول یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے ۲۴؍فروری ۱۸۹۸ء کے میموریل میں ہرگز اُمّہات المؤمنین کے روکنے کی درخواست نہیں کی۔ میرے اس میموریل کو غور سے پڑھا جائے کہ اگرچہ میں نے اس میں یہ قبول کیا ہے کہ اس رسالہ امّہات المؤمنین سے نقض امن کا اندیشہ ہوسکتا ہے لیکن گورنمنٹ سے ہرگز یہ درخواست نہیں کی کہ اس رسالہ کو روکے یا تلف کرے یا جلاوے بلکہ اسی میموریل میں مَیں نے لکھ دیا ہے کہ یہ رسالہ شائع ہو چکا ہے اور ایک ہزار مسلمان کے پاس مفت بلا درخواست بھیجا گیا ہے اور میرے بہت سے معزز دوستوں کو بھی بغیر اُن کی طلب کے پہنچایا گیا ہے۔ پھر کیونکر ہوسکتا تھا کہ میں اُس میموریل میں اس کے روکنے کی درخواست

﴿۴۶﴾ کرتا۔ بلکہ میں نے اس میموریل کے صفحہ ۹ میں تو رسالہ مذکورہ کا موجب نقض امن ہونا ظاہر کیا اور پھر صفحہ دس۱۰ میں اسی بناء پر گورنمنٹ کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ وہ ایسی فتنہ انگیز تحریروں کے انسداد کے لئے دو طریق میں سے ایک طریق اختیار کرے یا تو یہ تدبیر کرے کہ ہر ایک فریق مباحث کو ہدایت فرماوے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے اور صرف ان کتابوں کی بنا پر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مسلم اور مقبول ہوں اور یا یہ تدبیر عمل میں لاوے کہ حکم فرماوے کہ ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اور دوسرے فریق کے عقائد اور اعمال پر ہرگز حملہ نہ کرے۔ اب ہر ایک منصف سوچ سکتا ہے کہ ان عبارتوں میں کہاں میں نے لکھا ہے کہ رسالہ **امّہات المؤمنین** تلف کیا جائے یا روکا جائے اور میرے اس میموریل اور دوسرے میموریل میں کہاں تناقض ہے؟ کیا تناقض اس سے پیدا ہو جائے گا کہ مدافعت کے طور پر معترضین کے اعتراضات کا جواب دیں اس غرض سے کہ تا اپنے مذہب کی خوبیاں ظاہر کر کے دکھلاویں؟

(۳) تیسرا اعتراض یہ ہے کہ ’’اگر مرزا صاحب نے سرمہ چشم آریہ نہ لکھا ہوتا تو پنڈت لیکھرام تکذیب براہین احمدیہ میں سخت گوئی نہ کرتا اور بیہودہ اعتراض نہ لکھتا‘‘۔ اس میں ایڈیٹر صاحب کا مدعا یہ ہے کہ بیچارے آریوں کا کچھ بھی قصور نہیں تمام اشتعال سرمہ چشم آریہ سے پیدا ہوا ہے‘‘۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو اس نکتہ چینی کے وقت پھر ساتھ ہی یہ دھڑ کہ بھی شروع ہوا کہ آریوں نے اسلام کا رد لکھنے میں پہلے سبقت کی ہے اور اندرمن مرادآبادی کی گندی کتابوں نے مسلمانوں میں شور ڈال دیا تھا لہٰذا انہوں نے آریوں کا وکیل بن کر یہ جواب دیا کہ جس وقت سرمہ چشم آریہ لکھا گیا اُن دنوں میں اندرمن کے مباحث بالکل پورانے اور از یاد رفتہ ہو چکے تھے۔ لیکن اس تقریر میں جس قدر انہوں نے دروغ استعمال کیا ہے اور جس قدر حق کو چھپایا ہے اُس کی

﴿۴۷﴾

خدائے علیم ہی ان کو جزا دے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ رسالہ سرمہ چشم آریہ ایک زبانی مباحثہ کے طور پر بمقام ہوشیار پور لکھا گیا تھا اور یہ بات ہوشیار پور کے صدہا مسلمانوں اور ہندوؤں کو معلوم ہے کہ سرمہ چشم آریہ کے لکھے جانے کے خود آریہ صاحب ہی باعث اور محرک ہوئے تھے۔ سرمہ چشم آریہ کیا چیز ہے؟ یہ وہی مباحثہ ہے جو بتاریخ ۱۴؍ مارچ ۱۸۸۶ء مجھ میں اور منشی مرلی دھر ڈرائنگ ماسٹر میں انہی کے نہایت اصرار سے بمقام ہوشیار پور شیخ مہر علی رئیس کے مکان پر ہوا تھا۔ چنانچہ یہ تمام تفصیل دیباچہ سرمہ چشم آریہ میں لکھ دی گئی ہے☆۔ یہ مباحثہ نہایت متانت اور تہذیب سے ہوا تھا اور قریباً پانسو ہندو اور مسلمان کی حاضری میں سنایا گیا تھا پھر کس قدر جھوٹ اور قابل شرم خیانت ہے کہ اس کتاب کو آریوں اور مسلمانوں کے نفاق کی جڑ ٹھہرائی گئی ہے۔ ہم ہر ایک تاوان کے سزاوار ہوں گے اگر کوئی یہ ثابت کر کے دکھلاوے کہ صرف ہمارے دلی جوش سے یہ کتاب لکھی گئی تھی اور اُس کے محرک لالہ مرلی دھر صاحب نہیں تھے۔ بلکہ ہم قصّہ کوتاہ کرنے کے لئے خود لالہ مرلی دھر صاحب کو ہی اس بارے میں منصف ٹھہراتے ہیں وہ حلفاً بیان کریں کہ کیا یہ مباحثہ بمقام ہوشیار پور ہماری تحریک سے ہوا تھا یا خود وہ میرے مکان پر آئے اور اس مباحثہ کے لئے درخواست کی تھی اور کہا تھا کہ اسلام پر میرے کئی سوالات ہیں اور نہایت اصرار سے مباحثہ کی ٹھہرائی تھی؟ ماسوا اس کے کوئی منصف اس کتاب کو اوّل سے آخر تک پڑھ کر دیکھ لے اس میں کوئی سخت لفظ نہیں ہے۔ ہر ایک لفظ بحکم ضرورت بیان کیا گیا ہے جو محل پر چسپاں ہے پھر کیوں کر اس انجمن کے حامیوں نے میرے پر یہ الزام لگایا کہ آریہ صاحبوں اور لیکھرام کا کچھ بھی قصور نہیں دراصل زیادتی اس شخص کی طرف سے ہوئی ہے۔

اس سے ناظرین سمجھ لیں کہ اس انجمن کی نوبت کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ سچ کہیں کہ

☆ سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۴ میں یہ عبارت ہے۔ لالہ مرلی دھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر سے بمقام ہوشیار پور مباحثہ مذہبی کا اتفاق ہوا وجہ اس کی یہ ہوئی کہ ماسٹر صاحب موصوف نے خود آ کر درخواست کی۔ منہ

﴿۴۸﴾

اب حمایت اسلام کا لفظ ان کے لئے موزوں ہے یا حمایت آریہ کا۔ اور پھر یہ بات بھی سوچنے کے لائق ہے کہ کیا یہ سچ ہے کہ حسب قول حامیان انجمن حمایت اسلام سرمہ چشم آریہ کے وقت اندرمن کی کتابیں از یاد رفتہ ہو چکی تھیں۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ صرف میرے کینہ کی وجہ سے اس انجمن اور اس کے حامیوں نے انصاف اور راستی کے طریق کو کیوں چھوڑ دیا۔ اندرمن کی کتابوں کو کون سا ہزار دو ہزار برس گذر گیا تھا کہ مسلمانوں کو وہ زخم بھول گئے تھے کہ جو ناحق افترا سے اس کی کتاب تحفۃ الاسلام اور اندر بجر اور پاداش اسلام سے دلوں کو پہنچے تھے اور وہ کیسے مسلمان تھے جنہوں نے ایسی مفتریانہ دھوکہ دِہ کتابوں کو از یاد رفتہ کر دیا تھا اور اُن تحریروں پر راضی ہو گئے تھے۔ وہ کتابیں تو اب تک ہندو پیار سے پڑھتے اور شائع کرتے ہیں۔

ماسوا اس کے پھر ان کتابوں کے بعد ایک اور کتاب جو نہایت گندی تھی آریہ سماج والوں نے شائع کی جو کچھ تھوڑا عرصہ پہلے سرمہ چشم آریہ سے تالیف کی گئی تھی جس کو پنڈت دیانند نے تالیف کر کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہا تھا جس کا نام ستیارتھ پرکاش ہے۔ اور ماسوا اس کے آریوں میں بذریعہ پنڈت دیانند ایک نئی نئی تیزی پیدا ہو کر اور کئی چھوٹے چھوٹے رسالے بھی شائع ہونے شروع ہو گئے تھے اور ایک دو اخبار بھی اسی غرض سے نکلتے تھے جو اکثر بدزبانی سے بھرے ہوتے تھے اور ان لوگوں نے اور ان کے مذہب نے جنم لیتے ہی اسلام پر حملہ کرنا اور سخت الفاظ استعمال کرنا شروع کر دیا تھا اور نہ صرف اسلام بلکہ وہ تو راجہ رامچندر اور راجہ کرشن وغیرہ ہندوؤں کے نسبت بھی اچھے خیال نہیں رکھتے تھے اور نہ باوا نانک صاحب کی نسبت ان کی تحریریں مہذبانہ تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی تحریروں سے عام طور پر شور برپا ہوا تھا اور پنڈت دیانند اور اس کے حامیوں کی اس وقت یہ کتابیں شائع ہوئی تھیں کہ جبکہ میری کسی کتاب کا نام و نشان نہ تھا اور ایک ورق بھی میں نے تالیف نہیں کیا تھا اور پنڈت دیانند نے صرف یہی نہیں کیا کہ ستیارتھ پرکاش کو تالیف کر کے کروڑہا مسلمانوں کا دل دکھایا بلکہ اس نے پنجاب اور ہندوستان کا دورہ کر کے

﴿۴۹﴾

عام جلسوں میں سخت گوئی پر کمر باندھ لی اور اُس نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ گویا جس قدر پنجاب اور ہندوستان میں آٹھ سو برس سے ہندو خاندان سے مسلمان ہوئے ہیں اُن سب کی اولاد کو پھر ہندو بنایا جائے۔ یہ شخص اس قدر سخت گو انسان تھا کہ بیچارے سناتن دھرم والے بھی اس کی زبان سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اگر جلد تر موت مقدر اس کو چُپ نہ کرا دیتی تو معلوم نہیں کہ اُس کی تحریروں اور تقریروں سے کیا کیا ملک میں فتنے پیدا ہوتے۔ میں نے سنا ہے کہ بسا اوقات عین اس کے ویاکھیان کیوقت بعض ہندو صاحبوں نے بباعث سخت اشتعال کے اس کی طرف پتھر پھینکے۔ پس جبکہ آریوں کی طرف سے اس حد تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ بازاروں میں کوچوں میں گلیوں میں عام جلسوں میں اسلام کی توہین کی جاتی تھی اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی مخالطت سے نفرت دلائی گئی تھی اور بغض اور توہین اور سخت گوئی کا سبق دیا جاتا تھا۔ تو اس صورت میں بجز ایسے نام کے مسلمانوں کے جو دین سے کوئی حقیقی تعلق نہ رکھتے ہوں ہر ایک مسلمان کو اس نئے پنتھ کی شوخی سے درد پہنچنا ایک لازمی امر تھا اور اسی وجہ سے اور اسی باعث سے کتاب براہین احمدیہ بھی لکھی گئی تھی۔ اب ہم انجمن حمایت اسلام اور اس کے حامیوں کو کیا کہیں اور کیا لکھیں جنہوں نے اسلام کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھ کر اس قدر سچائی کا خون کیا۔ ہمارا تمام شکوہ خدا تعالیٰ کی جناب میں ہے۔ یہ لوگ اسلام کا دعویٰ کر کے اسلام کی حمایت کا دعویٰ کر کے کس بددیانتی سے زبان کھول رہے ہیں اور ہمیں کب امید ہے کہ اب بھی وہ نادم ہو کر اپنی غلطی کا اقرار کر کے باز آجائیں گے۔ مگر خدا جو ہمارے دل اور ان کے دلوں کو دیکھ رہا ہے وہ بیشک اپنی سنت کے موافق ان میں اور ہم میں فیصلہ کرے گا۔ رَبَّنَا افۡتَحۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَاَنۡتَ خَیۡرُ الۡفٰتِحِیۡنَ [۱]

پھر ایک اعتراض انجمن حمایت اسلام لاہور کے حامیوں کا یہ ہے کہ اس انجمن کے ممبر اور ہمدرد تو ہزارہا مسلمان ہیں اور اس کی وقعت اور ذمہ واری مسلّمہ ہے مگر مرزا صاحب کو اس سے زیادہ ایک ذرہ حیثیت حاصل نہیں کہ وہ ایک مُلّا یا مولوی یا مناظر یا مجادل ہیں

[۱] الاعراف:۹۰

﴿۵۰﴾

انہیں مسلمانوں کا معتمد علیہ بننے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اس اعتراض کے جواب میں اوّل تو یہ سمجھ رکھنا چاہیئے کہ ہمارے دین نے رسم اور عادت کے طور پر کسی چیز کو پسند نہیں کیا۔ اگر ایک شخص اپنی ذات میں دینی مقتدا یا معتمد علیہ ہونے کی کوئی حقیقی لیاقت نہیں رکھتا بلکہ برخلاف اس کے بہت سے نقص اس میں پائے جاتے ہیں لیکن با ایں ہمہ ایک گروہ کثیر کا مرجع ہے تو ہمارا دین ہرگز روا نہیں رکھتا کہ صرف مرجع عوام ہونے کی وجہ سے اس کو قوم کا وکیل اور مدارالمہام سمجھا جائے۔ ایسا فتویٰ ہم قرآن شریف میں نہیں پاتے۔ قرآن شریف تو جا بجا یہی فرماتا ہے کہ امام اور مقتدا اور صاحب الامر بنانے کے لائق وہی لوگ ہیں کہ جن کے دینی معلومات وسیع ہوں اور فراست صحیحہ اور **بسطة فی العلم** رکھتے ہوں اور تقویٰ اور طہارت اور اخلاص کی صفات حسنہ سے موصوف ہوں ایسے نہ ہوں کہ اپنے اغراض کی وجہ سے اور چندوں کے لالچ سے ہر ایک فرقہ ضالہ کو ممبر انجمن بنانے کے لئے طیار ہوں۔ غرض خدا تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ صاحب الامر بنانے کے لئے حقیقی لیاقت دیکھو بھیڑ چال کو اختیار نہ کرو۔

پھر ماسوا اس کے یہ خیال بھی غلط ہے کہ مسلمانوں نے انجمن حمایت کے لوگوں کو دلی اعتقاد سے اپنا امام اور مقتدا اور پیشرو بنا رکھا ہے بلکہ اصل حال یہ ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے ساتھ جس قدر لوگ شامل ہیں وہ اس خیال سے شامل ہیں کہ یہ انجمن مہمات اسلام میں اپنی رائے سے کُچھ نہیں کرتی بلکہ مسلمانوں کے عام مشورہ اور کثرت رائے سے کسی پہلو کو اختیار کرتی ہے۔ یہی غلطی ہے جس سے اکثر لوگ دھوکہ کھاتے ہیں نہ یہ کہ درحقیقت وہ تسلیم کر چکے ہیں کہ یہی انجمن شیخ الکل فی الکل ہے۔ یہ تو انجمن کے مسلّم الوقعت ہونے کی حقیقت ہے جو ہم نے بیان کی۔ رہا یہ الزام کہ گویا یہ راقم تمام مسلمانوں کی نظر میں صرف ایک ملّا یا واعظ کی حیثیت رکھتا ہے یہ وہ قابل شرم جھوٹ ہے جو کوئی شریف اور نیک ذات آدمی استعمال نہیں کرسکتا۔ انجمن کو معلوم ہے

﴿۵۱﴾ کہ مسلمانوں میں سے صدہا معزز اور ذی رتبہ اور اہل علم اور تعلیم یافتہ جن کی نظیر انجمن کے ممبروں یا حامیوں میں تلاش کرنا تضییع اوقات ہے مجھ کو وہ مسیح موعود مانتے ہیں جس کی تعریفیں خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں۔ پھر یہ خیال ظاہر کرنا کہ تمام لوگ صرف ایک ملّا خیال کرتے ہیں اُن لوگوں کا کام ہے جو شرم اور دیانت اور راست گوئی سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ مگر کچھ افسوس کی جگہ نہیں۔ کیونکہ پہلے بھی راستبازوں اور نبیوں اور رسولوں کو ایسا ہی کہا گیا ہے اور یہ کہنا کہ مرزا صاحب اپنے معتقدوں کی تعداد تین سو اٹھارہ سے زیادہ نہیں بتلا سکے یہ کس قدر حق پوشی ہے۔ یہ تعداد تو صرف ان لوگوں کی لکھی گئی تھی جو سرسری طور پر اس وقت خیال میں آئے نہ یہ کہ درحقیقت یہی تعداد تھی اور اسی پر حصر رکھا گیا تھا بلکہ ہم نے اپنے ایک مضمون میں صاف طور پر شائع بھی کر دیا تھا کہ اب تعداد ہماری جماعت کی آٹھ ہزار سے کم نہیں ہوگی۔ لیکن یہ ایک مدت کی بات ہے اور اس وقت تو بڑے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ دو ہزار اور بڑھ گئے ہیں اور ہماری جماعت اس وقت دس ہزار سے کم نہیں ہے جو پشاور سے لے کر بمبئی کلکتہ کراچی حیدرآباد دکن مدراس ملک آسام بخارا غزنی مکہ مدینہ اور بلاد شام تک پھیلی ہوئی ہے اور ہر ایک سال میں کم سے کم تین چار سو آدمی ہماری جماعت میں بزمرہ بیعت کنندگان داخل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی دس دن بھی قادیان آ کر ٹھہرے تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر تیزی سے خداتعالیٰ کا فضل لوگوں کو ہماری طرف کھینچ رہا ہے۔ اندھوں اور نابیناؤں کو کیا خبر ہے کہ کس عظمت کی حد تک یہ سلسلہ پہنچ گیا ہے۔ اور کیسے طالب حق لوگ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا[1] کے مصداق ہو رہے ہیں۔ پھر کیا سبب ہے کہ یہ انجمن باوجود اپنی اس مختصر حیثیت اور کمزور زندگی کے آفتاب پر تھوک رہی ہے؟ کیا یہی سبب نہیں کہ ان لوگوں کو دین کی طرف توجہ نہیں۔ باوجودیکہ دور دور سے صدہا آدمی آ کر ہدایت پاتے جاتے ہیں مگر اس انجمن کا ایک ممبر بھی اب تک ہمارے پاس نہیں آیا کہ تاحق کے طالبوں کی طرح

[1] النصر:۳

﴿۵۲﴾

ہم سے ہمارے دعوے کے وجوہات دریافت کرے۔ کیا یہ دینداری کی علامت ہے کہ ایک شخص ان کے درمیان کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی متابعت کے لئے تمہیں وصیت کی گئی ہے اوران میں سے اُس کی کوئی آواز نہیں سنتا؟ اور نہ دعوے کو رد کر سکتے ہیں اور نہ بغض کی وجہ سے قبول کر سکتے ہیں۔ کیا یہ اسلام ہے؟ بلکہ کبھی تو محض افترا کے طور پر ہمارے ذاتیات پر اس انجمن کے حامی حملے کرتے ہیں اور کبھی اپنی بات کو سرسبز کرنے کے لئے صریح جھوٹ بولتے ہیں اور کبھی گورنمنٹ عالیہ کو جو ہمارے حالات اور ہمارے خاندان کے حالات سے بے خبر نہیں ہے دھوکہ دہی کے طور پر اکسانا چاہتے ہیں کیا یہ اسلام کی حمایت ہو رہی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ ذرہ توجہ کر کے دوسرے فرقوں کی قومی ہمدردی دیکھو۔ مثلاً باوجود اس کے کہ سناتن دھرم اور آریہ مت کے ممبروں میں بھی سخت نفاق ہے۔ بلکہ آریہ سماج والوں کا ایک گروہ دوسرے سے سخت عداوت رکھتا ہے لیکن پھر بھی انہوں نے بھی قومی ہمدردی کا لحاظ رکھ کر کبھی ایک دوسرے پر گورنمنٹ کو توجہ نہیں دلائی لیکن انجمن حمایت اسلام کے حامیوں پیسہ اخبار اور پنجاب ابزرور نے ہماری ذاتیات پر بحث کرتے ہوئے اپنی تقریر کو قریب قریب قانون سڈیشن کے پہنچا دیا ہے اور ہم اب کی دفعہ ان بیجا حملوں کی نسبت عفو اور درگذر سے کاربند ہوتے ہیں مگر آئندہ ہم ان دونوں پرچوں کے ایڈیٹروں کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ واقعات صحیحہ کے برخلاف لکھنے کے وقت اپنی نازک ذمہ داریوں کو بھول نہ جائیں اور قانون کا نشانہ بننے سے پرہیز کریں اور جو کچھ ہماری نسبت اور ہماری جماعت کی نسبت لکھیں سوچ سمجھ کر لکھیں کیونکہ ہر ایک دفعہ اور ہر ایک موقعہ پر ایک ظالم انسان معافی دیئے جانے کا حق نہیں رکھتا۔ بیشک عفو اور درگذر ہمارا اصول ہے اور بدی کا مقابلہ نہ کرنا ہمارا طریق ہے لیکن اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ گو کسی کے افترا اور دروغ سے کیسا ہی ضرر اور بدنامی ہماری ذات کے عائد حال ہو یا ہمارے مشن پر بداثر کرے پھر بھی ہم بہرحال خاموش ہی رہیں۔ بلکہ ایسی بدنامی جو ہمارے پر دغابازی اور بددیانتی اور جھوٹ

﴿۵۳﴾ اور کسی پر فریب کارروائی کا داغ لگاتی ہو۔اس کا تحمل دینی مصالح کی رو سے ہرگز جائز نہیں کیونکہ اس سے عوام کی نظر میں ایک بدنمونہ قائم ہوتا ہے۔ایسے موقعہ پر حضرت یوسف نے بھی مصر کی گورنمنٹ کو تنقیح حقیقت کے لئے توجہ دلائی تھی۔لہٰذا انجمن اور اس کے حامیوں کو چاہیئے کہ اس نصیحت کو خوب یاد رکھیں اور ہم اس وقت اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے انجمن حمایت اسلام کی مخالفت نہایت نیک نیتی سے کی تھی اور ہم ترسان اور لرزان تھے کہ یہ طریق جو انجمن نے اختیار کیا ہے ہرگز ہرگز اسلام کے لئے مفید نہیں ہے۔کیا انجمن خطا سے محفوظ ہے؟ یا نبیوں کی طرح اپنے لئے معصوم کا لقب موزوں سمجھتی ہے۔پھر ہماری نصیحت جو محض اخلاص پر مبنی تھی کیوں اس کو بُری لگی۔دانا کو چاہیئے کہ معاملہ کے دونوں پہلوؤں پر نظر رکھ کر کسی پہلو کو اختیار کرے۔ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ یہ پہلو جو انجمن نے اختیار کیا ہمارے مولیٰ کریم کے اس منشاء کے ہرگز موافق نہیں ہے جو قرآن شریف میں ظاہر فرمایا گیا ہے اور ہم منتظر ہیں کہ دیکھیں کہ کونسی فتح نمایاں اس میموریل سے انجمن کو حاصل ہوتی ہے جو ان کو ردّ لکھنے سے مستغنی کر دے گی۔اگر فرض کے طور پر یہ بات بھی ہو کہ تمام شائع کردہ کتابیں پنجاب اور ہندوستان سے واپس منگائی جائیں اور پھر جلا دی جائیں یا اور طرح پر تلف کر دی جائیں اور آئندہ قانونی طور پر کسی وعید کے ساتھ دھمکی دے کر فہمائش ہو کہ کوئی پادری اسلام کے مقابل پر کبھی اور کسی وقت میں ایسے الفاظ استعمال نہ کرے پھر بھی یہ تمام کارروائی ردّ لکھنے کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ واقعی طور پر وہی ہلاک ہوتا ہے جو بینہ سے ہلاک ہو۔لیکن اگر انجمن کی درخواست پر کوئی ایسی کارروائی نہ ہوئی بلکہ کوئی معمولی اور غیر محسوس کارروائی ہوئی تو اس روز جس قدر مخالفوں کی شماتت ہوگی ظاہر ہے۔لہٰذا ہمیں بار بار انجمن کی اس رائے پر رونا آتا ہے۔افسوس کہ ان لوگوں نے رد لکھنے والوں کی راہ کو بھی بند کرنا چاہا ہے۔افسوس کہ اس انجمن کو کیا یہ بھی خبر نہیں تھی کہ مصنف کتاب امہات المومنین نے کتاب مذکورہ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ کوئی مسلمان اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔

﴿۵۴﴾ اب انجمن نے جواب سے منہ پھیر کر اور ایک دوسرا پہلو اختیار کر کے دکھا دیا کہ یہ گمان ان کا ٹھیک ہے اور انجمن کے حامی جیسا کہ پیسہ اخبار اور پنجاب ابزرور زور سے کہتے ہیں کہ ردّ کی کچھ بھی ضرورت نہیں تھی پہلی کتابیں بہت ہیں۔ اب وہی بات ہوئی جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ[1]

اب کیا انجمن اس صورت میں جو میموریل کا نشانہ خالی جائے یا ادھورا رہے اس دوسرے پہلو کو اختیار کر سکتی ہے کہ ردّ لکھا جائے اور ایسے ارادے کو پیسہ اخبار یا ابزرور وغیرہ اخباروں میں شائع کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اب اہل اسلام دیکھ لیں کہ اس انجمن کی شتاب کاری سے کس قدر اسلام کی حقیقی کارروائی کو ضرر پہنچا ہے اور کیسے اسلام کی مدافعت میں حرج واقع ہوا ہے۔ سر سیّد احمد خان بالقابہ کیسا بہادر اور زیرک اور ان کاموں میں فراست رکھنے والا آدمی تھا انہوں نے آخری وقت میں بھی اس کتاب کا ردلکھنا بہت ضروری سمجھا اور میموریل بھیجنے کی طرف ہرگز التفات نہ کیا۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو آج وہ میری رائے کی ایسی ہی تائید کرتے جیسا کہ انہوں نے سلطان روم کے بارے میں صرف میری ہی رائے کی تائید کی تھی اور مخالفانہ راؤں کو بہت ناپسند اور قابل اعتراض قرار دیا تھا۔ اب ہم اس بزرگ پولیٹیکل مصالح شناس کو کہاں سے پیدا کریں تا وہ بھی ہم سے مل کر اس انجمن کی شتاب کاری پر روویں۔ سچ ہے ”قدر مرداں بعد از مُردن“۔

اگر اس انجمن کی طرف سے یہ عذر پیش ہو کہ ہم اس لئے ردّ لکھنے کے مخالف ہیں کہ یہ لوگ گو کیسی ہی دریدہ دہنی سے کام لیتے ہیں مگر پھر بھی شاہی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان کا ردّ لکھنا ادب کے مخالف ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ کیا مواخذہ کرنے کے لئے اور سزا دلانے کے لئے میموریل بھیجنا یہ ادب میں داخل ہے۔ ہماری گورنمنٹ عالیہ نے نہایت عقلمندی اور بلند ہمتی سے یہ قانون ہر ایک کے لئے کھولا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے مذہب پر اختلاف رائے کی بنا پر حملہ کرے تو اس دوسرے شخص کا بھی اختیار ہے کہ وہ اس حملہ کی

[1] سبا:۲۱

﴿۵۵﴾ مدافعت کرے۔ یہ سچ ہے کہ چونکہ ہم اس گورنمنٹ کی رعایا ہیں اور دن رات بیشمار احسانات دیکھ رہے ہیں اس لئے ہمارا یہ فرض ہونا چاہئیے کہ سچے دل سے اس گورنمنٹ کی اطاعت کریں اور اس کے مقاصد کے مددگار رہوں اور اس کے مقابل پر ادب اور غربت اور فرمانبرداری کے ساتھ زندگی بسر کریں مگر چاہئیے کہ اعتقادی امور میں جو دار آخرت سے متعلق ہیں وہ طریق اختیار کریں جس کی صحت اور درستی پر ہماری عقل ہمارا کانشنس ہماری فراست فتویٰ دیتی ہو۔ ہم تو بار بار خود گواہی دیتے ہیں کہ نہایت ہی بدذات وہ لوگ ہیں جو متواتر احسانات اس گورنمنٹ کے دیکھ کر اور اس کے زیر سایہ اپنے مال اور جان اور عزت کو محفوظ پاکر پھر بغاوت کے خیالات دِل میں پوشیدہ رکھتے ہوں۔ یہ تو ہمارا وہ مذہب ہے جو ہمیں خدا تعالیٰ سکھلاتا ہے لیکن پادریوں کے افتراؤں کا جواب دینا یہ امر دیگر ہے اور یہ خدا کا حق ہے جس کو ادا کرنا لازم ہے۔ سر سید احمد خاں صاحب کی قدیم پالیسی اسی کی گواہ ہے۔ وہ ہمیشہ پادریوں کا ردّ لکھتے رہے یہاں تک کہ میور صاحب الہ آباد کے لفٹیننٹ گورنر کی کتاب کا بھی کسی قدر ردّ لکھا مگر پادریوں کے سزا دلانے کے لئے یا کتابوں کے تلف کرنے کے لئے کبھی انہوں نے گورنمنٹ میں میموریل نہ بھیجا۔ سو ہمیں وہ راہ نکالنی چاہیئے جو واقعی طور پر ہماری نسلوں کو مفید ہو اور دین اسلام کی حقیقی عزت اس سے پیدا ہو اور وہ یہی ہے کہ ہم اعتراضات کے دفع کرنے کے لئے متوجہ ہوں اور نو جوانوں کو ٹھوکر کھانے سے بچاویں۔

ایک اور حملہ پنجاب ابزرور میں بحمایت انجمن مذکور ہم پر کیا گیا ہے جو پرچہ مؤرخہ مئی ۹۸ء میں شائع ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے پرچہ مذکور میں یہ خیال کر لیا ہے کہ گویا ہماری جماعت نے زٹلی نام ایک شخص کی گالیوں سے مشتعل ہو کر اُس کے سزا دلانے کے لئے گورنمنٹ میں میموریل بھیجا ہے اور یہ حرکت ان کی صاف جتلا رہی ہے کہ وہ جوش جو ان کو سزا دلانے کے لئے اس جگہ آیا اس جوش اور غیرت کے برخلاف وہ میموریل ہے جو انجمن حمایت اسلام کی مخالفت میں لکھا گیا ہے۔ لیکن ایڈیٹر صاحب اگر میری جماعت کے میموریل کو ذرہ غور سے

پڑھتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے۔ کیونکہ اول تو اس میموریل اور انجمن کے میموریل میں گویا زمین آسمان کا فرق ہے۔ جس شخص کے سزا یا کتابوں کے تلف کرانے کے لئے انجمن نے میموریل بھیجا ہے اُس نے زٹلّی کی طرح یہ طریق اختیار نہیں کیا کہ صرف گالیاں دی ہوں۔ بلکہ علاوہ گالیوں کے اپنی دانست میں اسلامی کتابوں کے حوالے دے کر اعتراض لکھے ہیں۔ چنانچہ متعصب عیسائیوں کا اسی بات پر زور ہے کہ اُس نے کوئی گالی نہیں دی بلکہ بحوالہ کتب اسلامیہ واقعات کو بیان کیا ہے سو اگرچہ یہ بالکل سچ اور سراسر سچ ہے کہ ایسا عذر پیش کرنے والے صریح جھوٹ بولتے اور راست گوئی کے طریق کو چھوڑتے ہیں لیکن انصافاً وعقلاً ہم پر یہی لازم ہے کہ اوّل اُن بہتانوں اور الزاموں کو جو خیانت اور ناانصافی سے لگائے گئے ہیں نہایت معقولیت اور صفائی کے ساتھ رفع کریں اور پھر اگر یہی سزا کافی نہ ہو کہ دروغگو کا دروغ کھولا جائے تو ہر ایک کو اختیار ہے کہ گورنمنٹ کی طرف توجّہ کرے۔ ہم نے نہایت نیک نیّتی سے اور اُس فہم سے جو خدا نے ہمارے دل میں ڈالا ہے اِسی بات کو پسند کیا ہے کہ گالیوں کے تصور سے ہمارے دِل سخت زخمی اور مجروح ہیں لیکن نہایت ضروری اور مقدم یہی کام ہے کہ عوام کو دھوکوں سے بچانے کے لئے پہلے الزاموں کے دُور کرنے کی طرف توجہ کریں۔ انجمن اور اُس کے حامیوں کو خبر نہیں ہے کہ آجکل اکثر لوگوں کے دِل کس قدر بیمار اور بدظنّی کرنے کی طرف دَوڑتے ہیں۔ پھر جس حالت میں اُس خبیث کتاب کے مؤلّف نے اپنی اس کتاب میں یہی پیشگوئی کی ہے کہ مسلمان اِس کے جواب کی طرف ہرگز توجہ نہیں کریں گے تو اب اگر یہی پہلو سزا دلانے کا اختیار کیا جائے تو گویا اُس کی بات کو سچا کرنا ہے اور عوام کا کوئی مُنہ بند نہیں کرسکتا۔ ہماری اس سزا دلانے کی کارروائی پر عام لوگوں اور عیسائیوں اور آریوں کا یہی اعتراض ہوگا کہ یہ لوگ جبکہ جواب دینے سے عاجز آگئے تو اور تدبیروں کی طرف دوڑے۔ اب سوچو کہ اس قسم کی باتیں عوام کی زبان پر جاری ہونا کس قدر دین اسلام کی سُبکی کا موجب ہوسکتی ہیں۔ لیکن انجمن کے میموریل کا میری جماعت کے میموریل پر قیاس کرنا ایسا

﴿۵۶﴾

﴿۵۷﴾ بے تعلق قیاس ہے جس کو منطق کی اصطلاح میں قیاس مع الفارق کہا جاتا ہے۔ کیونکہ زٹلی کی تحریر میں علمی رنگ میں کوئی اعتراض نہیں تا اُس کا دفع کرنا مقدم ہوتا بلکہ وہ تو صرف مسخرہ پن سے ہنسی اور ٹھٹھے کے طور پر نہایت گندی گالیاں دیتا ہے اور بجز اُن گالیوں کے اُس کے اخبار اور اشتہار میں کُچھ بھی نہیں اور اسی قدر حیثیت اسکی زٹلّی کے لفظ سے بھی مفہوم ہوتی ہے جو اُس نے اپنے لئے مقرر کیا ہے۔ پس اُس کے بارے میں میموریل بھیجنا صرف اِس غرض سے تھا کہ تا دکھلایا جائے کہ یہ لوگ کیسی گندی بدزبانی سے عادی اور ہم کو ناحق سخت گوئی سے متہم کرتے ہیں۔ چونکہ ہمارے مخالفوں نے شرارت سے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ ہماری تحریریں درشت اور سخت اور فتنہ انگیز ہیں اِس لئے ضرور تھا کہ ہم گورنمنٹ کو اُن کی تحریروں کا کچھ نمونہ دِکھلاتے جیسا کہ ہم نے کتاب البریت میں بھی کسی قدر نمونہ دکھلایا ہے۔ لیکن میری جماعت کا یہ میموریل اُس حالت میں انجمن کے میموریل سے ہم رنگ اور ہم شکل ہوسکتا تھا کہ جبکہ انجمن کی طرح میری جماعت بھی زٹلّی کے بازپُرس اور سزا کے لئے کوئی درخواست کرتی اور ظاہر ہے کہ اُنہوں نے میموریل میں زٹلی کو آپ ہی معافی دے دی ہے اور لکھ دیا ہے کہ ہم کوئی سزا دلانا اُس کو نہیں چاہتے۔ اب دیکھو یہ کس قدر اخلاقی امر ہے جس کو عمداً ابزرور نے ظاہر نہیں کیا تا حقیقت کے کھلنے سے اُس کا مطلب فوت نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ زٹلی کی اصل غرض صرف گالیاں دینا اور ٹھٹھا اور ہنسی کرنا ہے مگر صاحبِ رسالہ اُمّہات المؤمنین کی اصل غرض اعتراض کرنا ہے اور سخت زبانی اُس نے صرف اسی وجہ سے اختیار کی ہے کہ تا لوگ مشتعل ہوکر اُس کے اصل مقصود کی طرف توجّہ نہ کریں۔ لہٰذا اُس کی گالیوں کی طرف توجّہ کرنا اصل مطلب سے دُور جا پڑنا تھا۔ پس یہ کس قدر غلطی ہے کہ ان دونوں میموریل کو ایک ہی صورت اور ایک ہی شکل کے خیال کیا جاتا ہے۔ ہمارا یہ اصول ہونا چاہیئے کہ جب کسی مخالف کے کلام میں گالیاں اور اعتراض جمع

ہوں تو اول اعتراضات کا جواب دے کر عامہ خلائق کو دھوکہ کھانے سے بچاویں۔ پھر اور امور کی نسبت جو کچھ مقتضا وقت اور مصلحت کا ہو وہی کریں خواہ نخواہ ہنگامہ پردازی کا سلسلہ شروع نہ کریں۔ ماسوا اِس کے جیسا کہ بیان کر چکا ہوں ہماری جماعت کے میموریل میں زٹلی کو سزا دینے کے لئے ہرگز درخواست نہیں کی گئی بلکہ اس میموریل کے فقرہ ششم کو دیکھنا چاہئیے۔ اس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ ہم ہرگز مناسب نہیں سمجھتے کہ ملّا مذکور اور دیگر ایسے فتنہ پردازوں پر عدالت فوجداری میں مقدمات کریں۔ اِس لئے کہ ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ ہم اپنے اوقات گرامی کو جھگڑوں اور مقدمات میں ضائع نہ کریں اور نہ کسی ایسے امر کا ارتکاب کریں جس کا نتیجہ فساد ہو۔ ﴿۵۸﴾

اب دیکھو کہ جس میموریل کو ہمارے اس میموریل سے متناقض سمجھا گیا ہے وہ کیسے اس کی اصل منشاء کے موافق اور مطابق ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ قبل اس کے جو میموریل کو غور سے پڑھا جاتا اعتراض کیا گیا ہے۔

اخیر پر پنجاب ابزرور میں اِس بات پر بہت ہی زور دیا ہے کہ ایسے سخت کلمات کے سُننے سے جو رسالہ اُمّھات المؤمنین میں درج ہیں اگر ایک مہذب آدمی جو اپنے دل پر قہر کر کے صبر کر سکتا ہے کوئی جوش دِکھلانے سے چُپ رہے تو کیا اُس کے ہم مذہبوں کی کثیر جماعت بھی جو اِس قدر صبر نہیں رکھتی چپ رہ سکتی ہے۔ یعنی بہرحال نقض امن کا اندیشہ دامنگیر ہے جس کا قانونی طور پر انسداد ضروری ہے۔'' مَیں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ مَیں نے کب اور کس وقت اِس بات سے انکار کیا ہے کہ ایسی فتنہ انگیز تحریروں سے نقض امن کا احتمال ہے بلکہ مَیں تو کہتا ہوں کہ نہ صرف معمولی احتمال بلکہ سخت احتمال ہے بشرطیکہ مسلمانوں کے عوام پڑھے لکھے آدمی ہوں۔ لیکن مَیں بار بار کہتا ہوں کہ اس فتنہ کے انسداد کے لئے جو تدبیر سوچی گئی ہے اور جس مراد سے میموریل روانہ کیا گیا ہے یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ بلکہ نہایت کچا اور بودا خیال ہے۔ اِس انجمن

﴿۵۹﴾

کے حامی بار بار اپنے پرچوں میں بیان کرتے ہیں کہ اُس میموریل سے جو انجمن نے بھیجا ہے اصل غرض یہ ہے کہ تا رسالہ اُمّہات المؤمنین کو شائع ہونے سے روک دیا جائے۔ سو مَیں اِسی غرض پر اعتراض کرتا ہوں۔ مجھے بہت سے خطوط اور پختہ خبروں کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ رسالہ اُمّہات المؤمنین کی پوری طور پر اشاعت ہو چکی ہے اور ہزار کتاب مفت تقسیم ہو چکی۔ اب کونسی اشاعت باقی ہے جس کو روکا جائے۔ افسوس کیوں یہ انجمن اِس بات کو آنکھ کھول کر نہیں دیکھتی کہ اب تمام شور و فریاد بعد از وقت ہے۔ ہاں اگر یہ خیال ہو کہ اگرچہ یہ میموریل جو انجمن نے بھیجا ہے بعد از وقت ہے لیکن اگر گورنمنٹ نے یہ حکم دے دیا کہ اِن کتابوں کی اشاعت روک دی جائے تو اسلام کے عوام خوش ہو جائیں گے اور اس طرح پر نقض امن کا خطرہ نہیں رہے گا۔'' تو میں کہتا ہوں کہ اب کون سا خطرناک جوش عوام میں پھیلا ہوا ہے۔ حالانکہ اس کتاب کی اشاعت پر تین مہینے گذر بھی گئے۔ اصل حال یہ ہے کہ مسلمانوں کے عوام اکثر ناخواندہ ہیں اُن کو ایسی کتابوں کے مضمون پر اطلاع بھی نہیں ہوتی ورنہ جوش پھیلنے کے وہ دن تھے جبکہ ہزار کتاب مُفت تقسیم کی گئی تھی اور بلا طلب لوگوں کے گھروں میں پہنچائی گئی تھی۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ خطرناک دن بخیر و عافیت گذر گئے اور یہ کتابیں نیک اتفاق سے ایسے لوگوں کی نظر تک محدود رہیں جن میں وحشیانہ جوش نہیں تھا۔ سچ ہے کہ اُن سب کو اس کتاب سے سخت آزار پہنچا لیکن خدا تعالیٰ کی حکمت اور فضل نے عوام کے کانوں سے اِن گندے اور اشتعال بخش مضامین کو دُور رکھا۔ بہرحال جس وقت میموریل بھیجا گیا عوام کے جوش کا وقت گذر چکا تھا ہاں جواب لکھنے کا وقت تھا اور اب تک ہے۔

کیا انجمن کو خبر نہیں کہ کتابوں کی تحریر پر جوش دکھلانا پڑھے لکھے آدمیوں کا کام ہے اور پڑھے لکھے کسی قدر تہذیب اور صبر رکھتے ہیں۔ بیچارے عوام جو اکثر ناخواندہ ہوتے ہیں وہ ایسی سخت گوئیوں سے بیخبر رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ صدہا اِسی قسم

﴿۶۰﴾

کی کتابیں پادری صاحبوں نے تالیف کر کے اس ملک میں شائع کی ہیں اور اسی قسم کے مضمون ان کے اخباروں میں بھی ہمیشہ شائع ہوتے رہتے ہیں اور یہ کارروائی نہ ایک دو روز کی بلکہ ساٹھ سال کی ہے مگر پھر بھی وہ تحریریں گو کیسی ہی فتنہ انگیز ہوں لیکن یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسباب پَیدا ہو گئے ہیں کہ جو لوگ وحشیانہ طور پر ان تحریروں سے مشتعل ہو سکتے ہیں وہ اکثر ناخواندہ ہیں اور جو لوگ ان تحریروں کو پڑھتے اور دیکھتے ہیں وہ اکثر مہذب ہیں جو تحریر کا تحریر سے ہی جواب دینا چاہتے ہیں۔ یہ وہ بات ہے جو صرف قیاسی نہیں بلکہ ساٹھ سال کے متواتر تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے اور اگر ایسی تحریروں سے کوئی مفسدہ برپا ہو سکتا تو سب سے پہلے پادری عمادالدین کی تحریریں یہ زہریلا اثر اپنے اندر رکھتی تھیں جن کی نسبت ایک محقق انگریز نے بھی شہادت دی ہے کہ ”اگر ۱۸۵۷ء کا غدر پھر ہونا ممکن ہے تو اس کا سبب پادری عمادالدین کی تحریریں ہوں گی“ مگر مَیں کہتا ہوں کہ یہ خیال بھی خام ہے کیونکہ باوجودیکہ عمادالدین کی کتابوں کو شائع ہوئے قریباً تیس برس کا عرصہ گذر گیا مگر مسلمانوں کی طرف سے کوئی مفسدانہ حرکت صادر نہیں ہوئی اور کیونکر صادر ہو تمام مسلمان کیا ادنیٰ اور کیا اعلیٰ خوب سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ کو اِن تحریرات سے کچھ تعلق نہیں۔ ہر ایک شخص مذہبی آزادی کی وجہ سے اپنے اندرونی خواص دکھلا رہا ہے اور گورنمنٹ نے اپنی رعایا پر ثابت کر دیا ہے کہ وہ بغیر کسی کی طرفداری کے نہایت عدل اور انصاف اور خسروانہ رحم اور شفقت سے برٹش انڈیا میں سلطنت کر رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب مسلمان کسی غیر مذہب کی ایسی سخت تحریر پاتے ہیں یا اس قسم کا رسالہ دل آزار اُن کی نظر سے گذرتا ہے تو وہ ایسے رسالہ کو محض کسی ایک شخص کے ذاتی خبث اور عناد یا حمق اور جہل مرکب کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور معاذ اللہ کسی کو ہرگز یہ خیال نہیں آتا کہ گورنمنٹ کا اس میں کچھ دخل ہے۔ پنجاب کے مسلمان برابر ساٹھ سال سے اِس بات کا تجربہ کر رہے ہیں کہ اِس گورنمنٹ عالیہ کے اصول نہایت درجہ کے انصاف پرور اور عدل گستری پر مبنی ہیں اور ہرگز ممکن نہیں کہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی اُن کے دِل میں گذر سکے کہ دیسی پادری اپنی سخت گوئی میں گورنمنٹ کی نظر میں معافی کے لائق ہیں۔

﴿۶۱﴾ پس جبکہ اس گورنمنٹ محسنہ کی نسبت رعایا کے دِل نہایت صاف ہیں تو اِس صورت میں اگر پادریوں کی سخت گوئی سے کسی نقضِ امن کا اندیشہ ہوتو شاید اسی قدر ہو کہ کسی موقعہ پر ایک گروہ دوسرے گروہ سے دنگہ فساد کرے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ تجربہ مدّت دراز کا ہم پر ثابت کرتا ہے کہ آج تک یہ دنگہ فساد بھی ایک قوم کا دُوسری قوم سے وقوع میں نہیں آیا۔ حالانکہ اس گذشتہ ساٹھ سال میں ہم لوگوں نے دیسی پادری صاحبوں کی وہ سخت تحریریں پڑھی ہیں اور وہ دلآزار کلمے ہماری نظر سے گذرے ہیں جن سے دِل ٹکڑے ٹکڑے ہوسکتا ہے اور باایں ہمہ مسلمانوں کی طرف سے کوئی طیش واشتعال ظاہر نہیں ہوا۔ اِس کا یہ سبب ہے کہ مسلمانوں کے علماء ردّ لکھنے کی طرف متوجہ ہوگئے۔ پس جس جوش کو بعض جاہلوں نے وحشیانہ طور پر ظاہر کرنا تھا وہ مہذبانہ طور پر قلم اور کاغذ کے ذریعہ سے ظاہر کیا گیا اور باایں ہمہ ایک گروہ کثیر مسلمانوں کا ناخواندہ ہے جو ایسی تحریرات سے کچھ بھی خبر نہیں رکھتا۔ پس یہی موجب ہے کہ یہ تمام زہریلی تحریریں کسی فساد کی موجب نہ ہوسکیں اور یقین کیا جاتا ہے کہ آئندہ بھی موجب نہ ہوں کیونکہ مسلمان اب عرصہ ساٹھ سال سے اِس عادت پر پختہ ہوگئے ہیں کہ تحریروں کا جواب تحریروں سے دیا جائے اور یہ حکمت عملی امن قائم رکھنے کے لئے نہایت عمدہ اور مؤثر ہے کہ آئندہ بھی اسی عادت پر پختہ رہیں اور دُوسرے طریقوں کی طرف دل کو نہ پھیریں۔

ماسوا اس کے اِس طریق میں علمی ترقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اِس برٹش انڈیا میں ایک کم استعداد اور کم علم مباحث بھی جو پادریوں کے ساتھ سلسلہ بحث جاری رکھتا ہے اِس قدر اپنے مباحثہ میں معلومات پیدا کر لیتا ہے کہ اگر قسطنطنیہ میں جاکر ایک نامی فاضل کو وہ باتیں پوچھی جائیں جو اس شخص کو یاد ہوتی ہیں تو وہ ہرگز بتلا نہیں سکے گا۔ کیونکہ اُس مُلک میں ایسے مباحثات نہیں کئے جاتے اِس لئے وہ لوگ اِس کوچہ سے واقف نہیں ہوتے اور اکثر سادہ لوح اور بیخبر ہوتے ہیں۔ اب ہم اغراض مذکورہ بالا کے لئے ایک عربی رسالہ جس کا ترجمہ فارسی میں ہر ایک سطر کے نیچے لکھا گیا ہے۔ اِس رسالے کے بعد لکھتے ہیں کیونکہ بعض دور دراز ملکوں کے لوگ اُردو پڑھ نہیں سکتے۔ جیسا کہ بلاد عرب کے رہنے والے یا ایران و بخارا و کابل وغیرہ کے باشندے۔ اس لئے یہی قرین مصلحت معلوم ہوا کہ اِس عظیم الشان کام کو مشتہر کرنے کے لئے عربی اور فارسی میں بھی کچھ تحریر کیا جائے تا یہ لوگ بھی دولت اعانت دین سے محروم نہ رہیں اور خدا تعالیٰ سے ہم توفیق چاہتے ہیں کہ اس رسالہ عربی اور فارسی کو بھی ہمارے ہاتھوں سے پُورا کرے۔ آمین

﴿۶۲﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ للرحمٰن الذی ابتدء بالافضال. و اسبغ منَ العَطاء من غیر عملٍ سبق من

ہمہ تعریف آن بخشندہ را کہ آغاز کاراو بفضل ہاست۔ آنکہ پیش از صدور اعمال بخشش خود کامل کرد۔ کریمے

العُمّال. الکریم الذی نضح عَنّا المکارہ و ا تمّ علینا انواع النوال. و اعطانا کل شیء قبل

کہ از ما مکروہات را دور کرد و اقسام جود و بخشش را بکمال رسانید و پیش زانکہ سوال کنیم و امید ہارا بنمائیم ہمہ چیز مارا داد

السوال و اظہار الآمال. بعث لنا رسولًا کریمًا بارعًا فی الخصال. سبّاق غایات فی کل

و برائے ما آں رسول مبعوث فرمود کہ کریم است و در خصلتہائے نیکو از ہمہ برتر است و در میدان ہر نوع کمال بر دیگران

نوع الکمال. خاتم الرسل و ا لنبیین. النبیّ الامیّ الذی ھو محمّدٌ بما حُمّد علٰی السن

سبقت میدارد و خاتم الانبیا ست۔ آن نبی امّی کہ نام او محمد از یں روست کہ بر زبان فیض یابندگان بغایت تعریف کردہ شدہ

المستفیضین. و بما بذل الجُھد للامة و شاد الدین. و بما جاء لنا بکتاب مبین. و بما

است۔ و ازیں رو کہ برائے امت و اعلاء کلمۂ دین کوششہائے بلیغ کردہ است و نیز برائے اینکہ کتاب مفصل برائے ما

اوذی لنا عند تبلیغ رسالات ربّ العٰلمین. وبما اکمل کلّ ما لم یُکمل فی الکتب الاولٰی.

آورد و نیز برائے اینکہ از بہر ما تکلیف ہا برداشتہ پیغام خدا تعالیٰ بخلق رسانید و نیز برائے اینکہ آن معارف و ہدایات را

و اعطٰی شریعة منزھة عن الافراط و التفریط و نقائص اخریٰ. و اکمل الاخلاق و ا تمّ ما

کامل کرد کہ پیش از او ناقص ماندہ بودند و نیز برائے اینکہ آن شریعتے آورد کہ از افراط و تفریط و دیگر نقصانہا پاک است و اخلاق

حَریٰ. و احسن الی طوائف الوریٰ. و علم الرشد بغرر البیان و وحی اجلی. و عصم من

را بدرجہ کمال رسانید و آنچہ ناقص ماندہ بود تکمیل آن کرد و بر طوائف مخلوق احسان فرمود و از بیان فصیح و وحی صریح طریق رشد

الضلالة و تحامیٰ. و انطق العجماوات و نفخ فیھم روح الھُدیٰ. و جعلھم ورثاء کافّة

آموخت و از گمراہی نگہداشت۔ و چار پایان را در نطق آورد۔ و در ایشان روح زندگی بدمید و اوشان را وراثِ پیغمبران کرد۔ و او

المرسلین. و طھّرھم و زکّاھم حتی فنوا فی مرضات الحضرة. و اھراقوا دمائھم للّٰہ

شانرا پاک کردہ تزکیہ نفوس فرمود بحدیکہ در رضا ہائے الٰہی محو شدند۔ و خون خود برائے خدائے بزرگ ریختند

﴿۶۳﴾

ذی العزۃ . و اسلموا وجوھھم منقادین. و کذالک علم معارف

وپیش او با طاعت رونہادند۔ وہم چنیں آن نبی نکتہ ہائے جدیدہ معرفت آموخت ولطیفہ ہائے پوشیدہ

مبتکرۃ . و لطائف مکنونۃ. ونکات نادرۃ. حتی بلغنا الفضل باغتراف

تعلیم فرمود۔ و برنکتہ ہائے نادرہ اطلاع داد۔ وکار بجائے رسانید کہ ما از پس خوردۂ او تا مقام فضیلت

فضالتہ. و عرفنا ادلۃ الحق باختراف دلالتہٖ. و صعدنا الی السّماء بعد

رسیدیم۔ وبچیدن میوہ رہبری او دلائل حق را شناختیم۔ بعد زان کہ بزمین فروزفنا[1] بودیم سوئے آسمان

ما کنّا خاسفین. اللھم فصلّ علیہ و سلّم الی یوم الدین. و علٰی آلہ

بالا رفتیم۔ اے خدا پس برو درود وسلام تا قیامت فریسندہ باش۔ وہم چنین بر آلِ او کہ طاہر القلب و

الطاھرین الطیبین. و اصحابہ الناصرین المنصُورین. نخب اللّٰہ الذین

طیب الاخلاق بودند۔ و نیز بر اصحاب او کہ مددگاران دین و مدد یافتگان بودند۔ برگزیدگان خدا

آثروا اللّٰہ علی انفسھم و اعراضھم و اموالھم والبنین. والسلام علیکم

آنانکہ خدائے عزّ وجل را برنفسہائے خود و آبروہائے خود و مالہائے خود و پسران خود اختیار کردند۔

یا معشر الاخوان. لقیتم خیرا و وُقیتم شرور الزمان. و رُزقتم مرضات

و برشما سلام اے گروہ برادران۔ خدا شمارا از نیکی بہرہ بخشد و از بدی محفوظ دارد۔ و رضائے الٰہی

ربّ العالمین.

شامل حال شما گردد۔

اما بعد فاعلموا ایھا الاخوان. و الاحباب و الاقران. انّ الزمان قد اظھر العجب. و ارانا الشجیٰ

بعد زیں پس بدانید اے برادران و دوستان ومسلمانان ہم زمانہ کہ این زمانہ عجبے ظاہر نمودہ است و مارا غمے و

والشجب. و سخر بوم لیلۃ اللیلاء من الدرۃ البیضاء و شارف ان تشن الغارات علٰی دین الرحمٰن.

اندوہے نمود و بوم شب تاریک بر گوہر تابان خندہ زد و نزدیک رسید کہ دین اسلام بتاراج بارود۔ آن دین کہ بہ

الذی ضمّخ بالطیب العمیم من العرفان. و اُودِع لفائف نعیم الجنان. و سیقت الیہ انہار

خوشبوہائے معرفت عامہ معطر است۔ ودیعت نہادہ شد درونعمت ہائے بیک دیگر پیچیدہ ازنعمت ہائے بہشت ونہرہائے

[1] سہو کتابت معلوم ہوتا ہے۔ صحیح "فرود" ہے۔ (ناشر)

من ماء معین. و تفصیل ذالک ان بعض السفهاء من المتنصرین. والمرتدین
آب صافی سوئے او کشیدہ شد و تفصیل این قصہ این است کہ بعض نادانان از نوعیسائیان و مرتدان و
الضالّین. سبّوا نبیّنا محقرین غیر مبالین. و طعنوا فی دیننا مستهزئین. مع انهم
گمراہان رسول ما صلی اللہ علیہ وسلم را بہ بیباکی و لاپروائی و دشنام می دہند و خندہ کنان در دین ما طعنہ می
اتخذوا الٰها من دون الرحمٰن. و ترکوا اللّٰہ عاکفین علی الانسان. و جاؤا
زنند۔ باوجودیکہ این مردم بجز خداوند حقیقی خدائے از پیش خود تراشیدہ اند۔ و خداوند حقیقی را ترک کردہ بر
بِافک مبین. فلا یَستَحیُونَ بل یوذون اهل الحق جالعین. ویفسدون فی
انسانے روآوردہ اند و دروغ صریح آوردند۔ پس حیا نمی کنند بلکہ اہل حق را از راہ بے شرمی ایذا می دہند
الارض مجترئین. و یصولون علی المسلمین مغضبین. و کنا مامورین لازالة
و در زمین بجرأت و دلیری آمادۂ فساد اند۔ و بر مسلمانان در حالت خشم حملہ می کنند۔ و ما مامور بودیم کہ ازالۂ
تماثیلهم. وازاحة اباطیلهم. و اجاحة تساویلهم. و اقتلاع اقاویلهم. والاٰن
بُت ہائے ایشاں کنیم۔ و عقائد باطلۂ ایشاں را دور کنیم و کلمات زینت دادۂ ایشاں را از بیخ بر کنیم و سخنہائے
ظهر الامر معکوسًا. و عاب اللیل شموسًا. وصال المتنصرون علی
باطل ایشان را از بن برآریم مگر اکنون امر منعکس شد و شب میخواہد کہ عیب آفتاب ہا بگیرد و نوعیسائیان
المسلمین. و من فتنهم الجدیدة ان رجلًا منهم الف کتابا و سمّاه امّهات
بر مسلمانان حملہ آور شدند۔ و از فتنہ ہائے نو پیدا کردۂ ایشان یکے این است کہ شخصے از یشان کتابے تالیف
المؤمنین. وسلک فیه کل طریق السبّ و الافتراء کالمفسدین الفتّانین. انه
کردہ نام آن امہات المومنین نہاد۔ و در آن کتاب از ہرگونہ دشنام و افترا را ہمچو مفسدان و فتنہ انگیزان
امرء استعمل السفاهة فی خطابه. و ابدیٰ عذرة کانت فی وطابه
درج کرد۔ او مردکے راست کہ در کتاب خود سفاہت را اختیار کرد۔ و پلیدی را کہ در مشکہائے او بود ظاہر
و اظهر کانّه اتمّ الحجة فی کتابه. و ختم المباحث بفصل خطابه. و لَیسَ
نمود۔ و ظاہر کرد کہ گویا حجت را با تمام رسانیدہ است و گویا بفیصلہ خود بحث ہا را ختم کردہ است۔ و در کتاب

﴿۶۴﴾

فی کتابه من غیر السبّ و الشتم. و کلمات لا یلیق لاهل الحیاء والحزم.
او بجز سبّ و شتم چیزے نیست ۔ و بجز آن کلمات کہ اہل حیا و احتیاط را لائق نیستند ۔مگر این است کہ
بید انه ابدع بارسال کتبه من غیر طلب الی المسلمین الغیورین من اعزة
او این بدعت ایجاد کرد کہ بغیر طلب سوئے مسلمانان باغیرت کتابہا فرستاد و آن مسلمانان معززان
القوم و نخب المؤمنین. وتلک هی النار التی التهبت فی ضرم المتألمین. ﴿۶۵﴾
قوم و برگزیدگان ایمانداران بودند ۔ و این ہماں آتش است کہ در ہیزم ریزہ دردمندان مشتعل
و احرقت قلوب المؤمنین المسلمین. فلما رَأَیْنَا هٰذا الکتاب. و عثرنا علٰی
شد و دلہائے مسلمانان بسوخت ۔ پس ما چون آن کتاب را دیدم و بر بیہودگیہائے آن اطلاع یافتم
غلوائه و ما سبّ و ذاب. قرئنا کلمه الموذیة. و آنسنا قذفاته المغضبة
و نیز بر دشنام و عیب تراشی مطلع گشتیم وکلمات دل آزار او را بخواندیم و دُشنامہائے درغضب آرندہٗ
و شاهدنا ضیمه الصریح. و قوله القبیح. واجتلینا ما استعمل من جور
او را دیدیم و ظلم صریح و قول قبیح او را مشاہدہ کردیم ۔ و ہمہ نقشہٗ جور و تعدی و دشنام دہی با ترتیب آن
و اعتساف. وقذف و شتم کاجلاف. علمنا انه نطق بها معتمدًا لاغضاب
ملاحظہ کردیم و ہمہ آنچہ فحش گوئی و دشنام دہی ہمچو کمینگان کردہ بود دانستیم کہ این شخص عمداً چنین کلمات
المسلمین. و ما تفوّه علی وجه الجد کالمسترشدین المحققین. بل تکلم فی
استعمال کردہ است تا مسلمانان را در خشم آرد ۔ و بطور محققان حق جو حق پسند سخنے نگفتہ ۔ بلکہ در شان
شان سیّد الانام باقبح الکلام. کما هو عادة الاجلاف و اللئام لیوذی قلوب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ بدترین کلمات تکلم کردہ است چنانچہ عادت مردم کمینہ است تا دل
المسلمین. و طوائف اهل الاسلام. و یُغلی قلوب امة خیر المرسلین. فظهر کما
مسلمانان و عامہ اہل اسلام را برنجاند و دلہائے امت خیر المرسلین را جوش دہد ۔ پس چنانچہ او ارادہ
اراد هٰذا الفتان. و تالّم بکلمه کل من فی قلبه الایمان. و اصاب المسلمین بقذفهٖ
کردہ بود ہماں بظہور آمد و ہر مومنے بکلمات او دردمند شد ۔ و مسلمانان را بہ بدگفتن او دردناک

جراحة مؤلمة. و قرحة غير ملتئمة. و ظنوا انهم من المجرمين. ان لم ينتقموا

جراحتے رسید۔ وزخمے کہ قابل التیام نیست۔ وگمان کردند کہ اوشاں گنہگار اند۔ اگر از وانتقام نگیرند

كالمؤمنين المخلصين. و ذكروا بها ايام الاولين. ولو لا منعهم ادب السلطنة

وروزہائے گزشتہ را یاد کردند۔ و اگر اوشان را ادب سلطنت احسان کنندہ وعنایتہائے دولت

المحسنة. و تذكّر عنايات الدولة البرطانية. لعملوا عملًا كالمجانين.

برطانیہ یانیامدے پس ہمچو دیوانگان کارے کردندے و ہیچ شک نیست کہ ایں نادان درکلمات

﴿۲۶﴾

ولاشک ان هٰذا السفيه اعتدىٰ فى كلماته. و اغرى العامة بجهلاته. و جاوز

خود از حد تجاوز کردہ است۔ وبجہالت ہائے خود عامہ مردم را مشتعل کرد۔ و ہمچو غلو کنندگان از حد

الحد كالغالين. فلاجل ذالک قد هاجت الضوضاة. و ارتفعت الاصوات. و

بیرون شد۔ پس برائے ہمیں شورے برخاست۔ وآوازہا بلند شد۔ و مردم گریہ کنندہ فریاد کردند

تضاغى الناس برنّة النياحة. و اشتعل الطبائع من هٰذه الوقاحة. و مُلِئَ الجرائد

وازیں بے شرمی در طبیعت ہا اشتعال پیدا شد۔ و اخبارہا ازین تذکرہ ہا پر شدند و ہر یکے ہمچو

بتلک الاذکار. و قام کل احد ککُماة المضمار. بما آذى كالمعتدين.

دلیرمیدان بوجہ دلآزاری آن شخص برخاست۔

والحاصل انه افترٰى و تجرّم. و اراد ان يستأصل الحق و يتصرّم. و

حاصل کلام این است کہ آں شخص افترا کرد و معصومے را بگناہ منسوب کرد و خواست کہ بیخ کنی حق کند و

اسبل غطائًا غليظًا لاغلاط الناس. و اراد اَنْ يُطفئ انوار النبراس. فنهض

آنرا منقطع کند و برائے مغالطہ دہی مردم پردہ غلیظ آویخت۔ وبخواست کہ نورہائے چراغ رابمیراند پس مسلمانان

المسلمون مستشيطين مشتعلين. و صاروا طرائق قددا زاعقين مغتاظين. فذهب

درغضب وخشم بخاستند۔ و درباره تدارکِ شرآن شخص دررائے ہائے خود متفرق شدند بحالیکہ فریادکنندگان وخشمناک

بعضهم الى ان يُبلغ الامر الى الحكام. و يترافع لغرض الانتقام. والآخرون

بودند۔ پس رائے بعض مردم ایں شد کہ ایں امر را تا حکام رسانیدہ شود۔ وبغرض انتقام نالش کردہ شود۔ لیکن مردمان

مـالـوا الـى الـردّ عـلٰى تـلـک الاوهـام. و حسبوه من واجبات الاسلام. فالذين

دیگر سوئے ردّ کتاب مائل شدند وایں امر ردّ کردن را از واجبات اسلام دانستند۔ پس آنانکہ مرافعہ رایعنے استغاثہ را

اختـاروا التـرافـع عـرضـوا شكواهم على حضرة نائب الدولة.و ارسلُوا ما كتبوا

پسند داشتند ایشاں این شکوہ را بحضرت نائب دولت بردند وعریضۂ کہ برائے این کار طیار کردہ بودند فرستادند۔ و

لهـذه الـخـطّة. و الـفـريـق الثانى توجّهوا الى ردّ الكتاب. والآخرون وجـموا من

فریق ثانی سوئے ردّ کتاب متوجہ شدند و دیگراں کہ بودند از غم و درد خاموشی اختیار کردند و ہم چنیں در عملہا و رائے ہا

الاكتيـاب. و كـذالک اختـلـفـوا فى الاعمال و الأراء. واستخلص كل احد ما

اختلاف کردند و ہر یکے ہمان طریق عقل را اختیار کرد کہ ارادۂ غیبی او را ہدایت فرمود۔ پس چیزے کہ ضرورت آں

هدىٰ اليه منّ الـدهاء. فالذى اُشرب حسّى. و تلقفه حدسى. ان الاصوب طريق ﴿۶۷﴾

من محسوس کردم و فراست من او را از غیب یافت آن این بود کہ از ہمہ تدابیر ردّ کتاب آں نوعیسائی ضروری و قریب

الـردّ و الـذبّ. لا الاستغاثة ولا السبّ بالسبّ. وانى اعلم بلبال المسلمين. وما

بصواب است ایں مناسب نیست کہ نالش کنیم یا دشنام بعوض دشنامہا دہیم و من خوب میدانم کہ مسلمانان ازیں

عـرىٰ قـلـوب الـمـؤمـنـيـن مِـن السن الموذين. ولكنى ارى الخير فى ان نجتنب

کتاب چہ بے قراری ہا می دارند و مرا خوب معلوم است کہ از ایذائے این موذی بر دِل مسلمانان چہ طاری است مگر

الـمـحـاكمات. ولا نوقع انفسنا فى المخاصمات. و نتحامىٰ اموالنا من غرامات

من درہمیں امر خیر می بینم کہ ماسوئے محکمہ ہا و عدالت ہا رجوع نکنیم و نفسہائے خود را در خصومتہا نیفگنیم و مالہائے

التـنـازعـات. و اعراضنا من القيام امام القضاة. و نصبر على ضجر اصابنا. و غمّ

خود را از تاوانہائے تنازعہا نگہداریم۔ و عزّتہائے خود را از ایستادن پیش حاکماں محفوظ داریم و بر غمے کہ برسد صبر کنیم

اذابنا. ليعدّمنا مبرة عند احكم الحاكمين. و ما نسينا ما رأينا من جورٍ و عسفٍ.

و اندوہے کہ بگداز د شکیبائی بنمائیم تا ایں کار از ما نزد احکم الحاکمین نیکی شمردہ شود۔ و ما جور و ظلم را فراموش نکردیم۔ و

و اىّ حـرّ رضـى بـخسفٍ. و قـد اوذيـنـا فـى ديـنـنـا الـقـويم و رسولنا الكريم.

کدام آزاد است کہ بذلّت راضی شود۔ و مارا در دین درست ما و رسول بزرگ ما ایذا دادہ شد۔

و آنسنا ما هيّج الاسف و اجرى العبرات. و شاهدنا ما اضجر القلب و زجّیٰ

و چیز ہا دیدیم کہ غم انگیخت واشکہا جاری کرد و چیزے مشاہدہ کردیم کہ دل را تنگ کرد و آہ ہارا پیدا کرد مگر این

الزفرات. بيدان الدولة البرطانية لهؤلاء كالاواصر المومّلة. و لقسّيسين

است کہ دولت برطانیہ برائے ایں مردم ہمچو علاقہ ہائے امید داشتہ شدہ است و مر پادریان را بریں دولت

حقوق على هذه الدولة. و نعلم ان نبذ حرمهم امرٌ لا ترضاه هذه السلطنة و

حقوق خدمات اند۔ و ما میدانیم کہ بے عزّت کردن اوشان کاریست کہ دولت برطانیہ براں خوشنود نتواند شد

يُنصبها هذا القصد و تشق عليها هذه المعدلة. ولها علينا منن يجب ان لا

وایں قصد او را رنج خواہد داد و ایں عدالت کارے خواہد بود کہ خلاف طبع کردہ آید۔ و ایں دولت را بر ما احسان ہا

نلغيها. فلنصبر على ما اصابنا لعلّنا نرضيها. و ما نفعل بتعذيب المتنصرين و ﴿۶۸﴾

ست واجب است کہ از شمار نیفگنیم آنرا بلکہ واجب است کہ ما بر زیادت پادریان صبر کنیم مگر شاید ازیں

قد رأينا امنًا من حكامها العادلين. و وجدنا بِهم كثيرا من غض و سرور. و

جہت دولت برطانیہ را خوش کنیم و مارا در پئے سزائے نو عیسائیان شدن چہ نفع خواہد داد۔ و ما را غور باید کرد کہ

خفض و حبور و ما مسّنا منهم شظفٌ فى الدّين. ولا جنف كالظالمين من

ازیں حکام چہ قدر امن یافتیم۔ و ما بدیشان بسیار تازگی و خوشی دیدیم و آسانی و شادمانی را یافتیم۔ و از یشان ہیچ

السلاطين. بل اعطونا حرّيةً فعلًا و قولًا. و ارضونا حفاوة و طولًا. و ما رائينا

رنجے در دین بمانہ رسید۔ و نہ ہیچ جورے ہمچو جور ہائے بادشاہان ظالم بلکہ ما را در گفتار و کردار آزادی دادہ اند

سوءً ا من هذه الدولة. و لا قشفًا كايّام الخالصة. بل رُبّينا تَحت ظلها مذ

و چنداں احسان کردند کہ ما راضی شدیم و ما از یشاں ہیچ بدی ندیدہ ایم و نہ سختی ہمچو ایّام سِکھاں بلکہ ما از روز

ميطت عنا التمائم. و نيطت بنا العمائم. و عشنا بكنفها آمنين. و جعلها اللّٰه

خوردی تا روز بزرگی زیر سایۂ ایں دولت پرورش یافتیم و در پناہ او با من زندگی بسر بردیم و خدا او را برائے ما

لنا كعَيْن نستسقيها. و كعين نجتلى بها. فنحاذر ان يفرط الى هٰذه

ہمچو آں چشمہ بگردانید کہ ازاں آب می جوئیم و ہمچو آں بگردانید کہ بآں می بینم۔ پس می ترسیم کہ

الدولة بعض الشبهات. و تحسبنا من قوم یضمرون الفساد فی النیات.
از بعض حرکات ما ایں دولت محسنہ بہ نسبت ما در شبہات افتد و مارا چناں پندارد کہ ما فساد را در نیت ہا مخفی
فلذالک ما رضینا بان نترافع لتعذیب ھذا القذاف الشریر. و اعرضنا عن
میداریم پس ازہمیں سبب ما راضی نشدیم کہ برائے ایں بدگوئے ایں دولت شکایت بردہ شود۔ واز ہمچو
مثل ھٰذہ التدابیر. و حسبنا انه عمل لا ترضاہ الدولة. و لا تستجادہ تلک
ایں تدبیر ہا پرہیز کردیم و پنداشتیم کہ ایں کارے است کہ ایں دولت براں راضی نخواہد شد و ایں کار را
السلطنة. فکففنا کالمعرضین. و سمعتُ انّ بعض المستعجلین من
ایں سلطنت خوب نخواہد پنداشت پس ہمچو اعراض کنندگان ازیں کار دست بردار شدیم۔ و من شنیدہ ام کہ
المسلمین. ارسلوا رسائل الی الدولة مستغیثین. و تمنّوا ان یوخذ المؤلّف
بعض شتابکاران از مسلمانان سوئے ایں دولت عرائض فرستادہ اند تا مؤلف امہات المومنین را سزا
کالمجرمین. و ان ھی الا امانی کامانی المجانین. و امّا نحن فما نری فی ھذا
دہانند مگر ایں آرزو ہائے خام ہمچو آرزو ہائے دیوانگان اند۔ مگر ما در ایں تدبیر انجام خیر نمی بینیم ۔ و نہ از

﴿۶۹﴾

التدابیر عاقبة الخیر. و لا تفصیًا من الضیر. بل ھو فعل لا نتیجة له من غیر
گزند ہائے مشاہدہ می کنیم ۔ بلکہ ایں کارے بے سود است کہ ہیچ نتیجہ ندارد بجز شماتت اعدا۔ و ازیں تدبیر
شماتة الاعداء. و لا یُستکفیٰ به الافتتان بمکائد اھل الافتراء. و لو سلکنا سبیل
انسداد آں فتنہ نمی شود کہ از مکر ہائے اہل افترا ظہور پذیر است ۔ و اگر ما بر طریق استغاثہ قدم زنیم و برائے
الاستغاثة و نترافع لاخذ مؤلف ھذہ الرسالة. لنُعزیٰ الٰی فضوح الحصر. و
سزائے آں مؤلف بحضور دولت برطانیہ شکایت بریم البتہ سوئے درماندگی و زبان بستگی منسوب خواہیم شد و
نرھق بمعتبة عند اھل العصر. و یقال فینا اقوال بغوائل الزخرفة. و یقطع عرضنا
نزد جہانیاں بعتابے ماخوذ خواہیم گردید۔ و در بارہ ما سخن ہائے پُر زہر و باطل خواہند گفت و آبروئے ما بداسہائے
بحصائد الالسنة. و یقول السفھاء انھم عجزوا من الاتیان بالجواب. فلا
زبانہا قطع کردہ خواہد شد۔ و نادانہا درحق ما خواہند گفت کہ اوشاں از جواب دادن عاجز آمدہ سوئے

جرم توجهوا الی الحکّام من التضرم والاضطراب. فبعد ذالک لا تبقیٰ لنا

حکام بحالت خشمناکی و بیقراری توجہ کردند پس بعد ازاں ہیچ عذر ما نخواہد ماند وانجام کار ما

معذرة . و ترجع الینا مندمة و تبعة. فلیس بصواب ان نطلب ھذہ المنیة. و

ندامت و خاتمہ کار بدخواہد بود ۔ پس ایں طریق خوب نیست کہ ما ایں مراد را بطلبیم و ایں آرزو را

نرود ھذہ البُغیة. و لَیس بحریّ ان نسعٰی کالنادبات الی السلطنة. و نُضحی

بخواہیم و لائق نیست کہ ما ہمچو زنان ماتم کنندگان سوئے سلطنت بدویم ونفسہائے خود را از امن

انفسنا من مأمن الحجج البیّنة. و نضیع اوقاتنا فی البکاء والصُراخ کالنسوة.

گاہ حجت ہائے آشکارا بیروں آریم ۔ و وقت خود را ہمچو زنان در گریستن وفریاد کردن بسر بریم

ولا نفکر لھدم بناء ھذہ الفرقة. ولا نتوجہ الٰی خزعبیلا تھم ولا نزیح

و برائے شکستن بنائے ایں فرقہ ہیچ فکرے نکنیم ۔ وسوئے خیالات باطلہ نصرانیاں توجہ نکنیم و وسوسہ

وساوس جھلاتھم. ونترکھم فی کبرھم و زھوھم. ولا ننبھھم علی غلطھم و

ہائے باطلہ ایشاں را دور نگردانیم و ایشاں را در تکبر ونخوت ایشاں بگذاریم و بر غلطی ایشاں

سھوھم. ولا نأخذھم علی بھتانھم و افترائھم. ولا نری الخلق خیانتھم و قلّة

ایشانرا خبردار نکنیم و بر بہتان و افتراء ایشاں ایشان را مواخذہ نکنیم ومردم را خیانت وکمی حیاء

حیائھم. و نفرح بماینالھم من الحاکمین. بل ینبغی ان نجیح اوھامھم و

ایشاں نہ نمائیم وصرف بر سزائے ایشان خوش شویم بلکہ ایں مناسب است کہ ماوہم ہائے

نکسّر اقلامھم. و نجعل کلمھم مضغة للماضغین. وان لم نفعل ھذا فما

ایشانرا از بیخ برکنیم وقلمہائے ایشانرا بشکنیم وکلمہ ہائے ایشانرا چیزے گردانیم کہ مردم آنرا زیر

فعلنا شیئًا فی خدمة الدین. وما عرفنا صنیعة اللّٰہ خیر المحسنین. وما شکرنا

دندان بخایند و اگر چنیں نکنیم پس در خدمت دین چیزے نکردیم و منت خدا را نہ شناختیم ۔ و نہ شکر

بل انفدنا الوقت غافلین. فان اللّٰہ وھب لنا حریةً تامّةً لھذا

کردیم بلکہ در غفلت زندگی گذرانیدیم چراکہ خدا تعالیٰ ما را آزادی کامل بخشیدہ است

﴿۷۰﴾

الامـور لنحقّ الحق و نبطل ما صنع اهل الزور. فلولـم نمتع بهذه الحريّة. فما
تا کہ حق را ثابت کنیم و آنچہ کاذبان ساختہ اند آنرا ردّ کنیم پس اگر ازیں آزادی
شـكـرنـا نعم اللّٰه ذی الجود والموهبة. وما كنّا من الشاكرين. الم ترو كيف
فائدہ نہ گیریم پس خدا را شکر بجا نیاوردیم و در شکرگزاراں خود را داخل نکردیم آیا
نـعيـش احرارًا تحت ظلّ هذه السلطنة. و كيف خُيّرنا فی ديننا و اوتينا حرية
نمی بینید کہ چگونہ بآزادی زیر سایہ ایں سلطنت زندگی بسر مے کنیم و چگونہ در دین خود
فـی مبـاحـث الـمـلّة الاسـلامية. و اُخـرجـنا من حبس كنا فيها فی عهد دولة
مختار و در مباحثات مذہبیہ آزادیم و ازاں قید رہا کردہ شدیم کہ در عہد دولت خالصہ
الـخالصة. و فُوّضنا الٰی قوم راحمين. و انّ حكّامنا لا يمنعوننا من المناظرات
دراں مقید بودیم وسوئے قومے کہ رحم میکند سپردہ شدیم ۔ و حکام ما ما را از مباحثات منع
والـمبـاحـثـات. ولا يكفئوننا ان كان البحث فی حُلل الرفق و بصحة النيات.
نمی کنند و ما را ازیں کار باز نمی دارند بشرطیکہ بحث در پیرایہ نرمی و بصحت نیت باشد و از
ولا يـحـيـفـون متـعـصـبيـن. فـلاجـل ذالک نستسنی دولتهم و نستغزر ديمة
تعصب ظلم نمی کنند از ہمیں سبب خیر خواہ ایں دولتیم و دعائے بسیاری ایں باران نصرت
نـصـرتـهـم. فـانا لا نریٰ تلهب جذوتهم. عند ردّ مذهبهم. وٓازراء ملّتهم. و ﴿۱۷﴾
الٰہی چرا کہ ما ہیچ اشتعال درایشاں در وقت ردّ مذہب ایشان و نکتہ چینی ملت ایشاں نمی
هٰذا هـو الـذی جـذب الـقـلـوب الـٰی محبتهم. و امال الطبائع الٰی طاعتهم.
یابیم و ایں ہماں امر است کہ دلہا را بسوئے محبت ایشاں کشیدہ و از ہمیں وجہ طبیعتہا
و احبهـم اليـنـا كـالسّـلاطيـن الـمسـلـمين. و انهم قوم قد اسرونا بمنتهم. لا
سوئے طاعت ایشاں خمیدہ و ما ہمچو شاہان مسلمان بدیشاں محبت کنیم و ایشاں ما را باحسان
بسـلاسـل حـكـومتهـم. و قيّـدونا بايادی نعمتهم. لا بايدی سطوتهم. فواللّٰه
خود قید کردہ اند نہ بزنجیر ہا و بہ نعمتہا گرفتار نمودہ اند نہ بہ شوکت و حملہ خود پس بخدا

قد وجب شکرهم و شکر مبرتهم. و الذین یمنعون من شکر الدولة البرطانیة

کہ شکر ایشاں وشکر نعمت ایشاں واجب است۔ وآنانکہ از شکر دولت برطانیہ منع مے کنند وظاہر مے نمایند کہ آں

و یندّدون بانه من مناهی الملّة. فقد جاء وا بظلم و زور. و تورّدوا موردًا لیس

ازممنوعات ملت اسلام است۔ پس ایشاں سراسر دروغ گفتہ اند۔ و جائے اختیار کردند کہ بحدیثے واثرے

بماثور. ایحسبونهم ظالمین. حاش لِلّٰهِ و کلّا. بل جل معروفهم و جلّی.

ثابت نیست ایا گمان می کنند کہ ایشاں ظالم اند۔ پاکی است مر خدارا وچنیں نیست بلکہ بزرگ است احسان

انظروا الٰی بلادنا و اهلها المخصبین. من القانطین و المتغربین. انظروا ما

شان وغمہا را دُور کردہ است۔ ملک ما را ومردمان ایں دیار را کہ آسودہ حال اند چہ مقیم وچہ مسافر بہ بینید چہ قدر

ایمن هٰذا السواد. وما ابهج هٰذه البلاد. عمرت مساجدنا بعد تخریبها.

مبارک وپُر امن ایں نواح است وایں دیار چہ تازگی ہا دارد۔ مساجد ہائے ما پس زانکہ ویران شدہ بودند آباد

واُحییت سنننا بعد تتبیبها. و اُنیرت مآذننا بعد اظلامها. و رفعت مناورها بعد

شدہ اند وطریقہائے دین ما پس زانکہ مُردہ بودند زندہ شدہ اند۔ وجاہائے اذان ما پس زانکہ تاریک شدہ بودند

اعدامها. و رأینا النهار بعد اللیلة اللیلاء. و وصلنا الانهار بعد فقدان الماء.

روشن شدہ اند۔ ومنارہ ہائے مساجد بعد معدوم کردن بلند کردہ شدند وبعد شب تاریک ماروز روشن را دیدیم۔ و

و فُتح الجوامع و المساجد لذکر اللّٰه الوحید. و علاصیت التوحید. و

بعد گم شدن آب بر نہرہا رسیدیم وجامع وعام مساجد برائے ذکر الٰہی کشادہ شدند وآوازۂ توحید بلند شد وبعد

ترجّینا بعد تمادی الایام. ان یزیح سموم الکفر تریاق وعظ الاسلام. و

مدّت ہائے مدید ما را ایں اُمید پدید آمد کہ تریاک وعظ اسلام ہوائے زہرناکِ کفر را دُور خواہد کرد۔ ونگہ داشتہ

حفظنا من شر کلّ مفاجی. و عُدنا من تیه الغربة الٰی معاج. و اقترب ماء ﴿۴۲﴾

شدیم از بدی ہر ناگاہ آیندہ و از سرگردانی غربت بجائے اقامت کردن رسیدیم وآب تازگی از درخت ما

النضارة من سرحتنا. و کاد یحلّ بمنبتنا و اصبحنا آمنین. حتی الفینا کل من الوی

نزدیک شد ونزدیک آمد کہ بہ منبت ما فرود آید و امن یافتگان شدیم مجدیکہ ہر دشمنے معاند کہ گردن خود را

عنقه من العناد. کالاصادق و اھل الوداد. و تبدی الاساود کاعوان النآد. و

از عناد پیچیدہ بود ہمچو دوستان اورا یافتیم و ماران سیاہ ہمچو غمخوار اں کہ در وقت سختی و رنج مدد می کنند ظاہر

قُلِبّ عُجرنا و بُجرنا و نقل الی الصلاح و السداد. و نَضَرُنا بدولةٍ جاءت

شدند و ظاہر و باطن ما متغیر کردہ شد و سوئے درستی و صلاحیت منتقل کردہ شدیم و بدولتی تازہ کردہ شدیم

کعهاد. عند سنة جماد. فرأت هٰذه الدولة دخيلة امرنا. و اطلعت علی

کہ ہمچو آں باراں آمد کہ در وقت خشک سالی می آید۔ پس این دولت باطن حال ما را بدید۔ و برگداختن

ذوبنا و ضُمرنا. فآوتنا و رحمتنا. و واستنا و تفقدتنا. حتی عاد امرنا الی

و لاغری ما مطلع شد۔ پس ما را جا داد و غمخواری نمود۔ و تفقد حال ما کرد۔ بحدے کہ کار ما بعد عذاب

نعیم. بعد عذاب الیم. فالاٰن نرقد اللیل ملاءِ اجفاننا. و لا نحس و لا وخز

دردناک سوئے تنعّم عود کرد پس اکنوں بسیری چشم می خسپیم بحالیکہ نہ گزندے و نہ سوزشے شامل حال

لابداننا. تغرد فی بساتیننا بلابل التهانی و النعماء. مأیسة علی دوحة الصفاء

ما ست۔ بُلبلان در باغ ہا غلغل مبارکبادی و تنعّم می اندازند بحالیکہ بر درخت صفاء وقت می خرامند بعد

بعد ما کنا نُصدم من انواع البلاء. فانصفوا الیس بواجب ان نشکر دولة

ازانکہ تختہ مشق گونا گون بلاہا بودیم پس انصاف کنید آیا واجب نیست کہ شکر آں سلطنت کنیم کہ خدا

جعلها اللّٰه سبب لهٰذه الانعامات. و اخرجنا بیدیها من سجن البلیات.

تعالیٰ اورا موجب ایں انعامہا گردانید و ما را بہر دو دست او از زندان بلاہا رہائی بخشید آیا بر ما ایں حق

الیس بحق ان نرفع لها اکفّ الضراعة و الابتهال. نحسن الیها بالدعاء کما

نیست کہ ما برائے ایں سلطنت کفہائے تضرع و عجز و نیاز در حضرت باری تعالیٰ بگستریم و بہ دعا بدیں

﴿۷۳﴾ احسنت الینا بالنوال. فان لنا بها قلوبًا طافحة سرورًا و وجوهًا متهللةً و

سلطنت نیکی کنیم چنانچہ او با ما نیکی کرد چرا کہ ما را بوسیلہ آں دلہا از خوشی پُر ہستند درد ہا از شادمانی

مستبشرة حبورا. و ایامًا مُلئت امنا و حُرّیّة. ولیالی ضمّخت راحة و لُهنیةً.

خندان و شگفتہ ہستند و روز ہا ہستند کہ از امن و آزادی مملو اند۔ و شب ہا ہستند کہ از راحت و

و ترٰی منازل مزدانة بابهج الزينة. ولا خوف ولا فزع ولو مررنا علٰی اسود

خوشحالی معطر اند۔ و می بینید کہ منزلہا بہ خوش ترین زینت ہا آراستہ اند و ہیچ خوف و فزع نیست اگر چہ

العرنية ضربت خزی الفشل علی الظالمين. وضاقت الارض علی المرجفين

بر شیران بیشہ ہا بگذریم۔ بر ستمگاران بزدلی طاری است و بر دروغ گویاں و باطل پرستان زمین تنگ

المبطلين. و نعيش مستريحين آمنين. فایّ ظلم كان اكبر من هذا الظلم ان لا

است و ما در امن و راحت می گذرانیم پس کدام ظلم ازیں ظلم بزرگتر است کہ ایں دولت محسنہ را شکر

نشكر هذه الدولة المحسنة. ونضمر الحقد والشر والبغاوة. أهٰذا صلاح بل

گذار نباشیم و کینہ و بغاوت را در دل داریم آیا ایں کار نیک است بلکہ بدکاری است اگر شما را عقل

فسق ان كنتم عالمين. فويل للذين يبغون الفساد. ويضمرون العناد. واللّٰه لا

باشد۔ پس براں مردم واویلا است کہ فساد می خواہند و در دل عناد را پوشیدہ می دارند و خدا تعالٰی فساد

يحب المفسدين. انهم قوم ذهلوا آداب الشكر عند رؤية النعمة. وانساهم

کنندگان را دوست نمی دارد۔ ایشاں قومے ہستند کہ آنچہ در وقت دیدن نعمت شکر باید کرد آداب آں

الشيطان كلّ ما نُدِب عليه من امور الشريعة. وجاؤ شيئا ادًّا. وجازوا عن

فراموش کردہ اند۔ و شیطان ایشاں را ہمہ آں چیز ہا کہ تاکید شریعت براں ہا رفتہ بود فراموش کنانید و

القصد جدا. و ما بقی فيهم الا حمية الجاهلية. وفورة النفس الابيّة. ولا

کارے عظیم تعجب انگیز نمودند و از میانہ روی دور افتادند و بجز حمیت جاہلیت و جوش نفس چیزے در ایشاں

يمشون كالذی خشی ودلف. ولا يخلعون الصلف. ولا يذكرون ما سلف فی

باقی نماندہ۔ و ہمچو کسے روش شان نیست کہ می ترسد و آہستہ می رود و دور نمی کند عادت لاف زدن را و

زمن خالصة مغشوشين. الم يعلموا انّ الشكر لاهله من وصايا القرآن

آنچہ در عہد سکھاں گزشت یاد نمی دارند آیا نمی دانند کہ شکر آں کسے کردن کہ اہل شکر است از وصیتہائے

و اكرام المحسن مما نطق به كتاب الرحمن. و ان الدولة البرطانية قد

قرآن است و اکرام احسان کنندہ چیزے است کہ کتاب اللہ بداں ناطق است۔ و ایں دولت

﴿۷۴﴾

جعلها اللّٰہ مـوابذة حلّنا و عقدنا. و حفظاء يقظتنا و رقدنا. و انا وصلنابهم
برطانیہ کہ ہست خداتعالیٰ اورا برائے ما مہتمان بندوبست مقدمات ما گردانیدہ است ونگہبانان بیداری و
الی المرادات المستعذبة. ونجونا من الآفات المخوفة. فكيف لا نشكر
خواب ما کردہ۔ و ما بوسیلہ ایشاں مرادات شیریں را رسیدیم واز آفتہائے ترسانندہ رستگار شدیم پس چگونہ شکر
لهم و نعلم انهم احسنوا الينا. و كيف نفارقهم و ندری انهم حرساء اللّٰه
ایشاں نگذاریم و میدانیم کہ ایشاں بما نکوئی ہا کردہ اند و چگونہ از یشاں دور شدیم و میدانیم کہ ایشاں از طرف
علينا. و اللّٰه يحب المحسنين. و كناقبل ذالک غُصِب مناقرانا وعقارنا و
خداتعالیٰ نگہبانان ما ہستند و خداتعالیٰ نکوکاران را دوست میدارد۔ و ما پیش زیں ایں حالت میداشتیم کہ
خُرِّب دار قرانا و مقارنا. ودسنا تحت انتياب النوب وتوالی الكرب.
دیہات ما وزمین ما بجبر گرفتہ بودند ومہمان خانہ ما ونشست گاہ ما خراب کردہ بودند واز حوادث وبیقراریہائے
وصفرت راحتنا. وفرغت ساحتنا. حتی اُخرجنا من املاک و ارضين.
پیاپے زیر پا کوفتہ شدیم ودست ما خالی شد وصحن ما بے مردم گردید تا بحدے کہ از زمینہا وملک ہا وکاخ ہا وباغ ہا و
وقصور و بساتين. و اوطان مكتئبين مغتمّين. وطُردنا كالعجماوات.
وطن ہا بحالت غمنا کی بیروں کردہ شدیم وہمچو چارپایان مارا براندند وچوں سنگ وخشت وخاشاک زیر پا کردند و
ووُطِئنا كالجمادات. وسلكنا مسلک العباد والغلمان. ولحقنا بالارذلين
باما آں سلوک کردہ شد کہ بغلامان و بندگان می کنند و مارا بمردمانے آمیختند وہمچو کسانے پنداشتند کہ از نوع
منزلة من نوع الانسان. وربما ا تمنا باخف جرح اصاب منا حيوانًا. اوبما قطعنا
انسان در مرتبہ کمترین خلائق اند وبسا اوقات از کمتر جراحتے کہ حیوانے را از مارسید یا از درختے شاخے بریدیم
اغصانا فقُتلنا او صلبنا او اجلئنا تاركين اوطانا و متغربين. ثم رحمنا اللّٰه و اتی
مجرم قرار دادہ شدیم پس بکشتند یا بردار کشیدند یا از وطن اخراج کردہ غریب الوطن ساختند۔ باز خداتعالیٰ بر ما رحم
بالدولة البرطانية من ديار بعيدة. و بلاد نائية. وكان الامر للّٰه يختار لعباده
کرد وسلطنت برطانیہ را از دور دراز ملک آورد۔ وہمہ کار در دست خداتعالیٰ است ہر کرا از

من یشاء. یوتی الملک من یشاء و ینزع الملک ممن یشاء. وھو ارحم
ملوک می خواہد برائے بندگان خود می پسند دو ہر کرا خواہد ملک می دہد و از ہر کہ خواہد می ستاند و او از ہمہ رحم کنندگان
الراحمین. انّہ دفع الحکومة الی اھلھا بعد خبال الخالصة. ثمّ بدل تعبنا و ﴿۷۵﴾
ارحم است ۔ او حکومت را بعد تباہی خالصہ سوئے اہل آں رد کرد ۔ باز تعب و رنج ما را بہ نعمت و راحت مبدل
نصبنا بالنعمة والراحة. و اورثنا ارضنا مرة اخریٰ. بعد ما اُخرجنا کاوابد
گردانید و بار دوم ما را وارث زمین خود گردانید بعد زانکہ ہمچو جانور ہائے صحرائی ما را اخراج کردہ بودند ۔ و
الفلا. ورجعنا الی اوطاننا سالمین متسلّمین. و رُدّ الینا قرانا و عقارنا وفضّتنا و
سوئے وطن ہائے خود باز آمدیم بحالیکہ از آفات سفر سلامت بودیم و چیز ہائے خود را گرفتیم وسوئے ما دیہات
نضارنا. الا ماشاء اللّٰہ و سکنا فی بیوتنا اٰمنین. و انا ما تعلقنا باھداب ھذہ
ما و زمین ما وسیم ما و زر ما رد کردہ شد مگر آنچہ خدا خواست ۔ و در خانہائے خود با من سکونت اختیار کردیم ۔ و ما
السلطنة. الا بعد ما شاھدنا خصائص ھذہ الحکومة. وامعنا النظر فی نعمھا
بدامن ایں سلطنت بعد مشاہدہ خاصیت ہائے ایں حکومت آویختیم و در نعمت ہائے او بغور نظر دیدیم وخوبی آنرا
متوسمین. وسرحنا الطرف فی میسمھا متفرسین. فاذا ھی دواء کروبنا.
شناختیم ۔ وچشم را بر روئے او بفراست دوانیدیم پس معلوم ما شد کہ او دوائے بیقراری ہائے ما ست وعلاج
ومداویة نوبنا و خطوبنا. وبھا سیق الینا الاموال. بعد ما استحالت الحال. و
کنندہ حوادث است ۔ و بوسیلہ او مالہا سوئے ما کشیدہ شد بعد زانکہ در حال ما تغیر عظیم پیدا شدہ بود ۔ و وجوہِ
غار المنبع و اعول العیال. ونجینا بھا من الدھر الموقع. والفقر المدقع وکنا
معاش تباہ شدہ وعیال گریاں ۔ و بدو ازاں زمانہ کہ در بدی می انداخت و ازاں محتاجگی کہ بخاک آمیختہ بود
من قبل شجـجنا فلا الکروب من الشجیٰ. وطوینا اوراق الراحة من ایدی
نجات یافتیم ۔ و ما پیش زیں سلطنت بیابانہائے بیقراری بغم قطع می کردیم ۔ و ورقہائے راحت بدستہائے
الطوی. و ما کانت تعرف اقدامنا الا الوجیٰ. و ما صدورنا الا الجویٰ. و
گرسنگی پیچیدیم ۔ وقدمہائے ما بجز پاسودن چیزے نمی دانستند ۔ و نہ در سینہ ہائے ما بجز سوزش

مـرّ عـلـيـنـا لـيـالـی مـا كان فراشنا فيها الا الوهاد. و لا موطأنا الا القتاد. فكنّا

چیزے دیگر بود۔ وشب ہا بر ما گزشتند کہ دراں بستر ما بجز نشیب چیزے دیگر نبود۔ وجائے پا نہادن ما خار ہا

نـجـلـوالهـمـوم باذكار هذه الدولة. و نجتلی زمننا طلق الوجه. بابشار تلک

بودند و دگر ہیچ نبود۔ پس دراں ایام ما بذکر ایں سلطنت غم خود را دور می کردیم۔ وبخوشی ایں عدالت زمانہ خود

المعدلة. حتّٰى اسعف اللّٰه بمرادنا. وجاء بهذه الدولة لاسعادنا. فوصلنا بها ﴿۷۶﴾

را کشادہ رو و بیقید میدیدیم۔ تا بوقتے کہ خدا تعالیٰ مرادما مارا داد۔ و برائے خوش قسمتی ما سلطنت انگریزی

بشارة تنشی لنا كل يوم نزهةً . و تدرء عن قلوبنا كربةً. الٰی ان خُلِّصْنا من

دریں ملک قائم شد۔ پس ما بقدوم او آں بشارت را دیدیم کہ ہر روز برائے ماشگفتگی پیدا میکند۔ واز دل

الـخـوف و الامـلاق. ونـقـلـنـا من عدم العُراق الی الارفاق. وجاء نا النعم من

ما بیقراری را می رباید تا بحدیکہ از خوف فاقہ کشی نجات یافتیم۔ واز تہیدستی سوئے فراخ دستی منتقل شدیم۔ و

الاٰفـاق. و نـظـم الاجـانـب فی سلک الرفاق. و فزنا بمرامنا بعد خفوق راية

از کنارہ ہائے ملک نعمتہا بما رسیدند و بیگانگاں در رشتہ رفیقان منسلک شدند و بعد از نومیدیہا بمراد خود

الاخـفـاق. وقـد كـنا فی عهد الخالصة. اخرجنا من ديارنا و لُفظنا الی مفاوز

رسیدیم۔ و درعہد خالصہ حال ما ایں بود کہ ما از ملک خود خارج کردہ شدہ بودیم وسوے بیابانہائے غربت

الغربة. وبُلِينا باعواز المنية. فلمّا منّ اللّٰه علينا بمجیٔ الدولة البرطانية. فكأنّا

انداختہ بودند و بہ نامرادیہا آزمودہ شدیم۔ پس ہرگاہ خدا تعالیٰ بدیں دولت برطانیہ بر ما احسان کرد۔ پس

وجـدنـا مـا فـقـدنا من الخزائن الايمانية. فصار نزولها لنا نُزل العز البركة. و

گویا ما آں خزینہ ہائے ایمانی را یافتیم کہ گم کردہ بودیم۔ پس نزول او برائے ما آں طعام مہمانی شد کہ از و

مـغـنـاه سـبـب الـفـوز والـغـنـية. ورأيـنـا بهـا حبورًا و فرحة. بعد ما لبثنا عـلـی

عزت و برکت باشد و خانہ او موجب تونگری ما شد۔ و ما بدو خوشی و شادمانی را دیدیم بعد زانکہ تا زمانے در

الـمـصـائـب بُـرهةً. و رُفـعـنا من ذل اخريات الناس الٰی مراتب رجال هم للقوم

مصیبتہا بماندیم واز ذلت کم درجہ بودن بمراتب کسانے برداشتہ شدیم کہ اوشاں برائے قوم ہمچو سراند

کالرأس. ونُجّینا من قطوب الخطوب. و حروب الکروب. وکنا نمدّ الابصار

وازحوادث وجنگہائے بےقراری نجات دادہ شدیم وما سوئے ایں وقت مبارک چناں چشم خود

الی ذالک الوقت السعید. کما تمد الاعین لھلال العید. وکنا نبسط ید

درازمی داشتیم ہمچناں کہ سوئے ہلال عید چشم برداشتہ می شود۔ وما برائے ایں دولت دست دعا می

الدعاء لھٰذہ الدولۃ. بما اصابتنا مصائب فی زمن الخالصۃ. و نبا بنا مالف ﴿۷۷﴾

گستردیم چراکہ درزمانۂ خالصہ مصیبت ہا بما رسیدہ بود۔ ووطن ما مارانا موافق آمدہ بودو

الوطن و اخرجنا من البقعۃ. وکانت آباء نا اقتعدوا غارب الاغتراب. بما

از جائے خود بیروں کردہ شدیم۔ وپدران ما بباعث سختی خالصہ مسافرت اختیار کردہ بودند۔ چراکہ

اکرھوا و بُعّدوا من الا تراب. فترکوا دار ریاستھم وجمیع ماکان لھم من

اوشاں جبرًا از رفیقان وطن دورکردہ شدند۔ پس دار الریاست خود را ترک گفتند وشتران شب

القریٰ. و نَصّوا رکاب السریٰ. وجابوا فی سیرھم وعورا. و ترکوا راحۃ و

روی تیز براندند۔ ودرسیر خود زمینہائے سخت راقطع کردند۔ وراحت وشادمانی را ترک کردند۔

حبورا. وانضوا اجاردھم تَسْیارا. و ما رأو لیلا و لا نھارا. حتی وردوا حمٰی

واسپان کم مورا درسیر خود لاغر کردند۔ ونہ روز را دیدند نہ شب را۔ تا بحدے کہ درحدودریاستے

ریاسۃٍ کفّلتھم بحراسۃ. فسَرَوا ایجاس الخوف واستشعارہ الی ایام. و رأوا

داخل شدند۔ وآں ریاست متکفل مہمات شاں شد۔ پس چندروزے خوف پنہان وآشکاررا از

لعاع الامن و ازھارہ بعد آلام. ثم طلعت علینا شمس الدولۃ البرطانیۃ و

خود دورانداختند وسبزہ امن وشگوفہ آوردن آں بعد دردہا بدیدند باز برما آفتاب دولت

امطرت مُزن العنایات الرحمانیۃ. فتسربلنا لباس الامن بعد ایام الخوف

برطانیہ بدرخشید وباران عنایتہائے ربانی ببارید۔ پس لباس امن بعد روزہائے خوف بپوشیدیم

وصرنا مخصبین نعم العوف. فعدنا و اباء نا الی منبت شُعبتنا. و ملنا الی

وآسودہ حال ونیکو احوال شدیم پس ما وآبائے ما سوئے وطن خود رجوع کردیم وسوئے خانہا

الاوکار من فَلَا غُربتنا و هنّأْنا انفسنا فرحین. ولو انصفنا لشهدنا ان ھذہ

از بیابانہائے غربت میل نمودیم ونفوس خود را بحالت خوشی مبارکباد دادیم۔ واگر انصاف کنیم ہر

السلطنة ردّت الینا ایام الاسلام. و فتحت علینا ابوابا لنصرة دین خیر الانام.

آئینہ گواہی دہیم کہ ایں سلطنت روز ہائے اسلام سوئے ما واپس آوردہ است۔ و بر ما درہائے مدد

و کنا فی زمن دولة الخالصة. اوذینا بالسیوف والاسنة. وما کان لنا ان نقیم

دین پیغمبر علیہ السلام کشودہ است و ما درزمانہ خالصہ بشمشیر ہا و نیزہ ہا ایذا دادہ مے شدیم ومجال ما

﴿۷۸﴾ الصلٰوة علی طریق السنة. و نؤذّن بالجھر کما نُدب علیه فی الملّة. و لم یکن

نبود کہ نماز را بطریق سنت قائم کنیم و بانگ نماز بآواز بلند بگوئیم چنانچہ حکم شریعت است۔ و بجز

بُدّ من الصُمتِ علی ایذاء ھِم. و لم یکن سبیل لدفع جفاءِ ھم. فرُددنا الی

خاموشی بروقت ایذائے شاں ہیچ چارہ نبود۔ و برائے دفع کردن ظلم شاں ہیچ راہے نبود۔ پس ما

الامن والامان عند مجیء ھذہ السلطنة. و ما بقی الا تطاول قسّیسین

سوئے امن وامان درعہد ایں سلطنت رد کردہ شدیم و بر ما بجز دراززبانی پادریاں ہیچ بارے نماند

بالالسنة. و جعل الحریة کل حرب سجالا. ولکنا ترکنا القذف بالقذف لئلا

و عام آزادی دادہ شد ہر جنگ را برائے جنگ کنندگان برنوبت ہا تقسیم کرد لیکن ما دشنام را عوض

نشابه دجّالا. و لا نکون من المتعسفین. وما منعت السلطنة ان نفتح الالسن

دشنام ترک کردیم تا بگروہ مفتریان نمانیم و تا از متعصّبان نشویم۔ وسلطنت ما را از جواب ترکی بترکی

بالجواب. بل لنا ان نقول اکبر ممّا قالوا و نصبّ علیھم مطرا من العذاب.

منع نکردہ است بلکہ ما را اختیار است کہ از گفتۂ شاں بزرگتر بگوئیم و برایشاں بارانِ عذاب بباریم

ولکن المرء یصدر منه فعل الکلاب. ولا یستقری الحمام الجیفة و لو لفظه

مگر از انسانے کار سگاں نمی آید۔ و کبوتر جستجوئے مُردار نہ می کند و اگرچہ گرسنگی اورا سوئے

الجوع الی معامی التباب. ایعیبون نبینا علی الشغف بالنساء. وکان یسوعھم

بیابان ہائے ہلاک بیندازد۔ آیا پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم را برغبت زنان عیب می کنند۔ و یسوع

قد عیب علی شرہ الاکل و شرب الصہباء. وقد ثبت من الانجیل انہ آوی عندہ

ایشاں را برحرص خوردن وشراب نوشیدن عیب گرفتہ اند۔ واز انجیل ثابت است کہ اوزنے بدکار

بغیۃ. و کانت زانیۃ و فاسقۃ و شقیۃ. و کانت امرأۃ شابۃ فی ثیاب نظیفۃ. مع

را نزد خود جاداد۔ وآں زن زنا کار وسخت فاسقہ بود۔ وجواں بود درلباس آراستہ بروئے خوبصورت

صورۃ لطیفۃ. فما انصرف عنہا و ما قام. و ما اعرض عنہا و ما الام. بل استأنس

پس مسیح ازاں زن یکسو نرفت و نہ استاد و نہ ازاں اعراض کرد و نہ ملامت کرد۔ بلکہ از و مانوس

بہا و آنس بطیب الکلام. حتی جلعت و مسحت علٰی راسہ من عطرہا التی کان

شد و او را مانوس کرد۔ تا بحدے کہ آں زن از راہ بےشرمی عطر خود کہ از کسب حرام بود بر سر او

قد کسب من الحرام. و کذالک اقبل علی بغیّۃ اخریٰ و کلّمہا. وسئلت ﴿۷۹﴾

مالید وہم چنیں یسوع یکمرتبہ با زن بدکار دیگر گفتگو کرد و بدو متوجہ شد۔ وایں حرکات را پرہیزگارے

وعلّمہا. و ہذہ حرکات لا یستحسنہا تقی. فما الجواب ان اعترض شقی. ولا

پسند نکند۔ پس کدام جواب است اگر بدبختے اعتراض کند۔ و ہیچ شک نیست کہ از ہمچو ایں کارہا

شک ان النکاح علی وجہ الحلال خیر من تلک الافعال. و من کان کیسوع

بطریق حلال نکاح کردن بہتر است و ہر کہ ہمچو یسوع جوانے پرقوت بے زن محتاج نکاح باشد پس

شابا طریرا اغرب مفتقر الی الازدواج. فای شبہۃ لا تفجأ القلب عند رؤیۃ ہٰذا

کدام شبہ است کہ بروقت مشاہدہ ایں اختلاط دل را نمی گیرد۔ پس ہر کہ برائے اعتراض از ہردو

الامتزاج☆ فمن کان شمّر عن ذراعیہ لاعتراض. و لبس الصفاقۃ لارتکاض.

دست خود آستین بچیند و در حالت بیقراری جامۂ بےشرمی بپوشید۔ پس می باید کہ بازوئے خود را

فلیحسر عن ساعدہ لہذہ الزرایۃ. فانہا احق و اوجب عند اہل التقوی والدرایۃ.

برائے ایں عیب گیری برہنہ کند۔ چرا کہ ایں اعتراض نزد اہل تقویٰ و دانش حق و واجب است

☆ ہٰذا ما کتبنا من الاناجیل علٰی سبیل الالزام. و انا نکرم المسیح و نعلم انہ کان تقیّا و من الانبیاء الکرام. منہ

ایں کہ از اناجیل نوشتیم بطور الزام نوشتیم۔ واگرنہ ما مسیح را بزرگ میداریم و او را پرہیزگار و از انبیاء میداریم۔

و امّا نحن فصبرنا علی اقوالهم. وثبّتنا قلوبنا تحت اثقالهم. لتعلم الدولة انّا لسنا

مگر ما بر سخن ایشاں صبر کردیم وزیر بار ہائے ایشاں دل را ثابت داشتیم ۔تا گورنمنٹ انگریزی بداند کہ ما ہیچ اشتعال و

بمستشیطین مشتعلین. ولا نبغی الفساد بالمفسدین.

غضب نمی داریم۔ وہمچو مفسداں فساد را نمی خواہیم۔

و لا ننسیٰ احسان هذه الحکومة. فانها عصم اموالنا و اعراضنا

و احسان ایں حکومت را فراموش نمی کنیم زیرا نکہ ایشاں مال ہائے ما را و آبرو ہائے

ودماء نا من ایدی الفئة الظالمة. فالان تحت ظلها نعیش بخفض و راحة.

ما را وخون ہائے ما را حفاظت کردند۔ و اکنوں زیر سایۂ ایشاں بآسانی و راحت می گذرانیم و

ولا نرد مورد غرامة من غیر جریمة. و لا نحل دار ذلة من غیر معصیة. بل

بغیر جرمے ہیچ تاوانے عائد حال مانمی گردد۔ و درمقام ذلت بدوں معصیت نمی آئیم ۔ بلکہ از ہر

نامن کل تهمة و آفة. و نکفی غوائل فجرة و کفرة. فکیف نکفر نعم

تہمت و آفت و رامن ہستیم و از مفاسد بدکاراں کفایت کردہ شدیم ۔ پس چگونہ نعمت منعم را

المنعمین. و کنّا نمشی کاقزل قبل هذه الایام. وما کان لنا ان نتکلم بشیءٍ

ناسپاسی کنیم ۔ و ما پیشتر ازیں ہمچو لنگ می رفتیم ۔ ومجال ما نبود کہ در دعوت جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۸۰﴾ فی دعوة دین خیر الانام. وکان زمان الخالصة. و زمان الذلة والمصیبة

چیزے بگوئیم و زمانہ سکھاں زمانہ رسوائی و مصیبت بود۔ شریفاں در وحقیر شدند و کنیزکاں

صُغّر فیه الشرفاء. واسادت الآماء. وصُبت علینا مصائب ینشق القلم

سردارہا پیدا کردند۔ و آں مصیبت ہا بر ما ریختہ شدند کہ قلم بذکر آں منشق می گردد و از وطن ہا

بذکرها و خرجنا من اوطاننا باکین. فقلّب امرنا بهذه الدولة من بؤسٍ الٰی

بگریز خارج شدیم ۔ پس کار ما درایں سلطنت از تنگی سوئے فراخی مبدل شد۔ و از بادتند

رَخاء. و من زغرع الٰی رخاء. وفتح لنا بعنایاتها باب الفَرج. و اوتینا الحریة بعد

سوئے ہوائے نرم منقلب گشت ۔ و از مہربانی او در کشادگی بر ما کشودہ شد۔ و بعد از

الاسـر والعَرج. و صرنا متنعّمین مرموق الرخاء. بعد ما کنّا فی انواع البلاء و

قید وحبس آزادی داده شدیم و چناں مالدار شدیم که مردم آنرا برشک مید یدند ۔ بعد

رأینـا لـنـا هذه الدولة کریف بعد الامحال. او کصحة بعد الاعتلال. فلاجل

زانکه درمصیبت ہا گرفتار بودیم ۔ و ایں سلطنت را برائے خود چناں یافتیم که فراخ سالی بعد

تـلـک الـمـنن والالاء والاحسانات. وجب شکرها بصدق الطویة و اخلاص

از قحط می باشد یا تندرستی بعد بیماری ۔ پس برائے ہمیں احسانہا واجب شد که شکر ایں دولت

النیات. فندعوا لها بألسنة صادقة و قلوب صافیة. و ندعوا اللّٰه ان یجعل لهذه

بصدق دل و اخلاص نیت کنیم ۔ پس ما برائے او بزبانہائے راست و دلہائے صاف دعا می کنیم

الملکة القیصَرَة عـاقبة الخیر. ویحفظها من انواع الغُمّة والضیر. و یصدف

و از خدا تعالیٰ میخواہیم که ایں ملکه قیصره را انجام بخیر کند ۔ و از انواع و اقسام غمہا و گزندہا

عـنهـا المکاره والافات. و یجعل لها حظّا من التعرف الیه بالفضل والعنایات.

محفوظ دارد و از مکروہات را و آفات را بگرداند و از شناخت ذات خود او را حظے بخشد او

انه یفعل ما یشاء و انه ارحم الراحمین.

ہر چه خواہد بکند و او مہربان و رحیم است ۔

فـلـمـا رأیـنـا هـذه الـمنن من هذه الدولة. والفینا اراداتها مبنیة علٰی

و ما ہرگاه ایں احسانہا ازین سلطنت مشاہده کردیم و اراده ہائے

حسن الـنیة. فهـمـنـا انـه لا یـنبغی ان نوذیها فی قومها بعد هذه الصنیعة. ولا ﴿۸۱﴾

او را برحسن نیت مبنی یافتیم فہمیدیم که مناسب نیست که ما او را در قوم او ایذا

یـجـوز ان نـطـلـب مـنهـا مـا یـنصبها لبعض مصالح السلطنة. بل الواجب ان

دہیم یا ازو آں کارے طلبیم که مخالف مصلحت سلطنت اوست۔ بلکه مناسب است

نـجـادل القسّیسین بالحکمة والموعظة الحسنة. و ندفع بالتی هی احسن و

که ما بحکمت و موعظت حسنه به پادریان مباحثات کنیم و عوض بدی به نیکی دہیم

نتـرک التـرافـع الـی الـحـکومة. ھذا و نعلم ان قذف قسّیسین قد بلغ مداہ. و
و از شکوہ و فریاد خود را باز داریم۔ ہمیں باید کرد باوجودیکہ ما میدانیم کہ بدگوئی پادریاں بانتہا
جرحت قلوبنا مداہ. و انھم و ثبوا علی عامتنا وثبة الذئب علی الخروف. و نزوا
رسیدہ است و دلہائے ما را کاردہائے ایشاں خستہ کردہ۔ و او شاں بر عوام ما ہمچو گرگ بر بچہ
نـزو الـنمر المجوف. فسقی کثیر من ایدیھم کاس الحتوف. وبلغوا بدجلھم ما
گوسپند جستہ اند و ہمچو پلنگ ابلق بجستند۔ پس بسیارکس از دست شاں بمردند و بدجل خود کارے
لیـس یبـلـغ بالسیوف. و تراء وا من کل حدب ناسلین و قد اتتکم من اخبار فلا
کردند کہ بہ شمشیر ہا نتوانند کرد و از ہر بلندی بدویدند۔ و شما را خبرہا رسیدہ اند حاجت اظہار
حاجة الٰی اظھار. و لا تغتموا و لا تحزنوا و اربؤا ایام اللّٰہ صابرین.
نیست مگر غم نکنید و اندوہناک مباشید و روزہائے خدا را منتظر بمانید۔
والامـر الـذی حـدث الآن واضـجـر الـقـلوب. وجدّد الکروب.و عظّم
وامرے کہ دریں روزہا پیدا شد و دلہا را بے قرار کرد و بیقراریہا را تازہ نمود و کار مباحثہ
الـخـطـوب وانتشر وا وقد الحروب. و کبر و اعضل. و دقّ و اشکل. و خوّف
را بزرگ و مہتم بالشان کرد۔ و در قومہا منتشر شد و کلان و دشوار و باریک و از مشکلات گشت و
بتھـاویـلـه و ھـوّل. فھـو رسـالة امّھـات الـمـؤمـنیـن. وقد قامت القیامة منھا فی
برنگہائے گوناں گوں بترسانید آں رسالہ امہات المومنین است و ہر کہ ایں رسالہ را دید پس مؤلف
الـمسـلـمین. و کل من رأی ھذہ الرسالة فلعن مؤلّفه' بما جمع السبّ والضلالة . ﴿۸۲﴾
او را بدین سبب لعنت کرد کہ او در کتاب خود دشنام دہی و گمراہی را جمع کردہ است۔ و او از وطن و
وھـو زایل الوطن والمقام. لکی یامن الحکام. فاختار المفرّ. لئلا یُسحب و یُجرّ
مقام خود کنارہ کرد۔ تا از گرفت در امن بماند۔ پس گریز را بدیں خیال اختیار کرد کہ تا در مقدمہ
و بـقی منه عذرة کـلـمـاتـه. و نتـن ملفوظاته . و اُغلوطة اعتراضاته. فنترک
کشیدہ و راندہ نشود۔ و پلیدی کلمات او و ہمچنیں بدبوئے سخنہائے او و مغالطہائے اعتراضات او

قـذفـه و بـذاء ه و نجاسة كلماته. و نفوّضه الى اللّٰه و يوم مكافاته. واما ما افترى

از و باقی ماند پس ما بدگوئی و دشنام دہی و پلیدی کلمات او را ترک میکنیم و ایں ہمہ زبان درازی ہا بخدا و

مـن شبهـاتـه التـى تـولّدت من حمقه و زيغ خيالا ته. فـذالک امـر وجب ازالته

روز مکافات میگذاریم۔ آں شبہات کہ از جہالت وکجی خیالات او پیدا شدہ اند پس ایں امرے است کہ

بـجـمـيـع جهاته. و ان الحق شيء لا يمكن احدا التقدم عنه و لا التّأخر. ثم غيرة

ازالہ آں من کل الوجوہ واجب است۔ وحق چیزیست کہ ممکن نیست کہ کسے را از وپیش و پس باشد باز

الاسـلام فـرض مـؤ كد لمن كان له الحياء والتدبّر. فان المؤلّف اجترء و هتک

غیرت اسلام فرض مؤکد است برائے کسے کہ حیا و تدبرے دارد چرا کہ ایں مؤلف دلیری کردو ہتک

حـرم الـدين. وصال و بارز فبارزوا كاسد من العرين. وقد حان ان يكون رجالكم

عزت دین اسلام کردہ۔ وحملہ کردو بیرون آمد پس ہمچو شیر از بیشہ بیروں آئید و وقت آمد کہ مردان شما

كقسورة و نساء كم كلبوة. وابناء كم كاشبال. واعداء كم كسخال. فاتقوا اللّٰه و

ہمچو شیر باشند و زنان شما ہمچو مادہ شیر و پسران شما ہمچو بچگان شیر و دشمنان شما ہمچو بزغالہ پس از خدا بترسید

عليه توكّلوا ان كنتم مؤمنين.

و بروتوکل کنید اگر مومن ہستید۔

و قـد سبق مـنّـا الـذكـر بـانّ الـقـوم تـفـرّقوا فى امر كتـابـه. فبعضهم

وما پیش زیں گفتہ ایم کہ قوم ما در بارۂ کتاب آں عیسائی متفرق الآراء اند۔ پس بعض از یشاں ہمیں

استـحسـنـوا التوجه الى جوابه. واستهجنوا ان يرفع الشكوى الى السلطنة. فانها

را پسند داشتند کہ جواب کتاب نوشتہ شود۔ وایں امر را مکروہ داشتند کہ سوئے سلطنت شکوی بردہ شود چرا کہ آں

من امارات العجز والمسكنة. و فيه شئ يـخالف التأدّب بالدولة العالية. و قالوا ﴿۸۳﴾

از نشانہائے عجز و فروماندگی است۔ و دراں چیزے است کہ مخالف ادب دولت عالیہ انگریزی است۔ وگفتہ

ان التـرافـع لـيـس من المصلحة. فلا تسعوا الى حكام الدولة. و لا تقصدوا سيّئة

اند کہ شکایت پیش سلطنت برون مصلحت نیست۔ پس سوئے حکام دولت برطانیہ از بہر استغاثہ مروید۔

بانواع الحیلة. بل اصبروا و غیّضوا دموعکم المنهلات. ولا تذکروا ما
و ہیچ بدی را بہ حیلہ نخواہید۔ بلکہ صبر کنید و اشکہائے روان را از روان شدن باز دارید۔ و
قیل من الجھلات. وادفعوا بالتی ھی احسن و انسب بشان الشرفاء.
آنچہ عیسائیان بیہودگیہا کردہ اند ذکر آں نکنید۔ و جزائے بدی بہ نیکی دہید چنانچہ طریق
ولا تسعوا الی المحاکمات بالصراخ والبکاء. و ان لنا کل یوم غلبة
شریفاں است۔ و سوئے حکومتہا بفریاد و گریہ مدوید و مارا ہر روز بدلائل قاطعہ غلبہ است و
بالادلة القاطعة و سطوة دامغة بالبراھین الیقینیة. فلا یحتقر دیننا عند
حملہ براہین یقینیہ است کہ سر را بشکند پس نزد عقلمندان دین ما حقیر شمردہ نمی شود۔ و از تحقیر
العقلاء. و لا یحقر بتحقیر السفھاء. فالرجوع الی الحکومة
نادانان حقیر نتواندشد پس سوئے حکومت ہا ہمچو زنان نوحہ کنندہ رجوع کردن امریست کہ
کالنائحات. امر لا یعدّہ غیور من المستحسنات. و لیس ھذا العدو
مستحسن نیست و ایں شخص دشمن واحد نیست تا بعد سزا دہانیدن او بآرام نشینیم بلکہ ہمچو او بسیارا ند
بواحد فنستریح بعد نکالہ. بل نریٰ کثیرًا من امثالہ. لھم اقوال کاقوالہ.
کہ سخن او شاں مثل سخن اوست۔ و پیمانہ مثل پیمانہ اوست و ہیچ شہرے از شہر ہائے ایں ملک
و مکال کمثل مکالہ. و لم یبق بلدة و لا مدینة من مدائن ھذہ البلاد الا
چناں نیست کہ دراں ایں مردم نازل نشدہ باشند و در زمینہا برائے فساد خیمہ ہا زدند و در
نزلوا بھا و تخیّموا للفساد فی الارضین. وکانوا فی اوّل زمنھم
اول زمانہ ایں مردم چناں بودند کہ زاہدانہ زندگی بسر کردندے و موحدانہ عقیدہ داشتندے
یتزھّدون و یوحدون و یروضون انفسھم و یراوضون. و یکفون الالسن
ونفسہائے خود را ریاضت دادندے و نرمی اختیار کردندے و زبانہا را از بدگفتن بند داشتندی
ولایھذون. ثم خلفوا من بعدھم خلف عدلوا عن تلک الخصلة. و ﴿۸۴﴾
وژاژخائی نکردندے۔ پس بعد ایشاں نا اہل و ناخلف پیداشدند کہ ازیں خصلت

رفضوا وصايا الملة. و هجوا الاتقياء والاصفياء و تركوا الصلٰوة و اكلوا
عدول کردند و وصیتہائے ملت را بگذاشتند ۔ برگزیدگاں و نیکویان را بدگفتند نماز را ترک کردند خنزیر
الخنزير و شربوا الخمر و عبدوا انسانا كمثلهم الفقير. و سبق بعضهم على
را بخوردند ۔ وشراب را نوشیدند وہمچو خود انسانے محتاج را پرستش کردند ۔ او در دشنام دہی پیغمبر خدا صلی اللہ
البعض فى سبّ خير العباد. وقذفوا عرض خير البريّة بالعناد. ألّفوا كتبا
علیہ وسلم بعض بر بعض دیگر سبقت بردند ۔ و آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم را دشنامہا دادند ۔ و کتابہا تصنیف
مشتملة على السبّ والشتم والمكاوحة والقحة ممزوجةً بانواع العذرة مع
کردند کہ بر دشنام دہی و بطور آشکارا بدگفتن و بے حیائی مشتمل بودند ۔ وگونا گون پلیدی ہا درآنہا آمیختہ
دجل كثير لاغلاط العامة. و بلغ عدد بذاء هم الٰى حد لا يعلمه الا حضرة
بود ۔ و نیز برائے مغالطہ دادن عامہ مردم بسیار خیانت و بددیانتی در اعتراضہا کردہ بودند ۔ و این سب و
العزّة . فانظروا كيف يعضل الامر عند الاستغاثاة و يلزم ان نعدوا كل يوم
شتم و دشنام دہی در کتب شان بحدے رسیدہ است کہ عدد آن بجز خدائے تعالٰی ہیچ کس نمی داند ۔ پس بہ
الى المحاكمات. و ان هى الا من المحالات. هذه دلائل هذه الفرقة.
بینید کہ در وقت استغاثہ مشکلات عائد حال می شوند ۔ و لازم می آید کہ ما ہر روز سوئے محکمہ ہا دوندہ بمانیم
والآخرون يؤثرون طرق الاستغاثة. ولكنا لا نرٰى عندهم شيئًا من الادلة علٰى
این امر محال است ۔ ایں دلائل آن فرقہ است کہ رد کتاب را بر استغاثہ ہا ترجیح می دہند و فریق دیگر
تلك المصلحة. و ان هو الا حرص للانتقام كعُرض الناس والعامة. و اذا
طریق استغاثہ را می پسندند ۔ لیکن برین مصلحت نزد شاں ہیچ دلیلے نیست صرف مثل عامہ مردم حرص انتقام
قيل لهم انكم تخطئون بايثار هذه التدابير. فلا يجيبون بجواب حسن
است ۔ و چوں ایشاں را گفتہ شود کہ شما دریں تدابیر ہا خطا می کنید ۔ پس ہمچو دانشمندان جواب نمی دہند ۔ وہمچو
كالنحارير. و يتكلمون كالسفهاء المتعصبين. و قلنا ايها الناس ارجعوا النظر.
نادانان و سفیہان سخت گوئی شروع می کنند ۔ و ما گفتہ بودیم کہ اے مردم رائے ہائے خود را نظر ثانی کنید ۔

﴿۱﴾

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۶ شرط ہشتم ☆

کتاب فریاددرد

کتب حدیث

بخاری، تعلیق السندی شیخ الاسلام مصر، عینی. فتح الباری. ارشادالساری. عون الباری شیخ الاسلام دهلوی. حافظ دراز. تراجم شاه ولی اللّٰه. توشیح. تسهیل القاری. لغات. دفع الوسواس فی بعض الناس. رفع الالتباس عن بعض الناس. مجموعه حواشی حافظ صاحب. تجرید البخاری محشّٰی. مسلم مع نووی مصر و هند. وشح الدیباج. مفهم السراج الوهاج. مؤطا. زرقانی. مُسوّٰی. مصفّٰی. اقوال الممجد. ترمذی. شروح اربعه. نفع قوت المغتذی. نسائی السندی. زهر الربی عرف زهرالربی. حواشی شیخ احمد. ابو داؤد. تعلیق ابن قیم. مرقاة الصعود. مجموعه شروح اربعه. ابن ماجه مع تعلیق السندی. مصباح الزجاجه. ترجمه اردو. دارمی. مسند احمد. منتخب کنزالعمال کامل. کنز العمال کامل. شرح معانی الاثار. کتاب الاثار. کتاب الحج. مسند امام ابوحنیفه. مسند الشافعی. رسالة الامام الشافعی. الادب المفرد. دارقطنی. ترغیب و ترهیب منذری. جامع صغیر. تیسیرالوصول. تسخیر اربعین نووی. خمسین ابن رجب. موائد العوائد. عمدة الاحکام. بلوغ المرام. ریاض الصالحین. شمائل ترمذی. خصائص النسائی. نوادر حکیم ترمذی. کوثر النبی. مشارق. درّالغالی. اذکار. طبرانی صغیر. جزء القراءة. جزء رفع الیدین. حصن حصین. نزل الابرار. سفرالسعاده. بنیان مرصوص. بدورالاهلّه. مرقاة. لمعات. کوکب دراری. شرح عمدة الاحکام. نیل الاوطار. مناوی شرح جامع الصغیر. عزیزی شرح جامع صغیر. نصب الرایه. نصب الدرایه. تلخیص الحبیر. مسک الختام. سبل السلام. فتح العلّام. شرح سفرالسعادة. شرح علی قاری علی مسند. جامع العلوم ابن رجب. سراج النبی. شرح شمائل. شرح حنفی. شرح باجوری. شرح هروی. شرح سرهندی. طب النبی سیوطی. نیشاپوری. مبارق الازهار شرح مشارق. شرح صدور. بدور سافره. مظاهر حق. درالبهیة. سیل الجرار. عقود

☆ جلد ہٰذا کے صفحہ ۳۷۵ سے متعلقہ۔(ناشر)

جواھر المنیفه. رساله رفع الیدین فی الدعا. تعلیم الکتابة للنسوان. باب چھارم مشکٰوة. الجهر بالذکر. مسح الرقبة. کشف الغمه .کتاب الاسماء للبیهقی. رسائل ثمانیه و عشره و اثنا عشر للسیوطی. خروج المهدی علی قول الترمذی. مسأله تلقی الامه. رفع السبابه لحیات السندی کتاب الصلٰوة. الجواب الکافی. مظاهر حق. برزخ ابو شکور. رساله امام مالک. مجموعه موضوعات شوکانی. تعقبات سیوطی. مصنوع. موضوعات کبیر. اللآلی المصنوعة. ذیل اللآلی. کشف الاحوال. مقاصد حسنه. کلینی. شرح کلینی. استبصار. مَن لا یحضره الفقیه. تهذیب الاحکام. وسائل الشیعه. نهج البلاغه. شرح ابن ابی الحدید. ﴿ب﴾

کتب تفسیر

تفسیر درمنثور. تفسیر ابن کثیر. تفسیر فتح البیان. تفسیر عباسی. تفسیر معالم التنزیل. خازن. مدارک. جامع البیان. اکلیل. فتح الخبیر. تفسیر سوره نور. تفسیر ابن عرفه. تفسیر بحرالحقائق. حسینی زمانه مصنف. تفسیر روح المعانی. تفسیر کبیر. تفسیر روح البیان. بیضاوی. خفاجی بیضاوی. قونوی بیضاوی. شیخ زاده بیضاوی. السید علی بیضاوی. کشاف. انصاف علٰی کشاف. الحاف علٰی کشاف. کشف الالتباس علی کشاف. السید علی الکشاف. تفسیر ابو سعود نیشاپوری. مجمع البیان. حل ابیات الکشاف. سراج المنیر خطیب. فتح الرحمن قاضی زکریا. صاوی علٰی جلالین. الجمل علی الجلالین. تعلیق جلالین. اسباب النزول. جلالین. الناسخ والمنسوخ ابن حزم. نزهة القلوب ابوبکر سختیانی. مفردات راغب اصفهانی. تبصیرالرحمٰن. عرائس البیان. تنزیه القرآن. الدررالغرر. صافی. سواطع الالهام. تفسیر دررالاسرار احمدی. نیل المرام. اتّقان. کمالین. مفحمات الاقران. تفسیر منسوب الی الامام حسن عسکری. تفسیر عمّار علی تفسیر السیّد. برهان علی تفسیر السیّد. تنقیح البیان علٰی تفسیر السیّد. اکسیر. تفسیر قاسم شاه. تفسیر کواشی. اقسام القرآن ابن قیم. قسمهائے قرآنیه. مظهری. عزیزی سه پاره ۳. افادة الشیوخ. التأویلات الراسخ فی المقطعات. وجیز. بحرموّاج. فتح الرحمٰن. کشف الاسرار. تیسیر القرآن. غریب القرآن. فوزالکبیر. التحریر. رؤوفی. تفسیر معوذّتین لابن سینا. نموذج اللبیب. املاء ابوالبقا. روضةالریان. ترجمان القرآن. اسرار الفاتحه قونوی. تفسیر معین الواعظ. تفسیر یعقوب چرخی. مظهر العجائب.

کرامات الصادقین...... زادالآخرة. اعجاز القرآن. حقّانی. ا قتباس القرآن. پارہ تفسیر امام ابوالمنصور. ترقیم فی اصحاب الرقیم. ازالة الرین. ازالة الغین. اکسیراعظم. اسرار القرآن. لطائف القرآن. فتح المنّان. معالمات الاسرار. حیات سرمدی. سیل. ریڈویل. ترجمہ عماد. ترجمہ شیعہ اثنا عشریہ. تفسیر یوسف نقرہ کار. خلق الجان. خلق الانسان. نجوم القرآن. مفتاح الآیات.

صرف ونحو

ملحة الاعراب. شرح ملحہ من مصنف. شرح بحرق. آجر و میہ محشی. ابنیة الا فعال. شرح مائة ابن رضا. شرح قطر. حاشیہ یٰسٓ علٰی شرح قطر...... مجیب الندا. نحومیر. شرح مائة عربی. ھدایة النحو. کافیہ کلان زینی زادہ. غایة التحقیق. رضی کافیہ. شرح مُلّا. عبدالغفور مع مولوی جمال. عبدالرحمٰن. عصام الدین. شرح اجرومیہ. شذور. شرح شذور مصنف امیر علی عبادہ. قصاری. الفیہ محمدی. ترکیب الفیہ. شرح خالد ازہری. شرح شواھد ابن عقیل. ابن عقیل. توضیح. تصریح. حاشیةالتصریح. صبّان. اشمونی. مغنی. حاشیہ امیر علٓی المغنی. حاشیہ (علی) حاشیہ الامیر. وسوقی علی المغنی. دما مینی علی مغنی. مصنف علی دمامینی. منہل علی الوافی. ضریری. مصباح. ضوء. دھن. تھذیب النحو. ارشاد النحو. شرح اصول اکبری. تنبیہ العنید. علم الصیغہ. تصاریف الشکور. ھدیة الصرف. قانون الصرف. ابواب الصرف. موضح التہجی. مفتاح القرآن. صرف میر. متون العلوم. العلم الخفاق. رسالہ وضع. شرح رسالہ وضع. رضی شافیہ. جاربردی. اقتراح. منتخب اشباہ. مفصل. فوائد صمدیہ. شمہ. خصائص الابواب. نغزک. مغزک. شرح زنجانی. متن متین. شرح متن متین. شرح تحفة الغلمان. کتاب سیبویہ. مفتاح العلوم سکاکی. خضری علی ابن عقیل. اشباہ والنظائر سیوطی.

﴿ت﴾

معانی بیان

عقودالجمان. کنوزالجواھر. شرح عقود. شرح کنوز. تلخیص المفتاح. مختصر. بنّانی علی مختصر. مطوّل بھوپالی. اطول. حسن مطول. مولوی مطول. سید مطول. السید. سید علی مفتاح. فرائد محمودی. مرشدی علی عقود. رسالہ کنایہ. میزان الافکار. غصن البان. رسائل اجوبہ عراقیہ. نشوة السکران.

ادب

شرح فرزدق. د یوان اخطل. عروہ. نابغہ. حاتم. علقمہ. فرزدق. قیس عامر. عنتر. خنساء. طرفہ. زہیر. امرأ القیس. شلشلیہ. حماسہ. ابوالعتاہیہ. رطب العرب. حمیریہ. اطیب النغم. قصیدہ ذم التقلید. تحفہ صدیقہ شرح ام ذرع. متنبّی. خشّاب. شرح زوزنی. شرح تبریزی. شرح امرأ القیس. شرح شفزی. فیضی حماسہ. علق النفیس. شرح فیضی سبعہ معلقہ.شرح ہمزیہ. شرح بَا نَتْ. شرح بُردہ. شرح متنبّی. شرح لامیۃ العرب. شرح لامیۃ العجم. شرح تنویر. شرح رسائل ہمدانی. شرح عمر بن الفارض. شرح صبابہ. خطب ابن نباتہ و نواب و عبدالحی و عرب. اطواق. تزیین الاسواق مع شرح. شرح تحفۃ الملوک. مسامرہ. صدیقہ. الہلال. الاعلام. العروہ. اجوبہ عراقیہ. شرح مقامات. مقصورہ دُرید. مقامات وردی. مقامات حریری. حمیدی. ہمدانی. سیوطی. بدیعی. زمخشری. خزانۃ الادب ابن حجہ. شواہد عینی علی رضی و شواہد الفیہ. الف لیلہ. اخوان الصفا. مستطرف. کشکول. عقدالفرید. الانیس المفید. الفلک المشحون. تاریخ یمینی. تبیان تبیین. اخبار العرب. صناجۃ الطرب. اغانی. انشاء مرعی. نہج المراسلہ. سفیہ البلاغہ. مثل السائر. فلک الدائر. کتاب الاذکیا. ادب الطلب. عمدۃ ابن رشیق. رسائل بدیع الزمان. میزان الافکار. عروض با قافیہ. الفتح القسی.

لغت

تاج العروس. لسان العرب. مجمع البحار. مجمع البحرین. نہایۃ ابن اثیر. مختصر النہایۃ للسیوطی. مشارق الانوار لغۃ. صحاح جوہری. و شاح. مصباح المنیر. القول المانوس. الجاسوس علی القاموس. اقرب الموارد. ذیل اقرب. اساس البلاغۃ. کامل مبرد. مقدمہ اللغۃ. بلغہ فی اصول اللغہ. مزہر. فرائد اللغۃ. سراللیال. صراح. المبتکر. فروق اللغۃ. غیاث. شمس اللغات. امثال سیدانی. امثال ہلال عسکری. مخزن الامثال. نجم الامثال. فقہ اللغۃ. کفایۃ المتحفظ. الفاظ الکتابۃ. التلویح فی الفصیح. المثلثات. تجنیس اللغات. تعطیر الانام. ابن شاہین. امیر اللغات. ارمغان. محاورات ہند.

تاریخ

تاریخ طبری کلان ۱۴ مجلد. تاریخ ابن خلدون ۷ مجلد. تاریخ کامل ابن اثیر ۱۲ مجلد.

﴿ث﴾

اخبار الدول قرمانی. اخبـار الاوائـل محمد بن شحنه. تاریخ ابونصر عتبی. نفح الـطیب تاریخ علماء اندلس.
مـروج الـذهـب مسعودی. آثارالادهار۳ مجلد. عجائب الا ثار جیرتی. خلاصة الا ثر فی اعیان
حادی عشر. فهـرست ابن ندیم. مفا تیح العلوم. الآ ثار البـاقیـه بیـرونی. تقویم البلدان عمادالدین.
مراصد الاطلاع. مسالک الممالک. الفتح القسی. نزهة المشتاق. مواهب اللدنیه. زرقانی شرح مواهب.
زادالمعاد. سیرة ابـن هشـام. شـفـا. شرح شفا لعلی قاری. سیرة محمدیه. اوجزالسیر. قرةالعیون.
سـرور الـمـحزون. مدارج النبوة. معارج النبوة. سیرة حلبیه. سیرة دحلان. ملخص التواریخ.
سیـر مـحـمـدیه حیرت. تنقید الکلام. بدائع الزهور. تحفه الاحباب. تاریخ الخلفاء سیوطی. تاریخ الخلفاء.
اصـابه فی معرفه الصحابه. اسدالغابة. میزان الاعتدال. ابن خلکان. تذکرة الحفاظ. لسان المیزان.
خلاصه اسماء الرجال. تقریب التهذیب. خلاصة تاریخ العرب. تاریخ عرب سیدیو. تاریخ مصر و یونان.
تـاریـخ کـلیسیا. دینی و دنیوی تاریخ. مسیحی کلیسیا. تاریخ یونان. تاریخ چین. تاریخ افغانستان.
تـاریـخ کشـمیر. گلدسته کشمیر. تاریخ پنجاب. تاریخ ہندوستان الفنسٹن. تاریخ ہند ذکاء اللہ.
ایـضًـا جـدیـد. وقـایـع راجپوتانه. تاریخ غوری و خلجی. عجائب المقدور. تاریخ مکه. رحله بیرم
صـفوة الاعتبار. رحلة ابن بطوطه ۸ مجلد. رحلة الصدیق. رحلة الوسی. رحلة احمد فارس. رحلة شبلی.
خـلـفـاء الاسلام. تاریخ نهر زبیده. تاریخ بنگال. مناقب خدیجه. مناقب الصدیق. مناقب اهل بیت.
مـناقب الخواتین. رحله برنیر. تاریخ بیت المقدس. الیانع الجنی. تذکره ابو ریحان. المشتبه من الرجال.
بدایة القدماء. فتوح بہنا. جغرافیه مصر. فتوح الیمن. فتوح الشام. معجم البلدان. تاریخ الحکماء.
سیـرة النعمان. حیات اعظم. خیرات الحسان. حسن البیان. مناقب الشافعی. قلائد الجواهر. اخبار الاخیار.
تـذکرة الابرار. گذشته و موجوده تعلیم. تاریخ علوی. تذکرة الاولیاء. طبقات کبریٰ. اتحاف النبلاء.
التـا ج المکلل. طبقات الادباء. طلائع المقدور. ابجد العلوم. عمدة التواریخ. آئینه اودھ واقعات
شجاع. نفحات الا نس. سـوانـح محمد قاسم. مولوی فضل الرحمن. بستان المحدثین. تراجم حنفیه.
گـلا ب نـامـه. تاریخ حصار. تاریخ بهاولپور. تاریخ سیالکوٹ. تاریخ نحات. تاریخ پٹیاله. تاریخ روسیه.
تـاریـخ لاهـور. روز روشـن. شـمـع انـجمن. صبح گلشن. تذکرة الشعراء دولت شاهی. ترجمان
وهـابیـه. تـاریـخ الـحـکـمـاء. یادگار خواجه معینؒ الـدیـن چشتـی. تـقـویم اللسان. تزک تیمور.

﴿ج﴾

کتب الاصول

تحریر ابن همام. کشف الاسرار علی البزدوی. جمع الجوامع مع شرحه. بنانی. کشف المبھم. مسلم الثبوت. تدریب الراوی. تلویح. توضیح. چلپی. ملا خسرو. شیخ الاسلام. الفیه عراقی. فتح المغیث. بزدوی لفخرالاسلام. الفقه الاکبر. وصایا الامام. نخبه. شرح نخبه لعلی قاری. اصول شاشی. فصول الحواشی. زبدة الاصول آملی. شرح نخبه للمصنف. اصول حکمیه ابن قیم. حسامی. مولوی حسامی. مرقاةالوصول. مرآة الاصول. المنار. نورالانوار. نسمات الاسحار. فصول الحواشی. مقدمه ابن صلاح. ظفر الامانی شرح مختصر الجرجانی. قمر الاقمار. اشراق الابصار.

فقہ

فتح القدیر هدایه. عینی هدایه. هدایه محشّٰی عبدالحیّ. سعایه شرح وقایه. چلپی شرح وقایه. غایة الحواشی. نقایه شرح شرح وقایه. الشامی مع تکمله. بحرالرائق. تکمله بحرالرائق. منحة الفائق. کبیری شرح منیه. منیری شرح قدوری. الجوهرة النیرة. اشباه والنظائر. قانون الاسلام. عنوان الشرف. هدیه مختاره. الجامع الصغیر. زیادات. شرح زیادات. تحفة الاخیار. نورالایمان. النافع الکبیر. النفخة المسکینه. التحفة الملکیه. رساله اکثار التعبدوالجهد. روية الهلال. فتح المقتدی. هلال رمضان. الشهادة فی الارضاع. جماعة النساء. رسالة علی المندیل. الاجوبة الفاضله. اعتبار الکتب. رسالة الاسناد. رسالةالتصحیح. النسخ والترجیح. نفع المفتی. نفع السائل. دفع الوسواس. زجر الناس فی اثر ابن عباس. تحذیر الناس. شرب الدخان. اخر جمعة. القراءة بالترجمة. الانصاف فی الاعتکاف. رساله السبحة. رساله الرهن. الاکثار فی التعبد. رساله الجرح والتعدیل. تبصرة الناقد. الفتاوٰیالثلاثة للشیخ عبدالحی. الکلام المبرم. الکلام المبرور. السعی المشکور. امام الکلام غیث الغمام. الاثار المرفوعة. دلیل الطالب. بدورالاهلة. حمایة الفقه. مجلة الاحکام. کتاب الفرائض. مسائل الشریعة. الروض المستنقع. صیانة الناس. سلک نور. کلمة الحق. رسائل ابن عابدین الشامی. اجابة الغوث ببیان حال النقباء والنجباء والابدال والاوتاد والغوث. غایة البیان فی ان وقف الاثنین علی انفسهما وقف لا وقفان. غایة المطلب فی اشتراط الواقف. عود النصیب الی اهل الدرجة الاقرب فالاقرب. الاقوال الواضحة فی نقض القسمة و مسئلة الدرجة الجعلیه. تنبیه الرقود علی مسائل النقود. العلم الظاهر فی نفع النسب الطاهر. اجوبة محقّقة عن اسئلة مفترقة. رفع الانتقاض و دفع الاعتراض

علی قولهم الایمان مبنیة علی الالفاظ لاعلی الاغراض. تنبیه ذوی الافهام علی احکام التبلیغ خلف الامام. رساله الابانة علی اخذ الاجرة علی الحضانة. اتحاف الزکی النبیه بجواب ما یقول الفقیه. الفوائد العجیبة فی اعراب الکلمات الغریبة. الفوائد المخصصة باحکام الحمصة. تحبیر التحریر فی ابطال القضاء با لفسخ بالغبن الفاحش بلا تعزیر. اعلام الاعلام باحکام الاقرار العام. رفع التردّد فی عقد الاصابع عند التشهّد مع رساله ملا علی قاری. نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف. شرح المنظومة المسماة بعقود رسم المفتی. سل الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد النقشبندی. تنبیه الولاة والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احد اصحابه الکرام. شفاء العلیل و بل الغلیل فی حکم الختمات والتهالیل. الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم. منهل الواردین من بحار الفیض علی ذخر المتاهلین. عقود اللآلی فی اسانید العوالی. الجواهر النیّرة. الکنز. کلان مجتبائی. فتاویٰ حدیثیه. ذب عن المعاویه. درر فاخره. ردّ شن الغارة. مصباح الادلة. غایة الکلام علی عمل المولد والقیام. کشف علماء یاغستان. اختیار الحق ردّ انتصار الحق. ایضاح الحق. الصریح فی احکام المیت والضریح. احسن البیان علیٰ سیرة النعمان. تفهیم المسائل. اثبات بالجهر بالذکر. تذکرة الراشد رد تبصرة الناقد. صواعق الٰهیه. جامع الشواهد لاخراج الوهابین من المساجد. تقدیس الرحمٰن من الکذب والنقصان. انتظام المساجد. انتصار الاسلام. تنبیه المفسدین. نان و نمک. کلمة الحق. پیری و مریدی. اعتقاد رساله شیعه. انصاف من اسباب الاختلاف. صیانة الانسان. محاکمه بین الاحمدین. تنقید الکلام الی غوث الانام. سیف الابرار. الردالمعقول. التمهید فی التقلید. معیارالمذاهب. استفتا مذهب اهل سنت. رموز القرآن. جامع القواعد. توفیق الکلام فی الفاتحة. تحقیق المرام فی ردّ علی القراءة خلف الامام. البحر الزخارفی الرد علیٰ صاحب الانتصار. البلاغ المبین فی اخفاء الآمین. القول الفصیح فی الفاتحة. شوارق صمدیه ترجمه بوارق. تحفة المسلمین علی الآمین. ترویح الموحدین فی التراویح. فتویٰ احتیاط بعد الظهر. صلح الاخوان. صواعق الٰهیه حسین شاه بخاری. دلائل الرسوخ. جامع الکنوز. الباعث علیٰ انکار البدع. ترک القراءة للمقتدی. تحفة الکرام. عشره مبشره. رساله تراویح. فتاویٰ العلماء. اظهار الحق. تنقیح الاربعین. الکلام المبین. تزیین العبارة فی الاشارة. مجموعه فتاویٰ. گیاره سوال. الکوکب الاجوج.

﴿ح﴾

بوارق الاسماع. بشنوید. درجات الصاعدین. اصول الایمان. اجراء الصفات دارالسلام. ماثبت بالسنه. کتاب الفرج. اختیار الحق. البراھین القاطعة. مدالباع. فیوض قاسمیه. انوار نعمانیه. رفع الریبه. سته ضروریه. سیوف الابرار. حقیقة الاسلام. کفارة الذنوب. ھدیة البھیة. نظام الملة. اسرار غیبیه. رسائل شاہ ولی اللہ. تکمیل الایمان. پردہ پوشی. تنویر القدیر. قاضی خان عالم گیری.

علم کلام

شرح مواقف مع عبدالحکیم. چلپی. تکملات. شرح مقاصد. الجواب الفصیح. تحفة الاشعریه شیعه. کتاب العقل والنقل ابن تیمیه. تصانیف احمد اوّل،دوم. تهذیب سه ۳ مجلد. حضرات التجلی. شرح عقائد مع حاشیه سنبهلی. الصراط المستقیم لابن تیمیه. ردّ نصاریٰ. مسألة امکان. لسان الحق. رد امکان. عجالة الراکب. معتقد. المنقذ من الضلال. حقیقت روح. اقتصاد. جوش مذھبی. حجة الھند. مطالع الانظار. قضا و قدر. کتاب الطھارة. ترجمه ریفارمر. طرق حکمیه. الجام العوام. المضنون به. آب حیات. لسان الصدق. مراسلات مذھبی. نونیّه. نصیحة التلمیذ. منھاج. جواب تحریف القرآن. ردّ تناسخ. ابطال الوھیت. تصدیق براھین احمدیه. اسلام ھند. الجزیه. جلوہ کائنات. النظر علی الغزالی. فضائل غزالی. رموز ھستی. تحفة الھند. تصدیق الھنود. دین محمدی. طعن الرماح. ظفر مبین. سوط اللہ الجبار. امداد الآفاق. ھدیه مھدویه. ویدوں کی حقیقت. ترجیح القرآن. رساله عرشیه. شرح جوھرہ. تمھید. شرح عقاید خیالی. شرح جلالی. شرح عقیدہ کبریٰ. عبدالحکیم خیالی. رساله حی بن یقظان. شرح طوالع. توربُشتی. شرح فقه اکبر وا مالی. عقیدہ صابونیه. واسطیه. تقریر دلپذیر. قبله نما. انتصارالاسلام. اعلام الاخبار. خلعة الھنود. سوال و جواب. نورمحمدی. الاساس المتین. تحقیق ذبح. فیض معظم. عقوبة الضالین. تنزیه الانبیا. اثبات الواجب. تھافة الفلاسفه. المطالب العالیه. دبستان مذاھب. ملل و نحل شھرستانی. حمیدیه. اسرار حج. برکات الاسلام. الالھام الفصیح فی حیاة المسیح. تحقیق الکلام فی الحیٰوة. احقاق الحق. کشف الالتباس. ایضاح. المنقذمن الضلال.

﴿خ﴾

منطق

ایساغوجی. یک روزہ. میرایساغوجی. ھدایة النحو. قطبی. میرقطبی. مولوی قطبی. قل احمد. منیری...... شرح تھذیب فارسی. اربع عناصر. شرح تھذیب عربی. منطق قیاسی. منطق استقرائی. المنطق الجدید. مبادی الحکمہ. مرقاة. مجموعہ منطق مّلا حسن. حمداللّٰہ. قاضی. سُلّم عبدالعلی سلم. منھیہ عبدالعلی برسُلّم. تحریم المنطق ابن تیمیہ. رسالہ قطبیہ خیر آبادی غلام یحییٰ. میر زاھد رسالہ. عبد العلی میر زاھد رسالہ. حواشی عبدالحی المرحوم. مرقاة. عبدالحق مر قاة. تحفہ شاھجھانی. عبدالحلیم برحمد اللہ. ردالمغالطین. ملا جلال. عبدالعلی. ملا جلال قلمی وطبع. میبذی. ھدیہ سعیدیہ. عبدالحق علی ھدیہ. صدرا. شمس بازغہ. جواھر غالیہ. حواشی امور عامہ. بحرالعلوم امور عامہ. سقایة الحکمة. شرح اشارات. ھدیہ مھانراجہ. شفا شیخ. افق المبین. جذوات اسفار اربعہ.

اخلاق وتصوف

احیاء العلوم ھند و مصر مع عوارف شیخ سھروردی. شرح احیاء. ۱۰ مجلد. حجة اللّٰہ البالغہ. میزان شعرانی. فتوحات مکیہ ۴ مجلد. رحمة الامہ. کشف الغمہ. غنیہ. فصل الخطاب محمد پارسا. مثنوی مولوی روم. لب لباب. شرح بحر العلوم. منازل شرح مدارج السالکین. حاوی الارواح. طریق الھجرتین. اعلام الموقعین عن رب العالمین. شرح کتاب التوحید. کتاب الایمان. کتاب الروح. ایضًا از غزالی مترجم. ایضًا الفتوح فی احوال الروح. مکتوبات یحیٰی منیری و خواجہ معصوم. جواھر فریدی. دلیل العارفین. مکتوبات شیخ عبدالحق. سبع سنابل. مکتوبات مولوی اسماعیل وحبیب اللّٰہ قندھاری. مکتوبات امام ربانی و مظھر جان و غلام علی صاحب. رسالہ امام قشیری. زبدة المقامات. ملھمات. فوائد الفوائد. افضل الفوائد. کلمة الحق. مقامات ربّانی. فیض ربّانی. فتوح الغیب. مناقب شیخ عبدالقادر. شفاء العلیل. البلاغ المبین. منصب امامت. شرح حزب البحر. عجالہ نافعہ. الصراط المستقیم. انسان کامل. برزخ ابو سالمی. آب حیات. ادامة الشکر. مقالہ فصیحہ. شیروشکر. تقویة الایمان. سرور المحزون. جواب شاہ عبدالعزیز. ردّ اعتراضات بر امام ربانی.

﴿ د ﴾

شرح فصوص الحکم فارسی و عربی و اردو. عوارف. مکارم الاخلاق. ایقاظ الرقود. بزرالمنفعه. دواء القلب. تبشیر العاصی. تحصیل الکمال. تسلیة المصاب. منجیات. زواجر. کشف اللئام. کشف الغمة. فتنة الانسان. الانفکاک. النصح السدید. ملاک السعاده. عمارة الاوقات. دعوة الحق. دعوة الداع. زیا دة الایمان. نکات الحق. کلمة الحق. اسرار الوحدة. رساله توحیدیه. بحر المعانی. وجوه العاشقین. انیس الغرباء. تحفة الملوک. مجموعه رسائل تصوف. بشارة الفساق. محو الحوبة. المفتقر فی حسن الظن. غراس الجنة. تذکیر الکل. ضوء الشمس. وسیله النجات. عشر. رفع الالتباس. ایقاظ النیام. اصلاح ذات البین. جلاء القلوب تذکرة المحبوب. تحفه حسن. پیری مریدی. راه سنت. تصورِ شیخ. کیمیاء سعادت. انشاء الدوائر. اسوه حسنه. برزخ. مکتوبات قدوسیه مع جواهر صمدیه. شرح اسماء حسنیٰ امام غزالی. شرح اربعین ابن حجرمکی. قوة القلوب ابو طالب مکی. سراج القلوب. حیٰوة القلوب. علم الکتاب. تعرف. تنبیه المفترین. جامع اصول الاولیاء. کتاب المدخل. مبدأ معاد. کلمه الحق. خلاصه. اربعه انهار. کشف الحجاب. نکات الحق. ارشاد رحیمیه. انفاس رحیمیه. سبیل الرشاد. سته ضروریه. معین الارواح. توحیدیه. مرأة العاشقین. صحائف السلوک. حظیرة القدس. موائد العوائد. نالۂ عندلیپ. آه سرد. درد دل. نالۂ درد. شمع محفل.

طب

تذکره داؤد. نزهة البهجة. کامل الصناعة. قانون بوعلی مصر ۳ سه مجلد. حمیات قانون مع معالجات قلمی. اکسیراعظم فارسی ۴ مجلد. محیط اعظم ۳ مجلد. قرابادین اردو. فارسی جلد اول. اکسیر امام الدین کپورتهله. مخزن سلیمانی. زهراوی نمبر ۱ ۱. جامع الشرحین. سکندری طبع و قلمی. یاقوتی. رکن اعظم بحران. نیّراعظم نبض. خلاصة الحکمة. میزان الطب مع رسائل. التشریح الخاص. کتاب التحضیر. التشریح العام. امراض جلدیه. منح السیاسة. میاه معدنیه. تحفةالمحتاج. کتاب الکیمیا. کلپ دروم. دارا شکوئی. اورنگ زیبی. دواء الهند. معصومی. حیٰوة الحیوان.

مجربات اکبری. طبری نصف اول. ریاض الفوائد. تذکرہ اسحاقیہ. مفردات اسحاقیہ. محیط. اکسیر ملتانی عربی. رسالہ افیون. رسالہ اورام. ترتیب العلل. تشریح الامراض. ہیموپیتھک. افضل المقال حالات اطبّاء. قرابادین ویدک. غایۃ الغایہ برء الساعہ. رسائل ہندیہ. شرح قانونچہ. زمرد. کنوز الصحۃ. غایۃالمرام. علاج الامراض. ہائیجین. طب رحیمی. کلیات علم. فزیکل کانگرس. علم الامراض.رسالہ جراحۃ. رسالہ اطفال. مبلغ الیراح. بقائی. شبری. معمولات احمدیہ. مٹیریامیڈیکا. مجربات سموم. وباء ہیضہ. بحث اخلاط و اخبارات طب. علاج الابدان. شفاء الامراض. رسالہ غذا. وسائل الابتہاج. السراج الوہاج. رسالہ امراض قلب. حفظ صحت. شرح مفرح. بحرالجواہر. بہجۃ الرؤساء. سرجری. گنجینۂ فنون صنعت. تحفۂ عیش. طب جمالی. رسالہ آتشک. مجربات بشیر. رسالہ جدری. زبدۃ المفردات. زمرد اخضر. عنبر. ہدایت الموسم. طب راجندری. فصول الاعراض. مجربات بوعلی. کنزالاسرار. مجربات رضائی. علاج الماء. رسالہ کیمیا. نباتات حیوانات. تشریح الدق. ضیاء الابصار. ذیابیطس. مراق. عجالہ مسیحی. سعادت دارین. رسالہ آواز. رسالہ ہیضہ. تکشیف الحکمہ. طبیب لاہور. بٹنگ. رسالہ آتشک. معدن الحکمہ. رسالہ ہیضہ. رسالہ فصد. رسالہ نبض. خُف علائی. امرت ساگر. رموزالحکمہ. رسالہ مطب علوی. طب شہابی. علاج الابدان. آئینہ طبابت. تکمیل الحکمۃ. بواسیر. مخدرات. مسکرات. رسالہ آتشک. سوزاک. رسالہ باہ. کفایۃ العوام. صحۃ الحوامل. صحت نمائے ازدواج. ناصرالمعالجین. قرابادین. فزیشین. جامع شفائیہ. مفید عام معین الحکیم. سدیدی قلمی و مطبع. قرابادین اعظم. افادات کیمیریہ. علاج الامراض. علم الامراض. نفیسی کامل. سدیدی کامل. خزائن الملوک. حیر التجارب. خلاصۃ التجارب. عجالہ نافعہ. طب کریمی. صناعات ویدک. تحفہ محمد شاہی. قرابادین مظہری. قرابا دین ویدک. برء الساعہ. رسائل نتھوشاہ. رسالہ مراق. کنزالمسہلین. اکسیرالامراض. تحقیقات نادرہ. دستور النجاۃ فی علاج الحمیات. کشت زار. قرابادین حاذق. قرابادین ذکائی. مخزن المفردات. منہاج الدکان. علاج ا لحمی. تریاق اعظم. جنۃ الواقیۃ. زبدۃ الحکمۃ. خلاصۃ الحکمۃ. الطاعون. دفع الطاعون. حرز الطاعون. طبیب الغرباء. مظہر العلوم.

﴿ز﴾

رسائل کیمیا. حافظه احمدی. شفاء للناس. اصول علاج الماء. اختیار التولید. تشریح الاورام. الصحة. نور الحکمه. بحر محیط. گلدسته مجربات. معلم الصحة. ابراهیم شاهی. فرخ شاهی. حاوی کبیر. حاوی صغیر. علاج کلب الکلب. تحلیل البول. قادری

کتب مذاہب

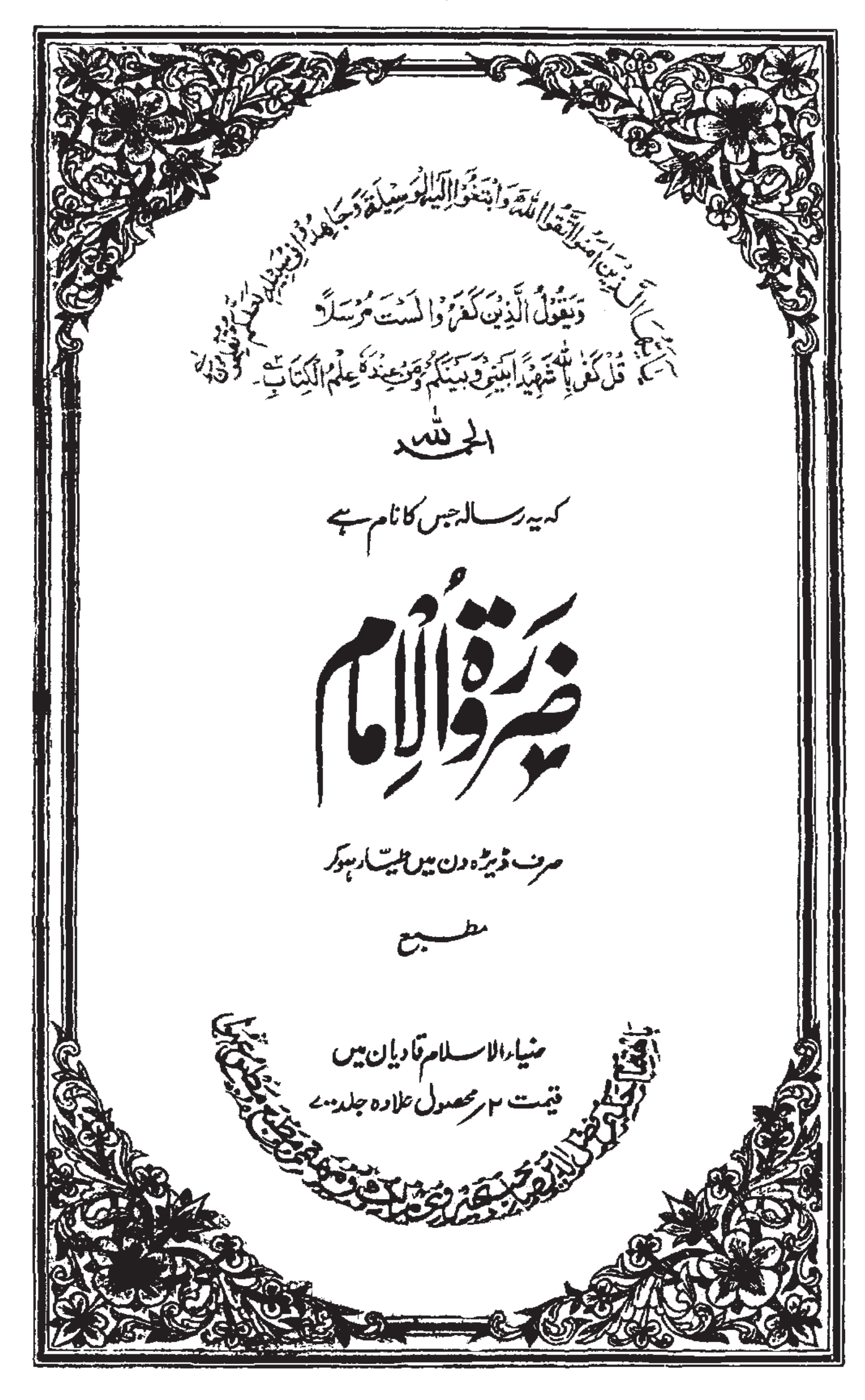
وید۱۰ مجلد۔ رگوید۔ یجروید۔ اتھرین وید۔ شام وید۔ ترجمہ دہلی۔ ترجمہ ویدبھومکا۔ ستیارتھ پرکاش سنسکرت واردو۔ منو۔ پاک دلک۔ پرمانند۔ کتب جین مت۔ کتب الکھ دھاری۔ جواب ستیارتھ سنسکرت میں۔ زندوستا۔ سفرنگ۔ دساتیر۔ بدھ مذہب۔ فیتھ آف دی ورلڈ۔ ڈریپر۔ الواح الجواہر ہرمس۔ کتب مذہب بابی۔ مصحف ہرمس۔ گرنتھ نانک صاحب وغیرہ۔ جنم ساکھی۔ صحیفہ فطرۃ...... توریت عبری۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ کتب عہد قدیم۔ عبری۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ اناجیل اربعہ عربی اردو و فارسی۔ اناجیل طفولیت و مریم۔ کتب عہد جدید۔ تفسیر زبور۔ تفسیر انجیل متی۔ تفسیر انجیل مرقس۔ تفسیر انجیل لوقا۔ تفسیر انجیل یوحنا۔ تفسیر اعمال۔ تفاسیر رومن میں۔ تفسیر خط قرنتیاں۔ تفسیر خطوط پولس۔ رسولوں کے خطوط کی تفسیر۔ اعمال کی تفسیر۔ دعا عمیم۔ کلید الکتاب۔ تالمود۔ الٰہیات کی کتاب۔ رسائل الٰہیات۔ تشریح التثلیث۔ خطوط بنام نوجوان۔ جامع الفرائض۔ صلوات عمومیہ۔ مفتاح الاسرار۔ اگسٹن کے اقرار۔ مسیح کی بے گناہی۔ مسیح ابن اللہ۔ مسیح کا جی اٹھنا۔ طریق الاولیاء۔ تعلیم علم الٰہی۔ یسوع کا احوال۔ خلاصۃ التواریخ۔ پندرہ لیکچر۔ میزان الحق۔ طریق الحیات۔ مفتاح التوریت۔ اسرار الٰہی۔ تقلید المسیح۔ اعجاز مسیحی۔ عین الحیات۔ نبی معصوم۔ الثلثة الکتب۔ تیغ و سپر۔ نیاز نامہ۔ الوہیت مسیح۔ تحریف القرآن۔ اعجاز القرآن۔ ھدایة المسلمین۔ عبد المسیح۔ تواریخ محمدی۔ صدائے غیب۔ نکات احمدیہ۔ اندرونہ بائبل۔ اصول سیکالوجی۔ متھالوجی۔ ہوائے زمانہ۔ الہٰیات۔ انجیل تبت والہ۔

رسائل علوم مختلفہ

اُکر چند اقسام کے. علم الھوا. علم الماء. علم السکون. علم الھیئت. علم مثلث. علم مقنطرات. رسائل مجیب. اقلیدس پندره مقاله. علم مناظر. رسائل علم مرایا. ام التواریخ. گلبن تاریخ. رسائل نباتات. رسائل علم الحیوانات. سر السماء. توشجیه. منطل فلاسفی. رسائل جیالوجی. مبادی الطبیعات. سلسله تعلیم طبیعه و فلسفه. مفاتیح العلوم. فهرست ابن ندیم. کشف الظنون. کشف القنوع. فهرست خدیویه. التوفیقات الالهامیه. جامع بهادر خانی.

☆

ٹائیٹل بار اول



یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ

الحمد للہ

کہ یہ رسالہ جس کا نام ہے

ضرورۃ الامام

صرف ڈیڑھ دن میں طیار ہوکر

مطبع

ضیاء الاسلام قادیان میں

قیمت ۲ر محصول علاوہ جلد

﴿۲﴾

ضَرُورَۃُ الامَام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

امابعد واضح ہو کہ حدیث صحیح☆ سے ثابت ہے کہ جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے۔ یہ حدیث ایک متقی کے دل کو امام الوقت کا طالب بنانے کے لئے کافی ہو سکتی ہے کیونکہ جاہلیت کی موت ایک ایسی جامع شقاوت ہے جس سے کوئی بدی اور بدبختی باہر نہیں۔ سو بموجب اس نبوی وصیت کے ضروری ہوا کہ ہر ایک حق کا طالب امام صادق کی تلاش میں لگا رہے۔

یہ صحیح نہیں ہے کہ ہر ایک شخص جس کو کوئی خواب سچی آوے یا الہام کا دروازہ اس پر کھلا ہو وہ اس نام سے موسوم ہو سکتا ہے بلکہ امام کی حقیقت کوئی اور امر جامع اور حالت کاملہ تامہ ہے جس کی وجہ سے آسمان پر اس کا نام امام ہے؟ اور یہ تو ظاہر ہے کہ صرف تقویٰ اور طہارت کی وجہ سے کوئی شخص امام نہیں کہلا سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا[1] پس اگر ہر ایک

☆حدثنا عبداللّٰہ حدثنا ابی حدثنا اسود بن عامر انا ابوبکر عن عاصم عن ابی صالح عن معاویۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من مات بغیر امام مات میتۃ جاھلیۃ صفحہ نمبر ۹۶ جلدنمبر ۴ مسند احمد و اخرجہ احمد والترمذی و ابن خزیمۃ و ابن حبان و صححہ من حدیث الحارث الاشعری بلفظ من مات ولیس علیہ امام جماعۃ فان موتتہ موتۃ جاھلیۃ. ورواہ الحاکم من حدیث بن عمرو من حدیث معاویۃ و رواہ البزّار من حدیث ابن عباس.

[1] الفرقان:۷۵

متقی امام ہے تو پھر تمام مومن متقی امام ہی ہوئے اور یہ امر منشاء آیت کے برخلاف ہے اور ایسا ہی بموجب نصّ قرآن کریم کے ہر ایک ملہم اور صاحب رؤیا صادقہ امام نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ قرآن کریم میں عام مومنین کے لئے یہ بشارت ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا[1] یعنی دنیا کی زندگی میں مومنین کو یہ نعمت ملے گی کہ اکثر سچی خوابیں انہیں آیا کریں گی یا سچے الہام ان کو ہوا کریں گے۔ پھر قرآن شریف میں ایک دوسرے مقام میں ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا[2] یعنی جو لوگ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور پھر استقامت اختیار کرتے ہیں فرشتے ان کو بشارت کے الہامات سناتے رہتے ہیں اور ان کو تسلی دیتے رہتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو بذریعہ الہام تسلی دی گئی۔ لیکن قرآن ظاہر کر رہا ہے کہ اس قسم کے الہامات یا خوابیں عام مومنوں کے لئے ایک روحانی نعمت ہے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت ہوں اور ان الہامات کے پانے سے وہ لوگ امام وقت سے مستغنی نہیں ہو سکتے اور اکثر یہ الہامات ان کے ذاتیات کے متعلق ہوتے ہیں اور علوم کا افاضہ ان کے ذریعہ سے نہیں ہوتا اور نہ کسی عظیم الشان تحدّی کے لائق ہوتے ہیں اور بہت سے بھروسے کے قابل نہیں ہوتے بلکہ بعض وقت ٹھوکر کھانے کا موجب ہو جاتے ہیں۔ اور جب تک امام کی دستگیری افاضہ علوم نہ کرے تب تک ہرگز ہرگز خطرات سے امن نہیں ہوتا۔ اس امر کی شہادت صدر اسلام میں ہی موجود ہے۔ کیونکہ ایک شخص جو قرآن شریف کا کاتب تھا اس کو بسا اوقات نور نبوت کے قرب کی وجہ سے قرآنی آیت کا اس وقت میں الہام ہو جاتا تھا جبکہ امام یعنی نبی علیہ السلام وہ آیت لکھوانا چاہتے تھے۔ ایک دن اس نے خیال کیا کہ مجھ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا فرق ہے۔ مجھے بھی الہام ہوتا ہے۔ اس خیال سے وہ ہلاک کیا گیا۔ اور لکھا ہے کہ قبر نے بھی اس کو باہر پھینک دیا۔ جیسا کہ بلعم ہلاک کیا گیا۔ مگر عمر رضی اللہ عنہ کو بھی الہام ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنے تئیں کچھ چیز نہ سمجھا۔ اور امامتِ حقّہ جو آسمان کے خدا نے زمین پر قائم کی تھی اس کا شریک بننا نہ چاہا۔ بلکہ ادنیٰ چاکر

﴿۳﴾

[1] یونس:۶۵ [2] حٰمٓ السجدۃ:۳۱

اور غلام اپنے تئیں قرار دیا۔ اس لئے خدا کے فضل نے ان کو نائب امامتِ حقّہ بنا دیا۔ اور اویس قرنی کو بھی الہام ہوتا تھا اس نے ایسی مسکینی اختیار کی کہ آفتاب نبوت اور امامت کے سامنے آنا بھی سوءادب خیال کیا۔ سیدنا حضرت محمد☆ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بارہا یمن کی طرف منہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ اَجِدُ رِیْحَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَن ۔ یعنی مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اویس میں خدا کا نور اترا ہے۔ مگر افسوس کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ امامت حقّہ کی ضرورت کو نہیں سمجھتے اور ایک سچّی خواب آنے سے یا چند الہامی فقروں سے خیال کر لیتے ہیں کہ ہمیں امام الزمان کی حاجت نہیں کیا ہم کچھ کم ہیں؟ اور یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ ایسا خیال سراسر معصیت ہے ﴿۴﴾ کیونکہ جب کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام الزمان کی ضرورت ہر ایک صدی کیلئے قائم کی ہے اور صاف فرما دیا ہے کہ جو شخص اس حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف آئے گا کہ اس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وہ اندھا آئے گا اور جاہلیت کی موت پر مرے گا۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ملہم یا خواب بین کا استثناء نہیں کیا جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ملہم ہو یا خواب بین ہو اگر وہ امام الزمان کے سلسلہ میں داخل نہیں ہے تو اس کا خاتمہ خطرناک ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اس حدیث کے مخاطب تمام مومن اور مسلمان ہیں اور ان میں ہر ایک زمانہ میں ہزاروں خواب بین اور ملہم بھی ہوتے آئے ہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ امّت محمدیہ میں کئی کروڑ ایسے بندے ہوں گے جن کو الہام ہوتا ہوگا۔ پھر ماسوا اس کے حدیث اور قرآن سے یہ ثابت ہے کہ امام الزمان کے وقت میں اگر کسی کو کوئی سچی خواب یا الہام ہوتا ہے تو وہ درحقیقت امام الزمان کے نور کا ہی پرتوہ ہوتا ہے جو مستعد دلوں پر پڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب دنیا میں کوئی امام الزمان آتا ہے تو ہزارہا انوار اس کے ساتھ آتے ہیں اور آسمان میں ایک صورت انبساطی پیدا ہو جاتی ہے اور انتشار روحانیت اور نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اٹھتی ہیں پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے اس کو سلسلہ الہام شروع ہو جاتا ہے اور جو شخص فکر اور غور کے ذریعہ

☆ ایڈیشن اول میں محمد کا لفظ کاتب سے سہواً رہ گیا ہے۔ (ناشر)

سے دینی تفقہ کی استعداد رکھتا ہے اس کے تدبّر اور سوچنے کی قوت کو زیادہ کیا جاتا ہے اور جس کو عبادات کی طرف رغبت ہو اس کو تعبد اور پرستش میں لذت عطا کی جاتی ہے۔ اور جو شخص غیر قوموں کے ساتھ مباحثات کرتا ہے اس کو استدلال اور اتمام حجت کی طاقت بخشی جاتی ہے۔ اور یہ تمام باتیں درحقیقت اسی انتشار روحانیت کا نتیجہ ہوتا ہے جو امام الزمان کے ساتھ آسمان سے اترتی اور ہر ایک مستعد کے دل پر نازل ہوتی ہے۔ اور یہ ایک عام قانون اور سنت الٰہی ہے جو ہمیں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رہنمائی سے معلوم ہوا اور ذاتی تجارب نے اس کا مشاہدہ کرایا ہے مگر مسیح موعود کے زمانہ کو اس سے بھی بڑھ کر ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے۔ اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے۔ اور یہ سب کچھ مسیح موعود کی روحانیت کا پرتوہ ہوگا۔ جیسا کہ دیوار پر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے تو دیوار منور ہو جاتی ہے۔ اور اگر چونہ اور قلعی سے سفید کی گئی ہو تو پھر تو اور بھی زیادہ چمکتی ہے۔ اور اگر اس میں آئینے نصب کئے گئے ہوں تو ان کی روشنی اس قدر بڑھتی ہے کہ آنکھ کو تاب نہیں رہتی۔ مگر دیوار دعویٰ نہیں کر سکتی کہ یہ سب کچھ ذاتی طور پر مجھ میں ہے۔ کیونکہ سورج کے غروب کے بعد پھر اس روشنی کا نام ونشان نہیں رہتا۔ پس ایسا ہی تمام الہامی انوار امام الزمان کے انوار کا انعکاس ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی قسمت کا پھیر نہ ہو اور خدا کی طرف سے کوئی ابتلا نہ ہو تو سعید انسان جلد اس دقیقہ کو سمجھ سکتا ہے اور خدانخواستہ اگر کوئی اس الٰہی راز کو نہ سمجھے اور امام الزمان کے ظہور کی خبر سن کر اس سے تعلق نہ پکڑے تو پھر اول ایسا شخص امام سے استغنا ظاہر کرتا ہے اور پھر استغنا سے اجنبیت پیدا ہوتی ہے اور پھر اجنبیت سے سوء ظن بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر سوء ظن سے عداوت پیدا ہوتی ہے اور پھر عداوت سے نعوذ باللہ سلب ایمان تک نوبت پہنچتی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت ہزاروں راہب ملہم اور اہل کشف تھے اور نبی آخر الزمان کے قرب ظہور کی بشارت سنایا کرتے تھے لیکن جب انہوں نے امام الزمان کو جو خاتم الانبیاء تھے قبول نہ کیا

﴿۵﴾

تو خدا کے غضب کے صاعقہ نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کے تعلقات خدا تعالیٰ سے بکلی ٹوٹ گئے اور جو کچھ ان کے بارے میں قرآن شریف میں لکھا گیا اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ وہی ہیں جن کے حق میں قرآن شریف میں فرمایا گیا وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ [1] اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ سے نصرت دین کیلئے مدد مانگا کرتے تھے اور ان کو الہام اور کشف ہوتا تھا اگرچہ وہ یہودی جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی خدا تعالیٰ کی نظر سے گر گئے تھے لیکن جب عیسائی مذہب بوجہ مخلوق پرستی کے مر گیا اور اس میں حقیقت اور نورانیت نہ رہی تو اس وقت کے یہود اس گناہ سے بری ہو گئے کہ وہ عیسائی کیوں نہیں ہوتے تب ان میں دوبارہ نورانیت پیدا ہوئی اور اکثر ان میں سے صاحب الہام اور صاحب کشف پیدا ہونے لگے اور ان کے راہبوں میں اچھے اچھے حالات کے لوگ تھے اور وہ ہمیشہ اس بات کا الہام پاتے تھے کہ نبی آخر زمان اور امام دوران جلد پیدا ہوگا اور اسی وجہ سے بعض ربانی علماء خدا تعالیٰ سے الہام پا کر ملک عرب میں آ رہے تھے اور ان کے بچہ بچہ کو خبر تھی کہ عنقریب آسمان سے ایک نیا سلسلہ قائم کیا جائے گا۔ یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ [2]۔ یعنی اس نبی کو وہ ایسی صفائی سے پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بچوں کو۔ مگر جب کہ وہ نبی موعود اس پر خدا کا سلام ظاہر ہو گیا۔ تب خود بینی اور تعصب نے اکثر راہبوں کو ہلاک کر دیا اور ان کے دل سیہ ہو گئے۔ مگر بعض سعادتمند مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام اچھا ہوا پس یہ ڈرنے کا مقام ہے اور سخت ڈرنے کا مقام ہے خدا تعالیٰ کسی مومن کی بلعم کی طرح بدعاقبت نہ کرے۔ الٰہی تو اس امت کو فتنوں سے بچا اور یہودیوں کی نظریں ان سے دور رکھ۔ آمین ثم آمین۔ ﴿۶﴾

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے قبائل اور قومیں اس غرض سے بنائیں کہ تا اس جسمانی تمدن کا ایک نظام قائم ہو اور بعض کے بعض سے رشتے اور تعلقات ہو کر ایک دوسرے کے ہمدرد اور معاون ہو جاویں۔ اسی غرض سے اس نے سلسلہ نبوت اور امامت قائم کیا ہے کہ تا امت محمدیہ میں روحانی تعلقات پیدا ہو جائیں اور بعض بعض کے شفیع ہوں۔

اب ایک ضروری سوال یہ ہے کہ امام الزمان کس کو کہتے ہیں اور اس کی علامات کیا ہیں اور اس کو دوسرے

[1] البقرۃ:۹۰ [2] البقرۃ:۱۴۷

ملہموں اور خواب بینوں اور اہل کشف پر ترجیح کیا ہے۔اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امام الزمان اس شخص کا نام ہے کہ جس شخص کی روحانی تربیت کا خدا تعالیٰ متولی ہو کر اس کی فطرت میں ایک ایسی امامت کی روشنی رکھ دیتا ہے کہ وہ سارے جہان کی معقولیوں اور فلسفیوں سے ہر ایک رنگ میں مباحثہ کر کے ان کو مغلوب کر لیتا ہے وہ ہر ایک قسم کے دقیق در دقیق اعتراضات کا خدا سے قوت پا کر ایسی عمدگی سے جواب دیتا ہے کہ آخر ماننا پڑتا ہے کہ اس کی فطرت دنیا کی اصلاح کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آئی ہے اس لئے اس کو کسی دشمن کے سامنے شرمندہ ہونا نہیں پڑتا۔ وہ روحانی طور پر محمدی فوجوں کا سپہ سالار ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر دین کی دوبارہ فتح کرے اور وہ تمام لوگ جو اس کے جھنڈے کے نیچے آتے ہیں ان کو بھی اعلیٰ درجہ کے قویٰ بخشے جاتے ہیں اور وہ تمام شرائط جو اصلاح کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ ﴿۷﴾ اور وہ تمام علوم جو اعتراضات کے اٹھانے اور اسلامی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے ضروری ہیں اس کو عطا کئے جاتے ہیں۔ اور بایں ہمہ چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کو دنیا کے بے ادبوں اور بدزبانوں سے بھی مقابلہ پڑے گا۔ اس لئے اخلاقی قوت بھی اعلیٰ درجہ کی اس کو عطا کی جاتی ہے اور بنی نوع کی سچی ہمدردی اس کے دل میں ہوتی ہے اور اخلاقی قوت سے یہ مراد نہیں کہ ہر جگہ وہ خواہ نخواہ نرمی کرتا ہے کیونکہ یہ تو اخلاقی حکمت کے اصول کے برخلاف ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جس طرح تنگ ظرف آدمی دشمن اور بے ادب کی باتوں سے جل کر اور کباب ہو کر جلد مزاج میں تغیر پیدا کر لیتے ہیں اور ان کے چہرہ پر اس **عذاب الیم** کے جس کا نام غضب ہے نہایت مکروہ طور پر آثار ظاہر ہو جاتے ہیں اور طیش اور اشتعال کی باتیں بے اختیار اور بے محل منہ سے نکلتی چلی جاتی ہیں۔ یہ حالت اہل اخلاق میں نہیں ہوتی۔ ہاں وقت اور محل کی مصلحت سے کبھی معالجہ کے طور پر سخت لفظ بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ لیکن اس استعمال کے وقت نہ ان کا دل جلتا نہ طیش کی صورت پیدا ہوتی ہے نہ منہ پر جھاگ آتی ہے ہاں کبھی بناوٹی غصّہ رعب دکھلانے کیلئے ظاہر کر دیتے ہیں اور دل آرام اور انبساط اور سرور میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اکثر سخت لفظ اپنے مخاطبین کے حق میں استعمال کئے ہیں جیسا کہ سور، کتے، بے ایمان، بدکار وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے

کہ نعوذ باللہ آپ اخلاق فاضلہ سے بے بہرہ تھے کیونکہ وہ تو خود اخلاق سکھلاتے اور نرمی کی تاکید کرتے ہیں بلکہ یہ لفظ جو اکثر آپ کے منہ پر جاری رہتے تھے یہ غصہ کے جوش اور مجنونانہ طیش سے نہیں نکلتے تھے بلکہ نہایت آرام اور ٹھنڈے دل سے اپنے محل پر یہ الفاظ چسپاں کئے جاتے تھے۔ غرض اخلاقی حالت میں کمال رکھنا اماموں کیلئے لازمی ہے۔ اور اگر کوئی سخت لفظ سوختہ مزاجی اور مجنونانہ طیش سے نہ ہو اور عین محل پر چسپاں اور عندالضرورت ہو تو وہ اخلاقی حالت کے منافی نہیں ہے اور یہ بات بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جن کو خداتعالیٰ کا ہاتھ امام بناتا ہے ان کی فطرت میں ہی امامت کی قوت رکھی جاتی ہے اور جس طرح الٰہی فطرت نے بموجب آیت کریمہ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ [1]۔ ہر ایک چرند اور پرند میں پہلے سے وہ قوت رکھ دی ہے جس کے بارے میں خداتعالیٰ کے علم میں یہ تھا کہ اس قوت سے اس کو کام لینا پڑے گا اسی طرح ان نفوس میں جن کی نسبت خداتعالیٰ کے ازلی علم میں یہ ہے کہ ان سے امامت کا کام لیا جاوے گا منصب امامت کے مناسب حال کئی روحانی ملکے پہلے سے رکھے جاتے ہیں اور جن لیاقتوں کی آئندہ ضرورت پڑے گی۔ ان تمام لیاقتوں کا بیج ان کی پاک سرشت میں بویا جاتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اماموں میں بنی نوع کے فائدے اور فیض رسانی کے لئے مندرجہ ذیل قوتوں کا ہونا ضروری ہے:

«۸»

اول۔ قوت اخلاق۔ چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں اور سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لئے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے تا ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو اور لوگ ان کے فیض سے محروم نہ رہیں۔ یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رزیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرہ بھی متحمل نہ ہو سکے اور جو امام زمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ ادنیٰ بات میں منہ میں جھاگ آتا ہے۔ آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں وہ کسی طرح امام زمان نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس پر آیت اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ [2]۔ کا پورے طور پر صادق آجانا ضروری ہے۔

دوم۔ قوت امامت ہے جس کی وجہ سے اس کا نام امام رکھا گیا ہے یعنی نیک باتوں

[1] طٰہٰ:۵۱ [2] القلم:۵

اور نیک اعمال اور تمام الٰہی معارف اور محبت الٰہی میں آگے بڑھنے کا شوق یعنی روح اس کی کسی نقصان کو پسند نہ کرے اور کسی حالت ناقصہ پر راضی نہ ہو۔ اور اس بات سے اس کو درد پہنچے اور دکھ میں پڑے کہ وہ ترقی سے روکا جاوے یہ ایک فطرتی قوت ہے جو امام میں ہوتی ہے اور اگر یہ اتفاق بھی پیش نہ آوے کہ لوگ اس کے علوم اور معارف کی پیروی کریں اور اس کے نور کے پیچھے چلیں تب بھی وہ بلحاظ اپنی فطرتی قوت کے امام ہے۔ غرض یہ دقیقہ معرفت یاد رکھنے کے لائق ہے کہ امامت ایک قوت ہے کہ اس شخص کے جوہر فطرت میں رکھی جاتی ہے جو اس کام کیلئے ارادہ الٰہی میں ہوتا ہے۔ اور اگر امامت کے لفظ کا ترجمہ کریں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ **قوت پیشروی**۔ غرض یہ کوئی عارضی منصب نہیں جو پیچھے سے لگ جاتا ہے بلکہ جس طرح دیکھنے کی قوت اور سننے کی قوت اور سمجھنے کی قوت ہوتی ہے اسی طرح یہ آگے بڑھنے اور الٰہی امور میں سب سے اول درجہ پر رہنے کی قوت ہے اور انہی معنوں کی طرف امامت کا لفظ اشارہ کرتا ہے۔ ﴿۹﴾

تیسری قوت بسطت فی العلم ہے جو امامت کیلئے ضروری اور اس کا خاصہ لازمی ہے۔ چونکہ امامت کا مفہوم تمام حقائق اور معارف اور لوازم محبت اور صدق اور وفا میں آگے بڑھنے کو چاہتا ہے۔ اسی لئے وہ اپنے تمام دوسرے قویٰ کو اسی خدمت میں لگا دیتا ہے اور رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا[1] کی دعا میں ہردم مشغول رہتا ہے اور پہلے سے اس کے مدارک اور حواس ان امور کے لئے جوہر قابل ہوتے ہیں۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے علوم الٰہیہ میں اس کو بسطت عنایت کی جاتی ہے اور اس کے زمانہ میں کوئی دوسرا ایسا نہیں ہوتا جو قرآنی معارف کے جاننے اور کمالات افاضہ اور اتمام حجت میں اس کے برابر ہو اس کی رائے صائب دوسروں کے علوم کی تصحیح کرتی ہے۔ اور اگر دینی حقائق کے بیان میں کسی کی رائے اس کی رائے کے مخالف ہو تو حق اس کی طرف ہوتا ہے کیونکہ علوم حقہ کے جاننے میں نور فراست اس کی مدد کرتا ہے۔ اور وہ نور ان چمکتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ دوسروں کو نہیں دیا جاتا وَذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ پس جس طرح مرغی انڈوں کو اپنے پروں کے نیچے لے کر ان کو بچے بناتی ہے اور پھر بچوں کو پروں کے نیچے رکھ کر اپنے جوہر ان کے اندر

[1] طٰہٰ:۱۱۵

پہنچا دیتی ہے اسی طرح یہ شخص اپنے علوم روحانیہ سے صحبت یابوں کو علمی رنگ سے رنگین کرتا رہتا ہے اور یقین اور معرفت میں بڑھاتا جاتا ہے مگر دوسرے ملہموں اور زاہدوں کیلئے اس قسم کی بسطت علمی ضروری نہیں کیونکہ نوع انسان کی تربیت علمی ان کے سپرد نہیں کی جاتی۔ اور ایسے زاہدوں اور خواب بینوں میں اگر کچھ نقصان علم اور جہالت باقی ہے تو چنداں جائے اعتراض نہیں کیونکہ وہ کسی کشتی کے ملاّح نہیں ہیں بلکہ خود ملاح کے محتاج ہیں۔ ہاں ان کو ان فضولیوں میں نہیں پڑنا چاہئے کہ ہم اس روحانی ملاح کی کچھ حاجت نہیں رکھتے ہم خود ایسے اور ایسے ہیں۔ اور ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ ضرور ان کو حاجت ہے جیسا کہ عورت کو مرد کی حاجت ہے۔ خدا نے ہر ایک کو ایک کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ پس جو شخص امامت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اگر وہ ایسا دعویٰ زبان پر لائے گا تو وہ لوگوں سے اسی طرح اپنی ہنسی کرائے گا جیسا کہ ایک نادان ولی نے بادشاہ کے روبرو ہنسی کرائی تھی اور قصہ یوں ہے کہ کسی شہر میں ایک زاہد تھا جو نیک بخت اور متقی تو تھا مگر علم سے بے بہرہ تھا اور بادشاہ کو اس پر اعتقاد تھا اور وزیر بوجہ اس کی بے علمی کے اس کا معتقد نہیں تھا۔ ایک مرتبہ وزیر اور بادشاہ دونوں اس کے ملنے کیلئے گئے اور اس نے محض فضولی کی راہ سے اسلامی تاریخ میں دخل دے کر بادشاہ کو کہا کہ اسکندر رومی بھی اس امت میں بڑا بادشاہ گذرا ہے تب وزیر کو نکتہ چینی کا موقعہ ملا اور فی الفور کہنے لگا کہ دیکھئے حضور فقیر صاحب کو علاوہ کمالات ولایت کے تاریخ دانی میں بھی بہت کچھ دخل ہے۔ سو امام الزمان کو مخالفوں اور عام سائلوں کے مقابل پر اس قدر الہام کی ضرورت نہیں جس قدر علمی قوت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ شریعت پر ہر ایک قسم کے اعتراض کرنے والے ہوتے ہیں۔ طبابت کے رو سے بھی ہیئت کے رو سے بھی، طبعی کے رو سے بھی، جغرافیہ کے رو سے بھی اور کتب مسلمہ اسلام کے رو سے بھی اور عقلی بناء پر بھی اور نقلی بناء پر بھی اور امام الزمان حامی بیضۂ اسلام کہلاتا ہے۔ اور اس باغ کا خدا تعالیٰ کی طرف سے باغبان ٹھہرایا جاتا ہے اور اس پر فرض ہوتا ہے کہ ہر ایک اعتراض کو دور کرے اور ہر ایک معترض کا منہ بند کر دے اور صرف یہ نہیں بلکہ یہ بھی اس کا فرض ہوتا ہے کہ نہ صرف اعتراضات دور کرے بلکہ اسلام کی خوبی اور خوبصورتی بھی دنیا پر ظاہر کر دے۔ پس

﴿۱۰﴾

ایسا شخص نہایت قابل تعظیم اور کبریت احمر کا حکم رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کے وجود سے اسلام کی زندگی ظاہر ہوتی ہے اور وہ اسلام کا فخر اور تمام بندوں پر خدا تعالیٰ کی حجت ہوتا ہے اور کسی کیلئے جائز نہیں ہوتا کہ اس سے جدائی اختیار کرے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے ارادہ اور اذن سے اسلام کی عزت کا مربی اور تمام مسلمانوں کا ہمدرد اور کمالات دینیہ پر دائرہ کی طرح محیط ہوتا ہے۔ ہر ایک اسلام اور کفر کی کشتی گاہ میں وہی کام آتا ہے اور اسی کے انفاس طیبہ کفر کش ہوتے ہیں۔ وہ بطور کل کے اور باقی سب اس کے جز ہوتے ہیں ؎

او چو کل و تو جزئی نے کلی
تو ہلاک استی اگر از وے بگسلی

چوتھی قوت عزم ہے جو امام الزمان کیلئے ضروری ہے اور عزم سے مراد یہ ہے کہ کسی حالت میں نہ تھکنا اور نہ نو امید ہونا اور نہ ارادہ میں سست ہو جانا۔ بسا اوقات نبیوں اور مرسلوں اور محدثوں کو جو امام الزمان ہوتے ہیں ایسے ابتلا پیش آجاتے ہیں کہ وہ بظاہر ایسے مصائب میں پھنس جاتے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ نے ان کو چھوڑ دیا ہے اور ان کے ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا ہے اور بسا اوقات ان کی وحی اور الہام میں فترت واقع ہو جاتی ہے کہ ایک مدت تک کچھ وحی نہیں ہوتی اور بسا اوقات ان کی بعض پیشگوئیاں ابتلا کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں اور عوام پر ان کا صدق نہیں کھلتا اور بسا اوقات ان کے مقصود کے حصول میں بہت کچھ توقف پڑ جاتی ہے اور بسا اوقات وہ دنیا میں متروک اور مخذول اور ملعون اور مردود کی طرح ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک شخص جو ان کو گالی دیتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ گویا میں بڑا ثواب کا کام کر رہا ہوں۔ اور ہر ایک ان سے نفرت کرتا اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے اور نہیں چاہتا کہ سلام کا بھی جواب دے۔ لیکن ایسے وقتوں میں ان کا عزم آزمایا جاتا ہے۔ وہ ہرگز ان آزمائشوں سے بے دل نہیں ہوتے اور نہ اپنے کام میں سست ہوتے ہیں یہاں تک کہ نصرت الٰہی کا وقت آجاتا ہے۔ ﴿۱۱﴾

پانچویں قوت اقبال علی اللہ ہے جو امام الزمان کیلئے ضروری ہے۔ اور اقبال علی اللہ سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ مصیبتوں اور ابتلاؤں کے وقت اور نیز اس وقت کہ جب سخت دشمن سے مقابلہ

آ پڑے اور کسی نشان کا مطالبہ ہو۔ اور یا کسی فتح کی ضرورت ہو اور یا کسی کی ہمدردی واجبات سے ہو۔ خدا تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں اور پھر ایسے جھکتے ہیں کہ ان کے صدق اور اخلاص اور محبت اور وفا اور عزم لا ینفک سے بھری ہوئی دعاؤں سے ملاء اعلیٰ میں ایک شور پڑ جاتا ہے اور ان کی محویت کے تضرعات سے آسمانوں میں ایک دردناک غلغلہ پیدا ہو کر ملائک میں اضطراب ڈالتا ہے۔ پھر جس طرح شدت کی گرمی کی انتہا کے بعد برسات کی ابتداء میں آسمان پر بادل نمودار ہونے شروع ہو جاتے ہیں اسی طرح ان کے اقبال علی اللہ کی حرارت یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سخت توجہ کی گرمی آسمان پر کچھ بنانا شروع کر دیتی ہے اور تقدیریں بدلتی ہیں اور الٰہی ارادے اور رنگ پکڑتے ہیں یہاں تک کہ قضاء وقدر کی ٹھنڈی ہوائیں چلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اور جس طرح تپ کا مادہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر مسہل کی دوا بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے ہی اس مادّہ کو باہر نکالتی ہے۔ ایسا ہی مردان خدا کے اقبال علی اللہ کی تاثیر ہوتی ہے ؎ ﴿۱۲﴾

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست
فانی است و دستِ او دستِ خداست

اور امام الزمان کا اقبال علی اللہ یعنی اس کی توجہ الی اللہ تمام اولیاء اللہ کی نسبت زیادہ تر تیز اور سریع الاثر ہوتی ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت کا امام الزمان تھا اور بلعم اپنے وقت کا ولی تھا جس کو خدا تعالیٰ سے مکالمہ اور مخاطبہ نصیب تھا اور نیز مستجاب الدعوات تھا۔ لیکن جب موسیٰ سے بلعم کا مقابلہ آ پڑا تو وہ مقابلہ اس طرح بلعم کو ہلاک کر گیا کہ جس طرح ایک تیز تلوار ایک دم میں سر کو بدن سے جدا کر دیتی ہے اور بد بخت بلعم کو چونکہ اس فلاسفی کی خبر نہ تھی کہ گو خدا تعالیٰ کسی سے مکالمہ کرے اور اس کو اپنا پیارا اور برگزیدہ ٹھہراوے مگر وہ جو فضل کے پانی میں اس سے بڑھ کر ہے جب اس شخص سے اس کا مقابلہ ہوگا تو بے شک یہ ہلاک ہو جائے گا اور اس وقت کوئی الہام کام نہیں دے گا اور نہ مستجاب الدعوات ہونا کچھ مدد دے گا۔ اور یہ تو ایک بلعم تھا مگر میں جانتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اسی طرح ہزاروں بلعم ہلاک ہوئے جیسا کہ یہودیوں کے

راہب عیسائی دین کے مرنے کے بعد اکثر ایسے ہی تھے۔

چھٹے **کشوف اور الہامات** کا سلسلہ ہے جو امام الزمان کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ امام الزمان اکثر بذریعہ الہامات کے خدا تعالیٰ سے علوم اور حقائق اور معارف پاتا ہے اور اس کے الہامات دوسروں پر قیاس نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ کیفیت اور کمیّت میں اس اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے علوم کھلتے ہیں اور قرآنی معارف معلوم ہوتے ہیں۔ اور دینی عقدے اور معضلات حل ہوتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی پیشگوئیاں جو مخالف قوموں پر اثر ڈال سکیں ظاہر ہوتی ہیں۔ غرض جو لوگ امام الزمان ہوں ان کے کشوف اور الہام صرف ذاتیات تک محدود نہیں ہوتے۔ بلکہ نصرت دین اور تقویت ایمان کیلئے نہایت مفید اور مبارک ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ ان سے نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے اور ان کی دعا کا جواب دیتا ہے اور بسا اوقات سوال اور جواب کا ایک سلسلہ منعقد ہو کر ایک ہی وقت میں سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب ایسے صفا اور لذیذ اور فصیح الہام کے پیرایہ میں شروع ہوتا ہے کہ صاحب الہام خیال کرتا ہے کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اور امام الزمان کا ایسا الہام نہیں ہوتا کہ جیسے ایک کلوخ انداز در پردہ ایک کلوخ پھینک جائے اور بھاگ جائے اور معلوم نہ ہو کہ وہ کون تھا اور کہاں گیا بلکہ خدا تعالیٰ ان سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ پر سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے۔ اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی بلکہ وہ تو بسا اوقات اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے۔ اور امام الزمان کی الہامی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتی ہیں۔ جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کرتا ہے اور یہ قوت اور انکشاف اس لئے ان کے الہام کو دیا جاتا ہے کہ تا ان کے پاک الہام شیطانی الہامات سے مشتبہ نہ ہوں اور تا دوسروں پر حجت ہو سکیں۔ ﴿۱۳﴾

واضح ہو کہ شیطانی الہامات ہونا حق ہے اور بعض ناتمام سالک لوگوں کو ہوا کرتے ہیں۔ اور حدیث النفس بھی ہوتی ہے جس کو اضغاث احلام کہتے ہیں اور جو شخص اس سے انکار کرے وہ

قرآن شریف کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ قرآن شریف کے بیان سے شیطانی الہام ثابت ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک انسان کا تزکیہ نفس پورے اور کامل طور پر نہ ہو تب تک اس کو شیطانی الہام ہوسکتا ہے اور وہ آیت عَلٰی کُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ [۱] کے نیچے آ سکتا ہے مگر پاکوں کو شیطانی وسوسہ پر بلاتوقف مطلع کیا جاتا ہے۔ افسوس کہ بعض پادری صاحبان نے اپنی تصنیفات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اس واقعہ کی تفسیر میں کہ جب ان کو ایک پہاڑی پر شیطان لے گیا۔ اس قدر جرأت کی ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ یہ کوئی خارجی بات نہ تھی جس کو دنیا دیکھتی اور جس کو یہودی بھی مشاہدہ کرتے بلکہ یہ تین مرتبہ شیطانی الہام حضرت مسیح کو ہوا تھا جس کو انہوں نے قبول نہ کیا مگر انجیل کی ایسی تفسیر سننے سے ہمارا تو بدن کانپتا ہے کہ مسیح اور پھر شیطانی الہام۔ ہاں اگر اس شیطانی گفتگو کو شیطانی الہام نہ مانیں اور یہ خیال کریں کہ درحقیقت شیطان نے مجسم ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی تھی تو یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر شیطان نے جو پرانا سانپ ہے فی الحقیقت اپنے تئیں جسمانی صورت میں ظاہر کیا تھا اور وجود خارجی کے ساتھ آدمی بن کر یہودیوں کے ایسے متبرک معبد کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا جس کے اردگرد صدہا آدمی رہتے تھے تو ضرور تھا کہ اس کے دیکھنے کیلئے ہزاروں آدمی جمع ہو جاتے بلکہ چاہئے تھا کہ حضرت مسیح آواز مار کر یہودیوں کو شیطان دکھلا دیتے جس کے وجود کے کئی فرقے منکر تھے۔ اور شیطان کا دکھلا دینا حضرت مسیح کا ایک نشان ٹھہرتا جس سے بہت آدمی ہدایت پاتے اور رومی سلطنت کے معزز عہدہ دار شیطان کو دیکھ کر اور پھر اس کو پرواز کرتے ہوئے مشاہدہ کر کے ضرور حضرت مسیح کے پیرو ہو جاتے مگر ایسا نہ ہوا۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ یہ کوئی روحانی مکالمہ تھا جس کو دوسرے لفظوں میں شیطانی الہام کہہ سکتے ہیں مگر میرے خیال میں یہ بھی آتا ہے کہ یہودیوں کی کتابوں میں بہت سے شریر انسانوں کا نام بھی شیطان رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اسی محاورہ کے لحاظ سے مسیح نے بھی ایک اپنے بزرگ حواری کو جس کو انجیل میں اس واقعہ کی تحریر سے چند سطر ہی پہلے بہشت کی کنجیاں دی گئی تھیں

﴿۱۴﴾

[۱] الشعرآء:۲۲۳

شیطان کہا ہے۔ پس یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ کوئی یہودی شیطان ٹھٹھے اور ہنسی کے طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس آیا ہوگا اور آپ نے جیسا کہ پطرس کا نام شیطان رکھا اس کو بھی شیطان کہہ دیا ہوگا اور یہودیوں میں اس قسم کی شرارتیں بھی تھیں۔ اور ایسے سوال کرنا یہودیوں کا خاصہ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سب قصہ ہی جھوٹ ہو جو عمداً یا دھوکہ کھانے سے لکھ دیا ہو۔ کیونکہ یہ انجیلیں حضرت مسیح کی انجیلیں نہیں ہیں اور نہ ان کی تصدیق شدہ ہیں بلکہ حواریوں نے یا کسی اور نے اپنے خیال اور عقل کے موافق لکھا ہے۔ اسی وجہ سے ان میں باہمی اختلاف بھی ہے۔ لہٰذا کہہ سکتے ہیں کہ ان خیالات میں لکھنے والوں سے غلطی ہوگئی۔ جیسا کہ یہ غلطی ہوئی کہ انجیل نویسوں میں سے بعض نے گمان کیا کہ گویا حضرت مسیح صلیب پر فوت ہوگئے ہیں☆۔ ایسی غلطیاں حواریوں کی سرشت میں تھیں کیونکہ انجیل ہمیں خبر دیتی ہے کہ ان کی عقل باریک نہ تھی۔ ان کے حالات ناقصہ کی خود حضرت مسیح گواہی دیتے ہیں کہ وہ فہم اور درایت اور عملی قوت میں بھی کمزور تھے۔ بہرحال یہ سچ ہے کہ پاکوں کے دل میں شیطانی خیال مستحکم نہیں ہوسکتا۔ اور اگر کوئی تیرتا ہوا سرسری وسوسہ ان کے دل کے نزدیک آ بھی جائے تو جلد تر وہ شیطانی خیال دور اور دفع کیا جاتا ہے اور ان کے پاک دامن پر کوئی داغ نہیں لگتا قرآن شریف میں اس قسم کے وسوسہ کو جو ایک کم رنگ اور ناپختہ خیال سے مشابہ ہوتا ہے طائف کے نام سے موسوم کیا ہے اور لغت عرب میں اس کا نام طائف اور طَوف اور طَیِّف اور طَیْف بھی ہے۔ اور اس وسوسہ کا دل سے نہایت ہی کم تعلق ہوتا ہے گویا نہیں ہوتا۔ یا یوں کہو کہ جیسا کہ دور سے کسی درخت کا سایہ بہت ہی خفیف سا پڑتا ہے ایسا ہی یہ وسوسہ ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ شیطان لعین نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دل میں اسی قسم کے خفیف وسوسہ کے ڈالنے کا ارادہ کیا ہو۔ اور انہوں نے قوت نبوت سے اس وسوسہ کو دفع کر دیا ہو۔ اور ہمیں یہ کہنا اس مجبوری سے پڑا

﴿۱۵﴾

☆ عیسائیوں کی بہت سی انجیلوں میں سے ایک انجیل اب تک ان کے پاس وہ بھی ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح مصلوب نہیں ہوئے۔ یہ بیان صحیح ہے کیونکہ مرہم عیسیٰ اس کی تصدیق کرتی ہے جس کا ذکر صدہا طبیبوں نے کیا ہے۔ منہ

ہے کہ یہ قصہ صرف انجیلوں میں ہی نہیں ہے بلکہ ہماری احادیث صحیحہ میں بھی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

عن محمد بن عمران الصیرفی قال حدثنا الحسن بن علیل العنزی عن العباس بن عبدالواحد. عن محمد بن عمرو. عن محمد بن مناذر. عن سفیان بن عیینۃ عن عمرو بن دینار. عن طاؤس عن ابی ھریرۃ قال جاء الشیطٰن الٰی عیسٰی. قال الست تزعم انک صادق قال بلٰی قال فاوف علی ھذہ الشاھقۃ فالق نفسک منھا فقال ویلک الم یقل اللّٰہ یا ابن ادم لا تبلنی بھلاکک فانی افعل ما اشاء☆ ۔یعنی محمد بن عمران صیرفی سے روایت ہے اور انہوں نے حسن بن علیل عنزی سے روایت کی اور حسن نے عباس سے اور عباس نے محمد بن عمرو سے اور محمد بن عمرو نے محمد بن مناذر سے اور محمد بن مناذر نے سفیان بن عیینہ سے اور سفیان نے عمرو بن دینار سے اور عمرو بن دینار نے طاؤس سے اور طاؤس نے ابوہریرہ سے کہا شیطان عیسیٰ کے پاس آیا اور کہا کہ کیا تو گمان نہیں کرتا کہ تو سچا ہے۔ اس نے کہا کہ کیوں نہیں شیطان نے کہا کہ اگر یہ سچ ہے تو اس پہاڑ پر چڑھ جا اور پھر اس پر سے اپنے تئیں نیچے گرادے۔ حضرت عیسیٰ نے کہا کہ تجھ پر واویلا ہو کیا تو نہیں جانتا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ اپنی موت کے ساتھ میرا امتحان نہ کر کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اب ظاہر ہے کہ شیطان ایسی طرز سے آیا ہوگا جیسا کہ جبرائیل پیغمبروں کے پاس آتا ہے۔ کیونکہ جبرائیل ایسا تو نہیں آتا جیسا کہ انسان کسی گاڑی میں بیٹھ کر یا کسی کرایہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر اور پگڑی باندھ کر اور چادر اوڑھ کر آتا ہے بلکہ اس کا آنا عالم ثانی کے رنگ میں ہوتا ہے۔ پھر شیطان جو کمتر اور ذلیل تر ہے کیونکر انسانی طور پر کھلے کھلے آسکتا ہے۔ اس تحقیق سے بہرحال اس بات کو ماننا پڑتا ہے جو ڈریپر نے بیان کی ہے لیکن یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوّت نبوت اور نورِ حقیقت کے ساتھ شیطانی القا کو ہرگز ہرگز نزدیک آنے نہیں دیا اور اس کے ذب اور دفع میں فوراً مشغول ہو گئے۔ اور جس طرح نور کے مقابل پر ظلمت ٹھہر نہیں سکتی اسی طرح شیطان ان کے مقابل پر ٹھہر نہیں سکا اور بھاگ گیا۔ یہی اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ

﴿۱۶﴾

☆ الاغانی ، لابی الفرج الاصفھانی، اخبار ابن مناذر و نسبہ ،جز ۱۸ صفحہ ۲۰۷۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی۔ بیروت (ناشر)

عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ [1] کے صحیح معنے ہیں۔ کیونکہ شیطان کا سلطان یعنی تسلط درحقیقت ان پر ہے جو شیطانی وسوسہ اور الہام کو قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ دور سے نور کے تیر سے شیطان کو مجروح کرتے ہیں اور اس کے منہ پر زجر اور توبیخ کا جوتہ مارتے ہیں اور اپنے منہ سے وہ کچھ بکے جائے اس کی پیروی نہیں کرتے وہ شیطانی تسلط سے مستثنیٰ ہیں مگر چونکہ ان کو خداتعالیٰ ملکوت السمٰوات والارض دکھانا چاہتا ہے اور شیطان ملکوت الارض میں سے ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ مخلوقات کے مشاہدہ کا دائرہ پورا کرنے کے لئے اس عجیب الخلقت وجود کا چہرہ دیکھ لیں اور کلام سن لیں جس کا نام شیطان ہے اس سے ان کے دامن تنزہ اور عصمت کو کوئی داغ نہیں لگتا۔ حضرت مسیح سے شیطان نے اپنے قدیم طریقہ وسوسہ اندازی کے طرز پر شرارت سے ایک درخواست کی تھی سو ان کی پاک طبیعت نے فی الفور اس کو ردّ کیا اور قبول نہ کیا۔ اس میں ان کی کوئی کسر شان نہیں۔ کیا بادشاہوں کے حضور میں کبھی بدمعاش کلام نہیں کرتے۔ سو ایسا ہی روحانی طور سے شیطان نے یسوع کے دل میں اپنا کلام ڈالا۔ یسوع نے اس شیطانی الہام کو قبول نہ کیا بلکہ رد کیا۔ سو یہ تو قابل تعریف بات ہوئی اس سے کوئی نکتہ چینی کرنا حماقت اور روحانی فلاسفی کی بے خبری ہے لیکن جیسا کہ یسوع نے اپنے نور کے تازیانہ سے شیطانی خیال کو دفع کیا اور اس کے الہام کی پلیدی فی الفور ظاہر کر دی۔ ہر ایک زاہد اور صوفی کا یہ کام نہیں۔ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیطانی الہام مجھے بھی ہوا تھا۔ شیطان نے کہا کہ اے عبدالقادر تیری عبادتیں قبول ہوئیں اب جو کچھ دوسروں پر حرام ہے تیرے پر حلال اور نماز سے بھی اب تجھے فراغت ہے جو چاہے کر۔ تب میں نے کہا کہ اے شیطان دور ہو۔ وہ باتیں میرے لئے کب روا ہو سکتی ہیں جو نبی علیہ السلام پر روا نہیں ہوئیں۔ تب شیطان مع اپنے سنہری تخت کے میری آنکھوں کے سامنے سے گم ہو گیا۔ اب جبکہ سیّد عبدالقادر جیسے اہل اللہ اور مرد فرد کو شیطانی الہام ہوا تو دوسرے عامۃ الناس جنہوں نے ابھی اپنا سلوک بھی تمام نہیں کیا۔ وہ کیونکر اس سے

﴿۱۷﴾

[1] الحجر: ۴۳

بچ سکتے ہیں۔ اور ان کو وہ نورانی آنکھیں کہاں حاصل ہیں تا سید عبدالقادر اور حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح شیطانی الہام کو شناخت کرلیں۔ یاد رہے کہ وہ کاہن جو عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے بکثرت تھے ان لوگوں کو بکثرت شیطانی الہام ہوتے تھے اور بعض وقت وہ پیشگوئیاں بھی الہام کے ذریعہ سے کیا کرتے تھے۔ اور تعجب یہ کہ ان کی بعض پیشگوئیاں سچی بھی ہوتی تھیں۔ چنانچہ اسلامی کتابیں ان قصوں سے بھری پڑی ہیں۔ پس جو شخص شیطانی الہام کا منکر ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی تمام تعلیموں کا انکاری ہے اور نبوت کے تمام سلسلہ کا منکر ہے۔ بائبل میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چارسو نبی کو شیطانی الہام ہوا تھا اور انہوں نے الہام کے ذریعہ سے جو ایک سفید جن کا کرتب تھا ایک بادشاہ کی فتح کی پیشگوئی کی۔ آخر وہ بادشاہ بڑی ذلت سے اسی لڑائی میں مارا گیا اور بڑی شکست ہوئی اور ایک پیغمبر جس کو حضرت جبرائیل سے الہام ملا تھا اس نے یہی خبر دی تھی کہ بادشاہ مارا جائے گا اور کتے اس کا گوشت کھائیں گے اور بڑی شکست ہوگی۔ سو یہ خبر سچی نکلی۔ مگر اس چارسو نبی کی پیشگوئی جھوٹی ظاہر ہوئی۔ ﴿۱۸﴾

اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کہ اس کثرت سے شیطانی الہام بھی ہوتے ہیں تو پھر الہام سے امان اٹھتا ہے اور کوئی الہام بھروسہ کے لائق نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ احتمال ہے کہ شیطانی ہو خاص کر جبکہ مسیح جیسے اولی العزم نبی کو بھی یہی واقعہ پیش آیا تو پھر اس سے تو ملہموں کی کمر ٹوٹتی ہے تو الہام کیا ایک بلا ہو جاتی ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بیدل ہونے کا کوئی محل نہیں۔ دنیا میں خدا تعالیٰ کا قانون قدرت ایسا ہی واقع ہوا ہے کہ ہر ایک عمدہ جوہر کے ساتھ مغشوش چیزیں بھی لگی ہوئی ہیں۔ دیکھو ایک تو وہ موتی ہیں جو دریا سے نکلتے ہیں اور دوسرے وہ سستے موتی ہیں جو لوگ آپ بنا کر بیچتے ہیں۔ اب اس خیال سے کہ دنیا میں جھوٹے موتی بھی ہیں سچے موتیوں کی خرید و فروخت بند نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ جوہری جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دی ہے ایک ہی نظر سے پہچان جاتے ہیں کہ یہ سچا اور

یہ جھوٹا ہے۔ سو الہامی جواہرات کا جوہری امام الزمان ہوتا ہے۔ اس کی صحبت میں رہ کر انسان جلد اصل اور مصنوعی میں فرق کرسکتا ہے۔ اے صوفیو!!! اور اس مہوّسی کے گرفتارو۔ ذرہ ہوش سنبھال کر اس راہ میں قدم رکھو اور خوب یاد رکھو کہ سچا الہام جو خالص خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے مندرجہ ذیل علامتیں اپنے ساتھ رکھتا ہے:۔

(۱) وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ جب کہ انسان کا دل آتش درد سے گداز ہو کر مصفا پانی کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف بہتا ہے۔ اسی طرف حدیث کا اشارہ ہے کہ قرآن غم کی حالت میں نازل ہوا لہٰذا تم بھی اس کو غمناک دل کے ساتھ پڑھو۔

(۲) سچا الہام اپنے ساتھ ایک لذت اور سرور کی خاصیت لاتا ہے اور نامعلوم وجہ سے یقین بخشتا ہے اور ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر دھنس جاتا ہے اور اس کی عبارت فصیح اور غلطی سے پاک ہوتی ہے۔

﴿۱۹﴾ (۳) سچے الہام میں ایک شوکت اور بلندی ہوتی ہے اور دل پر اس سے مضبوط ٹھوکر لگتی ہے اور قوت اور رعبناک آواز کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے۔ مگر جھوٹے الہام میں چوروں اور مخنثوں اور عورتوں کی سی دھیمی آواز ہوتی ہے کیونکہ شیطان چور اور مخنث اور عورت ہے۔

(۴) سچا الہام خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا اثر اپنے اندر رکھتا ہے اور ضرور ہے کہ اس میں پیشگوئیاں بھی ہوں اور وہ پوری بھی ہو جائیں۔

(۵) سچا الہام انسان کو دن بدن نیک بناتا جاتا ہے اور اندرونی کثافتیں اور غلاظتیں پاک کرتا ہے اور اخلاقی حالتوں کو ترقی دیتا ہے۔

(۶) سچے الہام پر انسان کی تمام اندرونی قوتیں گواہ ہو جاتی ہیں اور ہر ایک قوت پر ایک نئی اور پاک روشنی پڑتی ہے اور انسان اپنے اندر ایک تبدیلی پاتا ہے اور اس کی پہلی زندگی مر جاتی ہے اور نئی زندگی شروع ہوتی ہے۔ اور وہ بنی نوع کی ایک عام ہمدردی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

(۷) سچا الہام ایک ہی آواز پر ختم نہیں ہوتا کیونکہ خدا کی آواز ایک سلسلہ رکھتی ہے۔ وہ

نہایت ہی حلیم ہے جس کی طرف توجہ کرتا ہے اس سے مکالمت کرتا ہے اور سوالات کا جواب دیتا ہے اور ایک ہی مکان اور ایک ہی وقت میں انسان اپنے معروضات کا جواب پا سکتا ہے گو اس مکالمہ پر کبھی فترت کا زمانہ بھی آ جاتا ہے۔

(۸) سچے الہام کا انسان کبھی بزدل نہیں ہوتا اور کسی مدعی الہام کے مقابلہ سے اگرچہ وہ کیسا ہی مخالف ہو نہیں ڈرتا۔ جانتا ہے کہ میرے ساتھ خدا ہے اور وہ اس کو ذلت کے ساتھ شکست دے گا۔

(۹) سچا الہام اکثر علوم اور معارف کے جاننے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا اپنے ملہم کو بے علم اور جاہل رکھنا نہیں چاہتا۔

(۱۰) سچے الہام کے ساتھ اور بھی بہت سی برکتیں ہوتی ہیں اور کلیم اللہ کو غیب سے عزت دی جاتی ہے اور رعب عطا کیا جاتا ہے۔

﴿۲۰﴾ آج کل کا ایک ایسا ناقص زمانہ ہے کہ اکثر فلسفی طبع اور نیچری اور برہمو اس الہام سے منکر ہیں۔ اسی انکار میں کئی اس دنیا سے گذر بھی گئے۔ لیکن اصل امر یہ ہے کہ سچائی سچائی ہے گو تمام جہان اس کا انکار کرے اور جھوٹ جھوٹ ہے گو تمام دنیا اس کی مصدق ہو۔ جو لوگ خداتعالیٰ کو مانتے اور اس کو مدبر عالم خیال کرتے ہیں اور اس کو بصیر اور سمیع اور علیم جانتے ہیں۔ ان کی یہ حماقت ہے کہ اس قدر اقراروں کے بعد پھر خداتعالیٰ کے کلام سے منکر رہیں۔ کیا جو دیکھتا ہے جانتا ہے اور بغیر ذریعہ جسمانی اسباب کے اس کا علم ذرہ ذرہ پر محیط ہے وہ بول نہیں سکتا۔ اور یہ کہنا بھی غلطی ہے کہ اس کی قوت گویائی پہلے تو تھی اور اب بند ہو گئی۔ گویا اس کی صفت کلام آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے۔ لیکن ایسا کہنا بڑی نومیدی دیتا ہے۔ اگر خداتعالیٰ کی صفتیں بھی کسی زمانہ تک چل کر پھر مفقود ہو جاتی ہیں اور کچھ بھی ان کا نشان باقی نہیں رہتا تو پھر باقی ماندہ صفتوں میں بھی جائے اندیشہ ہے۔ افسوس ایسی عقلوں اور ایسے اعتقادوں پر کہ جو خداتعالیٰ کی تمام صفات مان کر پھر چھری ہاتھ میں لے بیٹھتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک ضروری حصہ کاٹ کر پھینک دیتے ہیں۔ افسوس کہ آریوں نے تو وید تک ہی خداتعالیٰ کے کلام پر مہر لگا دی تھی مگر

عیسائیوں نے بھی الہام کو بے مہر رہنے نہ دیا۔ گویا حضرت مسیح تک ہی انسانوں کو ذاتی بصیرت اور معرفت حاصل کرنے کیلئے چشم دید الہاموں کی حاجت تھی۔ اور آئندہ ایسی بدقسمت ذریت ہے کہ وہ ہمیشہ کیلئے محروم ہیں۔ حالانکہ انسان ہمیشہ چشم دید ماجرا اور ذاتی بصیرت کا محتاج ہے۔ مذہب اسی زمانہ تک علم کے رنگ میں رہ سکتا ہے جب تک خداتعالیٰ کی صفات ہمیشہ تازہ بتازہ تجلّی فرماتی رہیں ورنہ کہانیوں کی صورت میں ہوکر جلد مر جاتا ہے۔ کیا ایسی ناکامی کو کوئی انسانی کانشنس قبول کرسکتا ہے۔ جب کہ ہم اپنے اندر اس بات کا احساس پاتے ہیں کہ ہم اس معرفت تامہ کے محتاج ہیں جو کسی طرح بغیر مکالمہ الٰہیہ اور بڑے بڑے نشانوں کے پوری نہیں ہوسکتی تو کس طرح خداتعالیٰ کی رحمت ہم پر الہامات کا دروازہ بند کرسکتی ہے۔ کیا اس زمانہ میں ہمارے دل اور ہوگئے ہیں یا خدا اور ہوگیا ہے۔ یہ تو ہم نے مانا اور قبول کیا کہ ایک زمانہ میں ایک کا الہام لاکھوں کی معرفت کو تازہ کرسکتا ہے اور فرد فرد میں ہونا ضروری نہیں۔ لیکن یہ ہم قبول نہیں کرسکتے کہ الہام کی سرے سے صف ہی الٹ دی جائے۔ اور ہمارے ہاتھ میں صرف ایسے قصے ہوں جن کو ہم نے بچشم خود دیکھا نہیں۔ ظاہر ہے کہ جب ایک امر صدہا سال سے قصے کی صورت میں ہی چلا جائے اور اس کی تصدیق کیلئے کوئی تازہ نمونہ پیدا نہ ہو تو اکثر طبیعتیں جو فلسفی رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اس قصے کو بغیر قوی دلیل کے قبول نہیں کرسکتیں۔ خاص کر جبکہ قصے ایسی باتوں پر دلالت کریں کہ جو ہمارے زمانہ میں خلاف قیاس معلوم ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ہمیشہ فلسفی طبع آدمی ایسی کرامتوں پر ٹھٹھا کرتے آئے ہیں اور شبہ کی حد تک بھی نہیں ٹھہرتے۔ اور یہ ان کا حق بھی ہوتا ہے کیونکہ ان کے دل میں گذرتا ہے کہ جب کہ وہی خدا ہے اور وہی صفات اور وہی ضرورتیں ہمیں پیش ہیں تو پھر الہام کا سلسلہ کیوں بند ہے۔ حالانکہ تمام روحیں شور ڈال رہی ہیں کہ ہم بھی تازہ معرفت کے محتاج ہیں۔ اسی وجہ سے ہندوؤں میں لاکھوں انسان دہریہ ہوگئے۔ کیونکہ بار بار پنڈتوں نے ان کو یہی تعلیم دی کہ کروڑ ہا سال سے الہام اور کلام کا سلسلہ بند ہے۔ اب ان کو یہ شبہات دل میں گذرے کہ وید کے زمانہ

﴿۲۱﴾

کی نسبت ہمارا زمانہ پرمیشر کے تازہ الہامات کا بہت محتاج تھا۔ پھر اگر الہام ایک حقیقت حقہ ہے تو وید کے بعد اس کا سلسلہ کیوں قائم نہیں رہا۔ اسی وجہ سے آریہ ورت میں دہریت پھیل گئی۔ اسی لئے صدہا فرقے ہندوؤں میں ایسے پاؤ گے جو وید سے ٹھٹھا کرتے اور اس سے انکاری ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک جین مت کا فرقہ ہے اور درحقیقت سکھوں کا فرقہ بھی انہی خیالات کی وجہ سے ہندوؤں سے الگ ہوا ہے۔ کیونکہ ایک تو ہندو مذہب میں دنیا کی صدہا چیزوں کو خدا کے ساتھ شریک کیا گیا ہے اور اس قدر شرک کا انبار ہے جس میں پرمیشر کا کچھ پتہ نہیں ملتا اور پھر جو وید کے الہامی ہونے کا دعویٰ ہے۔ یہ محض بلا ثبوت ایک قصہ ہے جس کو لاکھوں برسوں کی طرف حوالہ دیا جاتا ہے۔ تازہ ثبوت کوئی نہیں۔ اسی سبب سے جو پورے سکھ ہیں وہ وید کو نہیں مانتے۔ چنانچہ اخبار عام لاہور ۲۶؍ستمبر ۱۸۹۸ء میں ایک سکھ صاحب کا ایک مضمون اسی بارے میں شائع ہوا ہے اور انہوں نے اس بات کی تائید میں کہ خالصہ کا گروہ وید کو نہیں مانتا اور ان کو گوروؤں کی طرف سے ہدایت ہے کہ وید کو ہرگز نہ مانیں۔ گرنتھ کے شبد یعنی شعر بھی لکھے ہیں جن کا ماحصل یہی ہے کہ وید کو ہرگز نہ ماننا اور اقرار کیا ہے کہ ہم لوگ وید کے ہرگز پیرو نہیں ہیں اور نہ اس کو قبول کرتے ہیں۔ ہاں اس نے قرآن شریف کی پیروی کا بھی اقرار نہیں کیا مگر اس کا یہ سبب ہے کہ سکھوں کو اسلام کی واقفیت نہیں ہے اور وہ اس نور سے بے خبر ہیں۔ جو خدائے قادر قیوم نے اسلام میں رکھا ہوا ہے اور بباعث بے علمی اور تعصب کے ان کو ان نوروں پر اطلاع بھی نہیں ہے کہ جو قرآن شریف میں بھرے پڑے ہیں بلکہ جس قدر قومی طور پر ہندوؤں سے ان کے تعلق ہیں مسلمانوں سے یہ تعلقات نہیں ہیں۔ ورنہ ان کے لئے یہی کافی تھا کہ اس وصیت پر چلتے کہ جو چولہ صاحب میں باوا نانک صاحب تحریر فرما گئے ہیں کیونکہ چولہ صاحب میں باوا صاحب یہ لکھ گئے ہیں کہ اسلام کے سوا کوئی مذہب صحیح اور سچا نہیں ہے۔ پس ایسے بزرگ کی اس ضروری وصیت کو ضائع کر دینا نہایت قابل افسوس بات ہے خالصہ صاحبوں کے ہاتھ میں صرف ایک چولہ صاحب ہی ہے جو

﴿۲۲﴾

باواصاحب کے ہاتھوں کی یادگار ہے۔اور گرنتھ کے شبد تو بہت پیچھے سے اکٹھے کئے گئے ہیں جس میں محققوں کو بہت کچھ کلام ہے۔خدا جانے اس میں کیا کیا تصرفات ہوئے ہیں اور کن کن لوگوں کے کلام کا ذخیرہ ہے۔خیر یہ قصہ اس جگہ کے لائق نہیں ہے۔ ہمارا اصل مطلب تو یہ ہے کہ بنی نوع انسان کا ایمان تازہ رکھنے کیلئے تازہ الہامات کی ہمیشہ ضرورت ہے۔اور وہ الہامات اقتداری قوت سے شناخت کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ خدا کے سوا کسی شیطان جن بھوت میں اقتداری قوت نہیں ہے۔اور امام الزمان کے الہام سے باقی الہامات کی صحت ثابت ہوتی ہے۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام الزمان اپنی جبلّت میں قوت امامت رکھتا ہے اور دست قدرت نے اس کے اندر پیشروی کا خاصہ پھونکا ہوا ہوتا ہے۔اور یہ سنت اللہ ہے کہ وہ انسانوں کو متفرق طور پر چھوڑنا نہیں چاہتا بلکہ جیسا کہ اس نے نظام شمسی میں بہت سے ستاروں کو داخل کر کے سورج کو اس نظام کی بادشاہی بخشی ہے ایسا ہی وہ عام مومنوں کو ستاروں کی طرح حسب مراتب روشنی بخش کر امام الزمان کو ان کا سورج قرار دیتا ہے اور یہ سنت الٰہی یہاں تک اس کی آفرینش میں پائی جاتی ہے کہ شہد کی مکھیوں میں بھی یہ نظام موجود ہے کہ ان میں بھی ایک امام ہوتا ہے جو یعسوب کہلاتا ہے۔ اور جسمانی سلطنت میں بھی یہی خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ ایک قوم میں ایک امیر اور بادشاہ ہو۔اور خدا کی لعنت ان لوگوں پر ہے جو تفرقہ پسند کرتے ہیں اور ایک امیر کے تحت حکم نہیں چلتے۔حالانکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ [1] اُولِی الْاَمْر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے۔ اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے۔اسی لئے میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اُولِی الْاَمْر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں

﴿۲۳﴾

[1] النسآء:۶۰

کیونکہ وہ ہمارے دینی مقاصد کے حارج نہیں ہیں بلکہ ہم کو ان کے وجود سے بہت آرام ملا ہے اور ہم خیانت کریں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ انگریزوں نے ہمارے دین کو ایک قسم کی وہ مدد دی ہے کہ جو ہندوستان کے اسلامی بادشاہوں کو بھی میسر نہیں آسکی کیونکہ ہندوستان کے بعض اسلامی بادشاہوں نے اپنی کوتاہ ہمتی سے صوبہ پنجاب کو چھوڑ دیا تھا۔ اور اُن کی اس غفلت سے سکھوں کی متفرق حکومتوں کے وقت میں ہم پر اور ہمارے دین پر وہ مصیبتیں آئیں کہ مساجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اور بلند آواز سے اذان دینا بھی مشکل ہو گیا تھا اور پنجاب میں دین اسلام مر چکا تھا۔ پھر انگریز آئے اور انگریز کیا ہمارے نیک طالع پھر ہماری طرف واپس ہوئے اور انہوں نے دین اسلام کی حمایت کی اور ہمارے مذہبی فرائض میں ہمیں پوری آزادی بخشی اور ہماری مسجدیں واگذار کی گئیں۔ اور پھر مدت دراز کے بعد پنجاب میں شعار اسلام دکھائی دینے لگا۔ پس کیا یہ احسان یاد رکھنے کے لائق نہیں؟ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ بعض سُست ہمت اسلامی بادشاہوں نے تو اپنی غفلتوں سے کفرستان میں ہمیں دھکہ دیا تھا اور انگریز ہاتھ پکڑ کر پھر ہمیں باہر نکال لائے۔ پس انگریزوں کے برخلاف بغاوت کی کھچڑی پکاتے رہنا خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو فراموش کرنا ہے۔

پھر اصل کلام کی طرف عود کر کے کہتا ہوں کہ قرآن شریف نے جیسا کہ جسمانی تمدن کے لئے یہ تاکید فرمائی ہے کہ ایک بادشاہ کے زیر حکم ہو کر چلیں۔ یہی تاکید روحانی تمدن کے لئے بھی ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ یہ دعا سکھلاتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [۱] پس سوچنا چاہئے کہ یوں تو کوئی مومن بلکہ کوئی انسان بلکہ کوئی حیوان بھی خدا تعالیٰ کی نعمت سے خالی نہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ ان کی پیروی کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا ہے۔ لہٰذا اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ جن لوگوں پر اکمل اور اتم طور پر نعمت روحانی کی بارش ہوئی ہے ان کی راہوں کی ہمیں توفیق بخش کہ تا ہم ان کی پیروی کریں۔ سو اس آیت میں یہی اشارہ ہے کہ تم امام الزمان کے ساتھ ہو جاؤ۔

﴿۲۴﴾

[۱] الفاتحة:۶،۷

یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی، رسول، محدث، مجدد سب داخل ہیں۔ مگر جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق اللہ کیلئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات ان کو دیئے گئے۔ وہ گو ولی ہوں یا ابدال ہوں امام الزمان نہیں کہلا سکتے۔

اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ

امام الزمان میں ہوں

اور مجھ میں خدا تعالیٰ نے وہ تمام علامتیں اور تمام شرطیں جمع کی ہیں اور اس صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرمایا ہے جس میں سے پندرہ برس گذر بھی گئے۔ اور ایسے وقت میں میں ظاہر ہوا ہوں کہ جب کہ اسلامی عقیدے اختلافات سے بھر گئے تھے۔ اور کوئی عقیدہ اختلاف سے خالی نہ تھا۔ ایسا ہی مسیح کے نزول کے بارے میں نہایت غلط خیال پھیل گئے تھے اور اس عقیدے میں بھی اختلاف کا یہ حال تھا کہ کوئی حضرت عیسیٰ کی حیات کا قائل تھا اور کوئی موت کا اور کوئی جسمانی نزول مانتا تھا اور کوئی بروزی نزول کا معتقد تھا اور کوئی دمشق میں ان کو اتار رہا تھا اور کوئی مکہ میں اور کوئی بیت المقدس میں اور کوئی اسلامی لشکر میں اور کوئی خیال کرتا تھا کہ ہندوستان میں اتریں گے۔ پس یہ تمام مختلف رائیں اور مختلف قول ایک فیصلہ کرنے والے حَکَم کو چاہتے تھے سو وہ حَکَم مَیں ہوں۔ میں روحانی طور پر کسر صلیب کے لئے اور نیز اختلافات کے دور کرنے کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ ان ہی دونوں امروں نے تقاضا کیا کہ میں بھیجا جاؤں میرے لئے ضروری نہیں تھا کہ میں اپنی حقیت کی کوئی اور دلیل پیش کروں کیونکہ ضرورت خود دلیل ہے۔ لیکن پھر بھی میری تائید میں خدا تعالیٰ نے کئی نشان ظاہر کئے ہیں اور میں جیسا کہ اور اختلافات میں فیصلہ کرنے کے لئے حکم ہوں۔ ایسا ہی وفات حیات کے جھگڑے میں بھی حَکَم ہوں۔ ﴿۲۵﴾

اور میں امام مالک اور ابن حزم اور معتزلہ کے قول کو مسیح کی وفات کے بارے میں صحیح قرار دیتا ہوں اور دوسرے اہل سنت کو غلطی کا مرتکب سمجھتا ہوں۔ سو میں بحیثیت حکم ہونے کے ان جھگڑا کرنے والوں میں یہ حکم صادر کرتا ہوں کہ نزول کے اجمالی معنوں میں یہ گروہ اہل سنت کا سچا ہے کیونکہ مسیح کا بروزی طور پر نزول ہونا ضروری تھا۔ ہاں نزول کی کیفیت بیان کرنے میں ان لوگوں نے غلطی کھائی ہے۔ نزول صفت بروزی تھا نہ کہ حقیقی۔ اور مسیح کی وفات کے مسئلہ میں معتزلہ اور امام مالک اور ابن حزم وغیرہ ہمکلام ان کے سچے ہیں کیونکہ بموجب نصّ صریح آیت کریمہ یعنی آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے مسیح کا عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے وفات پانا ضروری تھا۔ یہ میری طرف سے بطور حکم کے فیصلہ ہے۔ اب جو شخص میرے فیصلہ کو قبول نہیں کرتا وہ اس کو قبول نہیں کرتا جس نے مجھے حکم مقرر فرمایا ہے۔ اگر یہ سوال پیش ہو کہ تمہارے حکم ہونے کا ثبوت کیا ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ جس زمانہ کیلئے حکم آنا چاہئے تھا وہ زمانہ موجود ہے۔ اور جس قوم کی صلیبی غلطیوں کی حکم نے اصلاح کرنی تھی وہ قوم موجود ہے۔ اور جن نشانوں نے اس حَکَم پر گواہی دینی تھی وہ نشان ظہور میں آ چکے ہیں۔ اور اب بھی نشانوں کا سلسلہ شروع ہے۔ آسمان نشان ظاہر کر رہا ہے زمین نشان ظاہر کر رہی ہے اور مبارک وہ جن کی آنکھیں اب بند نہ رہیں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ پہلے نشانوں پر ہی ایمان لاؤ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر میں حَکَم نہیں ہوں تو میرے نشانوں کا مقابلہ کرو۔ میرے مقابل پر جو اختلاف عقائد کے وقت آیا ہوں اور سب بحثیں نکمی ہیں۔ صرف حَکَم کی بحث میں ہر ایک کا حق ہے جس کو میں پورا کر چکا ہوں۔ خدا نے مجھے چار نشان دیئے ہیں۔

(۱) میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ ﴿۲۶﴾

(۲) میں قرآن شریف کے حقائق معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ

جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

(۳) میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے۔

(۴) میں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ یہ خدا تعالیٰ کی گواہیاں میرے پاس ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں میرے حق میں چمکتے ہوئے نشانوں کی طرح پوری ہوئیں۔

آسماں بارد نشان الوقت مے گوید زمین   این دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

مدت ہوئی کسوف خسوف رمضان میں ہوگیا۔ حج بھی بند ہوا۔ اور بموجب حدیث کے طاعون بھی ملک میں پھیلی اور بہت سے نشان مجھ سے ظاہر ہوئے جس کے صدہا ہندو اور مسلمان گواہ ہیں جن کو میں نے ذکر نہیں کیا۔ ان تمام وجوہ سے میں امام الزمان ہوں اور خدا میری تائید میں ہے اور وہ میرے لئے ایک تیز تلوار کی طرح کھڑا ہے اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ جو شرارت سے میرے مقابل پر کھڑا ہوگا وہ ذلیل اور شرمندہ کیا جائے گا۔ دیکھو میں نے وہ حکم پہنچا دیا جو میرے ذمہ تھا۔ اور یہ باتیں اپنی کتابوں میں کئی مرتبہ لکھ چکا ہوں۔ مگر جس واقعہ نے مجھے ان امور کے مکرر لکھنے کی تحریک کی وہ میرے ایک دوست کی اجتہادی غلطی ہے جس پر اطلاع پانے سے میں نے ایک نہایت دردناک دل کے ساتھ اس رسالہ کو لکھا ہے۔ تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ ان دنوں میں یعنی ماہ ستمبر ۱۸۹۸ء میں جو مطابق جمادی الاول ۱۳۱۶ھ ہے۔ ایک میرے دوست جن کو میں ایک بے شر انسان اور نیک بخت اور متقی اور پرہیز گار جانتا ہوں اور ان کی نسبت ابتدا سے میرا بہت نیک گمان ہے وَاللّٰہُ حَسِیْبُہٗ۔ مگر بعض خیالات میں غلطی میں پڑا ہوا سمجھتا ہوں۔ اور اس غلطی کے ضرر سے ان کی نسبت اندیشہ بھی رکھتا ہوں وہ تکالیف سفر اٹھا کر اور ایک اور میرے عزیز دوست کو ہمراہ لے کر قادیان میں میرے پاس پہنچے۔ اور بہت سے الہامات اپنے مجھ کو سنائے۔ پس اس سے مجھ کو بہت خوشی ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے ان کو الہامات کا شرف بخشا ہے مگر انہوں نے سلسلہ الہامات میں ایک یہ خواب بھی اپنی مجھے سنائی کہ میں نے

﴿۲۷﴾

آپ کی نسبت کہا ہے کہ میں ان کی کیوں بیعت کروں بلکہ انہیں میری بیعت کرنی چاہیئے۔اس خواب سے معلوم ہوا کہ وہ مجھے مسیح موعود نہیں مانتے اور نیز یہ کہ وہ مسئلہ امامت حقہ سے بے خبر ہیں۔لہذا میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ تا میں ان کیلئے امامت حقہ کے بیان میں یہ رسالہ لکھوں اور بیعت کی حقیقت تحریر کروں سو میں امام حق کے بارے میں جس کو بیعت لینے کا حق ہے۔اس رسالے میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔رہی حقیقت بیعت کی سو وہ یہ ہے کہ بیعت کا لفظ بیع سے مشتق ہے۔اور بیع اس باہمی رضامندی کے معاملہ کو کہتے ہیں جس میں ایک چیز دوسری چیز کے عوض میں دی جاتی ہے۔سو بیعت سے غرض یہ ہے کہ بیعت کرنیوالا اپنے نفس کو مع اس کے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ میں اس غرض سے بیچے کہ تا اس کے عوض میں وہ معارف حقہ اور برکات کاملہ حاصل کرے جو موجب معرفت اور نجات اور رضامندی باری تعالیٰ ہوں۔اس سے ظاہر ہے کہ بیعت سے صرف توبہ منظور نہیں۔کیونکہ ایسی توبہ تو انسان بطور خود بھی کرسکتا ہے بلکہ وہ معارف اور برکات اور نشان مقصود ہیں جو حقیقی توبہ کی طرف کھینچتے ہیں۔بیعت سے اصل مدعا یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دے کر وہ علوم اور معارف اور برکات اس کے عوض میں لیوے جن سے ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے۔اور خدا تعالیٰ سے صاف تعلق پیدا ہو اور اسی طرح دنیوی جہنم سے رہا ہو کر آخرت کے دوزخ سے مخلصی نصیب ہو اور دنیوی نابینائی سے شفا پاکر آخرت کی نابینائی سے بھی امن حاصل ہو۔سو اگر اس بیعت کے ثمرہ دینے کا کوئی مرد ہو تو سخت بدذاتی ہوگی کہ کوئی شخص دانستہ اس سے اعراض کرے۔عزیز من! ہم تو معارف اور حقائق اور آسمانی برکات کے بھوکے اور پیاسے ہیں اور ایک سمندر بھی پی کر سیر نہیں ہو سکتے۔پس اگر ہمیں کوئی اپنی غلامی میں لینا چاہے تو یہ بہت سہل طریق ہے کہ بیعت کے مفہوم اور اس کی اصل فلاسفی کو ذہن میں رکھ کر یہ خرید و فروخت ہم سے کرلے اور اگر اس کے پاس ایسے حقائق اور معارف اور آسمانی برکات ہوں جو ہمیں نہیں دیئے گئے اور یا اس پر وہ قرآنی علوم کھولے گئے ہوں جو ہم پر نہیں کھولے گئے۔تو بسم اللہ وہ بزرگ ہماری غلامی اور اطاعت کا ہاتھ لیوے اور وہ روحانی معارف اور قرآنی حقائق اور آسمانی برکات ہمیں عطا کرے۔میں تو زیادہ تکلیف دینا ہی

﴿۲۸﴾

نہیں چاہتا۔ ہمارے ملہم دوست کسی ایک جلسہ میں سورۂ اخلاص کے ہی حقائق معارف بیان فرماویں جس سے ہزار درجہ بڑھ کر ہم بیان نہ کر سکیں۔ تو ہم ان کے مطیع ہیں۔

ندارد کسے باتو ناگفتہ کار ولیکن چوگفتی دلیلش بیار

بہر حال اگر آپ کے پاس وہ حقائق اور معارف اور برکات ہیں جو معجزانہ اثر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ تو پھر میں کیا میری تمام جماعت آپ کی بیعت کرے گی اور کوئی سخت بدذات ہوگا کہ جو ایسا نہ کرے۔ مگر میں کیا کہوں اور کیا لکھوں معافی مانگ کر کہتا ہوں کہ جس وقت میں نے آپ کے الہامات لکھے ہوئے سنے تھے ان میں بھی بعض جگہ صرفی اور نحوی غلطیاں تھیں۔ آپ ناراض نہ ہوں میں نے محض نیک نیتی سے اور غربت سے دینی نصیحت کے طور پر یہ بھی بیان کر دیا ہے۔ با ایں ہمہ میرے نزدیک اگر الہامات میں کسی ناواقف اور ناخواندہ کے الہامی فقروں میں نحوی صرفی غلطی ہو جائے تو نفس الہام قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک نہایت دقیق مسئلہ ہے اور بڑے بسط کو چاہتا ہے جس کا یہ محل نہیں ہے۔ اگر ایسی غلطیاں سن کر کوئی خشک ملاّ جوش میں آ جاوے تو وہ بھی معذور ہے کیونکہ روحانی فلاسفی کے کوچہ میں اس کو دخل نہیں۔ لیکن یہ ادنیٰ درجہ کا الہام کہلاتا ہے جو خدا تعالیٰ کے نور کی پوری تجلی سے رنگ پذیر نہیں ہوتا کیونکہ الہام تین طبقوں کا ہوتا ہے ادنیٰ اور اوسط اور اعلیٰ۔ بہر حال ان غلطیوں سے مجھے شرمندہ ہونا پڑا۔ اور میں اپنے دل میں دعا کرتا تھا کہ میرے معزز دوست کسی شریر خشک ملا کو یہ الہامات جو بظاہر قابل اعتراض ہیں نہ سناویں کہ وہ خواہ نخواہ ٹھٹھا اور ہنسی کرے گا۔ جو الہام حقائق معارف سے خالی اور غلطیوں سے بھی پر ہو کسی موافق یا مخالف کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا خاص کر اس زمانہ میں بلکہ بجائے فائدہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ میں ایمان سے اور سچائی سے حلفاً کہتا ہوں کہ یہ بات سراسر سچ ہے۔ میرے عزیز دوست توجہ☆ الی اللہ کی طرف زیادہ ترقی کریں کہ جیسے جیسے دل کی صفائی بڑھے گی ایسا ہی الہام میں فصاحت کی

﴿۲۹﴾

☆ میرا یقین ہے کہ اگر یہ معزز دوست زیادہ توجہ فرمائیں گے۔ تو جلد تر ان کے الہامات میں ایک کامل رنگ پیدا ہو جائیگا۔ منہ

صفائی بڑھے گی۔ یہی بھید ہے کہ قرآن کی وحی دوسرے تمام نبیوں کی وحیوں سے علاوہ معارف کے فصاحت بلاغت میں بھی بڑھ کر ہے کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ دل کی صفائی دی گئی تھی۔ سو وہ وحی معنوں کے رو سے معارف کے رنگ میں اور الفاظ کے رو سے بلاغت فصاحت کے رنگ میں ظاہر ہوئی۔ میرے دوست یہ بھی یاد رکھیں کہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بیعت ایک خرید و فروخت کا معاملہ ہے اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ جس قدر ہمارے دوست فاضل مولوی عبدالکریم صاحب وعظ کے وقت قرآن شریف کے حقائق معارف بیان کرتے ہیں مجھے ہرگز امید نہیں کہ ان کا ہزارم حصہ بھی میرے عزیز دوست کے منہ سے نکل سکے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ الہامی طریق ابھی ناقص اور کسبی طریق بکلّی متروک۔ نہ معلوم کسی محقق سے قرآن سننے کا بھی اب تک موقعہ ہوا یا نہیں☆ آپ برائے خدا ناراض نہ ہوں۔ آپ نے اب تک بیعت کی حقیقت نہیں سمجھی کہ اس میں کیا دیتے اور کیا لیتے ہیں۔ ہماری جماعت میں اور میرے بیعت کردہ بندگان خدا میں اک مرد ہیں جو جلیل الشان فاضل ہیں اور وہ مولوی حکیم حافظ حاجی حرمین نورالدین صاحب ہیں جو گویا تمام جہان کی تفسیریں اپنے پاس رکھتے ہیں اور ایسا ہی ان کے دل میں ہزارہا قرآنی معارف کا ذخیرہ ہے۔ اگر آپ کو فی الحقیقت بیعت لینے کی فضیلت دی گئی ہے۔ تو ایک قرآن کا سپارہ ان ہی کو مع حقائق معارف کے پڑھاویں۔ یہ لوگ دیوانے تو نہیں کہ انہوں نے مجھ سے ہی بیعت کر لی اور دوسرے ملہموں کو چھوڑ دیا۔ اگر آپ حضرت مولوی صاحب موصوف کی پیروی کرتے تو آپ کیلئے بہتر ہوتا۔ آپ سوچیں کہ فاضل موصوف جو خانماں چھوڑ کر میرے پاس آ بیٹھے

نوٹ☆ ہم انکار نہیں کرتے کہ آپ پر لدنی علم کے چشمے کھل جائیں مگر ابھی تو نہیں۔ خوابوں اور کشفوں پر استعارات اور مجازات غالب ہوتے ہیں۔ مگر آپ نے اپنے خواب کو حقیقت پر حمل کر لیا۔ مجدد صاحب سرہندی نے ایک کشف میں دیکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طفیل خلیل اللہ کا مرتبہ ملا اور اس سے بڑھ کر شاہ ولی اللہ صاحب نے دیکھا تھا کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے مگر انہوں نے بباعث بسطت علم کے وہ خیال نہ کیا۔ جو آپ نے کیا۔ بلکہ تاویل کی۔ منہ

اور کچے کوٹھوں میں تکلیف سے بسر کرتے ہیں کیا وہ بغیر کسی بات کے دیکھنے کے دانستہ اس تکلیف کو گوارا کئے ہوئے ہیں؟ ہمارے عزیز اور دوست ملہم صاحب یاد رکھیں کہ وہ ان خیالات میں سخت درجہ کی غلطی میں مبتلا ہیں۔ اگر وہ اپنی الہامی طاقت سے پہلے مولوی صاحب موصوف کو قرآن دانی کا نمونہ دکھلاویں اور اس خارق عادت کی چمکار سے نوردین جیسے عاشق قرآن سے بیعت لیں تو پھر میں اور میری تمام جماعت آپ پر قربان ہے۔ کیا چند ناشناختہ الہامی فقروں کیساتھ کہ وہ بھی اکثر صحیح نہیں۔ یہ مرتبہ حاصل ہوسکتا ہے کہ انسان اپنے تئیں امام الزمان خیال کرلے۔ عزیز من امام الزمان کے لئے بہت سی شرائط ہیں تبھی تو وہ ایک جہان کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ ﴿۳۰﴾

ہزار نکتۂ باریک تر زمو اینجاست   نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

میرے عزیز ملہم اس دھوکہ میں نہ رہیں کہ فقرات الہامی اکثر ان پر وارد ہوتے ہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میری جماعت میں اس قسم کے ملہم اس قدر ہیں کہ بعض کے الہامات کی ایک کتاب بنتی ہے۔ سید امیر علی شاہ ہر ایک ہفتہ کے بعد الہامات کا ایک ورق بھیجتے ہیں اور بعض عورتیں میری مصدق ہیں جنہوں نے ایک حرف عربی کا نہیں پڑھا اور عربی میں الہام ہوتا ہے۔ میں نہایت تعجب میں ہوں کہ آپ کی نسبت اس کے الہامات میں غلطی کم ہوتی ہے۔ ۲۸؍ستمبر ۱۸۹۸ء کو ان کے چند الہامات مجھ کو بذریعہ خط ان کے برادر حقیقی فتح محمد بزدار کے ملے۔ ایسا ہی کئی ملہم ہماری جماعت میں موجود ہیں۔ ایک لاہور میں ہی تشریف رکھتے ہیں۔ مگر کیا ایسے الہامات سے کوئی شخص امام الزمان کی بیعت سے مستغنی ہوسکتا ہے۔ اور مجھے تو کسی کی بیعت سے عذر نہیں۔ مگر بیعت سے غرض افاضہ علوم روحانیہ اور تقویت ایمان ہے۔ اب فرمایئے کہ آپ بیعت میں کونسے علوم سکھلائیں گے اور کون سے قرآنی حقائق بیان فرمائیں گے۔ آپ آیئے اور امامت کا جوہر دکھلایئے ہم سب بیعت کرتے ہیں۔

حضرتِ ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرش راہ   پر کوئی مجھ کو تو سمجھائے کہ سمجھائیں گے کیا

میں نقارہ کی آواز سے کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ سب بطور نشان امامت ہے جو شخص اس نشان امامت کو دکھلائے اور ثابت کرے کہ وہ فضائل میں مجھ سے بڑھ کر ہے۔ میں اس کو

دست بیعت دینے کو طیار ہوں۔ مگر خدا کے وعدوں میں تبدیلی نہیں۔ اُس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آج سے قریباً بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں یہ الہام درج ہے: ﴿۳۱﴾

الرحمٰن علّم القرآن. لتنذر قوما ما انذر آباؤھم ولتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت و انا اول المومنین.

اس الہام کے رو سے خدا نے مجھے علوم قرآنی عطا کئے ہیں۔ اور میرا نام اول المومنین رکھا۔ اور مجھے سمندر کی طرح معارف اور حقائق سے بھر دیا ہے۔ اور مجھے بار بار الہام دیا ہے کہ اس زمانہ میں کوئی معرفت الٰہی اور کوئی محبت الٰہی تیری معرفت اور محبت کے برابر نہیں۔ پس بخدا میں کُشتی کے میدان میں کھڑا ہوں جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا عنقریب وہ مرنے کے بعد شرمندہ ہوگا اور اب حجۃ اللہ کے نیچے ہے۔ اے عزیز کوئی کام دنیا کا ہو یا دین کا بغیر لیاقت کے نہیں ہو سکتا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک انگریز حاکم کے پاس ایک خاندانی شخص پیش کیا گیا کہ اس کو تحصیلدار بنا دیا جائے۔ اور جس کو پیش کیا وہ محض جاہل تھا اردو بھی نہیں آتی تھی۔ اس انگریز نے کہا کہ اگر میں اس کو تحصیلدار بنا دوں تو اس کی جگہ مقدمات کون فیصلہ کرے گا۔ میں اس کو بجز پانچ روپیہ کے مذکوری کے اور کوئی نوکری دے نہیں سکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ [1]

کیا جس کے پاس ہزاروں دشمن دوست سوالات اور اعتراضات لے کر آتے ہیں اور نیابت نبوت اس کے سپرد ہوتی ہے۔ اس کی یہی شان چاہئے کہ صرف چند الہامی فقرے اس کی بغل میں ہوں اور وہ بھی بے ثبوت۔ کیا قوم اور مخالف قوم اس سے تسلی پکڑ سکتے ہیں۔

اب میں اس مضمون کو ختم کرنا چاہتا ہوں اور اگر اس میں کوئی گراں لفظ ہو تو ہر ایک صاحب اور نیز اپنے دوست ملہم صاحب سے معافی مانگتا ہوں۔ کیونکہ میں نے سراسر نیک نیتی سے چند سطریں لکھی ہیں اور میں اس عزیز دوست سے بدل و جان محبت رکھتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا ان کے ساتھ ہو۔ **فقط**

خاکسار **میرزا غلام احمد از قادیاں** ضلع گورداسپور

[1] الانعام: ۱۲۵

﴿۳۲﴾

مولوی عبدالکریم صاحب کا خط ایک دوست کے نام☆

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہٖ

امابعد

من عبدالکریم الی اخی وحبّی نصراللّٰہ خان سلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ

آج میرے دل میں پھر تحریک ہوئی ہے کہ کچھ درد دل کی کہانی آپ کو سناؤں ممکن ہے کہ آپ بھی میرے ہمدرد بن جائیں۔ اتنی مدت کے بعد یہ تحریک خالی از مصالح نہ ہوگی۔ محرک قلوب اپنے بندوں کو عبث کام کی ترغیب نہیں دیا کرتا۔

چوہدری صاحب! میں بھی ابن آدم ہوں ضعیف عورت کے پیٹ سے نکلا ہوں ضرور ہے انسانی کمزوری۔ تعلقات کی کششیں اور رقت مجھ میں بھی ہو۔ بطن عورت سے نکلا ہوا اگر اورعوارض اسے چمٹ نہ جائیں تو سنگدل نہیں ہوسکتا۔ میری ماں بڑی رقیق قلب والی بڑھیا دائم المرض موجود ہے۔ میرا باپ بھی ہے (**اللّٰھم عافہ و والہ و وفقہ للحسنیٰ**) میرے عزیز اور نہایت ہی عزیز بھائی بھی ہیں۔ اور تعلقات بھی ہیں تو پھر کیا میں پتھر کا کلیجہ رکھتا ہوں جو مہینوں گذر گئے یہاں دھونی رمائے بیٹھا ہوں یا کیا میں سودائی ہوں اور میرے حواس میں خلل ہے۔ یا کیا میں مقلد کور باطن اور علوم حقہ سے نابلد محض ہوں یا کیا میں فاسقانہ زندگی بسر کرنے میں اپنے کنبہ اور محلّہ اور اپنے شہر میں مشہور ہوں۔ یا کیا میں مفلس نادار پیٹ کی غرض سے نت نئے بہروپ بدلنے والا قلاش ہوں۔ **یعلم اللّٰہ والملائکۃ یشھدون** کہ میں بحمداللہ ان سب معائب سے بری ہوں۔ **وَلَا اُزَكِّيْ نَفْسِيْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ**۔

تو پھر کس بات نے مجھ میں ایسی استقامت پیدا کر رکھی ہے جو ان سب تعلقات پر غالب آ گئی ہے۔ بہت صاف بات اور ایک ہی لفظ میں ختم ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے **امام زمان کی شناخت**۔ اللہ اللہ یہ

☆اس خط پر اتفاقاً میری نظر پڑی جس کو اخویم مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنے ایک دوست کی طرف لکھا تھا سو مَیں نے ایک مناسبت کی وجہ سے جو اِس رسالہ کے مضمون سے اس کو ہے چھاپ دیا۔ منہ

﴿۳۳﴾

کیا بات ہے جس میں ایسی زبردست قدرت ہے جو سارے ہی سلسلوں کو توڑ تاڑ دیتی ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں میں بقدر استطاعت کے کتاب اللہ کے معارف واسرار سے بہرہ مند ہوں اور اپنے گھر میں کتاب اللہ کے پڑھنے اور پڑھانے کے سوا مجھے اور کوئی شغل نہیں ہوتا۔ پھر میں یہاں کیا سیکھتا ہوں کیا وہ گھر میں پڑھنا اور ایک معتد بہ جماعت میں **مشار الیہ اور مطمح انظار** بننا میری روح یا میرے نفس کے بہلانے کو کافی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ **واللّٰہ ثم تاللّٰہ** ہرگز نہیں۔ میں قرآن کریم پڑھتا لوگوں کو سناتا۔ جمعہ میں ممبر پر کھڑا ہو کر بڑی پر اثر اخلاقی وعظیں کرتا اور لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتا اور نواہی سے بچنے کی تاکیدیں کرتا مگر میرا نفس ہمیشہ مجھے اندر اندر ملامتیں کرتا کہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔[1] میں دوسروں کو رُلاتا پر خود نہ روتا۔ اوروں کو ناکردنی اور ناگفتنی امور سے ہٹاتا پر خود نہ ہٹتا۔ چونکہ معتمد ریاکار اور خود غرض مکار نہ تھا۔ اور حقیقتاً حصول جاہ و دنیا میرا قبلہء ہمت نہ تھا۔ میرے دل میں جب ذرا تنہا ہوتا ہجوم کر کے یہ خیالات آتے مگر چونکہ اپنی اصلاح کے لئے کوئی راہ و روئے نظر نہ آتا اور ایمان ایسے جھوٹے خشک عملوں پر قانع ہونے کی اجازت بھی نہ دیتا۔ آخر ان کشاکشوں سے ضعف دل کے سخت مرض میں گرفتار ہو گیا۔ بارہا مصمم ارادہ کیا کہ پڑھنا پڑھانا اور وعظ کرنا قطعاً چھوڑ دوں۔ پھر لپک لپک کر اخلاق کی کتابوں۔ تصوف کی کتابوں اور تفاسیر کو پڑھتا۔ **احیاء العلوم** اور **عوارف المعارف** اور **فتوحات مکیہ** ہر چہار جلد اور اور کثیر کتابیں اسی غرض سے پڑھیں اور بتوجہ پڑھیں اور قرآن کریم تو میری روح کی غذا تھی اور بحمد اللہ ہے۔ بچپن سے اور بالکل بے شعوری کے سن سے اس پاک بزرگ کتاب سے مجھے اس قدر انس ہے کہ میں اس کا کم و کیف بیان نہیں کر سکتا۔ غرض علم تو بڑھ گیا اور مجلس کے خوش کرنے اور وعظ کو سجانے کے لئے لطائف وظرائف بھی بہت حاصل ہو گئے۔ اور میں نے دیکھا کہ بہت سے بیمار میرے ہاتھوں سے چنگے بھی ہو گئے۔ مگر مجھ میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوتی تھی۔ آخر بڑے حیص بیص کے بعد مجھ پر کھولا گیا کہ زندہ نمونہ یا اس زندگی کے چشمہ پر پہنچنے کے سوا جو اندرونی آلائشوں کو دھو سکتا ہو یہ میل اترنے والی نہیں۔ ہادیٔ کامل خاتم الانبیاء صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَ سَلَامُہٗ نے کس طرح صحابہ کو منازل سلوک ۲۳ برس میں طے کرائیں۔ قرآن علم تھا اور آپ اس کا سچا عملی نمونہ تھے۔ قرآن کے احکام کی

[1] الصف: ۳،۴

﴿۳۴﴾

عظمت و جبروت کو مجرد الفاظ اور علمی رنگ نے فوق العادہ رنگ میں قلوبؔ پر نہیں بٹھایا بلکہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عملی نمونوں اور بے نظیر اخلاق اور دیگر تائیدات سماویہ کی رفاقت اور پیاپے ظہور نے ایسا لازوال سکہ آپ کے خدام کے دلوں پر جمایا۔ خدا تعالیٰ کو چونکہ اسلام بہت پیارا ہے اور اس کا اَبُدُ الدَّھر تک قائم رکھنا منظور ہے۔ اس لئے اس نے پسند نہیں کیا کہ یہ مذہب بھی دیگر مذاہب عالم کی طرح قصوں اور فسانوں کے رنگ میں ہو کر تقویم پارینہ ہو جائے۔ اس پاک مذہب میں ہر زمانہ میں زندہ نمونے موجود رہے ہیں۔ جنہوں نے علمی اور عملی طور پر حامل قرآن علیہ صلوات الرحمن کا زمانہ لوگوں کو یاد دلایا۔ اسی سنت کے موافق ہمارے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود اَیَّدَہُ اللّٰہُ الْوُدُوْد کو ہم میں کھڑا کیا کہ زمانہ پر وہ ایک گواہ ہو جائے۔ میں نے جو کچھ اس خط میں لکھنا چاہا تھا حضرت اقدس امام صادق علیہ السلام کے وجود پاک کی ضرورت پر چند وجدانی دلائل تھے۔ اس اثنا میں بعض تحریکات کی وجہ سے خود حضرت اقدس نے ’’ضرورت امام‘‘ پر پرسوں ایک چھوٹا سا رسالہ لکھ ڈالا ہے جو عنقریب شائع ہوگا۔ ناچار میں نے اس ارادے کو چھوڑ دیا۔

بالآخر میں اپنی نیکی سے بھری ہوئی صحبتوں کو آپ کے باقاعدہ حسن ارادت کے ساتھ درس کتاب اللہ میں حاضر ہونے کو آپ کے اپنی نسبت کمال حسن ظن کو اور ان سب پر آپ کی نیک دل اور پاک تیاری کو آپ کو یاد دلاتا اور آپ کی ضمیر روشن اور فطرت مستقیمہ کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں کہ آپ سوچیں وقت بہت نازک ہے۔ جس زندہ ایمان کو قرآن چاہتا ہے اور جیسی گناہ سوز آگ قرآن سینوں میں پیدا کرنی چاہتا ہے وہ کہاں ہے۔ میں خدائے ربّ عرش عظیم کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ وہی ایمان حضرت نائب الرسول مسیح موعود کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اور اس کی پاک صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اب اس کار خیر میں توقف کرنے سے مجھے خوف ہے کہ دل میں کوئی خوفناک تبدیلی پیدا نہ ہو جائے۔ دنیا کا خوف چھوڑ دو اور خدا کیلئے سب کچھ کھو دو کہ یقیناً سب کچھ مل جائے گا۔ والسلام

۱۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء عاجز عبدالکریم از قادیاں

﴿۳۵﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

انکم ٹیکس اور تازہ نشان

صدق را ہر دم مدد آید ز ربّ العٰلمین		صادقاں را دستِ حق باشد نہاں در آستیں
ہر بلا کز آسماں بر صادقے آید فرود		آخرش گردد نشانے از برائے طالبیں

ہمارے بعض نادان دشمن ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں اپنے ناکام رہنے سے بہت مغموم اور کوفتہ خاطر تھے۔ کیونکہ ان کو ایک ایسے مقدمہ میں جس کا اثر اس راقم کی جان اور عزت پر تھا۔ باوجود بہت سی کوشش کے فاش شکست اٹھانی پڑی اور نہ صرف شکست بلکہ اس مقدمہ کے متعلق وہ الہامی پیشگوئی بھی پوری ہوئی جس کے دوسو سے زیادہ ثقہ اور معزز لوگوں کو خبر دی گئی تھی اور جس کو پبلک میں پیش از وقت بخوبی شائع کر دیا گیا تھا۔ مگر افسوس کہ ان مخالفوں کی بدظنی اور شتاب کاری سے ایک دوسری شکست بھی ان کو نصیب ہوئی۔ اور وہ یہ کہ جب کہ ان دنوں میں سرسری طور پر بغیر کسی عدالت کی باضابطہ تحقیق کے اس راقم پر مبلغ ماما؎ انکم ٹیکس مشخص ہو کر اس کا مطالبہ ہوا تو یہ لوگ جن کے نام لکھنے کی حاجت نہیں (عقلمند خود ہی سمجھ جائیں گے) اپنے دلوں میں بہت ہی خوش ہوئے اور یہ خیال کیا کہ اگر ہمارا پہلا نشانہ خطا گیا تھا۔ تو غنیمت ہے کہ اس مقدمہ میں اُس کی تلافی ہوئی۔ لیکن کبھی ممکن نہیں کہ بداندیش اور نفسانی آدمی فتح یاب ہوسکیں کیونکہ کوئی فتحیابی اپنے منصوبوں اور مکاریوں سے نہیں ہوسکتی بلکہ ایک ہے جو انسانوں کے دلوں کو دیکھتا اور ان کے اندرونی خیالات کو جانچتا اور ان کے نیات کے موافق آسمان پر سے حکم کرتا ہے۔ سو اس نے ان تیرہ خیالات لوگوں کی یہ مراد بھی پوری نہ ہونے دی اور بعد تحقیقات کامل بتاریخ ۱۷؍ستمبر ۱۸۹۸ء انکم ٹیکس معاف کیا گیا۔ اس مقدمہ کے یک دفعہ پیدا ہو جانے میں

﴿۳۶﴾

ایک یہ بھی حکمت الٰہی مخفی تھی کہ تا خدا تعالیٰ کی تائید میری جان اور آبرو اور مال کے متعلق یعنی تینوں طرح سے اور تینوں پہلوؤں سے ثابت ہو جائے کیونکہ جان اور آبرو کے متعلق تو ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں نصرت الٰہی بپایۂ ثبوت پہنچ چکی تھی۔ مگر مال کے متعلق امر تائید ہنوز مخفی تھا۔ سو خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت نے ارادہ فرمایا کہ پبلک کو مال کے متعلق بھی اپنی تائید دکھلاوے۔ سو اس نے یہ تائید بھی ظاہر فرما کر تینوں قسم کی تائیدات کا دائرہ پورا کر دیا۔ سو یہی بھید ہے کہ یہ مقدمہ برپا کیا گیا اور جیسا کہ ڈاکٹر کلارک کا مقدمہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس لئے برپا نہیں ہوا تھا کہ مجھ کو ہلاک یا ذلیل کیا جائے بلکہ اس لئے برپا ہوا تھا کہ اس قادر کریم کے نشان ظاہر ہوں۔ ایسا ہی اس میں بھی ہوا اور جس طرح میرے خدا نے جان اور عزت کے مقدمہ میں پہلے سے الہام کے ذریعہ سے یہ بشارت دی تھی کہ آخر میں بریت ہوگی اور دشمن شرمسار ہوں گے۔ ایسا ہی اس نے اس مقدمہ میں بھی پہلے سے خوشخبری دی کہ انجام کار ہماری فتح ہوگی اور حاسد بدباطن ناکام رہیں گے۔ چنانچہ وہ الہامی خوشخبری اخیر حکم کے نکلنے کے پہلے ہی ہماری جماعت میں خوب اشاعت پا چکی تھی۔ اور جیسا کہ ہماری جماعت نے جان اور آبرو کے مقدمہ میں ایک آسمانی نشان دیکھا تھا اس میں بھی انہوں نے ایک آسمانی نشان دیکھ لیا جو ان کے ایمان کی زیادت کا موجب ہوا۔ **فالحمد للّٰہ علٰی ذالک.**

مجھے بڑا تعجب ہے کہ باوجودیکہ نشان پر نشان ظاہر ہوتے جاتے ہیں مگر پھر بھی مولویوں کو سچائی کے قبول کرنے کی طرف توجہ نہیں۔ وہ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ ہر میدان میں خدا تعالیٰ ان کو شکست دیتا ہے اور وہ بہت ہی چاہتے ہیں کہ کسی قسم کی تائید الٰہی ان کی نسبت بھی ثابت ہو مگر بجائے تائید کے دن بدن انکا خذلان اور ان کا نامراد ہونا ثابت ہوتا جاتا ہے۔ مثلاً جن دنوں میں جنتریوں کے ذریعہ سے یہ مشہور ہوا تھا کہ حال کے رمضان میں سورج اور چاند دونوں کو گرہن لگے گا اور لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ یہ امام موعود کے ظہور کا نشان ہے تو اس وقت مولویوں کے دلوں میں یہ دھڑکہ شروع ہو گیا تھا کہ مہدی اور مسیح ہونے کا مدعی تو یہی ایک شخص میدان میں کھڑا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ اس کی طرف جھک جائیں۔ تب اس

﴿۳۷﴾

نشان کے چھپانے کے لئے اول تو بعض نے یہ کہنا شروع کیا کہ اس رمضان میں ہرگز کسوف خسوف نہیں ہوگا بلکہ اس وقت ہوگا کہ جب ان کے امام مہدی ظہور فرما ہوں گے اور جب رمضان میں خسوف کسوف ہو چکا تو پھر یہ بہانہ پیش کیا کہ یہ کسوف خسوف حدیث کے لفظوں کے مطابق نہیں۔ کیونکہ حدیث میں یہ ہے کہ چاند کو گرہن اول رات میں لگے گا اور سورج کو گرہن درمیان کی تاریخ میں لگے گا۔ حالانکہ اس کسوف خسوف میں چاند کو گرہن تیرھویں رات میں لگا اور سورج کو گرہن اٹھائیس تاریخ کو لگا۔ اور جب ان کو سمجھایا گیا کہ حدیث میں مہینے کی پہلی تاریخ مراد نہیں۔ اور پہلی تاریخ کے چاند کو قمر نہیں کہہ سکتے اس کا نام تو ہلال ہے۔ اور حدیث میں قمر کا لفظ ہے نہ ہلال کا لفظ۔ سو حدیث کے معنے یہ ہیں کہ چاند کو اس پہلی رات میں گرہن لگے گا جو اس کے گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات ہے یعنی مہینہ کی تیرھویں رات۔ اور سورج کو درمیان کے دن میں گرہن لگے گا یعنی اٹھائیس تاریخ جو اس کے گرہن کے دنوں میں سے درمیانی دن ہے☆۔

تب یہ نادان مولوی اس صحیح معنے کو سن کر بہت شرمندہ ہوئے اور پھر بڑی جانکاہی سے یہ دوسرا عذر بنایا کہ حدیث کے رجال میں سے ایک راوی اچھا آدمی نہیں ہے۔ تب ان کو کہا گیا کہ جب کہ حدیث کی پیشگوئی پوری ہوگئی تو وہ جرح جس کی بنا شک پر ہے۔ اس یقینی واقعہ کے مقابل پر جو حدیث کی صحت پر ایک قوی دلیل ہے کچھ چیز ہی نہیں۔ یعنی پیشگوئی کا پورا ہونا یہ گواہی دے رہا ہے کہ یہ صادق کا کلام ہے۔ اور اب یہ کہنا کہ وہ صادق نہیں بلکہ کاذب ہے بدیہیات کے انکار کے حکم میں ہے اور ہمیشہ سے یہی اصول محدثین کا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ

☆ یہ قانون قدرت ہے کہ چاند گرہن کیلئے مہینہ کی تین رات مقرر ہیں یعنی تیرھویں چودھویں پندرھویں اور ہمیشہ چاند گرہن ان تین راتوں میں سے کسی ایک میں لگتا ہے۔ پس اس حساب سے چاند گرہن کی پہلی رات تیرھویں رات ہے جس کی طرف حدیث کا اشارہ ہے اور سورج گرہن کے دن مہینہ کی ستائیسویں اور اٹھائیسویں اور انتیسویں تاریخ ہے پس اس حساب سے درمیانی دن سورج گرہن کا اٹھائیسواں ہے۔ اور انہیں تاریخوں میں گرہن لگا۔ منہ

شک یقین کو رفع نہیں کر سکتا۔ پیشگوئی کا اپنے مفہوم کے مطابق ایک مدعی مہدویت کے زمانہ میں پوری ہو جانا اس بات پر یقینی گواہی ہے کہ جس کے منہ سے یہ کلمات نکلے تھے اس نے سچ بولا ہے۔ لیکن یہ کہنا اس کی چال چلن میں ہمیں کلام ہے۔ یہ ایک شکی امر ہے اور کبھی کاذب بھی سچ بولتا ہے۔ ماسوا اس کے یہ پیشگوئی اور طرق سے بھی ثابت ہے اور حنفیوں کے بعض اکابر نے بھی اس کو لکھا ہے تو پھر انکار شرط انصاف نہیں ہے بلکہ سراسر ہٹ دھرمی ہے اور اس دندان شکن جواب کے بعد انہیں یہ کہنا پڑا کہ یہ حدیث تو صحیح ہے اور اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ عنقریب امام موعود ظاہر ہوگا مگر یہ شخص امام موعود نہیں ہے بلکہ وہ اور ہوگا جو بعد اس کے عنقریب ظاہر ہوگا۔ مگر یہ انکا جواب بھی بودا اور باطل ثابت ہوا کیونکہ اگر کوئی اور امام ہوتا تو جیسا کہ حدیث کا مفہوم ہے وہ امام صدی کے سر پر آنا چاہیئے تھا۔ مگر صدی سے بھی پندرہ برس گذر گئے اور کوئی امام ان کا ظاہر نہ ہوا۔ اب ان لوگوں کی طرف سے آخری جواب یہ ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں ان کی کتابیں مت دیکھو۔ ان سے ملاپ مت رکھو۔ ان کی بات مت سنو کہ ان کی باتیں دلوں میں اثر کرتی ہیں۔ لیکن کس قدر عبرت کی جگہ ہے کہ آسمان بھی ان کے مخالف ہو گیا اور زمین کی حالت موجودہ بھی مخالف ہوگئی۔ یہ کس قدر ان کی ذلت ہے کہ ایک طرف آسمان ان کے مخالف گواہی دے رہا ہے اور ایک طرف زمین صلیبی غلبہ کی وجہ سے گواہی دے رہی ہے۔ آسمان کی گواہی دارقطنی وغیرہ کتابوں میں موجود ہے یعنی رمضان میں خسوف کسوف اور زمین کی گواہی صلیبی غلبہ ہے جس کے غلبہ میں مسیح موعود کا آنا ضروری تھا اور جیسا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود ہے۔ یہ دونوں شہادتیں ہماری مؤید اور ان کی مکذب ہیں۔ پھر لیکھرام کی موت کا جو نشان ظاہر ہوا اس نے بھی ان کو کچھ کم شرمندہ نہیں کیا۔ ایسا ہی مہوتسو جلسہ یعنی قوموں کا مذہبی جلسہ جس میں ہمارا مضمون بطور نشان غالب رہا تھا کچھ کم ندامت کا موجب نہیں ہوا۔ کیونکہ اس میں نہ صرف ہمارا مضمون غالب رہا بلکہ یہ واقعہ پیش از وقت الہام ہو کر بذریعہ اشتہارات شائع کر دیا گیا۔ کاش اگر

﴿۳۸﴾

آتھم ہی زندہ رہتا۔ تو میاں محمد حسین بٹالوی اور اس کے ہم جنسوں کے ہاتھ میں جھوٹی تاویلوں کی کچھ گنجائش رہتی مگر آتھم بھی جلد مر کر ان لوگوں کو برباد کر گیا۔ جب تک وہ چپ رہا زندہ رہا اور پھر منہ کھولتے ہی الہامی شرط نے اس کو لے لیا۔ خدا تعالیٰ نے الہامی شرط کے موافق اس کو عمر دی اور جبھی سے کہ اس نے تکذیب شروع کی اسی وقت سے عوارض شدیدہ نے اُس کو ایسا پکڑ لیا کہ بہت جلد اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن چونکہ یہ ذلت بعض نادان مولویوں کو محسوس نہیں ہوئی تھی اور شرطی پیشگوئی کو محض شرارت سے انہوں نے یوں دیکھا کہ گویا اس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہ تھی اور آتھم کی سراسیمگی اور زبان بند زندگی سے جو پیشگوئی کے ایام میں بدیہی طور پر رہی انہوں نے دیانتداری سے کوئی نتیجہ نہ نکالا اور جو آتھم قسم کیلئے بلایا گیا اور نالش کیلئے اکسایا گیا اور وہ انکار سے کانوں پر ہاتھ رکھتا رہا ان تمام امور سے ان کو کوئی ہدایت نہ ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اپنے نشانوں کو شبہ میں چھوڑنا نہیں چاہتا لیکھرام کی پیشگوئی کو جس کے ساتھ کوئی شرط نہ تھی اور جس میں تاریخ اور دن اور صورت موت یعنی کس طریق سے مرے گا سب بیان کیا گیا تھا اتمام حجت کیلئے کمال صفائی سے پورا کیا۔ مگر افسوس کہ سچائی کے مخالفوں نے اس کھلے کھلے خدا تعالیٰ کے نشان سے بھی کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ ظاہر ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوتا تو لیکھرام کی پیشگوئی میرے ذلیل کرنے کیلئے بڑا عمدہ موقعہ تھا کیونکہ اس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہ تھی اور اس میں صاف طور پر پیشگوئی کے ساتھ ہی میں نے اپنا اقرار لکھ کر شائع کر دیا تھا کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی تو میں جھوٹا ہوں اور ہر ایک سزا اور ذلت کا سزاوار ہوں۔ سو اگر میں جھوٹا ہوتا تو ایسے موقعہ پر جب کہ قسمیں کھا کر یہ پیشگوئی جو کوئی شرط نہیں رکھتی تھی شائع کی گئی تھی ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ مجھ کو رسوا کرتا اور میرا اور میری جماعت کا نام ونشان مٹا دیتا۔ سو خدا نے ایسا نہ کیا بلکہ اس میں میری عزت ظاہر کی۔ اور جن لوگوں نے نادانی سے آتھم کے متعلق کی پیشگوئی کو نہیں سمجھا تھا ان کے دلوں میں بھی اس پیشگوئی سے روشنی ڈالی۔ کیا یہ سوچنے کا مقام نہیں ہے کہ ایسی پیشگوئی میں جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں تھی اور جس کے خطا جانے سے میری تمام

﴿۳۹﴾

کشتی غرق ہوتی تھی خدا نے کیوں میری تائید کی اور کیوں اس کو پوری کر کے صدہا دلوں میں میری محبت ڈال دی۔ یہاں تک کہ بعض سخت دشمنوں نے روتے ہوئے آ کر بیعت کی۔ اگر یہ پیشگوئی پوری نہ ہوتی تو میاں بٹالوی صاحب خودسوچ لیں کہ کس شدومد سے وہ اشاعۃ السنہ میں تکذیب کے مضامین لکھتے اور کیا کچھ ان کا دنیا پر اثر ہوتا کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ خدا نے ایسے موقعہ پر کیوں بٹالوی اور اس کے ہم خیال لوگوں کو شرمندہ اور ذلیل کیا۔ کیا قرآن میں نہیں ہے کہ خدا لکھ چکا ہے کہ وہ مومنوں کو غالب کرتا ہے۔ کیا اگر یہ پیشگوئی جو ایک ذرہ بھی شرط اپنے ساتھ نہیں رکھتی تھی اور ایک بھاری مخالف کے حق میں تھی جو مجھ پر دانت پیستا تھا جھوٹی نکلتی تو کیا اس صاف فیصلہ کے بعد میرا کچھ باقی رہ جاتا اور کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ اس پیشگوئی کے جھوٹے نکلنے پر شیخ محمد حسین بٹالوی کو ہزار عید کی خوشی ہوتی اور وہ طرح طرح کے ٹھٹھے اور ہنسی کا اپنے کلام کو رنگ دے کر رسالہ کو نکالتا اور کئی جلسے کرتا لیکن اب پیشگوئی کے سچی نکلنے پر اس نے کیا کیا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اس نے خدا کے ایک عظیم الشان کام کو ایک ردّی چیز کی طرح پھینک دیا اور اپنے منحوس رسالہ میں یہ اشارہ کیا کہ لیکھرام کا یہی شخص قاتل ہے۔ سو میں کہتا ہوں کہ میں کسی انسانی حربہ کے ساتھ قاتل نہیں ہاں آسمانی حربہ کے ساتھ یعنی دعا کے ساتھ قاتل ہوں اور وہ بھی اس کے الحاح اور درخواست کے بعد۔ میں نے نہیں چاہا کہ اس پر بددعا کروں مگر اس نے آپ چاہا سو مَیں اس کا اسی طرح قاتل ہوں جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خسرو پرویز شاہ ایران کے قاتل تھے۔ غرض لیکھرام کا مقدمہ محمد حسین پر خدا تعالیٰ کی حجت پوری کر گیا اور ایسا ہی اس کے اور بھائیوں پر۔ ﴿۴۰﴾

پھر بعد اس کے ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں خدا کا نشان ظاہر ہوا اور وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو اخیر حکم سے پہلے صدہا لوگوں میں پھیل چکی تھی۔ اس مقدمہ میں شیخ بٹالوی کو وہ ذلت پیش آئی کہ اگر سعادت یاوری کرتی تو بلاتوقف توبہ نصوح کرتا۔ اس پر خوب کھل گیا کہ خدا نے کس کی تائید کی۔

یاد رہے کہ کلارک کے مقدمہ میں محمد حسین نے عیسائیوں کے ساتھ شامل ہو کر میری تباہی

کے لئے ناخنوں تک زور لگایا تھا اور میرے ذلیل کرنے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا آخر میرے خدا نے مجھے بری کیا۔ اور عین کچہری میں کرسی مانگنے پر وہ ذلت اُس کے نصیب ہوئی جس سے ایک شریف آدمی مارے ندامت کے مرسکتا ہے۔ یہ ایک صادق کی ذلت چاہنے کا نتیجہ ہے۔ کرسی کی درخواست پر اس کو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے جھڑکیاں دیں اور کہا کہ کرسی نہ کبھی تجھ کو ملی اور نہ تیرے باپ کو اور جھڑک کر پیچھے ہٹایا اور کہا کہ سیدھا کھڑا ہو جا۔ اور اُس پر موت پر موت یہ ہوئی کہ ان جھڑکیوں کے وقت یہ عاجز صاحب ڈپٹی کمشنر کے قریب ہی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ جس کی ذلت دیکھنے کیلئے وہ آیا تھا۔ اور مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ اس واقعہ کو بار بار لکھوں۔ کچہری کے افسر موجود ہیں ان کا عملہ موجود ہے ان سے پوچھنے والے پوچھ لیں۔ ﴿۴۱﴾

اب سوال تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں وعدہ ہے کہ وہ مومنوں کی تائید کرتا ہے اور انہیں عزت دیتا ہے اور جھوٹوں اور دجالوں کو ذلیل کرتا ہے پھر یہ الٹی ندی کیوں بہنے لگی کہ ہر ایک میدان میں محمد حسین کو ہی ذلت اور رسوائی اور بے عزتی نصیب ہوتی گئی۔ کیا خدا تعالیٰ کی اپنے پیاروں سے یہی عادت ہے۔ اب ٹیکس کے مقدمہ میں شیخ بٹالوی صاحب کی یہ خوشی تھی کہ کسی طرح ٹیکس لگ جائے تا اسی مضمون کو لمبا چوڑا کر کے **اشاعة السنه** کو رونق دیں تا پہلی ذلتوں کی کسی قدر پردہ پوشی ہو سکے۔ سو اس میں بھی وہ نامراد ہی رہا اور صاف طور پر معافی کا حکم آ گیا۔ خدا نے اس مقدمہ کو ایسے حکام کے ہاتھ میں دیا جنہوں نے سچائی اور ایمانداری سے عدالت کو پورا کرنا تھا۔ سو بدنصیب بد اندیش اس حملہ میں بھی محروم ہی رہے۔ خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے حکام با انصاف پر اصل حقیقت کھول دی۔ اور اس جگہ ہمیں **جناب مسٹر ٹی ڈیکسن صاحب بہادر** ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپورہ کا شکر کرنا چاہئے۔ جن کے دل پر خدا تعالیٰ نے واقعی حقیقت منکشف کر دی۔ اسی وجہ سے ہم ابتداء سے انگریزی حکومت اور انگریزی حکام کے شکر گذار اور مداح اور ثنا خوان ہیں کہ وہ انصاف کو بہر حال مقدم رکھتے ہیں۔ کپتان ڈگلس صاحب سابق کمشنر نے ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ فوجداری میں اور مسٹر ٹی ڈیکسن صاحب نے اس انکم ٹیکس کے مقدمہ میں ہمیں انگریزی

﴿۴۲﴾

عدالت اور حق پسندی کے دو ایسے نمونے دیئے ہیں جن کو ہم مدت العمر میں کبھی بھول نہیں سکتے۔ کیونکہ کپتان ڈگلس صاحب کے سامنے وہ نازک مقدمہ آیا تھا جس کا فریق مستغیث ایک معزز عیسائی تھا اور جس کی تائید میں گویا پنجاب کے تمام پادری تھے۔ لیکن صاحب موصوف نے اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی کہ یہ مقدمہ کس گروہ کی طرف سے ہے اور پورے طور پر عدالت سے کام لیا اور مجھے بری کیا۔ اور جو مقدمہ اب مسٹر ٹی ڈیکسن صاحب کے زیر تجویز آیا۔ یہ بھی نازک تھا کیونکہ ٹیکس کی معافی میں سرکار کا نقصان ہے۔ سو صاحب مؤخر الذکر نے بھی سراسر معدلت اور انصاف پسندی اور محض عدل سے کام لیا۔ میری دانست میں اس قسم کے حکام گورنمنٹ کی رعایا پروری اور نیک نیتی اور اصول انصاف کے روشن نمونے ہیں۔ اور واقعی امر یہی تھا جس امر تک مسٹر ٹی ڈیکسن صاحب کا روشن خیال پہنچ گیا۔ سو ہم شکر بھی کرتے ہیں اور دعا بھی۔ اور اس جگہ محنت اور تفتیش منشی تاج الدین صاحب تحصیلدار پرگنہ بٹالہ قابل ذکر ہے جنہوں نے انصاف اور احقاق حق مقصود رکھ کر واقعات صحیحہ کو آئینہ کی طرح حکام بالا دست کو دکھلا دیا اور اس طرح پر ٹھیک ٹھیک اصلیت تک پہنچنے کیلئے اعلیٰ حکام کو مدد دی۔ اب وہ مقدمہ یعنی تحصیلدار صاحب کی رائے اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کا اخیر حکم ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

نقل رپورٹ منشی تاج الدین صاحب تحصیلدار پرگنہ بٹالہ ضلع گورداسپور بمقدمہ عذرداری ٹیکس مشمولہ مثل اجلاسی مسٹر ٹی ڈیکسن صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر

مرجوعہ ۲۷؍جون ۹۸ء فیصلہ ۱۷؍ستمبر ۹۸ء نمبر بستہ از محکمہ نمبر مقدمہ ۵۵/۴۶

مثل عذرداری انکم ٹیکس مسمی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ ذات مغل سکنہ قادیاں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

بحضور جناب والا شان جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

جناب عالی۔ مرزا غلام احمد قادیانی پر اس سال ما معہ ۸ر انکم ٹیکس تشخیص ہوا تھا اس سے

پیشتر مرزا غلام احمد پر کبھی ٹیکس تشخیص نہیں ہوا۔ چونکہ یہ ٹیکس نیا لگایا گیا تھا۔ مرزا غلام احمد نے اس پر عدالت حضور میں عذرداری دائر کی جو بنا بر دریافت سپرد محکمہ ہذا ہوئی۔ پیشتر اس کے کہ انکم ٹیکس کے متعلق جس قدر تحقیقات کی گئی ہے اس کا ذکر کیا جائے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا کچھ ذکر گوش گذار حضور کیا جاوے تا کہ معلوم ہو کہ عذردار کون ہے اور کس حیثیت کا آدمی ہے۔ ﴿۴۳﴾

مرزا غلام احمد ایک پرانے معزز خاندان مغل میں سے ہے جو موضع قادیان میں عرصہ سے سکونت پذیر ہے اس کا والد مرزا غلام مرتضٰی ایک معزز زمیندار تھا اور موضع قادیان کا رئیس تھا۔ اس نے اپنی وفات پر ایک معقول جائیداد چھوڑی۔ اس میں سے کچھ جائداد تو مرزا غلام احمد کے پاس اب بھی ہے اور کچھ مرزا سلطان احمد پسر مرزا غلام احمد کے پاس ہے جو اس کو مرزا غلام قادر مرحوم کی بیوی کے توسل سے ملی ہے۔ یہ جائیداد اکثر زرعی مثلاً باغ، زمین اور تعلقہ داری چند دیہات ہے اور چونکہ مرزا غلام مرتضٰی ایک معزز رئیس آدمی تھا ممکن ہے اور میری رائے میں اغلب ہے کہ اس نے بہت سی نقدی اور زیورات بھی چھوڑے ہوں لیکن ایسی جائیداد غیر منقولہ کی نسبت قابل اطمینان شہادت نہیں گذری۔ مرزا غلام احمد ابتدائی ایام میں خود ملازمت کرتا رہا ہے اور اس کا طریق عمل ہمیشہ سے ایسا رہا ہے کہ اس سے امید نہیں ہوسکتی کہ اس نے اپنی آمدنی یا اپنے والد کی جائیداد نقدی و زیورات کو تباہ کیا ہو۔ جو جائیداد غیر منقولہ اس کو باپ سے وراثتاً پہنچی ہے وہ تو اب بھی موجود ہے۔ لیکن جائیداد غیر منقولہ کی نسبت شہادت کافی نہیں مل سکی۔ لیکن بہرحال مرزا غلام احمد کے حالات کے لحاظ سے یہ طمانیت کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی اس نے تلف نہیں کی۔ کچھ مدت سے مرزا غلام احمد نے ملازمت وغیرہ چھوڑ کر اپنے مذہب کی طرف رجوع کیا اور اس امر کی ہمیشہ سے کوشش کرتا رہا کہ وہ ایک مذہبی سرگروہ مانا جاوے اس نے چند مذہبی کتابیں شائع کیں رسالہ جات لکھے اور اپنے خیالات کا اظہار بذریعہ اشتہارات کیا۔ چنانچہ اس کل کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ کچھ عرصہ سے ایک متعدد اشخاص کا گروہ جن کی فہرست (بحروف انگریزی) منسلک ہذا ہے اس کو اپنا سرگروہ ماننے لگ گیا اور بطور ایک علیحدہ فرقہ کے قائم ہوگیا۔ اس فرقہ میں حسب فہرست منسلکہ ہذا (۳۱۸) آدمی ہیں۔ جن میں

﴿۴۴﴾

بلا شبہ بعض اشخاص جن کی تعداد زیادہ نہیں معزز اور صاحب علم ہیں۔ مرزا غلام احمد کا گروہ جب کچھ بڑھ نکلا تو اس نے اپنی کتب ’’فتح اسلام‘‘ اور ’’توضیح مرام‘‘ میں اپنے اغراض کے پورا کرنے کیلئے اپنے پیرووٴں سے چندہ کی درخواست کی اور ان میں پانچ مدات کا ذکر کیا جن کے لئے چندہ کی ضرورت ہے۔ چونکہ مرزا غلام احمد پر اس کے مریدان کا اعتقاد ہو گیا۔ رفتہ رفتہ انہوں نے چندہ بھیجنا شروع کیا اور اپنے خطوط میں بعض دفعہ تو تخصیص کر دی کہ ان کا چندہ ان پانچ مدوں میں سے فلاں مد پر لگایا جاوے اور بعض دفعہ مرزا غلام احمد کی رائے پر چھوڑ دیا کہ جس مد میں وہ ضروری خیال کریں صرف کریں چنانچہ حسب بیان مرزا غلام احمد عذردار اور بروئے شہادت گواہان چندہ کے روپیہ کا حال اسی طرح ہوتا ہے۔ الغرض یہ گروہ اس وقت بطور ایک مذہبی سوسائٹی کے ہے جس کا سرگروہ مرزا غلام احمد ہے اور باقی سب پیروان ہیں اور چندہ باہمی سے اپنے سوسائٹی کے اغراض کو بہ سلوک پورا کرتے ہیں۔ جن پانچ مدات کا اوپر ذکر ہوا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

اول[۱] مہمان خانہ۔ جس قدر لوگ مرزا غلام احمد کے پاس قادیان میں آتے خواہ وہ مرید ہوں یا نہ ہوں لیکن وہ مذہبی تحقیقات کیلئے آئے ہوں ان کو وہاں سے کھانا ملتا ہے اور حسب بیان تحریری مختار مرزا غلام احمد اس مد کے چندہ میں سے مسافروں، یتیموں اور بیواوٴں کی بھی امداد کی جاتی ہے۔

دوم[۲] مطبع۔ اس میں مذہبی کتابیں اور اشتہارات چھاپے جاتے ہیں اور بعض دفعہ لوگوں میں مفت تقسیم ہوتے ہیں۔

سوم[۳] مدرسہ۔ مرزا غلام احمد کے مریدوں کی طرف سے ایک مدرسہ قائم کیا گیا ہے لیکن اس کی ابھی ابتدائی حالت ہے اور اس کا اہتمام مولوی نور الدین کے سپرد ہے جو مرزا غلام احمد کا ایک مرید خاص ہے۔

چہارم[۴] سالانہ اور دیگر جلسہ جات۔ اس گروہ کے سالانہ جلسے بھی ہوتے ہیں اور ان جلسوں کے سرانجام دینے کے لئے چندہ فراہم کیا جاتا ہے۔

پنجم۵ خط و کتابت۔ حسب بیان تحریری مختار مرزا غلام احمد اور شہادت گواہان اس میں بہت سا روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ مذہبی تحقیقات کے متعلق جس قدر خط و کتابت ہوتی ہے اس کیلئے مریدوں سے چندہ لیا جاتا ہے۔ الغرض حسب بیان گواہان ان پانچ مدوں میں چندہ کا روپیہ خرچ ہوتا ہے اور ان ذرائع سے مرزا غلام احمد مع اپنے مریدوں کے اپنے خیالات مذہبی کی اشاعت کرتا ہے۔ یہ سوسائٹی ایک مذہبی گروہ ہے اور چونکہ حضور کو اس گروہ کی نسبت پیشتر سے علم ہے اس لئے اسی مختصر خاکہ پر اکتفا کی جاتی ہے۔ اور اب اصل درخواست عذرداری کے متعلق گذارش کی جاتی ہے۔

﴿۴۵﴾

مرزا غلام احمد پر امسال ۷۲۰۰ روپیہ اس کی سالانہ آمدنی قرار دے کر ماعہ ۱۸۷ انکم ٹیکس قرار دیا گیا۔ اس کی عذرداری پر اس کا اپنا بیان خاص موضع قادیان میں جبکہ کمترین بتقریب دورہ اس طرف گیا لیا گیا۔ اور تیراں کس گواہان کی شہادت قلم بند کی گئی۔ مرزا غلام احمد نے اپنے بیان حلفی میں لکھوایا کہ اس کو تعلقہ داری، زمین اور باغ کی آمدنی ہے۔ تعلقہ داری کی سالانہ تخمیناً ۱۰ عہ کی زمین کی تخمیناً تین سو روپیہ سالانہ کی اور باغ کی سالانہ تخمیناً دوسو تین سو روپیہ چار سو اور حد درجہ پانسو روپیہ کی آمدنی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کو کسی قسم کی اور آمدنی نہیں ہے۔ مرزا غلام احمد نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کو تخمیناً پانچ ہزار دوسو روپیہ سالانہ مریدوں سے اس سال پہنچا ہے ورنہ اوسط سالانہ آمدنی قریباً چار ہزار روپیہ کے ہوتی ہے وہ پانچ مدوں میں جن کا ذکر اوپر کیا گیا خرچ ہوتی ہے اور اس کی ذاتی خرچ میں نہیں آتی۔ خرچ اور آمدنی کا حساب باضابطہ کوئی نہیں ہے۔ صرف یادداشت سے تخمیناً لکھوایا ہے۔ مرزا غلام احمد نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کی ذاتی آمدنی باغ، زمین اور تعلقہ داری کی اس کے خرچ کیلئے کافی ہے اور اس کو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ وہ مریدوں کا روپیہ ذاتی خرچ میں لاوے۔ شہادت گواہان بھی مرزا غلام احمد کے بیان کی تائید کرتی ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ مریدان بطور خیرات پانچ مدات مذکورہ بالا کے لئے روپیہ مرزا غلام احمد کو بھیجتے ہیں۔ اور ان ہی مدات میں خرچ ہوتا ہے۔ مرزا غلام احمد کی اپنی ذاتی آمدنی سوائے آمدنی تعلقہ داری، زمین اور باغ کے اور نہیں ہے جو قابل ٹیکس ہو۔ گواہان میں سے چھ گواہ گو معتبر

﴿۴۶﴾

اشخاص ہیں لیکن مرزا صاحب کے مرید ہیں اور اکثر مرزا غلام احمد کے پاس رہتے ہیں۔ دیگر سات گواہ مختلف قسم کے دوکاندار ہیں جن کو مرزا صاحب سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ بالعموم یہ سب گواہان مرزا غلام احمد کے بیان کی تائید کرتے ہیں اور اس کی ذاتی آمدنی سوائے آمدنی تعلقہ داری، زمین اور باغ کے اور کسی قسم کی نہیں بتلاتے۔ میں نے موقعہ پر بھی خفیہ طور سے مرزا غلام احمد کی ذاتی آمدنی کی نسبت بعض اشخاص سے دریافت کیا۔ لیکن اگرچہ بعض اشخاص سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد کی ذاتی آمدنی بہت ہے اور یہ قابل ٹیکس ہے لیکن کہیں سے کوئی بین ثبوت مرزا صاحب کی آمدنی کا نہ مل سکا۔ زبانی تذکرات پائے گئے۔ کوئی شخص پورا پورا ثبوت نہ دے سکا۔ میں نے موضع قادیاں میں مدرسہ اور مہمان خانہ کا بھی ملاحظہ کیا۔ مدرسہ ابھی ابتدائی حالت میں ہے اور اکثر بعمارت خام بنا ہوا ہے۔ اور کچھ مریدوں کیلئے بھی گھر بنے ہوئے ہیں۔ لیکن مہمان خانہ میں واقعی مہمان پائے گئے اور یہ بھی دیکھا گیا کہ جس قدر مرید اس روز قادیاں میں موجود تھے انہوں نے مہمان خانہ سے کھانا کھایا۔

کمترین کی رائے ناقص میں اگر مرزا غلام احمد کی ذاتی آمدنی صرف تعلقہ داری اور باغ کی قرار دی جائے جیسا کہ شہادت سے عیاں ہوا اور جس قدر آمدنی مرزا صاحب کو مریدوں سے ہوتی ہے اس کو خیرات کا روپیہ قرار دیا جائے جیسا کہ گواہان نے بالعموم بیان کیا تو مرزا غلام احمد پر موجودہ انکم ٹیکس بحال نہیں رہ سکتا۔ لیکن جب کہ دوسری طرف یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد ایک معزز اور بھاری خاندان سے ہے اور اس کے آباء واجداد رئیس رہے ہیں اور ان کی آمدنی معقول رہی ہے اور مرزا غلام احمد خود ملازم رہا ہے اور آسودہ حال رہا ہے تو ضرور گمان گذرتا ہے کہ مرزا غلام احمد ایک مالدار شخص ہے اور قابل ٹیکس ہے۔ مرزا صاحب کے اپنے بیان کے مطابق حال ہی میں اس نے اپنا باغ اپنی زوجہ کے پاس گرو رکھ کر اس سے چار ہزار روپیہ کا زیور اور ایک ہزار روپیہ نقد وصول پایا ہے۔ تو جس شخص کی عورت اس قدر روپیہ دے سکتی ہو اس کی نسبت گمان گذرتا ہے کہ وہ مالدار ہوگا۔ کمترین نے جس قدر تحقیقات کی ہے۔ وہ شامل مثل ہذا ہے۔ اور بہ تعمیل حکم حضور رپورٹ ہذا ارسال خدمت حضور ہے۔ المرقوم ۳۱؍ اگست ۱۸۹۸ء

﴿۴۷﴾

کمترین تاج الدین تحصیلدار بٹالہ مکرر آنکہ مختار وکیل مرزا غلام احمد کو حضور کی عدالت میں حاضر ہونے کے لئے ۳ر ستمبر ۱۸۹۸ء کی تاریخ دی گئی ہے۔ تحریر بتاریخ صدر۔ دستخط حاکم
نقل حکم درمیانی بصیغہ عذرداری ٹیکس اجلاسی ٹی ڈیکسن صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور
مثل عذرداری انکم ٹیکس مسمی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضٰی ذات مغل سکنہ موضع قادیاں۔
تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

آج یہ کاغذات پیش ہو کر رپورٹ تحصیلدار صاحب سماعت ہوئی۔ فی الحال یہ مثل زیر تجویز رہے۔ شیخ علی احمد وکیل اور مختار عذردار حاضر ہیں۔ ان کو اطلاع دیا گیا۔

تحریر ۹۸-۹-۳ دستخط حاکم

نقل ترجمہ حکم اخیر بصیغہ عذرداری ٹیکس اجلاسی مسٹر ٹی ڈیکسن صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

ترجمہ حکم

یہ ٹیکس جدید تشخیص کی گئی ہے اور مرزا غلام احمد کا دعویٰ ہے کہ تمام اس کی آمدنی اس کے ذاتی کاروبار پر خرچ نہیں ہوتی۔ بلکہ اس فرقہ کے اخراجات پر صرف ہوتی ہے کہ جو اس نے قائم کیا ہے۔ وہ تسلیم کرتا ہے کہ اس کے پاس اور جائیداد بھی ہے لیکن اس نے تحصیلدار کے سامنے بیان کیا کہ وہ آمدنی بھی کہ جو از قسم آمدنی اراضی و زراعت کی ہے اور زیر دفعہ ۵ (ب) مستثنٰی ہے مذہبی اخراجات میں جاتی ہے۔ ہمیں اس شخص کی نیک نیتی پر شبہ کرنے کے لئے کوئی وجہ معلوم نہیں کرتے۔ اور ہم اس کی آمدنی کو جو از چندہ ہا ہے وہ =/۵۲۰۰ روپیہ بیان کرتا ہے معاف کرتے ہیں۔ کیونکہ زیر دفعہ (۵) (E) محض مذہبی اغراض کے لئے وہ صرف کی جاتی ہے۔ لہذا حکم ہوا کہ بعد تعمیل ضابطہ کاغذات ہذا داخل دفتر کئے جاویں۔ تحریر ۹۸-۹-۱۷

مقام ڈلہوزی ———— دستخط حاکم

اس جگہ ہم اصل انگریزی اخیر حکم کی نقل بھی معہ ترجمہ کر دیتے ہیں:-

In the Court of F.T. Dixon Esquire Collector of the District of Gurdaspur.

Income Tax objection case No. 46 of 1898.

Mirza Ghulam Ahmad son of Mirza Ghulam Murtaza, caste Mughal, resident of mauzah Qadian Mughlan, Tahsil Batala, Distt. of Gurdaspur objector

ORDER

This tax is a newly imposed one and Mirza Ghulam Ahmad claims that all his income is applied not to his personal but to the expenses of sect he has founded. He admits that he has other property but he stated to the Tahsildar that even the proceeds of that which is classed as land and the proceeds of agriculture and is exempt under 5 (b) go to his religious expenses. I see no reason to doubt the bona fides of this man, whose sect is well known, and I exempt his income from subscriptions which he states as 5200/- Under Sec 5 (c) as being solely employed in religious purposes.

Sd/T. Dixon

17-9-1898 Collector

ترجمہ

بعدالت ٹی ڈیکسن صاحب بہادر کلکٹر ضلع گورداسپور

مقدمہ نمبر ۴۶ بابت ۹۸ء عذرداری انکم ٹیکس

مرزا غلام احمد صاحب ولد مرزا غلام مرتضٰی قوم مغل ساکن موضع قادیان مغلاں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور عذردار

حکم

یہ ٹیکس اب کے ہی لگایا گیا ہے اور مرزا غلام احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ

تمام آمدنی میری جماعت کے لئے خرچ ہوتی ہے۔ میرے ذاتی خرچ میں نہیں آتی۔ وہ اس بات کو بھی قبول کرتے ہیں کہ میری اور بھی جائیداد ہے۔ لیکن تحصیل دار صاحب کے سامنے انہوں نے بیان کیا ہے کہ اس میری جائیداد کی آمدنی بھی جو از قسم زمین ہے۔ اور پیداوار زراعت ہے اور زیر دفعہ ۵ (ب) انکم ٹیکس سے بری ہے۔ دینی مصارف میں ہی کام آتی ہے۔ اس شخص کے اظہار نیک نیتی میں مجھے شک کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ جس کی جماعت کو ہر ایک جانتا ہے میں ان کی چندوں کی آمدنی کو جس کی تعداد وہ ۵۲۰۰ (۵۲۰۰) بیان کرتے ہیں اور جو محض دینی کاموں میں خرچ ہوتی ہے۔ زیر دفعہ ۵ (ای) انکم ٹیکس سے بری کرتا ہوں۔

دستخط ٹی ڈیکسن صاحب بہادر کلکٹر

۱۷ر ستمبر ۹۸ء

☆☆☆

جس کتاب پر دستخط مصنف و مہر نہ ہو تو وہ کتاب مسروقہ ہوگی

راقم

مرزا غلام احمد

مورخہ ۲۰ر اکتوبر ۱۸۹۸ء

انڈیکس

روحانی خزائن جلد نمبر ۱۳

مرتبہ: مکرم محمد محمود طاہر صاحب

زیر نگرانی

سید عبد الحی

آیات قرآنیہ

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

(بترتیب حروف تہجی)

احادیث بالمعنیٰ



الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(بترتیب حروف تہجی)

☆......☆......☆

مضامین

اخلاق

ارتداد

اسلام

صفات الٰہیہ

الہام/وحی

تاریخ

تثلیث

ترک حکومت

توحید

توہین

ج ۔ ح ۔ خ

د ۔ ر

س۔ش۔ص۔ط

سکھ حکومت

سکھ مت

سوانح نویسی

شکر

شہد

شیطان

صبر

صحابہ رسولؐ

صحابہ مسیح موعود

صلح

صلیب

طاعون

طبابت

ع۔غ

عبرانی زبان

عدل

عذاب

عربی زبان

عزم

عقل

قسم کھانا

قوت رقویٰ

کسر صلیب نیز دیکھئے عیسائیت

مسیح موعود (علامات وظہور)

معرفت الٰہی

معجزہ/معجزات

مقدمہ/مقدمہ قتل

مکتوبات/خطوط

مناظرہ/مباحثہ

☆......☆......☆

اسماء

متفرق

غلام احمد، حضرت مرزا، مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

بعثت اور دعاوی

عقائد وتعلیمات

خدمت دین

نصرت الٰہی اور نشانات

مخالفین کو چیلنج

اشتہارات

ابتدائی وخاندانی حالات

سیرۃ طیبہ اور قوت قدسیہ

ف۔ق۔ک۔گ

ل۔م۔ن

☆......☆......☆

مقامات

آ۔ا

ب۔پ۔ت۔ٹ

ل ـ م ـ ن

و۔ہ۔ی

☆......☆......☆

کتابیات

متفرق

اخبارات ورسائل

☆......☆......☆